







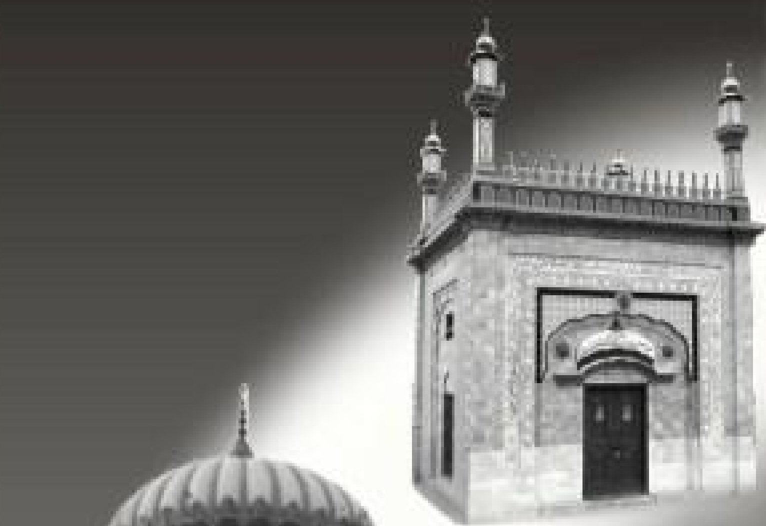


مجتبیٰ آخر زمانی



خادم سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس

اللہ









مجتبیٰ آخر زمانی

تصنیفِ لطیف

خادم سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

نام کتاب — مجتبیٰ آخر زمانی

تصنیفِ لطیف — خادم سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر — سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

پرنٹر — آر۔ٹی پرنٹرز لاہور

بارِاوّل — جنوری 2013ء

تعداد — 1000

قیمت — 700 روپے

ISBN: 978-969-9795-07-7



سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766

www.tehreek-dawat-e-faqr.com www.sultan-ul-faqr.com

E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بصد عجز و محبت و عشق اور عقیدت کے ساتھ یہ خادم اور غلام اس کتاب

مجتبیٰ آخر زمانی

کو اپنے مرشد پاک

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

اور مشائخ سروری قادری

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سید محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ،
سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ،
شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ اور
سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ

کے وسیلہ سے

سُلطانُ العارفین
حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کرتا ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہربانی اور فیض سے اُمیدِ کامل ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف اسے منظور فرمائیں گے بلکہ اپنے دفترِ فقر کی مہرِ خاص سے مزّین فرما کر اسے عام فرمائیں گے کیونکہ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نائبین کا تذکرہ ہے۔

فہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْن

فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:۔

''مَنْ سَکَتَ عَنِ الْحَقِّ فَھُوَ شَیْطٰنٌ اَخْرَسٌ''[1]

ترجمہ: ''جو حق بات کہنے سے چپ رہا وہ گونگا شیطان ہے''۔

''صاحبِ لولاک'' میرے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ پر اب تک لکھی گئی واحد تصنیف ہے جو ایک پیشہ ور صحافی (Professional Journalist) جناب طارق اسماعیل ساگر صاحب سے تین ماہ کے عرصہ میں تحریر کروائی گئی۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک 26۔دسمبر 2003ء کو ہوا اور صاحبِ لولاک کا بارِاوّل 13-12 اپریل 2004ء کے میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر شائع ہو کر سٹال پر موجود تھا۔ اب تک اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ بارِاوّل اپریل 2004، بارِدوم 2006، بارِسوم نومبر 2008 اور بارِ چہارم مارچ 2011 میں شائع ہوئے۔ صاحبِ لولاک پر تبصرہ سے قبل دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

1۔ اپریل 2000ء میں ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی اشاعت کے آغاز سے قبل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارکہ کے علاوہ مشائخ سروری قادری کے متعلق کوئی تحریر اور کتاب موجود نہ تھی۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور نے اپنی اشاعت کے فوراً بعد اس پر کام شروع کیا اور شہبازِ عارفاں حضرت سخی

---

[1] عین الفقر باب ہفتم

سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ، سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں روایات کو جمع کرنا شروع کیا اور یوں ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور تحریری شکل میں ان مشائخ کی سوانح حیات اور تعلیمات کو منظرِ عام پر لایا ان مشائخ کی سوانح حیات میں بعض روایات ابتدا میں درست نہ تھیں اور انہیں وقتاً فوقتاً سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ درست کرواتے رہے۔

2۔ طارق اسماعیل ساگر صاحب نہ تو سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ بیعت ہیں اور نہ ہی انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ اَللّٰہُ ذات حاصل کیا ہے اور نہ ہی اُن کے ساتھ زندگی کا کوئی لمحہ گزارا ہے۔ طارق اسماعیل ساگر صاحب کی سلطان الفقر (ششم) رحمتہ اللہ علیہ سے صرف ایک ملاقات ہوئی جس کا دورانیہ صرف پانچ منٹ تھا۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ 12۔ 13۔ اپریل کے میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے موقع پر 13۔ اپریل کو محفل کے اختتام پذیر ہونے پر اپنے کمرہ میں تشریف لے جاتے تھے جہاں لوگ اُن سے ملاقات فرماتے۔ یہ عاجز اور غلام محفل میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ہوتا اور جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے کمرے میں تشریف لاتے تو ساتھ ہی کمرہ میں آجاتا۔ طارق اسماعیل ساگر صاحب 13۔ اپریل 2002ء کو پہلی مرتبہ رانا تجمل حسین صاحب کے ہمراہ دربار شریف پر میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں شرکت کے لیے تشریف لائے اور محفل میں شرکت کے بعد سلطان الفقر (ششم) رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے رانا تجمل حسین صاحب کے ساتھ کمرے میں تشریف لائے اور پانچ منٹ ملاقات کے بعد واپس روانہ ہو گئے۔ دوسری دفعہ 13۔ اپریل 2003ء کو رانا تجمل حسین صاحب کے ساتھ محفل میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں شرکت کے لیے آخری لمحات میں تشریف لائے اور محفل سے ہی سلطان الفقر (ششم) رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیے بغیر واپس روانہ ہو گئے۔ انہوں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنا تک گوارا نہ کیا۔ اس کا اقرار وہ کتاب ''صاحبِ لولاک'' کے شروع میں ''پیش لفظ'' میں بھی کرتے ہیں کہ اُن کی صرف ایک ہی ملاقات 2002ء میں ہوئی اور فرماتے ہیں کہ اس ملاقات میں اُن پر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا سِرّ (راز) منکشف ہو گیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر و تصور کے بغیر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز منکشف ہونا ناممکن ہے۔ طارق اسماعیل ساگر صاحب نہ تو سلطان الفقر (ششم) رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور نہ ہی بغیر بیعت کے ان سے ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات حاصل کیا تو پھر ان پر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز کیسے منکشف ہو گیا۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ ان پر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز کھل گیا تھا تو راہِ فقر کے سالک جانتے ہیں کہ

اگر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز کھل جائے تو عشقِ حقیقی کی آگ چین نہیں لینے دیتی لیکن طارق اسماعیل ساگر صاحب پر کیسا اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز کھلا کہ عشق کی آگ نے انہیں 2002ء سے لے کر 2003ء تک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے قرب وفیض سے روکے رکھا۔ اس عرصے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مہینے میں دوبار لاہور تشریف لاتے رہے اور لوگوں سے ملاقات فرماتے رہے لیکن طارق اسماعیل ساگر صاحب نے ایک بار بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی زحمت گوارا نہ کی حالانکہ ساگر صاحب کی رہائش لاہور میں ہی تھی۔ اگر 13۔ اپریل 2003ء کو تشریف لائے بھی تو ملاقات کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ ہم کیسے سمجھ جائیں کہ عشق کا سِرّ اُن پر عیاں ہو گیا تھا، راہِ فقر کے راہی اس امر سے خوب واقف ہیں اُن کو ساگر صاحب دھوکہ نہ دیں سچی اور حق بات کریں۔

اب طارق اسماعیل ساگر صاحب کی تصنیف ''صاحبِ لولاک'' کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں جس سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کتاب نہ تو علم الیقین، نہ عین الیقین اور نہ ہی حق الیقین پر مبنی ہے بلکہ اس کا 90 فیصد حصہ نقل شدہ ہے۔ طارق اسماعیل ساگر صاحب نے اِس تصنیف کو ابواب کی بجائے عنوانات میں تقسیم کیا ہے اور ہم اُن کی تصنیف کے ہر باب کا اسی طرح عنوانات کے تحت ہی جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ پیش لفظ

اس میں انہوں نے کتاب کی غرضِ تصنیف پر روشنی ڈالی ہے اور کافی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اگر وہ یہ نہ کرتے تو شاید اُن کا ''صاحبِ لولاک'' لکھنا کسی کی سمجھ میں نہ آتا جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں انہوں نے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی ایک پانچ منٹ کی ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ باب اب تک شائع ہونے والے چاروں ایڈیشنوں میں شامل چلا آرہا ہے۔

2۔ شکریہ

اس میں طارق اسماعیل ساگر صاحب نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے اُن مریدین کا تذکرہ فرمایا ہے جن کی تحریروں اور گفتگو سے انہوں نے اپنی کتاب ''صاحبِ لولاک'' کی تیاری کے سلسلہ میں استفادہ کیا۔ بارِاوّل (اپریل 2004ء) میں اس عاجز کا نام بھی ان ناموں میں شامل تھا جس سے انہوں نے کبھی ملاقات کا اہتمام ہی نہیں کیا تھا' حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ عاجز سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے قربِ خاص میں رہا ہے اور ساگر صاحب سے پہلے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور

اور مکتبہ العارفین لاہور کا انچارج رہا ہے۔ ہاں انہوں نے میری تحریروں سے ضرور استفادہ کیا جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے لیکن بارِ دوم، بارِ سوم اور بارِ چہارم میں اس عاجز کا نام ہی ''شکریہ'' سے خارج کر دیا گیا۔

3۔ صاحبِ لولاک

اسی باب کے نام پر کتاب کا نام ''صاحبِ لولاک'' منتخب کیا گیا ہے اور یہ باب ماہنامہ مراۃ العارفین لاہور کے ماہ ستمبر 2000ء کے شمارہ کے صفحہ 17 تا 28 پر شائع ہونے والا مضمون ''سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ'' ہے، جسے ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ اس مضمون میں سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کی کچھ روایات غلط شائع ہو گئی تھیں جسے بعد میں سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ نے درست کروایا تھا لیکن ساگر صاحب نے ماہنامہ مراۃ العارفین کے آئندہ مہینوں اور سالوں کے شمارے دیکھنے گوارا ہی نہیں کیے اور ''صاحبِ لولاک'' کے بارِ سوم تک ہو بہو وہی غلطیوں والا مضمون شائع ہوتا رہا۔ بارِ چہارم میں اس میں سے سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ خارج کر دیا گیا ہے۔ یہ مضمون پہلی بار مختلف روایات اور تحقیق کے بعد اس عاجز نے ترتیب دیا تھا معاونین میں ڈاکٹر محمد ایوب خان اور محمد ذیشان رضا شامل تھے۔ یہ مشائخ سروری قادری پر ابتدائی تحقیق تھی۔ بعد ازاں مزید تحقیق سے بہت سے حقائق اور روایات کی تصحیح ہوئی۔

4۔ شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

یہ باب ماہنامہ مراۃ العارفین لاہور کے شمارہ فروری 2001ء کے صفحہ 10 تا 14 پر شائع ہونے والے مضمون ''شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ'' پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کے لیے تحقیق صاحبزادہ سلطان محمد معظم علی صاحب نے کی اور ترتیب ڈاکٹر محمد ایوب صاحب نے دیا، ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔

5۔ تعلیماتِ باطنی کا احیاء

اس باب کا کچھ حصہ اِس عاجز کی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' سے لیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار اپریل 2002ء میں مکتبہ العارفین سے شائع ہوئی اور اب تک مسلسل[1] شائع ہو رہی ہے۔ اس کو ایم اے شاکر راجن

---

[1] مکتبہ العارفین سے علیحدگی کے بعد اسے شعبہ نشر و اشاعت سلسلہ سروری قادری لاہور نے شائع کیا اور اب سلطان الفقر پبلیکیشنز 2005ء سے مسلسل شائع کر رہا ہے۔

پور والے نے سرقہ کر کے ''چنبے دی بوٹی اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کے عنوان اور اپنے نام کے ساتھ العارفین پبلیکیشنز سے شائع کیا ہے۔ اس باب کا دوسرا حصہ سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور کے کتابچہ ''اصلاحی جماعت کی ضرورت کیوں'' کی ہو بہو نقل ہے۔

6۔ سلطان الفقر (ششم) کی گھوڑوں سے محبت

یہ اس عاجز کے مضمون ''حدیثِ دل'' کا ایک حصہ ہے۔ ''حدیثِ دل'' جولائی 2003ء کے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے صفحہ 22 تا 29 پر شائع ہوا جس میں ''میرے مرشد پاک کی گھوڑوں سے محبت'' کے ذیلی عنوان سے یہ حصہ صفحہ 25 تا 28 پر شائع ہوا۔ اس باب میں اس حصہ کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔

7۔ معرفتِ الٰہی کیسے ممکن ہے

ابتدائی دو صفحات کے علاوہ تمام باب حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''کشف المحجوب'' سے نقل کیا گیا ہے۔

8۔ طریقت

مکتبہ العارفین 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے 2003ء میں ڈاکٹر محمد ایوب خان کا ایک رسالہ ''طریقت کیا ہے؟'' شائع کیا تھا اس باب میں اسے ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔

9۔ اسلام اور تصوف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ فقر کا نام دیا ہے اور میرے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی تعلیمات کو فقر ہی فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال یہ باب ''اسلام اور تصوف'' پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ ہے اور ساگر صاحب نے اس میں صرف ابتدائی تین لائنیں خود لکھی ہیں اور باقی تمام باب میں پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے مقالہ کو نقل کر دیا گیا ہے۔

10۔ طریقِ تبلیغ

تصوف کی مشہور زمانہ کتب سے تصوف کے بارے میں معلومات پر مشتمل ہے۔

11۔ مرشد کیوں اور کیسا ہونا چاہیے؟

اگست 2002ء میں مکتبہ العارفین 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے ڈاکٹر محمد ایوب کی کتاب ''مرشدِ کامل'' شائع کی تھی جسے اب العارفین پبلیکیشنز شائع کر رہا ہے۔ یہ باب زیادہ تر اس کتاب کے باب 3 ''مرشد کسے کہتے ہیں'' پر مشتمل ہے اور کچھ حصہ اس عاجز کے مضمون ''سلطان الفقر''[1] جو ماہنامہ مراۃ العارفین لاہور کے شمارہ اگست 2002ء میں صفحہ 17 تا 23 پر شائع ہوا تھا، سے لیا گیا ہے اور بقیہ حصہ حضرت عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تصوف کے روشن حقائق'' سے نقل کیا گیا ہے۔[2]

12۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات

جیسا کہ ''باب نمبر 5 باطنی تعلیمات کے احیاء'' کے بیان میں اس عاجز کی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کا ذکر ہو چکا ہے' اس باب نمبر 12 میں بھی کتاب ''حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کے بارِ چہارم[3] اگست 2004ء کے صفحہ 4 تا 18 کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ صاحب لولاک کے بارِ اول (اپریل 2004ء) میں اس باب کے آخر میں اس عاجز کا نام اور کتاب کا حوالہ بھی موجود تھا جسے بارِ دوم، سوم اور چہارم سے ختم کر دیا گیا ہے۔ اور اس طرح ساگر صاحب نے اس تحریر کو اپنا بنا لیا ہے۔ کیا ایک نامور صحافی، جو صحافت کے اخلاقی اصولوں سے یقیناً واقف ہوگا، سے یہ توقع کی جاسکتی ہے؟ بارِ چہارم (مارچ 2011ء) میں اس باب میں صرف ایک شعر کا اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے، وہ یہ ہے:

جنہاں نوں تقویٰ رب تے انہاں نوں رزق ہمیش
پلے خرچ نئیں بنھدے پنچھی تے درویش

اور باقی باب اسی طرح ہے۔

1۔ کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!

نصف باب سلطان احمد علی صاحب کے رسالہ ''جعلی پیر اور مرشدِ کامل'' سے ہو بہو لگا دیا گیا ہے اور باقی نصف

---

[1] یہ مضمون بعد میں اپریل 2003ء اور اگست 2003ء کے شمارہ میں بھی شائع ہوا۔ [2] مترجم محمد اکرم الازہری' سال اشاعت 2003ء ناشر مکتبہ زاویہ لاہور [3] حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے بارِ چہارم کو اگست 2004ء میں مکتبہ العارفین 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے شائع کیا تھا اور اس عاجز کی کتاب ''گلدستہ ابیات و تعلیمات حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ'' کا بارِ اول اگست 2002ء اور بارِ دوم اپریل 2004ء مکتبہ العارفین 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور نے شائع کیا اور ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کا یہ باب اس کتاب کے بارِ دوم کے صفحہ 51 تا 70 پر بھی موجود ہے۔

باب طارق اسماعیل ساگر صاحب کا تحریر کردہ ہے جس میں کچھ مریدین کی بیان کردہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات ہیں۔

14۔ صحبتِ یار آخر شد

اس باب میں سلطان الفقر (ششم) رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات کا ذکر ہے جو صاحبزدگان اور مریدین نے روایت کی ہیں۔یعنی پوری کتاب میں 13 نمبر باب میں (کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا) نصف اور 14 نمبر مکمل باب اور یوں کُل ملا کر صرف $1\frac{1}{2}$ باب طارق اسماعیل ساگر صاحب کا اپنا تحریر کردہ ہے اور اس میں بھی ان کا کوئی اپنا چشم دید واقعہ نہیں ہے۔صاحبِ لولاک کے اس چودھویں باب کے بارِ اوّل (اپریل 2004ء) کے صفحہ 273 تا 274 پر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خالد کی زبانی ایک روایت درج کی گئی تھی جو بارِ دوم، سوم اور چہارم سے خارج کر دی گئی۔روایت اس عاجز کے بارے میں ہے اور اس طرح سے ہے:

> ''آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آخری لمحات میں لاہور میں ہمارے ساتھی نجیب الرحمٰن سے ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کے متعلق پوچھا جو لاہور میں سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کرواتے تھے۔ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے اپنے والد مرشد کے زمانے کے دو پرانے اسمِ اَللّٰہُ ذات ملے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نجیب الرحمٰن صاحب سے کہا کہ اسی طرح کے اسمِ اَللّٰہُ ذات ہمارے لیے بھی تیار کروائیں۔ پھر پوچھا کتنے دِن لگیں گے؟ پھر کہا جلدی پہنچاؤ ہمیں ضرورت ہے''۔

اس باب میں دوسرا اہم واقعہ سلطان محمد علی مدظلہ القدس اور سلطان محمد شریف مدظلہ القدس کی بیعتِ خلافت کا ہے جو 14۔اپریل 2003ء کو دربار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر ہوئی۔ساگر صاحب بارِ سوم تک بضد رہے اور یہی تحریر کرتے رہے کہ بیعت 16۔اپریل 2003ء کو ہوئی تھی۔ہم نے ماہنامہ سلطان الفقر لاہور میں کئی بار اور سید امیر خان نیازی صاحب نے ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور میں ہمیشہ بیعت کی تاریخ 14۔اپریل درج کی۔اب بارِ چہارم میں انہوں نے بھی اس باب میں بیعت کی تاریخ 14۔اپریل 2003ء درج کر دی ہے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ طارق اسماعیل ساگر نے اپنی کتاب کا زیادہ تر مواد ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور اور مکتبہ العارفین A/4۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور کی شائع کردہ کتب سے لیا ہے اور یہ کتاب تصوف کے موضوع پر زیادہ اور سلطان الفقر (ششم) رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کم لگتی ہے۔نہ ہی ان کی ذاتِ مبارکہ، عادات وخصائل،

فضائل ومقامات کے متعلق کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے اور نہ ہی دینِ حنیف کے احیاء کے لیے کی گئی ان کی انتھک کاوشوں پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند کرامات بیان کر دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عالی شان مقام کی قطعاً وضاحت نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی کاوشوں کو نظر انداز کر دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد اس عاجز کو عملی طور پر اور اگست 2004ء میں باقاعدہ طور پر ماہنامہ مرآۃ العارفین اور مکتبہ العارفین سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اس لیے طارق اسماعیل ساگر صاحب نے مجھ جیسے عاجز انسان سے ملاقات کرنا گوارا نہ کیا۔ اگر وہ مجھ سے رابطہ کرتے تو میں ضرور اپنے مرشد کی شان کماحقہ طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتا تاکہ میرے مرشد پاک پہ لکھی گئی اوّلین کتاب یوں ادھوری اور بے اثر نہ رہے۔ پھر طارق اسماعیل ساگر صاحب کی کتاب میں ان کا ایک بھی چشم دید واقعہ یا روایت شامل نہیں ہے جو اِس مقدمہ کے آغاز میں تحریر کی گئی ہماری بات کو سچ ثابت کرتی ہے کہ اُن کی اپنی زندگی میں سلطان الفقر (ششم) رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک ملاقات ہے اور وہ بھی صرف پانچ منٹ کی اور لوگوں کے ہجوم میں۔ اس پانچ منٹ کی ملاقات میں نہ وہ میرے مرشد کی شان کو سمجھ سکے اور نہ ہی بعد میں کتاب ''صاحبِ لولاک'' میں بیان کر سکے۔ حق بات تو یہ ہے کہ ساگر صاحب کو اس عظیم الشان ہستی کو جانے اور سمجھے بغیر اس پر قلم اُٹھانے کی جسارت ہی نہ کرنی چاہیے تھی۔

اس عاجز نے جب اگست 2006ء میں ماہنامہ سلطان الفقر لاہور کی اشاعت کا آغاز کیا تو پہلے ہی شمارہ میں سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وتعلیمات کو شائع کیا۔ صدقِ دِل سے نیت یہ تھی کہ ساگر صاحب اُن کو ''صاحبِ لولاک'' کے آئندہ ایڈیشن میں شاملِ اشاعت کر لیں تاکہ ایک مدلل کتاب وجود میں آسکے اور عوام پر میرے مرشد پاک کی شان اور مقامِ سلطان الفقر مزید واضح ہو سکے لیکن جب کافی عرصہ انتظار کرنے کے بعد رابطہ نہ ہوا تو عاجز نے ''مجتبیٰ آخر زمانی'' کی تصنیف کا آغاز کیا۔ شروع میں خیال تھا کہ صرف اپنے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وتعلیمات قلمبند کروں لیکن دورانِ تالیف خیال آیا کہ کیوں نہ اس میں (سلطان الفقر پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ تک کے تمام مشائخ سروری قادری کی سوانحِ حیات بھی شامل کی جائیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ تک ''امانتِ فقر'' کس طرح پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان

باھُوؒ ، اپنے مرشد کریم سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ اور دوسرے مشائخ سروری قادری کی باطنی مہربانیوں سے یہ تصنیف سات سال میں مکمل ہوئی۔

مجتبیٰ آخر زمانی کی تالیف کا ایک اور اہم مقصد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی حیاتِ طیبہ پر پڑے اسرار کے پردوں کو ہٹانا اور ان کی عظمت سے عوام الناس کو روشناس کرانا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصل دینِ حنیف کو زندہ رکھنے کے لیے ان مشائخ نے انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اپنی حیات کے ہر لمحے کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وقف کر دیا۔ ظاہر و باطن میں انتہائی کٹھن آزمائشوں سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں انہیں امانتِ فقر کا وارث بنایا گیا اور پھر انہوں نے طالبانِ مولیٰ کی راہِ حق پر بے مثال راہنمائی کی اور آج تک کر رہے ہیں لیکن خود کو ہمیشہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا کیونکہ ان کی طلب بس اللہ ماسوی اللہ ہوس تک محدود ہے۔ خواہشِ شہرت وعزوجاہ سے یہ لوگ ہمیشہ دور رہے اس لیے آج کے دور میں انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے طالبانِ مولیٰ کے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ یہ لوگ اس حدیثِ قدسی کے مصداق ہوتے ہیں اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ (ترجمہ: میرے وہ اولیاء بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا'')۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تمام بندوں میں اللہ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو اہلِ تقویٰ ہیں اور ''پوشیدہ'' ہیں۔ اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے، گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں''۔ (طبرانی، حاکم)

لیکن اب وہ دور آنے کو ہے جب فقر کو عام ہونا ہے جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے فرمایا تھا کہ ''جب گمراہی عام ہو جائے گی، باطل حق کو ڈھانپ لے گا، فرقوں اور گروہوں کی بھرمار ہوگی، ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ سمجھے گا اور گمراہ فرقوں اور لوگوں کے خلاف بات کرتے ہوئے لوگ گھبرائیں گے اور علمِ باطن کا دعویٰ کرنے والے اپنے چہروں پر ولایت کا نقاب چڑھا کر درباروں اور گدیوں پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ کر اپنے خزانے اور جیبیں بھر رہے ہوں گے تو اس وقت میرے مزار سے نور کے فوارے پھوٹ پڑیں گے''۔ یعنی اس پرفتن دور میں اگر اُمتِ مسلمہ کو ہدایت کی راہ نصیب ہوگی تو حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے سلسلہ یعنی سلسلۂ فقر کے ذریعے ہوگی۔ نور کے فواروں سے مراد ان کی تعلیماتِ فقر کی روشنی ہے جو اس دور کے لوگوں کو ظلمت سے ہدایت کی طرف لے آئے گی۔ اقبالؒ کی بھی پیش گوئی ہے کہ

اب تیرا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور

چنانچہ مناسب سمجھا گیا کہ سب سے پہلے سروری قادری سلسلہ کے حقیقی مشائخ کی سوانح حیات اور دین حنیف کے لیے کی گئی ان کی کاوشوں اور ان کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے تاکہ وہ ان مشائخ کی عظمت و مقامِ قربِ الٰہی کو سمجھ سکیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق فقر کے مقام کو بھی سمجھ سکیں اور اس عظیم راہِ حق کو اختیار کرنے کی جستجو کریں۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر پہلی بار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کے مشائخ سروری قادری سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور خاص طور پر میرے مرشد کریم سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ اور تعلیمات پردہ اخفاء سے منظرِ عام پر لائی جا رہی ہیں۔

یہ اس عاجز پر عنایت اور کرمِ خاص ہے اور سلسلہ سروری قادری کے لوگوں کے لیے ایک خاص تحفہ ہے جو اِس عاجز کی وساطت سے ظہور پذیر ہوا۔ پس ''اللہ جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو طالبانِ مولیٰ کے لیے راہنما بنائے۔ (آمین)

عاجز اور خادم سلطان الفقر

سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

باب اوّل

سُلطان العارفین

حضرت سخی

سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فصل 1

سلسلہ نسب

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنے دور کے دوسرے مصنفین کی طرح یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی تصانیف کے شروع میں پیش لفظ کے طور پر اپنے متعلق صرف تعارفی سطور رقم فرماتے ہیں اور پھر کتاب یا رسالے کی غرضِ تصنیف پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی کسی تصنیف کے پیش لفظ میں اپنا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے نام کے ساتھ اعوان ضرور لکھا ہے۔ جیسے نور الہدیٰ میں آپؒ فرماتے ہیں:

''سچ کہتا ہے مصنفِ تصنیف سروری قادری فقیر باھُو، فنا فی ھُو ولد بازیدؒ محمد عرف اعوان ساکن قلعہ شور (اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کے فتنوں اور ظلم وستم سے محفوظ رکھے)۔''

اسی طرح کی عبارت تھوڑی سی ردّ و بدل کے ساتھ آپؒ کی ہر تصنیف کے آغاز میں ملتی ہے جس سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے کہ آپؒ کا تعلق اعوان قبیلہ ہی سے تھا۔ اعوان کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس سلسلہ میں سلطان حامد علی مصنف مناقبِ سلطانی رقم طراز ہیں کہ اعوان حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی نسلِ

پاک سے ہیں۔ جب ساداتِ عظام نے مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے وطن چھوڑا اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بود و باش اختیار کی' قبیلہ اعوان چونکہ سادات کرام کا قریبی اور نسبتی تھا اس لیے اس مصیبت اور کٹھن دور میں وہ سادات کے رفیق و معاون بنے اس وجہ سے ان کی نسبت اعوان میں تبدیل ہوگئی یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے۔ علویت اور ہاشمیت کا لقب بدل کر اعوان بن گیا۔ سادات عجم میں آکر بدستور یادِ الٰہی میں مشغول رہے لیکن قبیلہ اعوان نے جنگ و جدل اور معرکہ آرائی جاری رکھی اور ہرات پر قبضہ کرلیا اور قطب شاہ نے ہرات کے تخت پر ہی وفات پائی۔ شاہ کا لقب سادات اور قریش کے ناموں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اعوان بھی اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب سادات خراسان سے بسبب تفرقہ' مصیبت اور پریشانی' ہجرت کر کے ہندوستان میں داخل ہوئے تو قبیلہ اعوان اس سفر اور ہجرت میں ان کے رفیقِ سفر بنے اور کالاباغ کے پہاڑوں' دریائے اٹک یا دریائے سندھ کے راستے پنجاب میں داخل ہوئے۔ سادات کرام حسبِ معمول دنیاوی جاہ و حشمت کو چھوڑ کر عباداتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے اور گوشہ نشینی اختیار کی چنانچہ اوچ شریف میں بخاری' بھوٹ مبارک میں گیلانی' چوہان سیدن شاہ میں شیرازی' دنداشاہ بلاول میں ہمدانی سادات' خلقِ خدا کی رہبری اور فیض رسانی کا ذریعہ بنے۔ لیکن اعوان قبیلہ نے کالاباغ پر قبضہ کرکے دریائے اٹک کے مشرقی کنارہ کے راستہ سے جلد ہی ہندوؤں کے مضبوط قلعوں' ملک دھنی و پوٹھوہار' کوہ پکھڑ' وادی سون سکیسر' کوہ پتاؤ' کوہ تاواہ' کوہ کھون وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور ان علاقوں میں آباد ہوگئے۔ یہاں کے ہندوؤں نے اعوان قبیلہ کے غلبہ اور اسلام کے زور کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا۔ آج اعوان ان علاقوں میں کثرت سے آباد ہیں۔

❁ پروفیسر احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں:

''سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر حملہ کرنے کے لیے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کے ساتھ علویوں کے ایک دستے نے ہمراہی کی اجازت چاہی جس کی قیادت میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کر رہے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے بخوشی اجازت دے دی اور اس دستے کو ''اعوان'' کا خطاب دیا بعدازاں اس قبیلے کے لوگ اسی لقب سے موسوم ہوئے''۔

''اعوانوں نے سومنات کی لڑائی میں بہادری کے جوہر دکھائے اور سلطان محمود غزنوی ان سے بہت خوش ہوا۔ جب لشکر واپس ہونے لگا تو میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر نے سلطان سے درخواست کی کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ملک کے دوسرے علاقوں میں حکمران راجپوت سرداروں اور جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے مامور

کیا جائے۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کی۔ چنانچہ میر قطب حیدر اعوانوں کے لشکر کو لے کر موجودہ پوٹھوہار کے گردونواح اور کوہستان نمک کے علاقوں میں برسرِ اقتدار جنجوعہ اور چوہان راجپوتوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کو پسپا کر کے انہیں پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا اور اعوان قبائل ان پہاڑوں کی خوبصورت وادیوں پر قابض ہو کر ان میں آباد ہوگئے۔ اب یہ قطب شاہی اعوان کہلائے''۔(احوال ومقامات سلطان باھُوؒ)

اردو دائرہ المعارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے''سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کے آباؤ اجداد سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کے بعد عرب سے ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے یہ بزرگ پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں آباد ہوئے اور وہاں کے ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام کیا بعدازاں شورکوٹ ضلع جھنگ میں منتقل ہوگئے''۔

میر قطب شاہ

یہ وہی ہستی ہیں جن کی سرپرستی میں اعوان سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شامل ہوئے اور وادی سون سکیسر اور پوٹھوہار میں قیام پذیر ہوئے۔ پروفیسر احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں''میر قطب شاہ کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت امام محمد بن حنفیہؓ سے ملتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد ساداتِ فاطمی کی حمایت میں حکمرانوں سے لڑتے ہوئے اور سادات کو اپنی حفاظت میں لیے ہوئے افغانستان چلے آئے تھے اور ہرات میں آباد ہوئے بعدازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ پوٹھوہار کے علاقے میں میر قطب شاہ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور انہوں نے شکست خوردہ راجاؤں کی بیٹیوں سے شادیاں بھی کیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ میر قطب شاہ کے ساتھ آنے والے قبائل اور نو مسلم باشندوں کے درمیان ددھیال، ننھیال کے لحاظ سے مناکحت اور اولاد کا باہمی سلسلہ شروع ہوا تو چونکہ ان کی معروف نسبی پہچان کے لیے میر قطب شاہ ہی مقتدر اور مشہور شخصیت تھے لہٰذا انہی سے منسوب ہوئے۔ اب بھی یہ لوگ کہیں بھی ہوں خود کو قطب شاہی اعوان ہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ جناب قطب شاہ وادی سون (انگہ[1]) میں اقامت پذیر رہے البتہ جائے قیام اور عرصہ قیام' وفات' آمد کا سن' وفات کا سن اور مزار یا قبر کے بارے میں تذکرہ نویس خاموش ہیں''۔

---

[1] وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب صوبہ پنجاب

سلطان حامد علی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقبِ سلطانی میں کالاباغ کے اعوان رئیسوں کے کتب خانہ میں کسی کتاب سے حاصل کردہ حوالہ کی رو سے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا شجرہ نسب نقل کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ بن حضرت بازید محمدؒ بن شیخ سلطان فتح محمدؒ بن شیخ اللہ دتہ بن شیخ محمد تمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ محمد موغلا بن شیخ محمد پیدا بن شیخ محمد سگھرا بن شیخ محمد انون بن شیخ محمد سَلا بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیمون بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ انور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فرطک شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمدؒ شاہ بن حضرت حُجّر شاہ بن حضرت امیر زبیرؓ بن اسد اللہ الغالب امام امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بن ابی طالبؓ۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب میر قطب شاہ تک بالکل درست اور صحیح ہے میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کے بعد اعوانوں کے نسب نامہ میں اختلافات شروع ہوتے ہیں جیسا کہ قبیلہ اعوان کا ایک نسب نامہ اور بھی دستیاب ہے جو کہ کالاباغ خاندان کے ہی ایک فرد ملک شیر محمد نے اپنی کتاب ''تاریخ الاعوان'' میں درج کیا ہے۔ مناقبِ سلطانی کے بیان کردہ نسب نامے اور تاریخ الاعوان کے مصنف ملک شیر محمد کے بیان کردہ نسب نامے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سلطان حامد کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نسب کا سلسلہ ان کے بیٹے امیر زبیرؓ کے ذریعے پہنچتا ہے جبکہ ملک شیر محمد کے نزدیک سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کے بیٹے محمد بن حنفیہؒ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ ملک شیر محمد' تاریخ الاعوان کا شجرہ نسب ملاحظہ ہو:

میر قطب شاہ بن شاہ عطاء اللہ غازی بن شاہ طاہر بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن عبدالمنان غازی بن محمد بن محمد بن حنفیہؒ بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بن ابی طالبؓ۔

''مناقبِ سلطانی'' کے مصنف سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ نے جو شجرہ نسب دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اٹھائیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزند امیر زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اور امیر زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام میمنہ درج کیا ہے جو رستم پہلوان کی اولاد سے تھیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زبیر نام کے کسی بیٹے کا ذکر نسب کی کسی مشہور کتاب (معارف ابنِ قتیبہ، تاریخِ طبری وغیرہ) میں نہیں کیا گیا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کسی پوتے کا نام ''حجر شاہ'' منقول ہے۔ بعض لوگوں نے اس مشکل کو یوں حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے علم کے مطابق حضرت محمد بن حنفیہ

رضی اللہ عنہٗ کی کنیت ابوزبیر تھی۔ اس لیے صرف زبیر بھی لکھ دیا گیا۔ صرف ''انیس الواعظین'' کے مصنف شیخ ابوبکر سندھی نے حضرت امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ کا مختصراً ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ: ''حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لشکر سے امیر زبیر رضی اللہ عنہٗ باہر آئے اس وقت امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ تین بھائی موجود تھے زبیر علیؓ، طلحہ علیؓ، جعفر علیؓ، جبکہ یہ زبیر رضی اللہ عنہٗ ماں کے اکلوتے فرزند تھے۔ جب باہر آئے تو امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا! ''اے بھائی تو ماں کا ایمان مت جلا کیونکہ اس کا تو کوئی فرزند ہی نہیں ہے''۔ ماں نے وہاں سے ہی زوردار آواز دی اور کہا! ''اے حسین رضی اللہ عنہٗ یہ بات مت کہو! میری جان اور میرے بیٹے کی جان آپ رضی اللہ عنہٗ پر قربان ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ کے بغیر ہماری زندگی کس کام کی''۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے زبیر رضی اللہ عنہٗ کو سینے سے لگایا اور زار و قطار رونے لگے''۔ صاحبِ انیس الواعظین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد زبیر رضی اللہ عنہٗ نے زوردار حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

❀ محمد سرور خان اعوان ان دونوں شجروں سے اختلاف کرتے ہوئے ''وادی سون سکیسر'' (تاریخ، تہذیب، ثقافت) میں لکھتے ہیں:

''یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اعوان قوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کا سلسلہ نسب آپؓ کے فرزند حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہٗ کی وساطت سے ملتا ہے۔ بعض مؤرخین یا تذکرہ نویسوں نے ان تاریخی شواہد کو نظر انداز کرتے ہوئے محض ظن و تخمین سے کام لے کر اعوانوں کو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس سے (اعوانوں کی) قومی تاریخ پر شکوک و شبہات کے سائے پڑ گئے ہیں۔ ذیل میں ان حوالہ جات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوگا کہ اعوان قوم حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ہیں اور اس کے مورث اعلیٰ قطب شاہ بغدادی ہیں نہ کہ ملک قطب حیدر۔ مورخین کی تصریحات کے مطابق حضرت علیؓ کے صرف پانچ بیٹوں سے نسل چلی ہے باقی فرزند یا تو لاولد فوت ہوئے یا شادی سے پہلے فوت یا کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ چنانچہ کتاب ''روضۃ الشہداء'' فارسی مطبوعہ نول کشور فصل ماتم کے صفحہ 377 پر مرقوم ہے ''از پنج پسران امیر عقب ماند حسنؓ و حسینؓ و محمد اکبر کہ محمد حنفیہؓ گویند و عباسؓ شہید و عمر اطرفؓ انتھی''۔

1۔ مناقب المحبوبین فارسی مطبوعہ محمدی ذکر حضرت علیؓ (صفحہ 11) پر ہے۔ ''واما نسل علی المرتضیٰؓ از پنج پسران باقی ماند یعنی امام حسنؓ و حسینؓ محمد بن حنفیہؓ و محمد ابوالفضل عباسؓ و عمرِ اطرفؓ''۔

2۔ کتاب نسب الاقوام عربی مطبوعہ ایران و کتاب ذکر العباس اور کتاب مراۃ الاسرار کے مطابق حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ فرزندوں سے نسل چلی امام حسنؓ و حسینؓ، عباس علمدارؓ، محمد بن حنفیہؒ اور عمر اطرفؓ۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ صاحبزادوں سے اولاد چلی ہے اور کتاب التخفید کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے پانچوں فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے تاہم دیارِ ہند میں ایک امتیاز ہے کہ حسنین کریمینؓ کی اولاد کو سیّد اور باقی فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے۔

کتاب میزان ہاشمی و میزان قطبی و خلاصۃ الانساب کے مطابق اعوانوں کے مورثِ اعلیٰ قطب شاہ اولادِ عباسؓ بن علیؓ ہیں۔ چنانچہ کتب مذکورہ کی اصل عبارت اس طرح ہے۔

❁ ومن العلوین الاعوان و شجرتھم ھذا" عون بن لعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب ھاشمی القریشی و عون بن لعلی المشھور لعلی قاسم و عبدالعلی و عبدالرحمن و ابراھیم و قطب شاہ کال من البغداد مافرالی الھند و قام فصاد اولادہ اکثرھم المشھورون بالعلوین و لبقیتم بالاعوان۔

ترجمہ: علویوں سے اعوان ہیں اور ان کا شجرہ نسب اس طرح ہے عون بن علی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن عباسؓ بن علیؓ بن ابو طالبؓ ہاشمی قریشی۔ عون بن علی جو علی بن قاسم عبدالعلی عبدالرحمٰن ابراہیم اور قطب شاہ کے نام سے بھی معروف ہیں بغداد کے رہنے والے تھے انہوں نے اور ان کی اولاد نے یہاں سے ہند کا سفر کیا اور وہاں پر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ان کی اولاد میں کچھ لوگ علوی اور کچھ اعوان مشہور ہو گئے۔

قطب شاہ کے حالاتِ زندگی

میزان ہاشمی کی فارسی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے جس سے قطب شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے:

"نام مبارک عون رحمۃ اللہ علیہ ہے اور عباس بن علیؓ کی اولاد ہیں۔ ان کی زوجہ محترمہ عائشہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کی حقیقی بہن تھیں۔ جناب عونؒ پہلے امامیہ عقائد رکھتے تھے۔ جب ان کا بیٹا گوہر علی پیدا ہوا تو ان کے دل میں شیعہ مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے انہوں نے ماہر علماء سے ان کے بارے میں کافی بحث و تمحیص کی لیکن کہیں سے تسلی

نہ ہوئی پھر امامیہ عقائد کے مطابق علماءِ شیعہ سے اپنے شکوک وشبہات کو اہلِ سنت کی طرف منسوب کر کے جوابات طلب کیے لیکن ان جوابوں سے ان کی ذہنی پراگندگی اور قلبی خلجان میں اور اضافہ ہوا یہاں تک کہ 471ھ میں ان کی زوجہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا کی گود میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جلوہ فگن ہوئے۔ ایک دن جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اپنی اہلیہ عائشہ کے ہمراہ ان کی بہن کے گھر کسی کام کی غرض سے گئے تو ان کی نظر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے جمال پر پڑی تو ان کے دل سے امامیہ عقائد جڑ سے نکل گئے۔ اسی دن اہلِ سنت کے طریقہ پر نماز ادا کی اور ہمیشہ اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی غوثیت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجنے لگا اور لوگ اطراف واکناف سے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ جناب عون رحمتہ اللہ علیہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے لیکن اس بات کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ قطبِ مدار کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اپنے بڑے فرزند گوہر علی کو اس راز سے آگاہ کر کے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا اور وہ بھی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد مذہب اہلِ سنت کو اعلانیہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اور ان کا سارا خاندان شیعت عقائد سے تائب ہو کر غوث پاک رضی اللہ عنہ کا حلقہ بگوش بن چکا ہے۔ اب جناب عون رحمتہ اللہ علیہ اپنے تمام اقارب ورشتہ داروں کو ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بعض کو بغداد میں ٹھہرنے اور بعض کو ہند کی طرف سفر کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسبِ ارشاد عون رحمتہ اللہ علیہ اپنے بیٹوں عبد اللہ اور محمد کو لے کر ہندوستان روانہ ہوئے اور کچھ لوگوں کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چھوڑا۔ عون رحمتہ اللہ علیہ نے چند سال ہندوستان میں قیام کر کے سلسلہ قادری کی خوب اشاعت کی وہ ہند میں قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ قطبِ مدار کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اسی وجہ سے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مرید انہیں قطب کہتے تھے اور ہندوستانیوں نے اس کے ساتھ لفظ ''شاہ'' کا اضافہ کر دیا۔ پھر قطب شاہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان پر واپس بغداد پہنچے اور پہنچتے ہی مرضِ اسہال میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے یہاں تک کہ شب جمعہ 3 رمضان 506ھ[1] کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مقبرہ قریش میں مدفون ہوئے۔ تعزیتی رسومات سے فارغ ہو کر ہر کوئی اپنے کاروبار میں لگ گیا۔ اس وقت

---

[1] محمد سرور اعوان نے قطب شاہ کا سالِ وصال 506ھ درج کیا ہے۔ لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ غوث الاعظم سیدّنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے 506ھ میں ابھی مسندِ تلقین وارشاد نہیں سنبھالی تھی جبکہ ڈاکٹر میمن عبد المجید سندھی نے سالِ وصال 552ھ درج کیا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔

آپ کے بیٹے گوہر علی کی اولاد سے چار افراد تھے۔ ''گوہر علی عرف گولڑہ'' حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اپنی اولاد کے ہمراہ ہند میں اقامت پذیر ہوگئے۔ ان کی اولاد ابھی تک ہندوستان میں موجود ہے۔ ہندوستان میں غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں کی کثرت کی وجہ یہی ہے کہ عون رحمۃ اللہ علیہ اوران کی اولاد نے ہند میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ عون رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الاعظمؓ کی اولاد سے پہلے کچھ عرصہ ہرات میں قیام کیا۔ ان دنوں ہرات میں قبیلہ ہرانیہ کے اکثر لوگ موجود تھے۔ ان کے بیٹے گوہر علی کی ولادت بھی یہاں ہوئی۔

میزان قطبی، میزان شاہی اور خلاصۃ النساب کے مطابق قطب شاہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہٗ کی اولاد ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے ہند اور ہرات کا سفر کیا۔ واپس بغداد پہنچ کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد آج بھی ہند میں موجود ہے۔ اس نظریے کے برعکس کچھ اعوان تذکرہ نویسوں نے محض سنی سنائی بے سروپا روایات کی بنیاد پر نظریہ قائم کرنے کی کوشش کی کہ اعوان حضرت محمد بن حنفیہؓ کی اولاد ہیں اور اعوان کا لقب انہیں سلطان محمود غزنوی نے فوجی خدمات کے صلہ میں دیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مستند تاریخی کتب سے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ داستان گو اور قصہ گو لوگوں کی مبالغہ آمیز باتوں پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھی۔'' [1]

❁ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیّد قطب شاہ بغدادی غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور انہوں نے براہِ راست سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ پھر مزید تفصیل اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سیّد عون قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ علوی بغدادی کئی ناموں سے مشہور ہیں مثلاً علی، عون، عبدالرحمٰن، عبدالعلی، ابراہیم، قطب شاہ وغیرہ۔ شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح ملتا ہے: سیّد عون رحمۃ اللہ علیہ بن قاسم بن حمزہ ثانی بن طیار بن قاسم بن علی بن حمزہ الاکبر بن حسن بن عبداللہ مدنی بن عباس علمدارؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ 419ھ (1028ء) میں تولد ہوئے اور 3۔ رمضان 552ھ (1161ء) میں فوت ہوئے اور مقبرہ قریش میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد عرب، ایران اور برِصغیر پاک و ہند میں کثیر تعداد میں موجود ہے۔ پاکستان میں اعوان خود کو آپ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ (صفحہ 78)

❁ غلام محمد ولد خلیفہ منظور احمد اوچ شریف کے پاس حضرت قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح سے

---

[1] وادی سون سکیسر (تاریخ، تہذیب ثقافت) ملک محمد سرور اعوان، ناشر لوک ورثہ کا قومی ادارہ اسلام آباد اور الفیصل ناشران اردو بازار لاہور

محفوظ ہے:

حضرت عون شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف قطب شاہ بن علی شاہ بن حضرت حمزہ شاہ بن حضرت طیار شاہ بن حضرت قاسم شاہ بن حضرت علی شاہ بن حضرت جعفر شاہ بن حضرت حمزہ شاہ بن حضرت حسن شاہ بن حضرت عبداللہ بن حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہٗ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

❀ صاحب مرآتِ سلطانی نے نسب نامہ اس طرح درج فرمایا ہے:

عون رحمۃ اللہ علیہ لیلیٰ ملقب قطب شاہ بن امیر طیار بن امیر قاسم بن امیر علی بن امیر ابراہیم بن امیر جعفر بن امیر حمزہ بن امیر حسن بن امیر عبداللہ بن امیر عباس بن حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم)

ہم نے اعوانوں کے تمام شجروں کو درج کر دیا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ حقائق کو سامنے لایا جائے لیکن اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ مناقبِ سلطانی حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر اوّلین کتاب ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساتویں پشت میں سلطان حامد علیؒ نے تحریر کی اور اعوانوں کا شجرہ نسب کالاباغ کے رئیسوں کے کتب خانہ کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے اور دوسرا شجرہ نسب جس کو ملک شیر محمد اعوان نے اپنی کتاب ''تاریخ الاعوان'' میں درج کیا ہے ان کا تعلق بھی کالاباغ سے ہے اور یہ دونوں شجرے تحقیق سے خالی ہیں اور محض کتب میں درج کر دیئے گئے ہیں لیکن محمد سرور خان اعوان کا شجرہ تحقیق سے پُر ہے اور انہوں نے اسے ثابت بھی کیا ہے۔ اہلِ تحقیق کے لیے دروازے اب بھی کھلے ہیں۔

اعوانوں کے نسب نامے میں اس الجھاؤ اور اختلاف کے باوجود جو حقائق مصدقہ اور مسلّمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ تمام شجروں کا اختتام قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہوتا ہے جن کی شخصیت پر کسی کو اختلاف نہیں اور اعوان جہاں بھی ہوں اپنا شجرہ نسب میر قطب شاہؒ سے ہی ملاتے ہیں اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔ لیکن جہاں تک حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے وہ نسلی تفاخر کے قائل نہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہیں بھی اعوان قوم کی برتری کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کہیں اپنی فضیلت آلِ علیؓ کے حوالے سے بیان کی ہے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❀ فقیری سیّد یا قریش ہونے پر موقوف نہیں یہ عرفان سے حاصل ہوتی ہے۔ (نور الہدیٰ خورد)

❀ فقر سات پشتی میراث نہیں کہ کسی کو وراثت میں مل جائے۔ (عین الفقر)

❀ اگر سیّد اور سردار بننا چاہتا ہے تو اپنے جدِامجد کے نقشِ قدم پر چل۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❀ معرفتِ الٰہی (راہِ فقر) کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کا فیض و فضل اور بخشش و عطا ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا

ہے اس کا تعلق حسب' نسب اور عُرفیت سے نہیں بلکہ دردِ دل سے ہے۔اس کا تعلق' ہمت اور صدق سے ہے نہ کہ نسبتِ سیّدی وقریشی سے۔(نور الہدیٰ کلاں)

حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے اجداد

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے اجداد وادی سون سکیسر (تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب) کے گاؤں انگہ میں رہائش پذیر رہے اور آپؒ کے آباؤاجداد کے مزارات اور متعلقہ مقامات کے آثار اب تک انگہ اور اس کے گردونواح میں موجود ہیں۔ انگہ کے قبرستان میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دادا حضرت سلطان فتح محمدؒ کا مزار ہے۔ یہاں پر میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ ہر سال ستمبر کے اوائل میں عرس منعقد فرمایا کرتے تھے۔ یہ مزار گنٹھیے کے مریضوں کی شفاء کے لیے مشہور ہے اس مزار پر گنٹھیے کے مریض آتے ہیں اور حاضری کے بعد شفایاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان العارفینؒ کی دادی محترمہ کا مزار مبارک بھی ہے۔ اس قبرستان سے ذرا آگے درمیان میں سڑک ہے اور اس سڑک کے ساتھ ہی پرانا قبرستان ہے جہاں پر آپؒ کے نانا کی تربت مبارک موجود ہے۔

والدین

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدِ محترم کا اسمِ گرامی حضرت سلطان بازید محمدؒ تھا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنی کتب کے شروع میں اپنا تعارف جن الفاظ سے کراتے ہیں اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے یعنی "تصنیف فقیر باھُوولد بازید محمد عرف اعوان"۔

حضرت بازید محمدؒ پیشہ ور سپاہی تھے اور شاہجہان کے لشکر میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ آپؒ شروع ہی سے ایک صالح' شریعت کے پابند' حافظِ قرآن' فقیہہ شخص تھے۔ آپؒ نے اپنی جوانی لشکر کے ساتھ بسر کی اور تمام جوانی جہاد کی نذر کردی۔ آپؒ کی اولاد نہیں تھی۔

ڈھلتی عمر میں شاہی دربار چھوڑ کر چپ چاپ واپس اپنے علاقے میں چلے آئے اور ایک رشتہ دار ہم کفو خاتون حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔ آپؒ کی اہلیہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں اور پاکیزگی اور پارسائی میں اپنے خاندان میں معروف تھیں۔ اکثر ذکر اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔

وادی سون سکیسر کے گاؤں انگہ میں وہ جگہ اب تک معروف ومحفوظ ہے جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہا ایک پہاڑی کے دامن میں چشمہ کے کنارے ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات میں محو رہا کرتی تھیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں اپنی والدہ محترمہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا بارہا اظہار فرماتے ہیں۔''مائی راستی صاحبہ (رحمتہ اللہ علیہا) کی روح پر اللہ تعالیٰ کی صد بار رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام باھُو رکھا'' آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

راستی از راستی آراستی رحمت و غفران بود بر راستیؒ

ترجمہ: راستیؒ راستی (حق) سے آراستہ ہے۔ اللہ کی رحمت ومغفرت ہو راستیؒ پر۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا پایہ فقر میں بہت بلند تھا۔ اور اپنے بچے کا نام باھُو رکھا تو اس بناء پر کہ وہ فنا فی ھُو کے مرتبہ پر تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہا کو بارگاہِ حق تعالیٰ سے سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور بلند مرتبہ کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہا نے حکمِ الٰہی کے تابع آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام باھُو رکھا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی ابتدائی تربیت بی بی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا نے کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے ہی ابتدائی باطنی تربیت بھی حاصل کی۔

❁ محک الفقر (کلاں) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''میری والدہ کو ایسا ذکر حاصل تھا کہ آنکھوں سے خون نکلتا تھا۔ یہ حال مجھ پر بھی وارد ہوا۔ اس کو''حضورِ حق'' کہتے ہیں۔''

حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ نکاح کے بعد جب اپنی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے ساتھ رہنے لگے تو ان کی پارسائی اور عبادت گزاری سے بہت متاثر ہوئے۔ اب وہ خود عمر کے اس مرحلے پر تھے جب آدمی اپنے اندر تجزیے میں مصروف ہوتا ہے کہ زندگی میں کیا کھویا' کیا پایا۔ کچھ فیضِ ازلی نے آپؒ کو متوجہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا ترک کر دی اور طے کیا کہ آئندہ اسبابِ دنیاداری سے الگ رہ کر وہ بھی صرف یادِ خدا میں زندگی بسر کریں گے۔ دل میں یہ قصد لے کر ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ملتان پہنچے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فوج چھوڑ کر گئے تھے اور سلطنتِ دہلی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مشتہر کیا جا چکا تھا اس لیے سرکاری اہلکار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں تھے۔ ملتان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پہچان لیے گئے اور حاکمِ ملتان کے سامنے پیش کیے گئے۔ جب ملتان کے حاکم نے حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک' لباس' آلاتِ جنگ اور سواری کی گھوڑی (شیہن) دیکھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دو روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں ایک مکان کے اندر تنہائی میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور بالآخر ولی اللہ اور بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے ہوئے۔

''پس جس شخص کو ہادی مطلق ظاہری وسیلہ (یعنی سبب) کے بغیر خود فیض و فضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے اسے مجاہدات کی کیا ضرورت ہے اور وہاں دیر ہی کیا ہے۔ اس راہ میں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہے۔ یہ فضلِ الٰہی ہے جسے چاہے عنایت کر دے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔ (فرمانِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ)[1]

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ملتان میں قیام کے دوران حاکمِ ملتان اور راجہ مروٹ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ چونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ تنہا ملازم تھے اس لیے اس خدمت کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو کسی نے یاد نہیں کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود بخود گھوڑی پر ضروری اسباب باندھ کر اور ہتھیار لگا کر ملتان کے حاکم کی خدمت میں پہنچے اور کارِ خدمت کی درخواست کی۔ حاکم نے پوچھا کہ ''آپ رحمتہ اللہ علیہ لشکر میں کس برادری کے جتھہ میں شریک ہو کر جنگ کریں گے؟'' عرض کیا۔ ''چونکہ میں اکیلا تنخواہ کھاتا رہا ہوں اب جو کچھ مجھ سے ہوگا اکیلا ہی خدمت کروں گا''۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر دربار کے تمام امراء مسکرا دیئے۔ حاکم نے کہا ''کوئی مضائقہ نہیں جس طرح یہ مرد کہے اسی طرح کرنا چاہیے۔'' پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کی کہ ''ایک شخص راستہ کا واقف اور ایک تصویر راجہ مروٹ کی عنایت ہو۔'' چنانچہ دونوں چیزیں مہیا کر دی گئیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سلام کر کے روانہ ہوئے اور جب قلعہ مروٹ کے قریب پہنچے تو ساتھی کو رخصت کیا اور خود شہر کی راہ لی اور ایک ہی چھلانگ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی گھوڑی قلعہ کی فصیل پار کر گئی۔ قدرت دیکھیئے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سیدھے راجہ مروٹ کی کچہری میں جا ٹھہرے اور سب درباریوں کی موجودگی میں راجہ کا سر کاٹ کر قربوس سے لٹکے ہوئے توبڑہ میں رکھ لیا۔ اس اچانک افتاد سے تمام درباریوں پر حالتِ سکتہ طاری ہوگئی اور کسی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے تاکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرار نہ ہو سکیں لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی شیہن گھوڑی پھر ایک ہی چھلانگ میں قلعے کی فصیل پھلانگ گئی۔

حضرت بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ جب ملتان کے حاکم کے دربار میں راجہ مروٹ کا سر اکیلے لے کر داخل ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر حاکم حیران رہ گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس کارنامے کی شہرت جب دہلی کے دربار تک پہنچی تو پہچان لیے گئے اور شاہجہان نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو واپس بلوایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے معذرت کی اور کہا کہ باقی عمر یادِ خدا میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ان کی سابقہ خدمات کے پیشِ نظر یہ درخواست نہ صرف منظور ہوئی بلکہ شورکوٹ کی جاگیر بھی انہیں عطا ہوئی جس کا رقبہ 25 ہزار ایکڑ زمین پر مشتمل تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ انگہ کو چھوڑ کر شورکوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ تاریخ میں حضرت بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے سنِ وفات کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مناقبِ سلطانی سے بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ حضرت بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا اس وقت

---

[1] مناقب سلطانی

بھی زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی عمر مبارک 40 سال تھی۔[1]

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدین کے مزار مبارک شورکوٹ شہر میں ہیں اور مزار مبارک مائی باپ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والدین کے مزارات، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہی ہیں لیکن مناقبِ سلطانی میں ایک سہو کی وجہ سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار کی جگہ کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی کے نزدیک بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا مزار مبارک ملتان میں ہے نہ کہ شورکوٹ میں۔

سلطان حامد تحریر کرتے ہیں ''جناب (سلطان باھوؒ) کے والد بزرگوار کا مزار قصبہ شورکوٹ میں ہے جو آنحضرت کی جائے پیدائش ہے۔ قصبہ مذکورہ کے شمال مغربی گوشہ میں قریشی صاحبان کی مسجد کے صحن میں شیخ طلحہ قریشی کی قبر کے پاس مزار اور خانقاہ ہے۔ جناب کی والدہ ماجدہ کے مزار کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہیں مسجد میں جو دو مزار ہیں آنحضرت کے والدین کے مزار مبارک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ملتان کے گرد و نواح میں لطف آباد کے قریب بی بی پور کے سادات عظام کے قبرستان میں ہے جو کہ ''رانواں کلاں'' نامی گاؤں سلطنتِ دہلی کی طرف سے آنحضرت کے والد کو بطور جاگیر ملا تھا اور بود و باش بی بی پور مذکورہ میں نیک لوگوں، شریفوں اور سادات عظام کے پڑوس میں اختیار کی تھی وہیں وفات پائی اور سادات شریف کے مقبروں کے پاس جگہ پائی۔ (مناقبِ سلطانی۔ بابِ اوّل۔ فصل دوم)

❁ ''اولیائے جھنگ'' کے مصنف بلال زبیری بھی صاحبِ مناقبِ سلطانی سے متفق نظر آتے ہیں' لکھتے ہیں: ''اس پاک خاتون (بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا) کا انتقال شاہ جہان کے آخری سالِ حکومت 1068ھ میں ہوا آپ کا جسد قبرستان بیبیاں ملتان میں سپردِ خاک کیا گیا۔''

---

[1] مصنف تذکرہ اولیائے جھنگ نے حضرت بازید محمد کی عمر ساٹھ سال بیان کی ہے اور ولادت کا سال 997ھ اور سالِ وصال 1056ھ درج فرمایا ہے۔ اس حساب سے آپؒ کے وصال کے وقت حضرت سلطان باھوؒ کی عمر مبارک 17 سال بنتی ہے یہ کچھ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ 17 سال کی عمر بچپن کی نہیں شباب کی ہوتی ہے جبکہ روایت کے مطابق آپؒ کا وصال سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

مصنف تذکرہ اولیائے جھنگ نے حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا سن وصال 1068ھ درج فرمایا ہے یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اس وقت زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ ظاہری دستِ بیعت کے لیے دہلی تشریف لے گئے تھے اور اس وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 40 سال تھی اور سن ہجری اس وقت 1078 تھا۔

جب اولیائے جھنگ کے پہلے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کی اشاعت پر بہت زیادہ تنقید اور اعتراضات ہوئے تو بلال زبیری صاحب نے چوتھے ایڈیشن میں ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کے مزار کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ میری تالیف میں اُن کا مدفن قبرستان بیبیاں ملتان میں مذکور ہے مگر بعض بزرگوں نے اسے غلط بتایا ہے۔ ان کی خدمت میں دست بستہ گذارش ہے کہ مزار کے متعلق واضح ترین سند کوئی نہیں ہے صرف کتاب مناقبِ سلطانی سے ہی مزار کے مقام کا تعین ہوسکتا ہے۔ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے حالات کے تحت متذکرہ صدر کتاب کا پورا حوالہ موجود ہے جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہوسکتا ہے۔'' (صفحہ 10۔ اشاعتِ چہارم)

اب ہم تحقیق کے مطابق اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار مبارک کی جگہ ملتان میں کیوں تحریر کی۔ پہلے وہ منطقی دلائل تحریر کیے جاتے ہیں جو ہر صاحبِ تصنیف نے اپنی تصنیف میں اس لیے تحریر فرمائے ہیں کہ ثابت کیا جاسکے کہ آپؒ کے والدین پاک کے مزارات وہی ہیں جو شورکوٹ میں مزارات ''مائی باپ'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں نہ کہ ملتان میں ہیں۔

1۔ سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ مناقبِ سلطانی میں ہی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا انتقال تو بچپن میں ہی ہوگیا تھا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اس وقت بھی حیات تھیں جب سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 40 سال تھی یعنی 1078ھ تک سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ بقیدِ حیات تھیں اور یہ اورنگ زیب کا دورِ حکومت ہے نہ کہ شاہ جہاں کا۔ پھر آپؒ جب سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے لیے دہلی تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ اس وقت بھی زندہ تھیں اور شورکوٹ میں ہی قیام پذیر تھیں۔

2۔ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے کہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا انگہ سے شورکوٹ منتقل ہونے کے بعد سے لے کر اپنے شوہر کی حیات میں یا وصال کے بعد شورکوٹ سے باہر تشریف لے گئی ہوں۔

3۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے شورکوٹ میں ایک وسیع جاگیر چھوڑی تھی۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تو اس طرف توجہ نہیں دیتے تھے اِس لیے تمام جاگیر کی دیکھ بھال بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کی ہی ذمہ داری تھی اس ذمہ داری کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو کبھی شورکوٹ سے باہر نکلنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔

4۔ والدہ محترمہ کے وصال کے وقت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال یا اس سے زائد عمر کے تھے اور بوقت وصال حیات بھی تھے اور موجود بھی تھے۔ انہوں نے یقیناً اپنی والدہ محترمہ کو اپنے آبائی شہر اور اپنے والد محترم کے پہلو میں ہی دفن کیا ہوگا نہ کہ کسی دور دراز علاقہ میں لے گئے ہوں گے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل یہ حقانیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ والدہ محترمہ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک شورکوٹ میں ہی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قبرستان بیبیاں جو اَب ملتان شہر کے ریلوے سٹیشن کے جنوب میں واقع ہے اور بی بی پاک دامن یا پاک مائی کے قبرستان کے نام سے مشہور ہے اس میں ''بی بی راستی'' کا فیروزی رنگ کی کاشی کی خوبصورت اینٹوں کا تعمیر شدہ قدیم مزار مبارک موجود ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا شورکوٹ میں مدفون ہیں تو یہ ''بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا'' کون ہیں جو یہاں مدفون ہیں؟

تحقیق کے مطابق حضرت بی بی راستی[1] رحمۃ اللہ علیہا جو یہاں مدفون ہیں وہ فرغانہ کی شہزادی تھیں اور اپنے والد سلطان جمال الدین محمد الفرغانی کے ہمراہ سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئی تھیں۔ سلطان جمال الدین محمد الفرغانی نے حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور اُن کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور اُن کی صاحبزادی شہزادی بی بی راستی کی شادی حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی اور عصمت مآب اور پاک دامن کا لقب عطا فرمایا اور آپ پاک مائی بی بی پاک دامن کے لقب سے مشہور ہوئیں اور انہی بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ شہزادی بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کا وصال 695ھ میں ہوا اور قبرستان بیبیاں میں دفن ہوئیں۔

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں بی بی راستیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے

---

[1] سیّد نجم الحسن فضلی نے اشرافِ عرب میں بی بی راستی بی بی پاک دامن رحمۃ اللہ علیہا کا شجرہ نسب یوں درج فرمایا ہے:

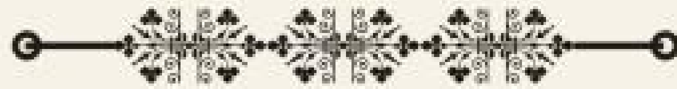
بی بی راستی الملقب بی بی پاک دامن بنتِ شیخ جمال الدین محمد الفرغانی بن سلطان عبدالرحیم احمد بن سلطان عبدالخالق محمود بن سلطان عبدالرزاق خالد بن سلطان عبداللطیف عمر بن سلطان عبدالحمید قاسم بن سلطان عبدالصمد یحییٰ بن سلطان عبدالقادر زکریا بن عبدالروف تاج الدین علی بن عبدالستار محمود بن عبدالغنی محمود بن عبدالرحیم زین العابدین بن ابوالنور علی بن ابوالقاسم محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ بن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ۔

فرماتے ہیں:

''حضرت رکن الدین ابوالفتح عظیم المرتبت پیرِ طریقت تھے.........حضرت صدرالدین عارف کے فرزند اور حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا جو زہد و تقویٰ کی وجہ سے اپنے وقت کی رابعہ بصری کہلاتی تھیں انہوں نے اپنے سسر حضرت بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی و باطنی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی قرآنِ مجید کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا۔ روزانہ کلامِ مجید ختم کرتی تھیں۔'' (فصل پنجم صفحہ 389)

قبرستان بیبیاں (قبرستان بی بی پاک دامن یا پاک مائی) میں مدفون بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا حضرت بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی بہو، حضرت صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت رکن الدین ابوالفتح رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

یہ سہو صاحبِ مناقبِ سلطانی سلطان حامدؒ صاحب سے کیونکر ہوا؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مناقبِ سلطانی کی تصنیف کے دوران سلطان حامد ملتان تشریف لے گئے تھے اور بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار پر حاضری دی تھی جس کا ذکر انہوں نے مناقبِ سلطانی میں بھی فرمایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نام کی مماثلت کی وجہ سے اُن سے یہ سہو ہو گیا ہو۔ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مستند سوانح نگار اس پر متفق ہیں کہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور والدہ محترمہ کے مزارات وہی ہیں جو شورکوٹ میں ''مائی باپ کے مزارات'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔



فصل 2

ولادت باسعادت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ یکم جمادی الثانی 1039ھ (17۔جنوری 1630ء) بروز جمعرات بوقتِ فجر شاہجہان کے عہدِ حکومت میں قصبہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی کے بیان کے مطابق حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا جب انگہ (وادی سون سکیسر) سے شورکوٹ پہنچیں تو اُمید سے تھیں اور انہیں الہاماً و کشفاً معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بچہ عارفین کا سلطان ہوگا اور اس کی ولادت وادیٔ چناب میں ہوگی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا چونکہ پیدا ہونے والے بچے کے مقام سے آگاہ تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہا کو نام بھی بتا دیا گیا تھا اس لیے بحکمِ خداوندی آپؒ کا نام ''باھُوؒ'' رکھا گیا۔ آپؒ خود فرماتے ہیں:

نام باھُو مادر باھُو نہاد   زانکہ باھُو دائمی با ھُو نہاد

(ترجمہ: باھُوؒ کی ماں نے نام باھُو رکھا کیونکہ باھُو ہمیشہ ھُو کے ساتھ رہا)

آپؒ سے قبل تاریخ میں کسی بھی شخص کا نام باھوؒ نہیں ہے۔ سلطان العارفینؒ اسمِ ھُو کے عین مظہر ہیں اور اپنی تمام کتب میں ہر جگہ اپنے آپ کو فقیر باھُو فنا فی ھُو کہہ کر ذکر فرماتے ہیں اور جا بجا اپنی فنا اور بقا اسمِ ھُو میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''اگر بائے بشریت حائل نبودے باھُو عین یا ھُو است'' (اگر

بشریت کی "با" درمیان میں حائل نہ ہوتو باھُو عین یاھُو ہے۔)

صاحبِ مناقبِ سلطانی سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام "سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ" لکھتے ہیں اور آج کل کچھ مصنفین آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد باھو رحمۃ اللہ علیہ یا سلطان محمد باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھ رہے ہیں حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تصانیف میں اپنا نام "باھُو" تحریر فرمایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- "باھُو کی والدہ نے اس کا نام باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) اس لیے رکھا کہ وہ ہر لحہ ھُو کے ساتھ رہتا ہے۔" (محک الفقر کلاں)
- صد آفرین ہو باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کی والدہ پر 'باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) جو بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کا بیٹا ہے ذکرِ یاھُو میں مسرور رہتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

جہاں تک "سلطان" کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا حصہ ہونے کا تعلق ہے تو انسانِ کامل کے بارے میں شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انسانِ کامل سے مراد قُطبِ زماں ہے اور وہ اپنے وقت کا "سلطان" ہے۔" (شرح فصوص الحکم والایقان)

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے "ذکرِ ھُو سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو جائے وہی 'سلطان' ہے"۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ تو سلطانوں (عارفین) کے سلطان ہیں یعنی سلطان العارفین ہیں اور مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلطان الفقر ہے اس لیے "سلطان" آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا حصہ بن گیا۔ اور بعد میں بعض مصنفین اور محققین نے عقیدت کے طور پر "محمد" آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ عوام الناس آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "حق باھُوؒ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ رسالہ روحی شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْمُلَقَّبُ مِنَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ۔ ترجمہ: "حق کی طرف سے اُسے (باھُوؒ کو) یہ لقب ملا ہے کہ وہ (باھُوؒ) حق کے ساتھ ہے"۔ یعنی بارگاہِ حق تعالیٰ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "حق باھُوؒ" کا لقب عطا ہوا ہے۔ اسی نسبت سے عوام الناس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ "حق باھُوؒ" کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بچپن سے جاری ہو گیا

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں بچپن میں ہی ازلی نور چمک رہا تھا اور پیشانی نورِ حق سے منور تھی۔ یہ نورِ ازل زمانہ شیر خواری میں ہی اپنے جوہر دکھانے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ عبادت یا ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ

ذات میں محو ہوتیں تو اس یقین کے ساتھ کہ یہ معصوم بچہ ان کی عبادت میں حارج نہیں ہوگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی محبوبِ سبحانی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرح رمضان المبارک کے دنوں میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بچپن میں ہی اتنی پرکشش تھی کہ جس پر نظر ڈالتے اس کی زندگی کو ہی بدل دیتے اور وہ خود بخود بغیر کسی ترغیب اور تبلیغ کے کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں آ جاتا۔ یہ ایک عجیب و غریب صورتحال تھی جس سے غیر مسلم حد درجہ خائف ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچہ اکیلا یا کسی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تو براہِ مہربانی منادی فرما دیا کریں تا کہ ہم خود کو اس بچے کی نظر سے دور رکھ سکیں۔ پھر شور کوٹ کی فضائیں عجیب منظر دیکھتیں کہ جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے باہر نکلنے کا اعلان ہوتا تو غیر مسلم اپنے گھروں' دکانوں اور فصلوں میں چھپ جاتے لیکن جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑ جاتی وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت آخری عمر تک جاری رہی کہ جس ہندو پر بھی حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی وہ مسلمان ہوگیا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے برہمن طبیب سے علاج کے لیے رابطہ کیا گیا۔ برہمن طبیب نے جواب دیا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں ان کی نگاہ کے سامنے گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ان کا قارورہ (وہ برتن جس میں پیشاب ڈال کر حکیم مرض کی تشخیص کرتے ہیں) یہاں بھیج دو۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قارورہ اس طبیب کے ہاں پہنچایا گیا تو طبیب اسے دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے قارورہ کا ذکر کیا ہے لیکن سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق اور میرے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ قارورہ کی بجائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کرتا بھجوایا گیا تھا۔

اوائل عمری میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی میں مستغرق رہتے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک راستہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا ان میں سے ایک نے بطورِ حقارت پاؤں کی ٹھوکر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھا کر کہا ''ہمیں راستہ بتاؤ'' آپؒ نے اٹھتے ہی فرمایا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ سنیاسیوں کا یہ گروہ آپؒ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کلمہ طیبہ کی ایک ضرب اور ایک نگاہ سے کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ اس گروہ کا بعد میں اولیاء اللہ میں شمار ہوا۔

حصولِ علمِ ظاہری

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قسم کا کتابی اور ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں: ''مجھے اور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ظاہری علم حاصل نہیں تھا لیکن وارداتِ غیبی کے سبب علمِ باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتر درکار ہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

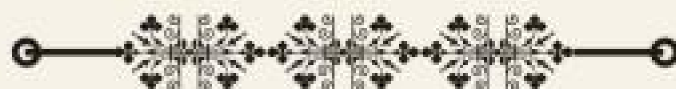
گرچہ نیست ما را علمِ ظاہر ز علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ: اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا تاہم علمِ باطن حاصل کر کے میں پاک وطاہر ہوگیا اس لئے جملہ علوم میرے جسم میں سما گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمیں مکاشفات اور تجلیاتِ انوارِ ذاتی کے سبب علمِ ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی ہمیں ظاہری ورد و وظائف کی فرصت ملی ہے۔'' اس قدر استغراق کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس قدر ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر مراتب از شریعت یافتم پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ: میں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہر مرتبہ حاصل کیا اور اپنا پیشوا اور راہبر شریعت کو بنایا ہے۔



فصل 3

تلاشِ حق - بیعت

آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی تھے اور پھر علومِ باطنی کے حصول کے لئے والدہ محترمہ کا سایہ ہی کافی تھا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن مجھے اپنے پائے کا مرشد نہیں مل سکا۔

ایک دن دیدارِ الٰہی میں مستغرق آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ کے نواح میں گھوم رہے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے اپنائیت سے پکڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قریب کیا اور بڑے دلنشین انداز میں آگاہ کیا کہ میں علی ابنِ ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کم عمر تھے، کم علم نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولاعلی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو قریب تھا کہ خود کو آپ رضی اللہ عنہ پر نثار کر دیتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر توجہ مرکوز کی اور فرمایا ''فرزند آج تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں طلب کیے گئے ہو''۔

پھر جیسے وقت تھم گیا ہر شے ساکت ہوگئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمحے میں خود کو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پایا۔ اس وقت اس بارگاہِ عالیہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام اہلِ بیت رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مجلس سے اٹھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر رخصت ہوئے۔ بعدازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی توجہ کے بعد مجلس سے رخصت ہوگئے تو مجلس میں صرف اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی رہ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے لیکن بظاہر خاموش تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا

''میرے ہاتھ پکڑو''۔ اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ ''جب آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اول و آخر یکساں ہوگیا۔ جب آنحضرت ﷺ سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا ''تو میرا فرزند ہے''۔

آپؒ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدم چومے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلقہ پہنا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مخلوقِ خدا کو خالقِ کائنات کی جانب بلاؤ اور انہیں تلقین و ہدایت کرو۔ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابدالآباد تک ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکمِ سروری و سرمدی ہے''۔ بعدازاں آپؒ کو آقائے دوجہاں ﷺ نے غوث الاعظم، محبوبِ سبحانی پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ نے آپؒ کو باطنی فیض سے مالا مال کرنے کے بعد خلقت کو تلقین و ارشاد کا حکم دیا۔ آپؒ فرماتے ہیں ''جب فقر کے شاہسوار نے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کر لیا''۔

آپؒ حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اس ظاہری بدن کے ساتھ دیکھا اور مشرف ہوا''۔

رسالہ روحی شریف میں آپؒ فرماتے ہیں:-

دست بیعت کرد مارا مصطفیؐ خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰؐ
شد اجازت باھوؒ را از مصطفیؐ خلق را تلقین بکن بہرِ خدا

ترجمہ: مجھے حضرت محمد ﷺ نے دستِ بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ میں خلقِ خدا کو تلقین کروں۔

آپؒ فرماتے ہیں:-

فرزندِ خود خواندہ است مارا فاطمہؓ معرفتِ فقر است برمن خاتمہ

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے۔ اس لیے معرفتِ فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی۔

ظاہری دستِ بیعت

اس باطنی مہربانی کے بعد جب آپؒ واپس گھر پہنچے تو والدہ محترمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرہ

آپ رحمتہ اللہ علیہا کے گوش گزار کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا نے سارا ماجرہ سن کر فرمایا اب تمہیں کسی مرشد کامل سے ظاہری دستِ بیعت کرلینی چاہیے۔ ''بیعت تو میں کرچکا ہوں'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا ''اویسی طریقہ کے مطابق مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے براہِ راست فیضان حاصل ہوا ہے، حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے مجھے باطنی فیض سے مالا مال کیا ہے اور تلقین وارشاد کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے''۔ لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ یہ باطنی بیعت ہے راہِ فقر میں ظاہری بیعت ضروری ہے اور اس کیلئے مرشدِ کامل تلاش کرو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ ہی میری مرشد ہیں''۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے جواب دیا ''بیٹا عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں۔ کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے بیعت وتلقین نہیں کی''۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ''کہاں تلاش کروں؟'' فرمایا: ''روئے زمین پر ڈھونڈو اور اشارہ مشرق کی طرف فرمایا''۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ مرشدِ کامل کی تلاش میں ایک بار پھر گھر سے نکل پڑے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تجسس کی مسافت کے راستوں کو طے کرتے مختلف درویشوں اور فقیروں سے ملے لیکن کوئی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طلب پوری نہ کرپا رہا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لاتعداد فقراء سے گڑھ بغداد (میاں چنوں ضلع خانیوال) راوی کے کنارے ایک گاؤں میں رہائش پذیر شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ[1] کا شہرہ سنا تو ان سے ملاقات کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔

---

1 شاہ حبیب اللہ قادریؒ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے تھے اور شاہجہان کے دور میں ہندوستان تشریف لاکر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ سرّ الحبیب کے مطابق شاہ حبیب اللہ قادریؒ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔ شاہ حبیب اللہ قادری بن سیّد فتح اللہ بن عبدالغنی بن عطاء اللہ بن جہاں عالم بن احمد ابدال الحق بن اسحاق بن حضرت محبوب گنج اسرار بن محمد بن سلطان رحمٰن بن حضرت تاج الدین بن حضرت سیّد موسیٰ بن سیّد اسمٰعیل بن شہاب الدین بن حضرت محی الدین داؤد بن ابونصر موسیٰ بن سیّد عبدالرزاق بن سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

سیّد حبیب اللہ قادریؒ کے بارے میں (Bale) نے Oriental Biographical Dictionary میں لکھا ہے کہ اس نام کے دو اشخاص ملتے ہیں ایک آگرہ کے شاعر اور دوسرے عربی کتاب بحرالمنطق کے مصنف۔ Bale کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ ہندوستانی مصنفین کی کتب ''آثارِ دہلی''، ''راہنمائے مقاماتِ دہلی'' اور ''تاریخ مشائخ قادریہ جلد سوم'' کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ تھے 14 شوال 1068ھ (1656ء) میں آپ کا وصال ہوا۔ کڑہ عاقل شاہ جو کہ کڑہ گل شاہ (دہلی) کے نام سے مشہور ہے، میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' کے مصنف کے مطابق سیّد حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پیرومرشد کا نام سیّد شاہ عبدالطیف قادری لاہوری ہے۔ لاہور میں رہ کر ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد سے روحانی فیض حاصل کیا اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ 14 شوال المکرم کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ہوتا ہے آپ کا مزار کڑہ گوگل شاہ بازار سیتارام دہلی 6 میں ہے۔ یہ سیّد حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ وہ نہیں ہیں جن سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تھی۔ جن سے حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تھی وہ سیّد حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر تفصیل سے ہوچکا ہے اور جن کا مزار دریائے راوی کے کنارے گڑھ بغداد عبدالحکیم میاں چنوں ضلع خانیوال پاکستان میں ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے آپ گڑھ بغداد تشریف لے گئے۔ جیسے ہی خانقاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا خانقاہ درویشوں، فقیروں اور خدام سے پُر ہے۔ لوگ جوق در جوق ایک جانب آگ پر رکھی پانی سے بھری دیگ میں ہاتھ ڈالتے جاتے ہیں اور مرادیں پاتے جاتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی سے یہ منظر دیکھا اور چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گئے۔ دفعتاً شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کی نظر آپ رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی تو انہوں نے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ ''تیری ظاہری حالت سے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تو طویل مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچا ہے پھر اب خاموش اور علیحدہ کیوں بیٹھا ہے؟ اُٹھ تو بھی دیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنی مراد پا۔'' فقر کے شہسوار حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی سے ان کی بات سنی اور ادب سے بولے۔ ''مجھے کشف و کرامت کے یہ کھلونے متاثر نہیں کرتے اور نہ میری مراد ایسی ہے جو اس طرح بر آئے''۔

حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ نے چونک کر آپ رحمتہ اللہ علیہ پر نظر ڈالی اور کہا ''بے شک تمہاری مراد اور طلب بلند تر ہے لیکن تو یہ بھی جانتا ہے کہ بلند آرزو کی تکمیل کیلئے کٹھن مراحل طے کرنا پڑتے ہیں''۔ ''بے شک'' حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا ''اور میں نے یہ طویل مسافت بے سبب طے نہیں کی، آپ حکم دیجیے'' شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کچھ دیر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نظریں جمائے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے رہے پھر بولے ''اچھا فی الحال تو حوض میں پانی بھر۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ایک خادم کو بلایا جس نے ایک مشکیزہ لا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے وہ مشکیزہ اٹھایا اسے پانی سے بھرا اور لے جا کر حوض میں ڈالا حوض ایک ہی مشکیزہ پانی سے لبالب بھر گیا۔ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ سمیت تمام حاضرین نے حیرت سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ پھر شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہوئے:

''کیا تو آزمائش کیلئے خود کو آمادہ پاتا ہے؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً آمادگی ظاہر کی۔ شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا ''تیرے پاس کوئی دنیاوی مال و اسباب بھی ہے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ برجستہ بولے ''درویش اور دنیاوی مال کا آپس میں کیا تعلق؟ ایک میان میں دو تلواریں کیسے رکھی جا سکتی ہیں۔ تو ایک دل میں دو محبتیں جمع کرنا چاہتا ہے۔''

یہ سن کر حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فوراً گھر کی طرف روانہ ہوئے گھر جا کر انہوں نے تمام مال اکٹھا کیا اور باہر پھینک دیا حتیٰ کہ پنگھوڑے میں سوئے ہوئے اپنے شیر خوار بچے کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی بھی اتار کر باہر اچھال دی۔ اگلی صبح طویل مسافت طے کر کے گڑھ بغداد پہنچے اور سیدھے شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے پیش

ہو گئے ۔ شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھتے ہی اُٹھ کر ان کا استقبال کیا اور بولے ''بے شک تو نے دنیاوی مال سے تو نجات حاصل کر لی مگر ابھی عورتوں سے آزادی حاصل نہیں کر پائے ۔ دونوں میں سے کس کا حق ادا کرنے کا ارادہ ہے؟ خدا کا یا بیویوں کا؟''

یہ سننا تھا کہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کچھ کہے اور کچھ آرام کیے بغیر ایک بار پھر طویل سفر کیلئے تیار ہو گئے ۔ ایک بار پھر گھر جا پہنچے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ الہاماً جانتی تھیں کہ آج بیٹا کس غرض سے گھر واپس آیا ہے مگر انجان بنتے ہوئے بولیں ''کیوں باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) بیٹے اب کیسے آنا ہوا؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نرمی سے سر جھکا کر مقصد بیان کیا ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قریب بٹھایا اور آہستگی سے مخاطب ہوئیں ''اے بیٹا باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) تمہاری بیویوں کے جو حقوق تم پر ہیں آج سے تم ان سے آزاد ہو اور تمہارے جو حقوق بیویوں کے ذمے ہیں وہ بدستور قائم رہیں گے ۔ اگر تم حقیقی معرفت کے حصول میں کامیاب ہو گئے تو بہتر ہے لیکن محض بیویوں کے حقوق پورے کرنے کی خاطر گھر آنے کی ضرورت نہیں ۔ لہٰذا اب طلاق کا خیال بھی دل میں نہ لانا ۔''

والدہ محترمہ کی یہ قابلِ قبول تجویز سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ پرسکون اور مطمئن انداز میں دوبارہ شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا پہنچے ۔ شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پرتپاک استقبال کیا اور نظر سے ان پر توجہ کی پھر پوچھا ''اے باھُو مطمئن بھی ہو کچھ مشاہدہ بھی کیا؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب سے سر جھکا کر کہا ''شیخ جو کچھ آج مجھ پر منکشف ہوا اس سے تو میں پنگھوڑے میں ہی آشنا ہو گیا تھا میری تمنا اس سے زیادہ کی ہے ۔'' شیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تو نہ دیا البتہ بیٹھے بیٹھے ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ اس عمل کا مقصد امتحان ہی ہے ۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی جھٹ ان کے تعاقب میں پہنچے اور ایک کھیت میں ضعیف کاشتکار کی شکل میں شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو محنت مشقت کرتے پایا ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک جا کر فرمایا ''ضعیفی اور یہ مشقت؟ آپ آرام کریں میں کام کرتا ہوں ۔'' شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصل روپ میں آئے اور ہنس کر انہیں ساتھ لیا اور آگے بڑھے مگر چند قدم چلنے کے بعد پھر غائب ہو گئے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا تعاقب نہ چھوڑا اور اب کی مرتبہ انہیں ایک آبادی میں ایک بوڑھے برہمن پنڈت کی شکل میں' لوگوں کو تلک لگاتا پایا ۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر نوجوان کی شکل میں ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے ۔ ''بابا میرا ماتھا تو خالی ہے کیا یہ میرے بھاگ میں نہیں کہ میرے ماتھے پر بھی آپ تِلک لگائیں ۔'' دوسرے لمحے شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ پھر اپنی اصلی شکل میں حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے ۔

انہوں نے حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ گئے مگر تیسری مرتبہ پھر وہی عمل کیا یعنی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے لیکن حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کہاں پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ ان کے پیچھے لپکے اور ایک مسجد میں انہیں جا ڈھونڈا جہاں شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک معمر امام مسجد کے روپ میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ چنانچہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی جھٹ ایک بچے کے روپ میں قاعدہ پکڑے ان کے سامنے جا بیٹھے اور ایک حرف پر انگلی رکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھنے لگے "بابا یہ کیا ہے؟" اس بار شیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے آب دیدہ ہو کر حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو گلے سے لگالیا اور کہنے لگے۔ "بس باھُو بہت ہو چکا" لیکن سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حالت نہ بدلی۔ آپ بدستور اسی حرف پر انگلی جمائے پوچھنے لگے "بابا بتاؤ یہ کیا ہے؟" شیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیچارگی سے بولے "سلطان میں تجھے کیا بتاؤں یہ تو میرے بس کا کام نہیں۔ تمہارا نصیب حضرت شیخ عبدالرحمٰن جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے جو دہلی میں ہیں۔"

ایک اور روایت کے مطابق غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی تربیت کی تکمیل کے بعد سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دستِ بیعت کا حکم دیا۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ حکم ملتے ہی فوراً دہلی کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے دور ہی تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آگے بڑھ کر حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں عزت سے چھونے کے بعد عرض کیا کہ اس کو شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے استقبال کیلئے روانہ کیا ہے۔ 29 ذیقعد 1078ھ (11 مئی 1668ء) بروز جمعۃ المبارک آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی قادری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد کامل سے اپنا ازلی نصیبہ اسم اَللّٰہُ ذات کی صورت میں ایک قدم میں ہی ایک دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے مل گیا اور اسی وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ الستی فیض سے مستفیض، نعمت سے پُر اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ خلقِ خدا کیلئے آپ نے فیض عام کر دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد خلقت کا اس قدر ہجوم ہوگیا کہ راستے بند ہوگئے، شہر میں شور مچ گیا۔ حتیٰ کہ یہ معاملہ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا۔ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب طلبی فرمائی کہ "ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی۔" عرض کیا! "یا پیرومرشد جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا توا

بازار سے خریدتی ہے تو اسے ٹھونک بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا آیا درست ہے یا نہیں اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے کہ نہیں۔ پس آپ سے جو نعمتِ عظمیٰ حاصل کی میں نے بھی اس نعمت کی آزمائش کی کہ مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کس قدر نعمت حاصل ہوئی ہے۔ پس جس طرح حضرت سیّد المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا ہے کہ خلقِ خدا کو تلقین کروں اور فیض کو عام کروں انشاء اللہ قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہوگی۔'' حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ یہ دلیل سن کر مسکرا اُٹھے اور کہنے لگے ''باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) میں تجھے منع نہیں کرتا مگر اس کا خیال رکھا کر کہ ہر شخص اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔'' اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اورنگ زیب ارکانِ حکومت سمیت جمعہ کی نماز کی ادائیگی میں مشغول تھا۔ مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی اس لئے حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں کھڑے ہوگئے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجد برپا ہوگیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی اورنگ زیب' قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے محجوب رہے۔ جیسے ہی حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ منقطع کی اور مجمع اپنی حالت میں واپس آیا تو وہ تینوں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ ''ہمیں کیوں نعمت سے محروم رکھا گیا؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''ہم نے توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اثر نہیں ہوا کہ تمہارے دل سخت تھے۔'' انہوں نے دست بستہ ہو کر فیض کیلئے التجا کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اس کیلئے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد' ہماری اولاد اور پس ماندگان کیلئے دنیاوی مال ومتاع سے مروت نہ کریں اور ہمارے مکان اور گھر نہ آئیں تاکہ تمہارے دنیاوی امور کے سبب ہماری عیال اور اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لیکر اس پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا۔ بعدازاں جب وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو اورنگ زیب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یادگار کیلئے التجا کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب ''اورنگ شاہی'' تصنیف فرمائی جسے شاہی محرروں نے اسی وقت تحریر کرلیا۔

اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقاتیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اورنگ زیب عالمگیر سے یہ تیسری ملاقات تھی جو 1078ھ میں سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری دستِ بیعت کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں ہوئی۔

تذکرہ اولیائے جھنگ اور تاریخ جھنگ کے مصنف کے مطابق اس سے قبل حضرت سخی سلطان باھوؒ کی دو دفعہ گڑھ مہاراجہ میں شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات تقریباً 1059ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمگیر قندھار کی جنگ سے لوٹ چکا تھا اور شاہجہاں نے ملتان، سندھ، بھکر اور سیوستان[1] کی حکومت شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر کے حوالے کی ہوئی تھی۔ دوسری ملاقات تقریباً 1062ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمگیر قندھار فتح کرنے کے لیے گیا تو واپسی پر دریائے چناب سے گزرا۔ یہ دونوں ملاقاتیں شہزادہ عالمگیر کی تخت نشینی سے قبل شاہجہاں کے دورِ حکومت میں ہوئیں۔ یہ سلطان العارفینؒ کی عمر مبارک کے وہ ایام ہیں جب آپؒ تلاشِ حق کے لیے سیر وسیاحت اور دعوتِ قبور میں مصروف رہا کرتے تھے۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ کی سوانح حیات پر کامل تحقیق

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے ظاہری مرشد ہیں۔ آپ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ آپؒ کی ذات پاک پر اَسرار کے وہی پردے پڑے ہوئے ہیں جو سروری قادری مشائخ کا خاصہ ہیں یعنی دنیا سے مخفی اور پوشیدہ رہنا۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی کے مطابق ''سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ سلطنتِ دہلی میں منصب دار تھے اور شاہی خزانہ کے امانت دار اور کلید دار تھے جس کے باعث محفوظ اور مناسب عمارت کے ساتھ کئی مسلح پہرہ داروں کا انتظام آپؒ کو حاصل تھا۔ آپؒ جب مریدین سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو چہرہ مبارک پر ایک نقاب ڈال لیتے تھے کیونکہ آپؒ کے چہرہ مبارک پر جو جلال و جمالِ الٰہی کے انوار تاباں تھے لوگ اِن کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ گویا آپؒ فقر کے ساتھ ساتھ اعلیٰ دنیاوی منصب پر بھی فائز تھے۔''

مناقبِ سلطانی کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل الجھنیں جنم لیتی ہیں:

1۔ چونکہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ فقر کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اس لیے ادنیٰ و اعلیٰ طالبانِ مولیٰ فقر کی نعمت کے لیے آپؒ تک پہنچتے ہوں گے اور آپؒ کی صحبتِ عالیہ سے بھی مستفید ہوتے ہوں گے' ہندوستانی مصنفین کے مطابق لاکھوں لوگوں نے آپؒ سے فیض پایا' اگر آپؒ اعلیٰ شاہی منصب پر فائز ہوتے تو ایسا ممکن نہ ہو پاتا کیونکہ پھر آپؒ اپنے اس دنیاوی منصب کے فرائض کی ادائیگی میں زیادہ مصروف رہتے۔ پھر شاہی منصب دار کی حیثیت سے آپؒ کا تذکرہ کسی مؤرخ نے نہیں کیا۔ ہندوستانی

---

[1] موجودہ سیہون شریف (سندھ)

مصنفین نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ضمن میں کیا ہے جو صرف چند سطروں پر مشتمل ہے۔ دوسری طرف اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ دنیوی منصب پر فائز تھے اور شاہی خزانہ کے انچارج ونگران تھے تو شاہی خاندان کے ہر فرد اور دربار کے ہر ملازم کا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے واسطہ رہتا ہوگا۔ شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں درجنوں مؤرخین تاریخ کا ایک ایک لمحہ قلمبند کرنے پر مامور تھے لیکن کسی نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ نہیں کیا جو عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔

2۔ جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور سب پر نگاہ فرمائی سب پر اس کا اثر ہوا لیکن اورنگ زیب عالمگیر اور کوتوال پر نہیں ہوا جس پر اورنگ زیب عالمگیر نے فیض کی درخواست کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''رسالہ اورنگ شاہی'' تصنیف فرمایا۔ کیا اِس ملاقات میں اورنگ زیب عالمگیر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال نہیں کیا ہوگا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی کیسے تشریف لائے؟ اور جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا ہوگا، اگر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہی ملازم ہوتے تو اورنگ زیب عالمگیر فوراً سیّد عبدالرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان جاتا اور پھر سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل ملاقات رکھتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مشیروں میں شامل کرتا۔

3۔ پھر چہرے پر نقاب ڈالنا سروری قادری مشائخ کی خصوصیت نہیں ہے۔ اس طرح سے انسان زیادہ مشہور اور معروف ہوتا ہے اور اس کی شہرت جلد پھیلتی ہے جبکہ سروری قادری شیخ گمنامی اور خمول کو پسند کرتا ہے اور حکمرانوں سے دور بھاگتا ہے اور عوام میں رہتا ہے۔

4۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک پرانی دہلی میں لاہوری دروازہ سے کافی فاصلے پر باہر واقع ہے اور ساتھ ہی مسجد شاہ عبدالرحمٰن بھی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قلعہ کے اندر نہیں بلکہ باہر عوام الناس میں رہے اور عوام الناس ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

۞ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں ثابت یہی ہوتا ہے کہ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے تحقیق نہیں کی اور نہ ہی اس غرض سے دہلی کا سفر فرمایا۔ جو روایت خاندان میں کسی سے سنی درج فرمادی۔ 1934ء میں سیّد تجمل شاہ نقوی اچوی کی کتاب ''باغِ ساداتِ[1]'' شائع ہوئی۔ 1947ء میں بارِ سوم شائع ہوا۔ اب یہ کتاب نایاب ہے اس کتاب کا بارِ اوّل تو 1934ء ہی میں شائع ہوا کیونکہ ''شریف التواریخ'' جو 1934ء میں شائع ہوئی تھی، میں اِس کتاب کا حوالہ موجود ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 61 پر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح درج

---

[1] مملوکہ غلام محمد ولد خلیفہ منظور احمد اوچ شریف

کیا گیا ہے:

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سیّد عبدالرزاق جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

ابو صالح نصر

سیّد یٰسین

سیّد احمد شاہ

سیّد عبدالقادر

سیّد عبداللطیف

سیّد عبدالرحمٰن عرف بھولو شاہ مدفن دہلی پیشوا سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

یہ شجرہ نسب آگے اس طرح چلتا ہے:

پیر حبیب شاہ

پیر رجب شاہ

عبداللہ

محمد شاہ

پیر اللہ بخش

پیر کریم شاہ

حضور شاہ

نور شاہ

زمان شاہ[1]

---

[1] ان کا مزار موضع تنگ عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں ہے (مزار ویران اور بے آباد ہے کوئی سجادہ نشین اور مجاور موجود نہیں ہے اور نہ ہی مقامی لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ معلوم ہے)

زمان شاہ صاحب کے تین فرزند تھے (۱) غلام شاہ (۲) دولت شاہ (۳) نادر شاہ۔ باغ سادات کے بارسوم 1947 میں دیئے گئے ان تینوں بیٹوں کے شجروں کے مطابق ان کی بارہ پشتیں گزر چکی تھیں اور ظفر وال، ننکانہ صاحب، لیہ اور اس کے گردونواح میں آباد تھیں۔

اس نسب نامہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب کبھی بھی بھولو شاہ نہیں رہا۔ بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں 1200ھ میں ایک اور قادری بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے دو یا تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ان کا تذکرہ ہندوستان کی موجودہ اور قدیم کتب میں ملتا ہے۔ ان کو تمام مصنفین نے بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مگر غلام یحییٰ انجم نے تاریخ مشائخ قادریہ جلد سوم میں شاہ بہلن عرف بھولو شاہ لکھا ہے۔ بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجذوب قادری بزرگ تھے اور پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لے گئے تھے سلسلہ قادریہ میں آپ عبدالحمید کے مرید وخلیفہ تھے۔ ''واقعات دارالحکومت دہلی'' (جلد دوم) میں ہے:

''بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار 1201ھ۔ کابلی دروازہ تو اب نہیں رہا مگر اس کی جگہ سب کو معلوم ہے اسی کے پاس آپ کا مزار ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے 1201ھ میں انتقال کیا، مست روزِ الست تاریخ وفات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے برابر ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے جن کے برابر ان کے صاحبزادے شاہ غلام محمد مدفون ہیں۔ 19 محرم کو بھولو شاہ صاحب کا عرس ہوتا ہے''۔ (صفحہ 473)

محمد عالم شاہ فریدی کی کتاب ''مزاراتِ اولیاء دہلی'' اولین کتاب ہے جو 1927ء میں دہلی کے مزارات کے بارے میں شائع ہوئی اس کا دوسرا ایڈیشن 1930 میں طبع ہوا۔ 1947ء میں مصنف اور پبلیشر پاکستان ہجرت کر آئے۔ 2006ء میں ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی نے اضافہ وتصحیح کے ساتھ اسے دوبارہ دہلی سے شائع کیا ہے۔ اس میں درج ہے:

''بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ 1789ء نزد کابلی دروازہ پرانی دہلی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے رہنے والے تھے سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں شاہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور مولانا فخرالدین چشتی وشاہ نانو کے صحبت یافتہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجذوب سالک تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 20 محرم 1204ھ بمطابق 1789ء کو بعہدِ شاہ عالم ثانی انتقال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کابلی دروازہ کے باہر ہے''۔ (صفحہ 157۔158)

راہنمائے مزاراتِ دہلی میں ہے:

''آپ (حضرت بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ) سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں حضرت شاہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی وطن پنجاب تھا اور حضرت شیخ نانو وحضرت شاہ فخرالدین رحمۃ اللہ علیہم کے صحبت یافتہ تھے۔ 20 محرم 1204ھ میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مٹھائی پل پر داہنی طرف نیچے اتر کر ریلوے لائن کے پاس ہے (لاہوری گیٹ 4 پرانی دہلی 6) قریب میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ حفیظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ بھولو رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدوں میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر شاہ ثانی کے دورِ حکومت میں 30 ذیقعد

1236ھ میں وفات پائی اور اپنے مرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ حضرت شاہ غلام محمد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ تھے ان کا مزار اپنے مرشد والد کی پائنتی کی طرف ہے۔'' (صفحہ 284 تا 286)

غلام یحییٰ انجم تاریخ مشائخ قادریہ (جلد سوم) میں رقمطراز ہیں:

''حضرت شاہ بہلن عرف بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا تعلق سلسلہ قادریہ رزاقیہ سے ہے اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت مجذوب سالک کی سی تھی 19 محرم 1204ھ (1789ء) کو وصال ہوا۔ مست روز الست تاریخ سنہ ولادت ہے۔ دہلی میں کابلی دروازہ سے متصل ''تکیہ بھولو شاہ'' میں دفن ہوئے مزار مقدس پر موسم بہار میں بسنت کا میلہ بڑی دھوم دھام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند مناتے ہیں''۔ (صفحہ 291)

ان تمام تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب باغِ سادات نے سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جو شجرہ نسب بھولو شاہ صاحب کے نام سے درج کیا ہے وہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ بھولو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جن کا تعلق پنجاب سے تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لے گئے اور شاہ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے قادریہ سلسلہ کا فیض حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پنجاب میں ہی رہی اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شاہ محمد حفیظ صاحب اور اس کے بعد اُن کے صاحبزادے شاہ محمد صاحب سجادہ نشین ہوئے جن کے مزارات حضرت بھولو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ہیں۔ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ان کے مزار سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر لاہوری گیٹ صدر بازار ریلوے سٹیشن ریلوے کالونی مسلم وقف بورڈ کوارٹرز پرانی دہلی 6 میں واقع ہے۔

ہندوستانی کتب میں سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

مزاراتِ اولیاء دہلی میں ہے:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مستند اولیاء میں سے ہیں قادریہ خاندان میں سیّد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے مشہور بزرگ کے پیر و مرشد ہیں۔ صاحبِ تصرف و کرامات تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ریلوے سٹیشن صدر بازار کے مسافر خانہ کے پیچھے ایک احاطہ میں ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال آخر زمانہ شاہجہاں یا شروع زمانہ عالمگیر میں ہوا سنِ وفات معلوم نہیں۔ (طبع اوّل 1927) [1]

[1] اور اسی کتاب کے بعد شائع ہونے والی کتب میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی اسی طرح نقل در نقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

راہنمائے مقاماتِ مقدس دہلی میں درگاہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں درج ہے:

''یہ درگاہ متصل صدر سٹیشن دہلی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ اولادِ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں۔ اعظم اولیاءاللہ ہوئے ہیں۔ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اولیاء اللہ پنجاب میں مشہور ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تصرفِ ولایت ہے کہ گورنمنٹ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کو سڑک اور ریل سے بچایا بلکہ اس کا احاطہ بہت پختہ ریختہ کا اور جنگلہ آہنی اور درگاہ شریف میں جانے کا راستہ بنوادیا ہے۔'' (طبع 1914ء دہلی)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم تاریخ مشائخ قادریہ جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار دہلی کے اہم مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی رشتہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہے۔ تقویٰ، تدوین اور زہد و ریاضت میں ممتاز تھے کشف و کرامات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت سیّد عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ کی دولت سیّد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ انہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ دہلی اور اس کے اطراف و نواح میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے سلسلہ قادریہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ بے شمار بندگانِ خدا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوئے اور کتنوں کو اجازت و خلافت کا منصب عطا ہوا۔ مشہور بزرگ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلیفہ تھے۔'' (طبع دہلی 2006)

راہنمائے مزاراتِ دہلی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ضمن میں تذکرہ ہے:

''حضرت عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے مشہور بزرگ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصرف و کرامات اور خاندانِ قادریہ کے مستند بزرگ تھے''۔ (طبع دہلی 2007ء)

✿ بیلی (Bale) نے اورینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری (Oriental Biographical Dictionary) میں تحریر کیا ہے کہ سیّد عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جو عبدالعزیز نقشبندی کے فرزند تھے اور جن کی بیٹی کی شادی داراشکوہ کے بیٹے سلیمان شکوہ سے ہوئی۔ ڈاکٹر راما کرشنا کا بھی یہی موقف ہے لیکن یہ بات قیاس لگتی ہے کیونکہ ایک تو سیّد عبدالرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نسبی جیلانی سادات ہیں اور دوسرے آپ سلسلہ فقر میں پشت ہاپشت سے قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُن کے والد نقشبندی سلسلہ سے ہوں اور یہ بات بھی حتمی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہند تشریف لائے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد نہیں آئے تھے اور پھر بیلی (Bale) کی اس رائے کو کسی نے بھی مستند نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ سلسلہ سروری قادری یا قادری سلسلہ میں کوئی اہمیت رکھتی ہے۔ قدیم اور جدید مصنفین میں سے کسی نے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہندوستانی اور پاکستانی مصنفین کی تمام تحقیق ہم نے واضح طور پر بیان کر دی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی مصنفین وہی درج کرتے چلے آرہے ہیں جو 1914 میں آثارِ دہلی یا 1927 میں مزاراتِ اولیاء دہلی میں شائع ہو چکا ہے اور پاکستانی مصنف وہی درج کرتے چلے آرہے ہیں جو مناقبِ سلطانی میں شائع ہو چکا ہے۔ تحقیق کرنا تو دور کی بات ہے کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک تک جانے کی کوشش نہیں کی۔

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حقائق سے پردہ اُٹھانے کے لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مزید تحقیق کی جاتی تاکہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی درست سوانح حیات مرتب کی جا سکے۔ اس سلسلہ میں سب سے مشکل کام ہندوستان آنے جانے اور وہاں تحقیق کرنے کا تھا۔ نومبر 2008 میں عاجز نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مرید اور محبّ محمد اسد خان سروری قادری سے اس سلسلے میں ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے ایک دوست محمد عامر الیاس ہیں جن کی لاہور میں آٹو ورکشاپ ہے، اُن کی شادی پرانی دہلی میں ہوئی ہے اور اُن کے برادرِ نسبتی مجیب الرحمٰن اکثر پاکستان آتے جاتے رہتے ہیں اگر ان کے ذریعے کوشش کی جائے تو شاید کوئی حل نکل آئے۔ بھائی مجیب الرحمٰن سے بھائی محمد اسد خان نے فون پر بات کی تو انہوں نے حامی بھر لی۔ سب سے پہلا مرحلہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک کی تلاش کا تھا کیونکہ دہلی اب بہت پھیل چکی ہے۔ پہلے تو بھائی مجیب الرحمٰن نے کچھ کتب بھجوائیں اور انہیں مزار کا محلِ وقوع سمجھایا گیا لیکن اس کے باوجود دربار کی تلاش میں دو ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ مزار مبارک کا پتہ چلا تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں تو داخلہ مشکل ہے غیر مسلک کے لوگ آباد ہیں اور 1947 سے قبضہ گروپ دربار اور اس سے ملحقہ زمین پر قبضہ در قبضہ کرتا چلا آرہا ہے۔ پھر وہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر گئے اور مزار مبارک سے ملحقہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن میں چلے گئے۔ وہاں اُن کی ملاقات سُنّی سیّد سلیم الزماں ہاشمی ولد حافظ قاری سیّد احسان اللہ ہاشمی ولد حکیم سیّد عبدالرحمٰن ہاشمی سے ہوئی جو کہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن کی امامت اور دربار کی دیکھ بھال و خدمت رضا کارانہ طور پر سرانجام دیتے تھے۔ تفصیلاً مدعا اُن کے گوش گزار کیا گیا اور موبائل پر بھائی محمد اسد خان کی بات بھی کروائی گئی۔ انہوں نے ایک تو یہ گلہ کیا کہ کوئی یہاں آکر حالات کی تحقیق نہیں کرتا اور لوگ گھروں میں بیٹھ کر پرانی کتابیں دیکھ کر کتابیں لکھ دیتے ہیں۔ اُن کو تازہ ترین کتاب راہنمائے مزارات دہلی دکھائی گئی جو 2007ء میں طبع ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا کہ کتاب میں سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربت مبارک

کی جو تصویر دی گئی ہے وہ چالیس سال پرانی ہے۔ خیر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی خاندانی یادداشتیں اور کاغذات جو عربی یا فارسی میں ہیں، تلاش کریں گے اور پھر کچھ تحریر کر کے دے سکیں گے۔ اسی دوران ایک سال کا عرصہ گزر گیا انہوں نے موبائل پر تو بھائی محمد اسد خان کو سب کچھ بتا دیا تھا لیکن ابھی انہوں نے کچھ بھی تحریر کرنا شروع نہیں کیا تھا کہ 2009ء میں اُن پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور اُن کے جسم کے دائیں حصہ نے کام کرنا بند کر دیا۔ اس دوران اُن کا علاج وغیرہ ہوتا رہا اور ہم لوگ اُن کے تندرست ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ 2010ء کے اوائل میں انہوں نے بھائی مجیب الرحمٰن کو کہا کہ لگتا ہے میرا آخری وقت ہے میں نے جو کچھ تم لوگوں کو بتایا ہے خود لکھ لو۔ بھائی مجیب الرحمٰن کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اردو نہیں لکھ سکتے تھے صرف ہندی لکھ سکتے تھے۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ تمام معلومات کو اردو میں کمپوز کروا لیا جائے۔ بھائی مجیب الرحمٰن نے تمام معلومات کو ہندی میں لکھا اور فروری 2010ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں پر تمام معلومات کو اردو میں ٹائپ کروایا گیا اور سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے لیے خصوصی طور پر تیار کروائی گئی چادر جس پر اسمِ اَللّٰہُ ذات کندہ تھا، ان کے حوالہ کی گئی۔ بھائی مجیب الرحمٰن 21 فروری 2010ء کو یہ دونوں اشیاء لے کر انڈیا چلے گئے۔ اور 23 فروری 2010ء کو سیّد سلیم الزمان ہاشمی کے پاس پہنچے سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کو بڑی مشکل سے مزار تک لایا گیا۔ انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے بڑی مشکل اور تکلیف سے دستخط / نام لکھ کر یہ نسخہ اس وصیت کے ساتھ بھائی مجیب الرحمٰن کے حوالہ کیا کہ تحقیق کے لیے جو طلب کرے دے دینا۔ 25 فروری 2010ء کو سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ بھائی مجیب الرحمٰن نے نسخہ میں یہ لکھا ہے کہ شاید دو دِن وہ یہ نسخہ میرے حوالہ کرنے کے لیے ہی زندہ تھے۔ 13 مئی 2010ء کو بھائی مجیب الرحمٰن لاہور تشریف لائے اور سیّد سلیم الزمان ہاشمی صاحب کا دستخط شدہ نسخہ گواہان کی موجودگی میں بھائی محمد اسد خان کے حوالے کیا اور اس نسخہ پر ہی وہ تمام حالات و واقعات جو اس نسخہ کو ترتیب دینے کے دوران پیش آئے تھے گواہان کے سامنے ہندی میں قلمبند کیے جن پر بھائی مجیب الرحمٰن نے تصدیق کے طور پر دستخط کیے اور اُن کی راہنمائی میں ہندی کی اس عبارت کا اردو ترجمہ بھی قلمبند کیا گیا۔ اب یہ نسخہ محمد اسد خان سروری قادری صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس نسخہ کے مطابق سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات درج کی جا رہی ہے۔

سوانحِ حیات سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نسب

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القار جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اس طرح حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے:

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی بن سیّد عبد القادر بن شرف الدین بن سیّد احمد بن علاؤ الدین ثانی بن سیّد شہاب الدین ثانی بن شرف الدین قاسم بن محی الدین یحییٰ بن بدرالدین حسین بن علاؤ الدین بن شمس الدین بن سیف الدین یحییٰ بن ظہیر الدین بن ابی نصر بن ابو صالح نصر بن سیّدنا عبد الرزاق جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بن غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔[1]

ولادت سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شام کے شہر حماہ میں 1024ھ (1615ء) میں پیدا ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ درویش منش انسان اور ولیٔ کامل تھے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ 35 سال کی عمر میں حماہ سے بغداد تشریف لائے اور جدِ امجد غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر معتکف ہوگئے۔ تین سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ مزار شریف پر معتکف رہے تین سال بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے باطنی حکم ملا کہ ہندوستان میں سیّد عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے جاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ 38 سال کی عمر میں شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں 13۔ ذیقعد 1062ھ (15۔ اکتوبر 1652ء) بروز منگل براستہ ایران اور افغانستان ہندوستان تشریف لائے اور برہان پور، عادل پور یا دریائے سندھ کے کنارے مقیم سیّد عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اُن کے دستِ مبارک پر 10۔ ذوالحجہ 1062ھ (10 نومبر 1652ء) بروز سوموار بیعت کی اور سیّد عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ رحمتہ اللہ علیہ

---

[1] اس شجرہ نسب کی تصدیق سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (احمد پور شرقیہ) کے شجرہ نسب سے ہو جاتی ہے سیّد محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبد الرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے تھے اُن کا شجرہ نسب سیّد عبد الرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے: سیّد محمد عبد اللہ شاہ جیلانیؒ بن سیّد عبد الرحیم بن سیّد محمد عبد العزیز بن سیّد عبد الرحمٰن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

9صفر1063ھ (8 جنوری 1653ء) بروز بدھ دہلی تشریف لائے اور اب جہاں آپؒ کا مزار مبارک ہے، وہاں اپنا مکان اور خانقاہ تعمیر کرائی اور اردگرد کی زمین خرید کر سالکین کے لیے حجرے بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی جو اب بھی مسجد شاہ عبدالرحمٰن کے نام سے موجود ہے۔ موجودہ صدر سٹیشن پرانی دہلی اور مسلم وقف بورڈ کوارٹرز آپؒ کی زمین پر بنائے گئے ہیں۔

تلقین وارشاد

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ نے خمول وگمنامی کی زندگی گزاری شہرت سے آپؒ کو سخت نفرت تھی کبھی شاہی دربار اور درباری حکام سے ملاقات کے لیے نہیں گئے۔ آپؒ صاحبِ تصرف قادری فقیر تھے دہلی اور اس کے گردونواح میں لاکھوں لوگوں نے آپؒ سے فیض پایا اور لاکھوں لوگ آپؒ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوئے۔ آپؒ قائم مقام فقیر تھے یعنی وہ فقیر جو ایک ہی جگہ مقیم رہ کر فیض تقسیم کرتا ہے۔ اس بات کے کوئی شواہد نہیں ہیں کہ دہلی آمد کے بعد آپؒ کبھی دہلی سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ کی دہلی آمد کے دو مقاصد تھے ایک تو سلسلہ کو ظاہری طور پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے حوالہ کرنا تھا کیونکہ اس سلسلہ نے قیامت تک جاری رہنا تھا اور سلطان العارفینؒ سے اسے عروج حاصل ہونا تھا۔ دوسرے اورنگ زیب عالمگیر کی باطنی امداد کرنا تھا تاکہ اورنگ زیب عالمگیر کو برسرِ اقتدار لا کر شریعتِ محمدی ﷺ کو زندہ اور قائم کیا جاسکے۔ عالمگیر کو فتوحات دلانے اور اس دور میں رائج بدعات کو ختم کرنے کے پیچھے آپؒ ہی کی باطنی قوت کارفرما تھی۔ آپؒ کے وصال کے بعد یہ فریضہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے حوالہ ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر نے مغلیہ خاندان کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی اور شریعتِ محمدی ﷺ کو زندہ اور قائم کیا۔

حسن وجمال

سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا رنگ گندمی، قد میانہ اور آنکھیں بہت خوبصورت تھیں آپؒ کے چہرہ مبارک پر اتنا نور ہوتا تھا کہ طالبِ مولیٰ کے لیے زیادہ دیر آپؒ کے چہرہ مبارک پر نگاہیں جمائے رکھنا ممکن نہ تھا۔

ازواج واولاد

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ نے 6 جمادی الثانی 1065ھ (12۔ اپریل 1655ء) بروز سوموار دہلی میں

جیلانی سادات میں سیّدہ زاہدہ خاتون سے نکاح فرمایا۔ 1070ھ (1660ء) میں آپؒ کے ہاں پہلے فرزند سیّد تاج العارفین کی ولادت ہوئی جن کا 1075ھ (1665ء) میں مرضِ اسہال سے وصال ہو گیا۔ 1082ھ (1671ء) میں آپؒ کے ہاں دوسرے فرزند سیّد عبدالعزیزؒ[1] کی ولادت ہوئی۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کے وصال کے بعد آپؒ کی زوجہ محترمہ سیّدہ زاہدہ خاتون رحمتہ اللہ علیہا 10 سال حیات رہیں اُن کا وصال 1098ھ (1687ء) میں ہوا۔

آپؒ کا سلسلہ فقر

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کا سلسلہ فقر حضرت غوث الاعظمؓ تک اس طرح پہنچتا ہے:
آپ مرید تھے سیّد عبدالجلیلؒ کے وہ مرید تھے سیّد عبدالبقاؒ کے وہ مرید تھے سیّد عبدالستارؒ کے وہ مرید تھے سیّد عبدالفتاحؒ کے وہ مرید تھے سیّد نجم الدین برہان پور والے کے، وہ مرید تھے سیّد محمد صادق یحییٰ جیلانیؒ کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالجبار بن ابو صالح نصر کے، وہ مرید تھے سیّد عبدالرزاق جیلانیؒ کے اور وہ مرید تھے سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے۔

خلفاء

سیّد عبدالرحمٰن جیلانیؒ کے خلیفہ اکبر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ ہیں۔ خلفاء اصغر میں شاہ حبیب اللہ قادریؒ ہیں اور دوسرے خلیفہ اصغر سیّد محمد صدیقؒ تھے جو پہلے سجادہ نشین ہوئے اور لاولد فوت ہوئے۔

وصال مبارک

دورِ عالمگیری میں 21۔ رمضان المبارک 1088ھ (16 نومبر 1677ء) شبِ جمعہ وصال فرمایا اور اپنے حجرہ میں مدفون ہوئے۔

---

[1] آپؒ اوائل عمری میں ہی حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ سیّد عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ مدینہ سے ہند تشریف لائے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سے امانتِ الٰہیہ حاصل کی اور ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ میں سکونت اختیار کی۔ سیّد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کا مزار مبارک احمد پور شرقیہ میں مرجع خلائق ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب دوم۔

عرس مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک 21۔ رمضان المبارک کو ایک عرصہ تک بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوتا رہا ہے اوراب بھی عقیدت مند ہر سال 21 رمضان المبارک کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک مناتے ہیں۔

مزار مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ جس حجرہ میں رہائش پذیر تھے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وہیں دفن کیا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سیّد محمد صدیق دربار کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے لیکن دورِ عالمگیری میں ہی وہ لاولد فوت ہوگئے۔ اُن کا کب وصال ہوااور تربت مبارک کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ برطانوی دورِ حکومت میں جب اس علاقہ سے سڑک اور ریل کی پٹری گزاری گئی اور صدرریلوے سٹیشن بنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو محفوظ بنانے کے لیے پٹری کا رخ بدلا گیااور ایک احاطہ بنا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کو اس نظام سے علیحدہ رکھا گیا۔

1947ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے ہجرت کرکے آنے والے آہستہ آہستہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زمین پر مسلم وقف بورڈ کے عملہ کی ملی بھگت سے قابض ہوتے چلے گئے۔ یوں تو اُن کی دست برد سے کوئی بھی مزار اور خانقاہ محفوظ نہ رہی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے اردگرد کی وسیع زمین اُن لوگوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اب ایک مختصر کمرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اور تعمیر کردہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن موجود ہے باقی تمام زمین ناجائز قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ مزار سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زمین پر اور دیگر مزارات اور مسلم املاک پر یہ لوگ کس طرح قابض ہوئے اس کا تذکرہ ہندوستانی کتب ہی سے کرتے ہیں۔

حضرت فریدالدین شاہ بلند شہر یو۔ پی انڈیا ''راہنمائے مزاراتِ دہلی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''افسوس ہے کہ تقسیمِ وطن کے مضر اثرات سے عبادت گاہوں، خانقاہوں کا تقدس بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ مسلمان کثیر تعداد میں پاکستان چلے گئے۔ ہزاروں درگاہوں اور موقوفہ جائیدادوں پر غاصبانہ قبضے ہوگئے اور اُن کی شکل وصورت بھی تبدیل کردی گئی۔ رفتہ رفتہ ان کی صحیح تاریخ اور نام ونشان کو بھی اہلِ دنیا نے فراموش کر دیا''۔ (راہنمائے مزاراتِ دہلی طبع 2007 صفحہ 7)

ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمٰن صدیقی مزاراتِ اولیاء دہلی میں بیان فرماتے ہیں:

''1947ء کے بعد دہلی میں جو افراتفری مچی تو زیادہ تر مسلمان پاکستان چلے گئے اور دہلی پر پاکستان

حضرت سیدّ عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(مزار مبارک 2010ء)



(مسجد شاہ عبدالرحمٰن)



سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کا قبضہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے مذہبی مقامات کا بہت برا حال ہوا اور اُن کا کوئی پرسان حال نہ رہا۔ درگاہ قدم شریف، درگاہ شاہِ مرداں اور چراغ دہلی اور قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کی فصیل پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں نے قبضہ کر لیا۔ کسی طرح سے حکومت نے اِن درگاہوں کے خاص مقام کو خالی کروایا، باقی پوری فصیل پر آج بھی اُن ہی کا قبضہ ہے۔ باقی درگاہوں پر خود مسلمانوں نے قبضہ کر کے اپنے گھر بنا لیے ہیں۔ ان درگاہوں کی چار دیواریاں جو بہت وسیع تھیں اور اُن میں بھی بڑے بڑے اولیاء کرام دفن تھے ان سبھی مزاروں پر لوگوں نے قبضہ کر کے گھر، مکان اور دکانیں بنا لی ہیں۔ آج بھی شیخ صلاح الدین رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ جو ساوتری نگر، شیخ سرائے میں ہے اس میں دکان چل رہی ہے۔ اسی جگہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ کی درگاہ میں بڑھئی کا کام چل رہا ہے۔ درگاہ شیخ سلیمان دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ظفر محل پورب نند وفروٹ والے کے مکان کے سامنے ہے، اس میں دکان کھول دی گئی ہے اور قبر کا تعویز اکھاڑ دیا گیا ہے۔ اس کے قریب دو اور مزاروں پر گنبد تعمیر ہیں جو کسی ہندو کے قبضہ میں ہیں۔ اسی طرح حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کے چاروں طرف آرام فرما ہے صوفیاء کرام کے مزاروں پر مکان تعمیر ہو گئے ہیں۔

ان مزاروں اور درگاہوں کی اپنی الگ الگ چار دیواری اور وسیع زمین تھی جو قبرستان کے طور پر استعمال کے لیے تھی ان ساری زمینوں پر حکومت نے قبضہ کر لیا اور دہلی کے زیادہ تر مزاروں اور قبرستان کی زمینوں پر (دہلی کے محکموں) ڈی۔ڈی۔اے کا قبضہ ہے اور کچھ پر ایم۔سی۔ڈی نے قبضہ جما رکھا ہے اور باقی پر بڑے بڑے سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ اوبرائے ہوٹل (دہلی کا مشہور ہوٹل)، دہلی پبلک سکول یہ سب قبرستان کی زمین پر واقع ہیں۔ سیّد محمود نجار کیلوکھری رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کی زمین جو قبرستان کے استعمال کے لیے وقف تھی وہاں مزارات ختم کیے جا رہے ہیں جبکہ یہ وقف بورڈ[1] کی نگرانی میں ہے۔ افسوس اب وقف بورڈ کی نگرانی میں بھی مزارات اور ان کی زمینیں محفوظ نہیں ہیں''۔ (مزاراتِ اولیاء دہلی، طبع دہلی 2006ء)

اسی کتاب میں خواجہ سیّد اسلام الدین نظامی سجادہ نشین و امام خلجی مسجد دربار حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ تحریر فرماتے ہیں:

''دہلی کی زیادہ تر پرانی آبادی پاکستان چلی گئی اور دہلی کی درگاہوں، مزاروں اور دیگر مسلم عمارتوں پر پاکستان

---

[1] مسلم وقف بورڈ کو مسلمانوں کی مذہبی املاک، درگاہوں، مزارات، مساجد، قبرستانوں و دیگر املاک کی حفاظت اور انتظام کے لیے قائم کیا گیا تھا لیکن یہ بورڈ خود بہت بڑا مافیا بن گیا اور اس کی زیرِ نگرانی مسلمانوں کی نشانیاں، مزارات، مساجد کی وقف جائیدادوں اور قبرستانوں تک پر قبضہ کرایا گیا اور انہیں مسمار کرایا گیا۔

سے آئے ہوئے مہاجرین کا قبضہ ہو گیا۔ بعد میں ان میں سے کچھ مقامات کو مولانا ابوالکلام آزاد نے خالی کرایا اس دوران زیادہ تر مزارات کے کتبے توڑ دیئے گئے جس کی وجہ سے اِن بزرگوں کے مزاروں کو پہچاننا دشوار ہو گیا بہت سارے مزاروں پر قبضہ کر کے مکان بھی بنا لیے گئے''۔ (9 مئی 2006ء)

اِن عبارات سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تقسیمِ برصغیر کے بعد ہندوستان میں مزارات کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ مسلمانوں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کی حفاظت کے لیے مسلم وقف بورڈ قائم کیا گیا جس پر مسلمانوں کے اس مذہبی طبقہ کا قبضہ تھا جس کا سیاسی تسلط اور غلبہ ہندوستان میں کانگرس کے اتحادی ہونے کی وجہ سے قائم تھا۔ یہ لوگ اپنے فکری اور اعتقادی نقطہ نگاہ سے تصوف و روحانیت سے نہ صرف نابلد تھے بلکہ ذہنی طور پر اس کے مخالف بھی تھے۔ انہوں نے اپنوں میں درگاہوں اور مزارات کی زمینیں ریوڑیوں کی طرح تقسیم کیں اور یوں یہ طبقہ مسلم ورثہ کی تباہی کا باعث بنا۔ سیّد عبدالرحمن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے ملحقہ بھی وسیع زمین تھی جہاں ناجائز قابضین نے اپنے مکانات کی تعمیرات شروع کر دیں۔ یوں یہ پورا علاقہ ''مسلم وقف بورڈ کوارٹرز دہلی نمبر 6'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک چھوٹا سا مزار اور ملحقہ مسجد عبدالرحمن ہے باقی تمام زمین اِن قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ اب مزار کی جگہ پر قبضہ کی کوششیں کی جا رہی ہیں مزار اب بھی مسلم وقف بورڈ کی تحویل میں ہے اور مزار کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ سیّد سلیم الزمان ہاشمی خود مخطوطہ میں مختلف جگہوں پر لکھتے ہیں:

''یہ خادمِ سادات سیّد سلیم الزمان ہاشمی ولد حافظ قاری سیّد احسان اللہ ہاشمی جو کہ دربار سیّد عبدالرحمن جیلانیؒ کے گردونواح میں رہائش پذیر ہے، اب تو یہ آثم اکیلا ہی فتنہ گروں کے درمیان اس دربار کی حفاظت پر مامور ہے کمزور اور ناتواں عمر کے اِس حصہ میں فتنوں میں گھرا ہوا ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد اس علاقہ پر فتنہ گروں اور قبضہ گروپوں نے قبضہ کر لیا ہے اور اِن کے ڈر کی وجہ سے کوئی یہاں نہیں آتا اور پھر کوئی سجادہ نشین بھی نہیں ہے جو لوگوں کو معلومات مہیا کر سکے۔ دربار پر فتنہ پرور قبضہ کرنے اور اسے ختم کرنے کی عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں اور دربار کی کافی زمین پر قابض ہو چکے ہیں لیکن اللہ کے خاص فضل و کرم سے کسی کی نگرانی اور سجادگی کے نہ ہونے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دربار محفوظ ہے۔''

مزار کا پتہ: پرانی دہلی 6۔ لاہوری دروازہ سے مشرق کی جانب نزد صدر ریلوے سٹیشن ریلوے کالونی مسلم وقف بورڈ کوارٹرز دہلی 6۔

سلطان العارفینؒ کی ظاہری بیعت کے بارے میں اختلاف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی حیات مبارکہ پر تحقیق کرنے والوں میں سب سے زیادہ اختلاف آپؒ کے سید عبدالرحمٰن دہلویؒ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت کے معاملہ پر پایا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آپؒ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیعت فرمایا اور آپ کو غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد فرمایا اور انہوں نے آپؒ کی تربیت فرمائی اور آپؒ نے اپنی کتب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کو ہی ''شیخِ ما'' فرمایا ہے، اس بات کا تذکرہ ہم بھی پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ لوگ یہ لاتے ہیں کہ سلطان العارفینؒ نے خود اپنی کسی کتاب میں بھی اس ظاہری بیعت کا تذکرہ نہیں کیا اور آپؒ سے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپؒ کسی سے فیض حاصل کریں اور اُس کا تذکرہ بھی نہ کریں۔ اگر ان لوگوں کی یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو سیّد حبیب اللہ قادریؒ نے بھی اپنی کتاب سِرّ الحبیب میں کہیں بھی اپنے مرشد سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلویؒ سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی ظاہری بیعت کا ذکر صرف ''مناقبِ سلطانی'' میں شجرۂ طریقت کے ساتھ مذکور ہے اور چونکہ سلطان العارفینؒ کی حیات پر یہ اوّلین تصنیف ہے اس لیے اس پر یقین کرنا ہی پڑتا ہے اور اختلاف تو تب کیا جائے جب کوئی دوسری وجہ یا ثبوت موجود ہو۔ اب ہم اس سلسلہ میں اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔

- سب سے زیادہ حیرانگی ہمیں فقیر نور محمد کلاچوی صاحب پر ہے کہ وہ محض محقق نہیں تھے اور ان کے مطابق انہیں براہِ راست فیض حضرت سلطان العارفینؒ سے ملا اور اُن کے بقول وہ حضرت سلطان العارفینؒ کے روحانی وارث ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی کتب میں بہت سی روحانی ملاقاتوں کا ذکر بھی فرماتے ہیں اور کسی کتاب میں اپنی ظاہری بیعت کا ذکر نہیں کرتے لیکن اُن کے صاحبزادے فقیر عبدالحمید سروی قادری ''حیاتِ سروری'' میں فقیر نور محمد کلاچوی کی ظاہری بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابتداء میں آپ (فقیر نور محمد کلاچوی) نے سلطان العارفینؒ کے سجادہ نشین سوم حضرت صالح محمدؒ سے بیعت کی۔ ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد صاحب آپ کو دربار شریف لے گئے اور اپنے پیرو مرشد حضرت صالح محمدؒ کے حضور پیش کر کے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صالح محمدؒ نے بڑی شفقت سے آپ کو بیعت کیا۔ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد جب آپ کالج چھوڑ کر درویش کی صورت میں

دربار پر قیام پذیر ہوئے تو حضرت صالح محمد رحمتہ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور محمد رحمتہ اللہ علیہ صاحب سجادہ نشین تھے۔ حضرت نور محمد رحمتہ اللہ علیہ صاحب اکثر دورے پر دامان کے علاقے میں آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ موضع مڈی تشریف لائے۔۔۔۔۔۔ فقیر نور محمد صاحب کلاچی سے زیارت کے لیے اپنے والد صاحب کے ہمراہ مڈی گئے اور وہیں آپ سے بیعت کی تجدید کر لی''۔ (صفحہ 56)

اب اگر فقیر نور محمد کلاچوی صاحب کو براہِ راست فیض اویسی طریقہ سے حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے مل گیا تھا تو اُن کو ظاہری بیعت، وہ بھی ایک دفعہ نہیں دو دفعہ، کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

❁ فقیر نور محمد کلاچوی مخزنِ اسرار میں حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کی ظاہری بیعت کا کہیں سراغ نہیں ملتا اور ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہوتا۔ (مخزن الاسرار صفحہ 259-260)

لیکن فقیر نور محمد کلاچوی مرحوم ہی اپنی کتاب انوارِ سلطانی پنجابی شرح اشعارِ سلطانی میں صفحہ 8 پر سلسلہ سروری قادری کا شجرہ طریقت درج فرماتے ہیں اس میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک نام سے پہلے ''پیر رحمٰن'' (سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ) کا نام موجود ہے۔ یعنی دوسری کتاب میں خود اپنی ہی بات کو ردّ فرما رہے ہیں۔

اور پھر فقیر نور محمد کلاچوی صاحب کے صاحبزادے فقیر عبد الحمید سروری قادری (جو اُن کے جانشین بھی ہیں) نے حیاتِ سروری کے صفحہ 132، 133 اور 219 پر جو شجرہ طریقت قادریہ سروریہ دیا ہے اس میں سید عبد الرحمٰن دہلوی کا نام ''پیر رحمٰن'' کے نام سے موجود ہے۔ راہِ سلوک کے مسافر جانتے ہیں کہ شجرہ طریقت بیعت کرتے وقت مرشد پڑھتا ہے۔ اب فقیر نور محمد کلاچوی کی بات کو اُن کے جانشین فرزند ہی ردّ فرما رہے ہیں۔

❁ ڈاکٹر سلطان الطاف علی جن کا تعلق خانوادہ سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے ہے ''دیوانِ باھُوؒ'' میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو ظاہری مرشد سے بے نیاز فرماتے ہیں اور ''شرح ابیاتِ باھُوؒ'' کے دیباچے میں فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے شیخ وہی تھے جن کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں جا بجا ''شیخِ ما'' لکھا ہے یعنی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، لیکن اپنی کتاب مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل) میں اپنی اس بات سے مراجعت فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اے فقیر تو جو کچھ چاہتا ہے میرے پاس نہیں۔ البتہ آپ رحمتہ اللہ علیہ میرے مرشد کے پاس دہلی چلے جائیں جن کا نام پیر سیّد عبد الرحمٰن گیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی پہنچے تو سیّد السادات حضرت پیر عبد الرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا منتظر پایا انہوں نے سلطان العارفین

رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً ہی فیضِ ازلی عطا فرما دیا۔'' (صفحہ 114)

پھر پروفیسر سلطان الطاف علی صاحب اسی کتاب کے صفحہ نمبر 120 اور 121 پر سلسلہ قادریہ کے جو شجرہ ہائے طریقت درج فرماتے ہیں اُن میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے نام مبارک سے پہلے سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج کرتے ہیں۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری بیعت سید عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر کی تھی۔

❁ اس سلسلہ میں سب سے سخت موقف پروفیسر احمد سعید ہمدانی صاحب کا ہے انہوں نے ''شیخ ما حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد'' کے عنوان سے اپنی کتاب سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ (حیات وتعلیمات) میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اس بحث سے پہلے انہوں نے مناقبِ سلطانی کی عبارت درج کی ہے۔ پہلے ''مناقبِ سلطانی'' کی عبارت درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دریائے راوی کے کنارے واقع گڑھ بغداد میں ایک شیخ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ مشہور تھے۔ اُن کی خدمت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو آزمانے کی کوشش کی مگر ہر بار حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو قوت وہمت میں خود سے بڑھ کر پایا۔ آخر کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ میرے شیخ حضرت پیر سیّد عبدالرحمٰن قادری دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں تشریف لے جایئے''۔ ''صاحبِ مناقب سلطانی'' کے بیان کے مطابق دہلی کے اس سفر میں بھکر کے ایک درویش سلطان حمید آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیر صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔۔۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدِ کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم سے ایک ہی دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے 'مل گیا۔''

پھر پروفیسر احمد سعید ہمدانی صاحب مناقب سلطانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مناقبِ سلطانی'' کے مصنف نے انہی عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری مرشد مانا ہے اور ایک شجرۂ طریقت بھی نقل کر دیا ہے مگر مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے قبل انہوں نے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف بھی لکھا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو سب مطلوبہ فیض اویسی طور پر مل چکا تھا اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بوسیلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ خلقِ خدا کو ہدایت دینے کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ کشف کا یہ واقعہ مصنف مناقبِ سلطانی حضرت سلطان حامد صاحب نے اپنے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ سنا ہے۔ یہ کشف عین بیداری میں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن شورکوٹ

کے آس پاس کہیں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا۔ جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بٹھالیا۔۔۔۔۔ یہ حضرت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔۔۔۔۔(بعد ازاں جو کچھ پیش آیا اس کی تفصیل گذشتہ سطور میں نقل کی جا چکی ہے۔) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضری اور صحابہ کبار اور اہلِ بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی برکت سے مملو ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا گیا۔'' رسالہ روحی شریف'' میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ جب ارواح سلطان الفقر کا ذکر کرتے ہیں تو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یکے روحِ شیخ ما، حقیقت الحق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق، حضرت محبوبِ سبحانی'' (ایک روح ہمارے شیخ، حقیقت الحق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق حضرت محبوبِ سبحانی ہیں) اب اگر اس کشف کے بیان اور پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کی روایت کا موازنہ کیا جائے تو تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب اس ''فتح کبیر'' کے بعد حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر تجلیاتِ ذاتی وارد ہونے لگیں اور خود ارواحِ جلیلہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رشد و ہدایت کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا پھر کسی پیر سے ''ازلی نصیبہ'' پالینے کا کیا سوال ہے؟ آپ تو خود ہی شروع سے مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔'' اس کے بعد پروفیسر احمد سعید ہمدانی مزید لکھتے ہیں:

''مناقبِ سلطانی'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ مادر زاد ولی تھے اس لیے روزِ پیدائش سے ہی صاحبِ اسرار تھے۔ نیز آپؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انوارِ ذات کی تجلیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور ورد وظیفہ کے لیے فرصت نہیں۔ میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں۔ اگر ظاہری علم یا وِرد وظیفہ کی فرصت و ضرورت نہ تھی تو پھر ظاہری مرشدی کی ضرورت سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح بے نیاز تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے تہذیبی زوال کے دور میں مختلف حلقوں اور شعبوں کے متاخرین کے ہاں صرف ظاہری نظام کے قواعد کا التزام اور اس کی غیر ضروری تاکید ہی باقی رہ گئی تھی، اسی طرح طریقت میں بھی روایت کی ظاہری صورت کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھا دی گئی تھی۔ شاعری میں اگر کوئی کسی کو اپنا استاد ظاہر نہیں کر سکتا تھا تو اس کو بے اُستاد ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا، اسی طرح طریقت میں جو اپنے تئیں کسی پیر سے منسلک ظاہر نہ کر سکتا تھا، وہ بے پیر کہلاتا تھا۔ جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے انہوں نے تو اس کی ہرگز پرواہ نہیں کی اور اپنے رسائل و کتب میں کسی حبیب اللہ شاہ اور پیر سیّد عبدالرحمٰن قادری کا ذکر نہیں فرمایا، اس کے برعکس اپنے اویسی فیض اور مذکورہ کشف کا اکثر

ذکر کیا ہے مگر شاید بعد میں آنے والوں نے ضروری سمجھا کہ اس دور کے مخصوص تہذیبی پس منظر میں اپنے جدِامجد کو کسی نہ کسی روایتی شجرۂ طریقت سے منسلک دیکھیں اور دکھائیں۔ یوں ظاہری مرشد کا حوالہ اُن کے نزدیک لازمی ٹھہرا۔'' (صفحہ 46 تا 50)

✿ ممتاز بلوچ ''ھُو دے بیت'' میں فرماتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوراں دے ہتھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ دی بیعت دا تذکرہ محض قیاسی اے جیہدا حقیقت نال کوئی تعلق نہیں بن داتے نہ ای اجیہا کوئی تعلق نظر آنداا ے۔ (صفحہ 61)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا تذکرہ محض قیاس آرائی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق بنتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی ایسا ممکن دکھائی دیتا ہے۔

ممتاز بلوچ صاحب ایک تو صرف محقق ہیں اس لیے ان کی کتاب میں فقر کے بارے میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ علم کی حد تک ہے پھر اس عبارت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے فقیر نور محمد کلاچوی' سلطان الطاف حسین اور پروفیسر احمد سعید ہمدانی صاحب کی اُن تحریروں کا سہارا لیا ہے جن میں وہ لوگ اس ظاہری بیعت کے مخالف نظر آتے ہیں۔

✿ مولوی محمد دین گجراتی نے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ پر ایک رسالہ 1927 میں طبع کرایا تھا۔ شدید کوشش اور تلاش کے باوجود نہ مل سکا لیکن اس کی عبارت جس کی تلاش تھی وہ پروفیسر احمد سعید ہمدانی صاحب کی کتاب ''سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ حیات و تعلیمات'' کے صفحہ 49 پر مل گئی۔ وہیں سے ہو بہو نقل کر رہے ہیں اور یہی عبارت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

''مولوی محمد دین گجراتی نے پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کو محض ''بشارت'' دینے کی حد تک مانا ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے کہ ''پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور حجرے کے اندر لے گئے اور فرمایا: تُو تو مالا مال فیضانِ توحیدی سے ہے اور تیرے ہاتھ پر ہاتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے اور حضرت پیرانِ پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کا تو تربیت یافتہ ہے' پس حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بشارت پا کر بازارِ دہلی میں تشریف لا کر بازاریوں پر توجہ فرمائی۔ پس دوکاندار' خاص و عام کو ایک عالم جذب کا ظہور میں آیا۔''

✿ میرے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ جو صاحبِ مسمّٰی اسمِ ذات مرشد' امانتِ الٰہیہ خلافتِ الٰہیہ کے حامل اور سلطان الفقر کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اُن کا تعلق بھی خانوادہ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

سے ہے' فرمایا کرتے تھے:

''سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت فقر کی ضروریات کی تکمیل تھی۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن حاضر ہوئے بیعت کی اور واپس آگئے''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا تھا کہ فقر میں ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر ظاہری بیعت نہ کرتے تو سلسلہ سروری قادری کی کڑی جو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تھی وہ ٹوٹ جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ اتصال نہ رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام فیض اور خزانہ فقر چالیس سال تک دربار حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران مل گیا پھر جب علومِ باطنی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل ہوگئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ ظاہری بیعت جا کر پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کرو۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بغداد جا کر حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی آل کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے تھے اور سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض بھی کی کہ حضور آپ کی آل ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی اِن کو بیعت فرمائیں لیکن سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کا حکم دیا۔ فقر میں ظاہری بیعت اور مرشد ضروری ہے۔ پھر میرے مرشد پاک جو سلسلہ شریف بیعت کرتے وقت پڑھا کرتے تھے وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہو کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے پھر کڑی در کڑی حضرت سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے پھر وہاں سے آگے چلتا ہوا اُن کے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا تھا۔ اس میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے اور یہ عاجز بھی وہی سلسلہ پڑھتا ہے۔ صرف دو اشعار کا اضافہ کیا ہے جو میرے مرشد کے بارے میں ہیں۔

ہندوستان سے شائع ہونے والی تمام کتب آثارِ دہلی، راہ نمائے مزاراتِ دہلی، مشائخِ قادریہ، مزاراتِ اولیاء دہلی اور بہت سی کتب میں جہاں سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آیا ہے اس میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ آپ (سیّد عبدالرحمٰن دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے مشہور صوفی حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔

جن لوگوں نے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت سے اختلاف کیا ہے یہ اُن کی تحقیق ہے جو انہوں نے اپنے علم اور موجود کتب سے کی لیکن ہماری تحقیق کا مقصد اُن کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اُن کے کام کو مزید آگے بڑھانا ہے۔ اس سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ محقق صرف تحقیق ہی کر سکتا ہے اور اس میں غلطی کا

امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔ اصل مسئلہ راہِ فقر میں عملی طور پر کسی مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی کی راہبری میں تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعہ فقر کے سفر کو طے کرنا ہے۔ اصل حقیقت سفر کی تکمیل کے بعد سمجھ میں آتی ہیں جو صرف ظاہری علم سے نہیں آسکتی۔ یہ عاجز اپنی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ جب یہ عاجز 1998ء میں بیعت ہوا تو عین الفقر کا پہلا صفحہ پڑھا تو کچھ اور سمجھ آیا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ ایک صفحہ ہی نئے سے نئے معارف وا کرتا چلا گیا' باقی کتب کا تذکرہ تو چھوڑیں۔ اسی لیے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی صفحہ پر فرمایا ہے کہ "یہ کتاب مبتدی اور منتہی دونوں کے لیے کامل راہبر ہے۔" اس لیے عقل اور علم اس راہ میں لنگڑا گھوڑا ہے۔ اور صرف علم ہی راہِ فقر میں راز عطا کر دیا کرتا تو مرشد اور فقر کی ضرورت ہی نہیں تھی پھر ظاہری علم اور شریعت ہی کافی تھی۔

لیکن پھر بھی ان محققین کی بات علم کی حد تک درست ہے کیونکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1. سروری قادری اسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت فرماتے ہیں۔ اس کے وجود سے بدخلقی کی خو بو ختم ہو جاتی ہے اور اُسے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

2. ایک اس (اعلیٰ) مرتبے کے سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین رسولِ ربّ العالمین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مہربانی سے نواز کر باطن میں حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے سپرد کر دیں اور حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہٗ بھی اُسے اس طرح نوازتے ہیں کہ اُسے ایک لمحہ بھی خود سے جدا ہونے نہیں دیتے۔ (محک الفقر کلاں)

جنہوں نے ظاہری بیعت کو ردّ کیا ہے انہوں نے اویسی سلسلہ یا طریقہ کا سہارا لیا ہے۔ اویسی سلسلہ یا طریقہ موجود ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ اویسی طریقہ وہ ہے جس میں فیض براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی کامل جو وصال پا چکا ہو' سے ملتا ہے۔ اس میں تین طریقے ہیں:

1۔ جن عظیم ہستیوں کو تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز کیا جاتا ہے ان کیلئے اویسی طریقہ سے براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل کرنے کے باوجود ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ ان کا مرشد اتصال ہونا ضروری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ پیرانِ پیر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ جن کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے' جن کو معراج کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت فرمایا' مادر زاد ولی ہیں اور جن کی مہربانی اور کرم کے بغیر کوئی فقر کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا' جن کو اویسی طریقہ سے سب کچھ عطا ہو چکا تھا جیسا کہ

ہمعات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد اولیاء کرام اور اصحابِ طریقت کا سلسلہ چلتا ہے ان میں سب سے زیادہ قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو باحسن طے کر کے نسبتِ اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔''یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے سب کچھ اویسی نسبت سے حاصل کیا اور سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ ان ہی کو اپنا مرشد مانتے ہیں اور ''شیخِ ما'' فرماتے ہیں۔ اگر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو سب کچھ اویسی طریقہ سے مل چکا تھا تو انہیں پھر ظاہری بیعت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حضرت شیخ مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ سے ظاہری بیعت مستند روایات کے ساتھ کتب سیر و تصوف میں منقول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت اس طرح ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے مرشد حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں گئے۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کھانا کھلایا' خرقہ پہنایا اور بات ختم ہوگئی۔ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہ نے تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت بھی اسی طرح ہے اور مولوی محمد دین گجراتی کی عبارت سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے اور ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے ظاہری مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی اور تمام فیض یک دم پالیا کیونکہ فقر کی تمام منازل تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اویسی طریقے سے طے کر چکے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ تلقین و ارشاد کی مسند کے لیے ظاہری بیعت ہونی کیوں ضروری ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فقر میں سلاسل کا ایک نظام قائم کیا گیا ہے جو درجہ بدرجہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ہر مرشد کامل کو ''شیخِ اتصال'' ہونا چاہیے یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک شجرۂ طریقت پہنچنے تک سلسلے کا کہیں ''انقطاع'' نہیں ہونا چاہیے اور شجرۂ طریقت بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گزر کر مدینۃ العلم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سلسلہ پہنچنے تک درمیان سے کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے ورنہ بڑے بڑے فتنوں کے وقوع پذیر ہونے کا خدشہ ہے۔ اگر لوگ نبوت اور جعلی مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو کوئی گمراہ کسی گدی پر بیٹھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اُسے براہِ راست فیض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی سے مل گیا ہے اور اسے ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ گمراہ ہے اور اُسے جوتے مارو۔ آج کل گلی گلی جو جعلی پیر پھیلے ہوئے ہیں اُن سب کا کہنا ہے کہ اُن کو براہِ راست فیض ملا ہوا ہے اور ظاہری بیعت سے انکاری ہیں اور کچھ جدی اور پیدائشی پیر ہیں۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت رسماً اسی نسبت سے ہے۔ اور تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز ہونے کے لیے ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ انہوں نے تلقین و ارشاد کے

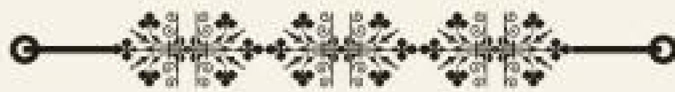
فرائض ادا کرنے تھے اور ایک زمانے کو فیض پہنچانا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ نے تا قیامت قائم رہنا ہے۔
دوسری وجہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کی یہ ہے کہ مستقبل میں کوئی گمراہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کو مثال بنا کر اویسی طریقہ کا سہارا لے کر مسندِ تلقین وارشاد پر نہ بیٹھ جائے۔ تاریخ میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ہے کہ کوئی تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہوا ہو اور مرشدِ اتصال نہ ہو اور ظاہری بیعت سے بے نیاز ہو۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مشائخ عظام کہ جن کا سلسلہ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک تسلسل کے ساتھ پہنچتا ہے بابِ علم (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے گزر کر علم کے صدر مقام (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچتا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت کے ذریعہ بلاتے ہیں''۔ (سرّ الاسرار فصل 5)

اس عبارت سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صاحبِ تلقین وارشاد ہونے کے لیے ''مرشد اتصال'' ہونا ضروری ہے۔

2۔ دوسرا اویسی طریقہ وہ ہے، جس میں تلقین وارشاد کا کام نہیں لیا جاتا صرف دین کا کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے اس کی مثال علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جن کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی روح سے اویسی طریقہ سے فیض ملا حالانکہ اوائل عمری میں آپ رحمتہ اللہ علیہ قادری سلسلہ میں ظاہری بیعت بھی کر چکے تھے لیکن اپنے کلام میں کہیں بھی ظاہری مرشد کا ذکر نہیں کرتے بلکہ مولانا رومؒ کو ہی اپنا مرشد قرار دیتے ہیں۔

3۔ تیسرا اویسی طریقہ وہ ہے جس کے تحت ابتدائے حال میں کسی طالب کی راہِ حق میں تربیت کی جاتی ہے۔ اب اس طالب کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ ضروری نہیں۔ پھر ظاہری مرشد کی بارگاہ میں مکمل تربیت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔

امید ہے اس تحریر سے حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری بیعت کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں دور ہوگئی ہوں گی۔ اگر میری تحریر سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے تو معافی چاہتا ہوں لیکن کسی کی دل آزاری سے زیادہ حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے کسی بھی حصہ یا گوشہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔



فصل 4

تعلیم و تلقین

ظاہری دستِ بیعت کے بعد دہلی سے واپس تشریف لا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ اس روز سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ذاتِ الٰہی کے جذبات و انوار اس طرح متجلی ہونا شروع ہوئے کہ سینکڑوں لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم میں واصل باللہ کر دیتے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے رسمی پیر یا سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں آزاد فقیر کی تعریف یہ کی ہے ''آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب و رسوم کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوتا ہے، آزاد فقیر ایک تو کسی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبور نہیں ہوتا دوسرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت جاری رہتا ہے عام طور پر وہ سیر و سفر میں رہتے ہوئے فقر کی نعمت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لٹاتا پھرتا ہے''۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بھی لوگوں کو معرفت اور فقر کی تعلیم و تلقین کیلئے ہمیشہ سفر میں رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر گھوم پھر کر محبت اور معرفتِ الٰہی کا خزانہ بانٹتے رہے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

نفس را رسوا کنم بہر از خدا　　　ہر ہر درے قدمے زنم بہر از خدا

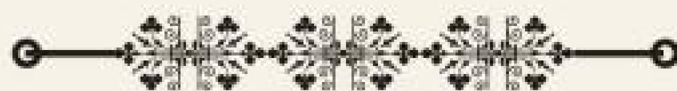
ترجمہ: میں رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نفس کو رسوا کرتا ہوں اور رضائے الٰہی کی خاطر ہر در سے

بھیک مانگتا ہوں۔ (نورالہدیٰ کلاں)

تلقینِ رشد و ہدایت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر سفر وادی سون سکیسر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خاں، سندھ اور بلوچستان کی طرف کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کسی کتاب، مجموعہ یا ملفوظات میں اس لیے نہیں ملتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے تہذیب و ثقافت اور علوم کے مراکز سے دور رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کسی صاحبِ تصنیف سے بھی نہیں ہوئی۔ دہلی جانے کا بھی ذکر ایک بار ہی ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیہاتوں کے سیدھے سادھے لوگوں میں اسم اَللّٰہُ ذات کا خزانہ لٹاتے رہے اور پھر انہی دیہاتی لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو آگے بڑھایا۔

سفر میں اکثر ایسا ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی پر نگاہ فرماتے اور اسے خدا رسیدہ بنا دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کو شہنشاہ شاہ جہاں کی طرف سے ایک بہت بڑی جاگیر ملی ہوئی تھی جس میں ایک اینٹوں کا قلعہ اور کئی آباد کنویں بھی تھے۔ گو خاصی وسیع جاگیر تھی اور ہمہ وقت انتظام اور نگرانی کی متقاضی تھی لیکن حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ جب جذبہ نے غلبہ کیا گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مصنف مناقبِ سلطانی لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دستِ مبارک کو آلودہ نہ فرمایا۔ ہاں دو دفعہ بیل لیکر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن دونوں مرتبہ عشقِ الٰہی کے جذبات کے سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیلوں کو جُتے جتائے کنویں پر چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفاتِ دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل اکمل نورالہدیٰ تھے اور مرشدِ کامل نورالہدیٰ سالک (طالب اللہ) کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ذکر، فکر ورد و وظائف کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی شہر شہر قریہ قریہ گھوم پھر کر طالبانِ مولیٰ کو تلاش کرنے اور انہیں واصل باللہ کرنے میں گزری۔ اور خلقِ خدا کو تلقین کی یہ ذمہ داری آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عطا ہوئی تھی۔



فصل 5

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب سلطان العارفین اور مرتبہ سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا لقب ''سلطان العارفین'' ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ مرتبہ ''سلطان الفقر'' پر فائز ہیں۔ مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں:

بدان کہ چوں نورِ احدی از حجلۂ تنہائی وحدت بر مظاہرِ کثرت ارادہ فرمود' حُسنِ خود را جلوہ بصفائی گرم بازاری نمود۔ بر شمع جمال پروانۂ کونین بسوزید و نقابِ میمِ احمدی پوشیدہ صورتِ احمدی گرفت واز کثرتِ جذبات وارادات، ہفت بار بر خود بجنبید واز اں ہفت ارواحِ فُقرا باصفا' فنافی اللہ' بقاباللہ' محوِ خیالِ ذات' ہمہ مغزبے پوست' پیش از آفرینشِ آدم علیہ السّلام ہفتاد ہزار سال غرقِ بحرِ جمال بر شجرِ مرآۃ الیقین پیدا شُدند۔ بجز ذاتِ حق از ازل تا ابد چیزے نہ دیدند و ماسویٰ اللہ گاہے نشُنیدند' بحریمِ کبریا' دائم بحرِ الوصالِ لازوال' گاہے جسدِ نُوری پوشیدہ بہ تقدیس و تنزیہہ می کوشیدند و گاہے قطرہ در بحر و گاہے بحر در قطرہ' وردائے فیضِ عطا ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ''، بر ایشان۔ پس بحیاتِ ابدی و تاجِ عزِ سرمدی 'اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِهٖ''، معزز ومکرم' از آفرینشِ آدم علیہ السلام و قیامِ قیامت ہیچ آگاہی ندارند وقدمِ ایشاں بر سرِ جملہ اولیاء و غوث و قطب۔ اگر آنہارا خُدا خوانی بجا و اگر بندۂ خدا دانی روا۔ عَلِمَ مَنْ عَلِمَ۔ مقامِ ایشانِ حریمِ ذاتِ کبریا و از حق ماسویٰ

الحق چیزے ناطلبید ندو بدُنیائے دنی و نعیمِ اُخروی، حور و قصورِ بہشت، بکرشمہءِ نظر ندیدند وازاں یک لمعہ کہ موسیٰ علیہ السلام درسراسیمگی رفتہ وطور درہم شکستہ' در ہر لحہ وطرفتہ العین ہفتاد ہزار بار لمعاتِ جذباتِ انوارِ ذات برایشاں وارد و دم نہ زدند و آہے نہ کشیدند و ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ می گفتند وایشاں سلطان الفقر وسیّد الکونین اند۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: جان لے جب نورِ احدی نے وحدت کے گوشۂ تنہائی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا' تو اپنے حسن کی تجلّی سے رونق بخشی' اس کے حسنِ بے مثال اور شمع جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے اور میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اختیار کی پھر جذبات اور ارادت کی کثرت سے سات بار جنبش فرمائی جس سے سات ارواحِ فقراء باصفا فنا فی اللہ' بقا باللہ تصورِ ذات میں محو' تمام مغز بے پوست حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے' اللہ تعالیٰ کے جمال کے سمندر میں غرق آئینہ یقین کے شجر پر رونما ہوئیں۔ انہوں نے ازل سے ابد تک ذاتِ حق کے سوا کسی چیز کی طرف نہ دیکھا اور نہ غیر حق کو کبھی سنا۔ وہ حریمِ کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر بن کر رہیں جسے کوئی زوال نہیں کبھی نوری جسم کے ساتھ تقدیس و تنزیہہ میں کوشاں رہیں اور کبھی قطرہ سمندر میں اور کبھی سمندر قطرہ میں' اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ[1] کے فیض کی چادر ان پر ہے۔ پس انہیں ابدی زندگی حاصل ہے اور وہ اَلْفَقْرُ لَایَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ[2] کی جاودانی عزت کے تاج سے معزز و مکرم ہیں۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامِ قیامت کی کچھ خبر نہیں۔ ان کا قدم تمام اولیاء اللہ غوث و قطب کے سر پر ہے۔ اگر انہیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندۂ خدا کہا جائے تو بھی روا ہے۔ اس راز کو جس نے جانا اس نے ان کو پہچانا۔ اُن کا مقام حریمِ ذاتِ کبریا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ نہ مانگا حقیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں' حور و قصور اور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور جس ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہِ طور پھٹ گیا تھا ہر لحہ ہر پل جذباتِ انوارِ ذات کی ویسی تجلیات ستر ہزار بار ان پر وارد ہوتی ہیں لیکن وہ نہ دم مارتے ہیں اور نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سلطان الفقر اور سیّد الکونین ہیں۔

یہ مبارک ارواح سات ہیں اِن کے ناموں کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1۔ جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اللہ ہے۔ 2۔ وہ نہ تو اپنے ربّ کے محتاج ہیں نہ ہی اس کے غیر کے۔

یکے روحِ خاتونِ قیامت (رضی اللہ عنہا)، یکے روحِ خواجہ حسن بصری (رضی اللہ عنہٗ)، یکے روحِ شیخِ ما حقیقت الحق، نورِ مطلق، مشہود علی الحق، حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوبِ سبحانی (رضی اللہ عنہٗ) و یکے روحِ سلطانِ انوار سرّ السرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دستگیر (قدس سرّہٗ العزیز) و یکے روحِ چشمہء چشمانِ ھاھویت، سرِّ اسرارِ ذاتِ یاھُو فنا فی ھُو فقیر باھُو (قدس اللہ سرُّہٗ) و دو روحِ دیگر اولیاء۔ بحرمتِ یمنِ ایشاں قیامِ دارین۔ تا آنکہ آں دو روح از آشیانہء وحدت بر مظاہرِ کثرت نخواہند پرید، قیامِ قیامت نخواہد شد۔ سراسر نظرِ ایشاں نورِ وحدت و کیمیائے عزت بہر کس پرتوءِ عنقائے ایشاں اُفتاد، نورِ مطلق ساختند، احتیاجِ بریاضت و ورد اورادِ ظاہری طالبان رانہ پرداختند۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: ان میں ایک خاتونِ قیامت (فاطمۃ الزہرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مبارک ہے۔ ایک حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روح مبارک ہے۔ ایک ہمارے شیخ 'حقیقتِ حق' نورِ مطلق' مشہود علی الحق حضرت سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ العزیز کی روح مبارک ہے۔ اور ایک سلطان انوار سرّ السرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزندِ حضرت پیر دستگیر (قدس سرہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے ایک ھاھویت کی آنکھوں کا چشمہ سرّ اسرار ذاتِ یاھُو فنا فی ھُو فقیرِ باھُو (قدس سرّہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے۔ اور دو ارواح دیگر اولیاء کی ہیں۔ اِن ارواح مقدسہ کی برکت و حرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانہ سے نکل کر عالمِ کثرت میں نہیں آئیں گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدہ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد و ظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔

حقیقتِ سلطان الفقر

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سلطان الفقر کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی رات حق تعالیٰ کے حضور میں سلطان الفقر سے ملاقات کی اور اس سے بغلگیر ہو کر سر سے پاؤں تک روبرو ہو کر فقر سے لپٹ گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود فقر میں بدل گیا۔ (جامع الاسرار)

جب سرورِ کائنات ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو پہلے براق پر سوار ہوئے اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق کو ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ کر کے دکھایا لیکن آنحضرت ﷺ نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا'' ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی {ترجمہ: آپ ﷺ کی آنکھ (دیدارِ الٰہی سے) نہ پھری اور نہ ہی (مقررہ) حد سے بڑھی}۔ یہ حالت ہر اعلیٰ اور ادنیٰ مقامات پر رہی اسی لیے حق تعالیٰ کے حضور قاب وقوسین کے مقام پر پہنچے اور دو کے مابین پیاز کے چھلکے کا سا پردہ رہ گیا۔ جب حبیب عین بعین ہوئے تو آواز آئی ''اے میرے حبیب (ﷺ) جب میں نے دونوں جہان تجھ پر قربان کر دیئے اور دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار عالم کا نظارہ آپ کو کرا دیا تو ان میں کیا چیز آپ کو پسند آئی جو آپ کو عطا کی جائے۔'' آنحضرت ﷺ نے عرض کی! ''اللہ تعالیٰ مجھے فقر عطا کیا جائے کیونکہ فقر کے برابر کسی کو قربِ الٰہی اور فنا فی اللہ حاصل نہیں ہے اور ایسا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔'' یہی فقر ''سلطان الفقر'' ہے جو شخص ظاہر و باطن میں اس فقر کو دیکھتا ہے وہ صاحبِ اختیار ہو جاتا ہے اور مرتبہ محمدی ﷺ اس پر غالب آ جاتا ہے۔ (جامع الاسرار)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (ﷺ)! میں نے سلطان الفقر کا مرتبہ آپ کو عطا کیا ہے اور آپ کے فقرا کو بھی اور آپ کے اہلِ بیت کو بھی اور آپ کے متقی اور صالح امتیوں کو بھی۔ آنحضرت ﷺ نے عرض کیا کہ ہزار ہزار شکر ہے۔ (جامع الاسرار)

سلطان الفقر کی عظمت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر کی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے اپنی فارسی تصانیف میں فرماتے ہیں:

سلطان الفقر کا نور آفتاب سے زیادہ روشن اور اس کی خوشبو کستوری وگلاب وعنبر وعطر کی خوشبو سے زیادہ فرحت بخش ہے۔ جو شخص دورانِ خواب سلطان الفقر کی زیارت کر لیتا ہے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس خوش نصیب کو باطن میں دستِ بیعت کر کے تلقین فرماتے ہیں میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

ہزاروں میں سے کوئی ایک طالب ہوتا ہے جو سلطان الفقر کی لازوال معرفت حاصل کرتا ہے۔ اور جسے عین جمال کا وصال حاصل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے صرف فقر کا لباس

پہنا ہوا ہے۔ ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا جو فقر کا انتہائی مقام حاصل کرتا ہوگا۔ فقر ایک نور ہے جس کا نام ''سلطان الفقر'' ہے۔ جسے یہ حاصل ہے اسے اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے۔ (امیر الکونین)

❁ حضرت خضر علیہ السلام کی مجلس اُسے نصیب ہوتی ہے جس کی باطنی خضر سے ملاقات ہو جائے باطنی خضر ''سلطان الفقر'' کو کہتے ہیں۔ جس کی ملاقات باطنی خضر سے ہو جائے اُسے علمِ ظاہری بھول جاتا ہے کیونکہ اس کے باطن کو علمِ باطن، نورِ معرفت اور توحیدِ الٰہی کی تجلیات اس قدر معمور کر دیتی ہیں کہ وہ ہر وقت قرب و وصال کی حضوری میں غرق رہتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو اور فقر اختیار کیا ہو اور ''سلطان الفقر'' کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ (اسرارِ قادری)

❁ پس اس دیو سلمانی و بادشاہ شیطانی ''نفس'' کو زندانِ فنا فی اللہ میں قید کرنا اس کے گلے میں تفسیر، قرآن و حدیث و معرفتِ الٰہی اور روشن ضمیری کی زنجیر ڈال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید کرنا ''سلطان الفقر'' کا کام ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ جو شخص چاہتا ہے کہ مجھے دریائے وحدتِ الٰہی تک رسائی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل رہے اور سلطان الفقر (سلطان الفقر نورِ حق کی ایک فنا فی اللہ صورت ہے جسے اللہ تعالیٰ کا دائمی قرب و وصال اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے) کے ساتھ مجلس و ملاقات نصیب رہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ کم و بیش تیس کروڑ تیس لاکھ بال آدمی کے جسم میں موجود ہیں اور ہر بال میں شیطان کا ایک گھر، ہوائے نفس کا قلعہ اور حواسِ نفس کی جڑ ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے دل سے دنیا کی محبت کو نہیں نکال دیتا وہ نہ تو قرب پا سکتا ہے اور نہ حضوری۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ اسی طرح آپ دو اور مقامات پر طالبِ صادق کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''جو طالب راہِ فقر پر چلتے ہوئے مقاماتِ ترک و توکل، تسلیم و رضا، تجرید و تفرید، فنا و بقا اور توحید کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے خواب میں انبیاء و اولیاء اور سلطان الفقر کی مجلس کی حضوری اور ملاقات نصیب ہوتی ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

❁ فنا فی اللہ فقر کا انتہائی مقام ہے جو نہ تو عقل اور چالاکی سے ہاتھ آتا ہے اور نہ ذکر، فکر اور مراقبہ سے مگر مرشدِ کامل چاہے تو طالب کو کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں، کبھی مقامِ فنا فی اللہ کی حضوری میں اور کبھی ''سلطان الفقر'' فنا فی اللہ کی صحبت میں لے جاتا ہے۔ جس شخص کے لیے یہ تینوں مراتب ایک

ہو جائیں وہ فقر کی تمامیت کو پہنچ جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار)

❁ جب طالب مراتبِ رضا و قضا سے آگے بڑھ کر وحدتِ کبریا و لقائے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے قُربِ اللہ حضور سے ایک صورتِ نور ظاہر ہوتی ہے جو حورانِ بہشت سے زیادہ حسین، انوارِ الٰہی سے منور اور مشاہدہ انوارِ دیدار اور معرفت و محبت میں سوختہ ہوتی ہے اس کا نام ''سلطان الفقر'' ہے۔ یہ صورت عاشقِ ہوشیار سے بغل گیر ہو کر ملتی ہے جس سے طالبِ اللہ سر سے قدم تک لایحتاج ہو جاتا ہے اور اس کے وجود سے دنیا و عقبیٰ کا کوئی غم باقی نہیں رہتا۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ آدمی اس وقت تک مراتبِ فقر تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ باطن میں سرِّ الٰہی کی صورتِ خاص ''سلطان الفقر'' اُسے اپنے ساتھ بغل گیر کر کے زیارت اور تعلیم و تلقین سے مشرف نہیں کر لیتی۔ چاہے کوئی ریاضت کے پتھر سے سر ہی کیوں نہ پھوڑتا پھرے جب تک ''سلطان الفقر'' کی طرف سے اشارہ نہیں ہو گا وہ فقر کی خوشبو تک بھی نہیں پہنچ سکے گا کہ ''سلطان الفقر'' کی وہ باطنی صورت ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ سلطان الفقر کی مجلس توحیدِ باری تعالیٰ کا ایک دریا ہے جو کوئی اس دریا کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے وہ باوصال ہو جاتا ہے۔ (محکم الفقراء)

❁ (معراج کی رات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو وہاں صورتِ فقر کا مشاہدہ کیا اور مراتبِ ''سلطان الفقر'' کی لذت سے لطف اندوز ہوئے، فقر نورِ الٰہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قابَ قوسین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے مشرف ہو کر ذاتِ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ فقیرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم استقامت و مضبوطی سے فقر فنا فی اللہ میں قدم رکھتا ہے کہ اس کے سر پر فقر کا نام ہے اور فقر کے سر پر اللہ کا نام ہے یعنی فقراء اسمِ اَللّٰہُ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اَللّٰہُ ہی سے شہباز بنتے ہیں۔ راہِ فقر میں اگر کوئی ثابت قدم رہتا ہے تو وہ صاحبِ رازِ حقیقی بن جاتا ہے اگر کوئی فقر اور اسمِ اَللّٰہُ سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور ہمت و استقامت کو چھوڑ کر دنیا و اہلِ دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے (لوٹ جاتا ہے) تو وہ مرتبہ شہبازی فقر و راز سے منہ موڑتا ہے وہ گویا چیل ہے جس کی نظر مردار پر اٹکی ہوئی ہے اس لیے وہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہے اس کا دِل دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ اُس کی آنکھوں میں دنیا کی بھوک بھری رہتی ہے وہ فقرِ حقیقی اور ''سلطان الفقر تحقیقی'' (سلطان الفقر کی حقیقت) تک نہیں پہنچ سکتا وہ طالبِ دنیا بلکہ زندیق ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ جاننا چاہیے کہ سلطان الفقر کی ابتدا غیر مخلوق نورِ ایمان ہے اور اس کی انتہا غیر مخلوق نورِ ذاتِ رحمٰن ہے۔ (قربِ دیدار)

❁ جو آدمی باطن میں سلطان الفقر کے چہرے کی زیارت کر لیتا ہے وہ لا یحتاج ہو کر صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ جاننا چاہیے کہ معرفتِ فقر کے مختلف مراتب کے لیے انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی لیکن ماسویٰ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی بھی فقر کی تمامیت کو نہیں پہنچا اور کسی نے سلطان الفقر کی انتہا پر قدم نہیں رکھا مگر حکمِ الٰہی اور بہ اجازت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شاہ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فقر کے ابتدائی اور انتہائی مراتب اور سلطان الفقر کو عمل، قبض اور اپنے تصرف میں لائے۔ (توفیق الہدایت)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس سلسلہ میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسالہ روحی شریف میں دنیا کے تمام اولیاء کرام میں سے صرف سات اولیائے کرام کو سلطان الفقر اور سید الکونین کے جلیل القدر لقب سے یاد کیا گیا ہے اور ان میں صحابہ کرام، آئمہ و مجتہدین اور دیگر اولیائے مقربین میں سے کسی کو بھی شامل نہیں کیا گیا۔

پہلے اس مسئلہ کو منطق اور دلائل سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر میں مختلف فنون اور کمالات ہیں، ایک ہنر اور کمال دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ مثلاً کوئی معاشیات اور اکاؤنٹنگ میں ماہر ہے تو کوئی فزکس کیمسٹری، بیالوجی اور باٹنی میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ کسی کو کرکٹ اور کسی کو ہاکی میں کمال حاصل ہے تو کوئی صحافت، خوش نویسی اور دوسرے شعبوں میں ماہر ہے۔ یعنی ہر فن میں خاص صاحبِ کمال انسان ہوتے ہیں اور ہر انسان کے لئے ایک خاص فن ہوتا ہے۔ سو مختلف فنون میں ماہر لوگوں کی آپس میں نہ تو کوئی نسبت قائم کی جا سکتی ہے اور نہ ہی مقابلہ۔ مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں ڈاکٹر اور کھلاڑی میں کون بہتر ہے۔

اسی طرح باطنی دنیا کے مراتب، کمالات اور فنون کے مختلف شعبے اور قسمیں ہیں یعنی بعض اولیاء صدق میں، بعض عدل و محاسبہ نفس میں، بعض حیا میں، بعض زُہد میں، بعض ترک میں، بعض ریاضت میں، بعض صبر میں، بعض شکر میں، بعض جُود و سخا میں مشہورِ زمانہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح انبیاء علیہم السلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زاہد البشر اور حضرت داؤد علیہ السلام عبد البشر اور حضرت ایوب علیہ السلام اصبر البشر ہوئے یعنی ہر نبی کسی خاص باطنی صفت اور مرتبہ میں صاحبِ کمال ہوا ہے۔

''اسی طرح ''فقر'' ایک خاص باطنی مرتبہ اور کمال ہے اس کے مقابلہ میں باطن میں نہ کوئی کمال ہے اور نہ مرتبہ اور یہ خزانہ تمام انبیائے کرام میں سے بدرجہ اُتم ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا (جس کا بیان حقیقتِ سلطان الفقر کے عنوان میں گزر چکا ہے) جس میں نہ کوئی نبی اور نہ کوئی رسول آپ کے ہمسر اور برابر ہوسکتا ہے اور اسی پر آپ ﷺ نے فخر فرمایا ہے اور فقر کی بدولت آپ ﷺ تمام انبیاء اور مرسلین کے درمیان سربلند اور ممتاز ہیں۔ مقامِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں لیکن آپ ﷺ نے کسی کمال پر فخر نہیں فرمایا یعنی نہ شجاعت پر، نہ سخاوت پر نہ تقویٰ وصبر پر نہ ترک وتوکّل پر اور نہ فصاحت و بلاغت پر لیکن آپ نے ''فقر'' پر فخر کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقر ہی آپ ﷺ کا اصل ترکہ اور ورثہ ہے۔ غرض باطن میں صدق و وفا' عدل ومحاسبہ نفس' حیا' صحابیت' امامت' شہادت' فقہہ' اجتہاد' ولایت' غوثیت' قطبیت' صدیقیت' تقویٰ' زہد' صبر' شکر' تسلیم' رضا' خوف' رجا' جودوکرم علِم' شجاعت اور شفقت وغیرہ کے بے شمار الگ الگ منصب اور مراتب ہیں لیکن فقر ان سب سے اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے۔

اب آتے ہیں اعتراضات کی طرف۔ اس عاجز کو اپنی زندگی میں کچھ بے بصیرت لوگوں سے ''مرتبہ سلطان الفقر'' پر جن اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اِن سات ہستیوں میں بابِ فقر' امام الفقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو سلاسل قادری' چشتی اور سہروردی کے امام ہیں اور یہ سلاسل اِن ہی کے وسیلہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتے ہیں' کا نام شامل نہیں ہے۔ کیا اُن کو وراثتِ فقر منتقل نہیں ہوئی؟

(2) کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یارِ غار' امامِ صدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جن سے سلسلہ نقشبندیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے' کو فقر منتقل نہیں ہوا؟

(3) کیا دیگر دو خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فقر منتقل نہیں ہوا؟

(4) کیا امامینِ پاک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ورثہ فقر نہیں ملا؟

(5) کیا صحابہ کرام جو تمام امت کا سب سے اعلیٰ ترین طبقہ ہے' کو فقر نہیں ملا؟

(6) کیا تمام مجتہدین اور امت میں دوسرے اولیاء کرام کو فقر نہیں ملا؟

فقر اور شیخین رضی اللہ عنہم

ان تمام اعتراضات کا جواب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ خود اپنی تصانیف میں فرما چکے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''پیر چار ہیں''۔

صدق صدیقؓ و عدل عمرؓ پُر حیا عثمانؓ بود　　گوئے فقرش از محمد شاہِ مرداں می ربود

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے صدق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عدل، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فقر پایا۔ (عین الفقر، محک الفقر کلاں)

چار پیروں کو شناخت کر لو کہ اوّل صدیقوں کے پیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ، دوم عادلوں کے پیر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہٗ، تیسرے اہلِ حیا کے پیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ اور فقراء کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس عبارت میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور متاع یعنی فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منتقل ہوئی۔ آپ بابِ فقر اور ورثہ فقر کو منتقل کرنے والے ہیں اس لیے یہ اعتراض قابلِ توجہ نہیں ہے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو صدق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو عدل اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حیا کے مراتب نصیب ہوئے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں طالبِ مولیٰ کو صدق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرح، عدل میں (محاسبہ نفس میں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرح اور شرم و حیا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور فقر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح ہونا چاہیے یہ چاروں مراتب یکساں نہ ہوں تو فقر کا کامل مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ''چار پیر'' فرمایا ہے کیونکہ چاروں کی ''توجہ'' سے باطن میں فقر کی تکمیل ہوتی ہے لیکن ''بابِ فقر'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بیعت کے واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ ان ''چار پیر'' کی ''توجہ'' سے کیا مراد ہے۔

''ایک روز کا ذکر ہے کہ آپؒ (سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ) شورکوٹ میں اس کے گرد و

نواح میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب گھڑ سوار نمودار ہوا جس نے آپؒ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بٹھالیا۔ آپؒ ڈرے، کانپے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ پہلے ''توجہ'' کی اور بعدازاں فرمایا کہ میں علی ابنِ طالبؓ ہوں۔ پھر آپؒ نے عرض کی کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ فرمایا حسبِ الارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور پرنور میں لیے جاتا ہوں۔ اسی وقت لے جاکر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر کر دیا اس وقت حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مجلسِ اہلِ بیت میں حاضر تھے۔ آپؒ کو دیکھتے ہی پہلے پہل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجلسِ منوّر سے اٹھ کر آپؒ سے ملاقات کی اور ''توجہ'' فرما کر مجلس سے رخصت ہوئے۔ بعدازاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، باری باری اٹھے اور ''توجہ'' اور ملاقات کے بعد مجلس شریف سے رخصت ہوگئے تو مجلس شریف میں صرف اہلِ بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام رہ گئے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چہرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے لیکن بظاہر خاموش تھے، چونکہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضیٰ ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ میرے پہلے وسیلہ اور اکمل ہادی تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا ''میرے ہاتھ پکڑو'' اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ مجھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہوگیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے فرمایا ''تو میرا فرزند ہے'' میں نے امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے قدم مبارک چومے اور اپنے گلے میں غلامی کا حلقہ پہنا۔ (مناقبِ سلطانی)

اس عاجز کے خیال میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ اعتراض کہ جناب شیخین کا ذکر مرتبہ سلطان الفقر میں نہیں ہے، دور ہو جانا چاہیے اور چاروں پیروں کی ''توجہ'' کی بات بھی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ ان ''چار پیروں'' کی ''توجہ'' کے بغیر فقر کامل نہیں ہوتا۔

فقر اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے وصل اور وصال کے دو طریقے اور راستے ہیں۔ ایک نبوت کا طریقہ اور راستہ ہے اس طریق سے اصلی طور پر واصل اور موصل محض انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہوا۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے اس طریق والے واسطے (وسیلہ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے واصل اور موصل ہوتے ہیں۔ یہ گروہ اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء وغیرہ اور عام اولیاء پر مشتمل ہے اور اس طریقے کا راستہ اور وسیلہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ منصبِ عالی آپ رضی اللہ عنہٗ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اس مقام میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم مبارک حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہے اور حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام پر سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل اور مشترک ہیں۔ [1]

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر پایا۔ (عین الفقر، محک الفقر کلاں)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ (جامع الاسرار)
- فقراء کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

حدیث پاک اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کا اہلِ علم اس طرح ترجمہ کرتے ہیں "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ" لیکن سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو اس مفہوم میں بیان فرماتے ہیں کہ میں فقر کا شہر (مرکز) ہوں اور علی اس کا دروازہ (باب)۔ اس لیے فقراء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "بابِ فقر" کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

سیّدہ کائنات حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ وہ سلطان الفقر ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ جامع الاسرار میں فرماتے ہیں:

- حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا فقر کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فقر حاصل تھا جو شخص فقر تک پہنچتا ہے ان ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب 123 بنام نور محمد تہاری

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر کے کمال فنا فی اللہ بقا باللہ کے مقام اور مرتبہ پر یہ چاروں ہستیاں یکتا اور متحد ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے جب تک ان چاروں ہستیوں کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں طالبِ مولیٰ بھی یکتا نہیں ہو جاتا فقر کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا۔

فقر اور صحابہ رضی اللہ عنہم

کیا تمام اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم کو فقر کی نعمت ملی؟ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یاد رہے "اصحابِ پاک رضی اللہ عنہم کے بعد" (لفظ "اصحابِ پاک کے بعد" پر غور فرمائیں اس کا مطلب ہے اصحابِ پاکؓ کو فقر کی نعمت ملی) فقر کی نعمت و دولت دو حضرات نے پائی ایک غوثِ اعظم محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اور دوسرے حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ جو ایک تارکِ دنیا صوفی تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ستر سال تک نہ کوئی نماز قضا کی نہ روزہ۔ اور ایسا ہی کمال (الفقر فخری میں) صالحہ و ساجدہ ولیہ حضرت بی بی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو نصیب ہوا۔ (محک الفقر کلاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ پاک رضی اللہ عنہم نے مراتب بہ مراتب فقر کی نعمت پائی اور اس کے بعد غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ، حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو یہ نعمت نصیب ہوئی۔ اور یہ اعتراض کہ اصحاب پاک اور اس کے بعد کسی ولی یا مجتہد کو فقر ملا یا نہیں، سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی اس تحریر سے دور ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی ایک اور تحریر حاضر ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا جو عقیدہ ہے اُسے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کلید التوحید کلاں میں بیان فرمایا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جان لے مندرجہ ذیل مراتب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اگر کوئی اِن مراتب تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کاذب و ساحر و صاحبِ استدراج مرشد ہے وہ خاص الخاص چھ مراتب یہ ہیں:

(1) یہ کہ آیاتِ قرآنِ مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی اور پر نازل نہیں ہوئیں۔

(2) یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں اُن کے بعد کسی اور پر وحی نازل نہیں ہوسکتی۔

(3) یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی شخص معرفتِ الٰہیہ کے انتہائی مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔

(4) یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی اور شخص مراتبِ قابَ قوسین پر پہنچ کر چشمِ ظاہر سے معراج نہیں کرسکتا۔

(5) یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابِ صفّہ، اصحابِ بدر، اصحابِ کبار اور جملہ صحابہ کرام کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔

(6) یہ کہ علمِ روایت کے چار اجتہادی مذاہب کے مجتہد امامین (حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) کے مرتبہ اجتہاد پر سوائے اُن چاروں اماموں کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ چاروں اجتہادی مذاہب برحق ہیں۔

مندرجہ بالا چھ مراتب جو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں ان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ایک مرتبہ صاف اور واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور خاص کر اصحاب پاک کے مرتبہ کی جو وضاحت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی ہے اس کے بعد تو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

معترضین کے مرتبہ سلطان الفقر پر چھ اعتراضات جو اس عاجز نے درج فرمائے تھے اُن اعتراضات کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف سے ہی دور کر دیا گیا ہے۔

بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت فقر کی وجہ سے ہے آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصل وراثت فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کی اسی وراثت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد آلِ نبی ہوئی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا پہلی سلطان الفقر ہوئیں تاکہ دنیا کو آپؓ کی فضیلت معلوم ہوسکے ورنہ آپؓ نے تلقین وارشاد کا فریضہ تو سرانجام ہی نہیں دیا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو ہیں ہی بابِ فقر کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ورثہ فقر امت کو آپ کرم اللہ وجہہ کے وسیلہ سے منتقل ہوا۔ دوسرے سلطان الفقر حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ جن کو ورثہ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منتقل ہوا، اس حقانیت کو ثابت کرتا ہے کہ ورثہ فقر موروثی نہیں ہے ورنہ امامینِ پاک حسنین کریمین رضی اللہ عنہم فقر کے کمال پر ہیں اور سلطان الفقر دوم حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ امامین پاک کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

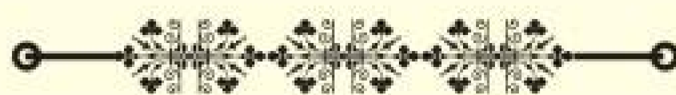
المختصر فقر کی یہ نعمتِ عظمیٰ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں یہ مرتبہ عالی جناب خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عطاء ہوا' اور بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقہ فقر پہنایا گیا اور آپ کرم اللہ وجہہ سے ہی فقر امت کو منتقل ہوا۔ پھر حسنین کریمین علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ نے فقر پایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں سے چھ اور ایسی ہستیوں کا انتخاب کیا گیا جن کو بعض پر فضیلت عطا کی گئی اور ان کو فقر میں ایک خاص مرتبہ ''سلطان الفقر'' کا تاج پہنایا گیا۔ ان کی نشانی یہ بیان فرمائی گئی:

''ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدہ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری وردو وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

یعنی یہ طالبانِ مولیٰ کو وردو وظائف چلہ کشی اور مشقت میں نہیں ڈالتے بلکہ ان کی نظر ہی نور ہے جن پر پڑ جاتی ہے وہ بھی نور بن جاتا ہے۔ اس عاجز کو یہ طویل بحث اس لیے کرنا پڑی کہ عاجز کو ان سوالات سے اکثر واسطہ پڑتا رہا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ سوالات جنم لیتے رہتے ہیں اور خاص کر وہ جن کا تعلق طبقہ ظاہر سے ہے۔ امید ہے اس بحث سے بہت سے شکوک وشبہات رفع ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ ''فقر کے مختارِ کل'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور فقر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصل وراثت ہے اور اہلِ بیتؓ اس وراثت کے وارث اور اس کو منتقل کرنے والے ہیں۔

رسالہ روحی شریف میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے جن سات سلطان الفقر اور سیّد الکونین ہستیوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے پانچ اَرواح کے ناموں کا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکشاف فرما دیا تھا جو دنیا میں جلوہ گر ہو کر اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے رحمت اور فیض کا موجب بنے۔ لیکن مستقبل میں آنے والی دو ارواح کے ناموں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پردۂ اخفا میں رکھا تھا۔ ان میں سے ایک روح اور ہستی دنیا میں ظاہر ہو چکی ہے۔ جس کی غلامی اور زیارت کا شرف اس زمانہ کے لوگوں کو حاصل ہوا۔ ان کا نام سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہے جن کا تذکرہ باب ششم میں ہے۔



فصل 6

مصطفیٰ ثانی مجتبیٰ آخر زمانی

جس طرح غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے دورانِ وعظ، بحکمِ خداوندی یہ اعلان فرمایا: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) اسی طرح سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا ہے:-

تا آنکہ از لطفِ ازلی سرفرازیٔ عینِ عنایت حق الحق حاصل شدہ واز حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکمِ ارشادِ خلق شدہ، چہ مسلم، چہ کافر، چہ بانصیب، چہ بے نصیب، چہ زندہ وچہ مردہ۔ بزبانِ گوہر فشاں مصطفیٰ ثانی ومجتبیٰ آخر زمانی فرمودہ۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے سربلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام خلقت، کیا مسلم، کیا کافر، کیا بانصیب، کیا بے نصیب، کیا زندہ اور کیا مردہ سب کو ہدایت کا حکم ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ گوہر فشاں سے مجھے مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

مصطفیٰ اور مجتبیٰ دونوں کے لغوی معانی چنا ہوا، انتخاب کیا ہوا، پسندیدہ اور برگزیدہ کے ہیں، لیکن یہ دونوں القاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے اس سے مراد ہے کہ آخری زمانہ میں جب گمراہی عام ہوگی تو آپؒ کی تعلیمات روشنی کا مینار ہوں گی اور آپؒ کی تعلیمات کو لے کر کھڑا ہونے والا کوئی فرد لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے گا اور اس کو آپؒ کی روحانی راہنمائی حاصل ہوگی کیونکہ آپؒ کا تو وصال ہوئے تین سو بتیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آپؒ کا یہ اِرشاد بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے کہ ''جب گمراہی عام ہو جائے گی، باطل حق کو ڈھانپ لے گا، فرقوں اور گروہوں کی بھرمار ہوگی ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ سمجھے گا اور گمراہ فرقوں اور گروہوں کے خلاف بات کرتے ہوئے لوگ گھبرائیں گے اور علمِ باطن کا دعویٰ کرنے والے اپنے چہروں پر ولایت کا نقاب چڑھا کر درباروں اور گدیوں پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ کر اپنے خزانے اور جیبیں بھر رہے ہوں گے تو اس وقت میرے مزار سے نور کے فوارے پھوٹ پڑیں گے''۔

اس قول سے مراد بھی یہی ہے کہ گمراہی کے دور میں آپؒ کا کوئی غلام آپؒ کی روحانی راہنمائی میں آپؒ کی روحانی تعلیماتِ حق کو لے کر کھڑا ہوگا، گمراہی کو ختم کرے گا، دینِ حق کا بول بالا کرے گا اور دینِ حنیف پھر سے زندہ ہو جائے گا۔

سلطان العارفینؒ نے اپنے پنجابی ابیات کے ذیل کے مصرعوں میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، ذکر کریندے تارے ھُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے، لعلاندے ونجارے ھُو

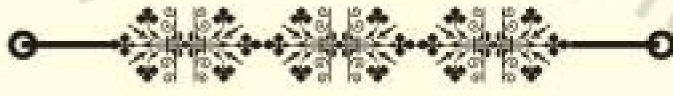
ترجمہ: اے میرے فقر کے چاند تو جلد طلوع ہو اور اپنی نگاہِ کامل سے اس دنیا کو جو ظلمت و تاریکی میں ڈوب چکی ہے نورِ الٰہی سے منور کر دے اور طالبانِ مولیٰ جو حق تعالیٰ کی طلب میں اِس گمراہ دور میں بھٹک رہے ہیں اور تیرے جیسے ہادی کا انتظار کر رہے ہیں اور تیرے منتظر یہ طالبانِ مولیٰ جو معرفتِ الٰہی کے غواص اور جوہر شناس ہیں دربدر تیری تلاش اور جستجو میں پھر رہے ہیں (یعنی حق کی تلاش میں کسی راہنما کی پیروی کرتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد ہی وہ دھوکہ باز اور جعل ساز نکل آتا ہے یعنی ہے تو لومڑی لیکن شیر کی کھال پہن کر نقلی شیر بنا ہوا ہے اس لیے ہر شخص تیرے جیسے ہادی یا راہنما کا انتظار کر رہا ہے جو اُمت کی کشتی کو پار لگا دے)۔

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، تارے ذکر کریندے تیرا ھُو
تیرے جیہے چن کئی سے چڑھدے، سانوں سجناں باجھ ہنیرا ھُو
جتھے چن اساڈا چڑھدا، اوتھے قدر نہیں کجھ تیرا ھُو

اے فقر کے چاند (انسانِ کامل، فقیرِ کامل) تو جلد طلوع (ظاہر) ہو کر اس ظلمت کدہ کو اللہ کے نور سے

منوّر کردے۔ طالبانِ مولیٰ اور مومنین تیرا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ سینکڑوں مصنوعی چاند تیرا روپ دھار کر طلوع ہو چکے ہیں اور اُمت کو دھوکہ دے چکے ہیں لیکن تیرے بغیر اے محبوب دنیا ظلمت کدہ ہے۔ جہاں ہمارا چاند (محبوب) طلوع ہوگا وہاں دوسرے (مصنوعی) چاندوں کی روشنی جو اصل میں ظلمت ہے، ختم ہو جائے گی اور یہ جو دھوکہ باز راہنما بن کر اُمت کو دھوکہ دے رہے ہیں، بھاگ جائیں گے۔

دوسری شرح اِن القاب کی یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پاک سے لاکھوں لوگ فیض حاصل کر چکے ہیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار سے ہر لمحہ فیضِ فقر جاری ہے۔



فصل 7

تصانیف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد 140 ہے۔ابیاتِ باھو رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پنجابی میں ہے، کے علاوہ تمام تصانیف فارسی زبان میں ہیں۔

شرح ابیاتِ باھو رحمۃ اللہ علیہ اور مرآتِ سلطانی (باھونامہ کامل) کے مؤلف ڈاکٹر سلطان الطاف علی جن کا تعلق خانوادہ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، نے دونوں کتب میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ اُن کو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا کسی کتاب کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔صرف خلفاء اور درویشوں کے نسخہ جات ہی ملے ہیں۔ یہی بات سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مترجم سید امیر خان نیازی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسرار القادری کا ترجمہ کرتے ہوئے پیش لفظ میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں ''ایک مترجم کی حیثیت سے میرے لیے سب سے بڑی پریشانی یہی ہے کہ قلمی نسخہ جات میّسر نہیں ہو پاتے تا کہ تقابلی جائزے کے بعد صحیح فارسی متن اخذ کر کے ترجمے کا صحیح حق ادا کیا جا سکے۔اگر سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ایک بھی نسخہ مل جائے تو باقیوں کی ضرورت ترجمے کے لیے نہیں رہتی۔ بدقسمتی سے کسی ایک کتاب کا نسخہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود نہیں۔ وہ بھی اس طرح ضائع ہو گئے کہ خلفائے عظام نے انہیں عام کرنے کی بجائے اپنے صندوقوں میں محفوظ کر دیا۔'' (صفحہ 40)

قارئین آپ گذشتہ صفحات میں حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان پڑھ چکے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح اُمّی تھے اور

لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ جس طرح حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی کوئی آیت، حدیث یا تحریر دستیاب نہیں ہے اسی طرح حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دستِ مبارک کی بھی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہو سکتی۔ آپؒ جو کچھ مکاشفاتِ الٰہیہ سے بیان فرماتے درویش یا خلفاء اسے قلم بند کر لیتے تھے اور وہی نسخہ جات دستیاب ہیں۔ اس لیے اگر سلطان الطاف علی صاحب یا صاحبِ مناقبِ سلطانی یا کسی دوسرے صاحب کو سلطان العارفین ؒ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا کسی کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملا تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جن کتب کے تراجم ہوئے ہیں اُن کے نسخہ جات خانوادہ سلطان باھوؒ کے ورثہ سے ہی مترجمین تک پہنچے ہیں پھر اکثر مترجمین نے ایک ہی کتاب کے مختلف نسخہ جات کا تقابل کر کے ہی اُن کا ترجمہ کیا ہے اس لیے تقریباً دستیاب تمام تراجم میں تعلیمات کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

حضرت سلطان حامدؒ نے ''مناقبِ سلطانی'' میں کتب کی جو فہرست دی ہے وہ بہت کم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''مناقبِ سلطانی'' کی تصنیف کے وقت ہی اکثر و بیشتر کتب زمانہ کی دست برد کی نذر ہو چکی تھیں یا اُن کے پاس موجود نہ تھیں۔ اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپؒ کے علوم اور کتب کی اشاعت کیلئے کوئی ادارہ قائم نہ ہو سکا جس کی وجہ سے ان کتب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔ آپؒ کی کتب کی اشاعت کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ انفرادی تھیں۔ یا پھر ان کتب کے لمبا عرصہ تک پردہ ءِ اخفا میں رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپؒ یہ ''کیمیائے گنج'' نااہلوں سے دور رکھنا چاہتے ہوں یا پھر ان کے ظاہر ہونے کا ایک خاص وقت اور زمانہ مقرر ہو۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؒ کو آخری زمانہ کی ہدایت کیلئے مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ آپؒ کی کتب علمِ لدنّی کا شاہکار ہیں۔ آپؒ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ جس کو کوئی مرشد کامل اکمل نہ ملتا ہو وہ میری کتب کو وسیلہ بنائے۔ رسالہ روحی شریف میں آپؒ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی ولی واصل عالمِ روحانی یا عالمِ قدس شہود میں رجعت کھا کر اپنے مرتبے سے گر گیا ہو تو وہ اس رسالہ کو وسیلہ بنائے تو یہ رسالہ اس کیلئے مرشدِ کامل ثابت ہوگا اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے اور اگر ہم اسے اس کے مرتبے پر بحال نہ کریں تو ہمیں قسم ہے''۔

آپؒ کا یہ اعلان آپؒ کی ہر کتاب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تصانیف کی عبارت بہت سادہ اور سلیس ہے جسے عام اور معمولی تعلیم یافتہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ آپؒ کی تصانیف کی عبارت میں ایسی روانی اور تاثیر ہے جو دورانِ مطالعہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ان کتب کو اگر باادب اور باوضو پڑھا جائے تو فیض کا ایک سمندر کتب سے قاری کے اندر

منتقل ہوتا ہے۔ اگر قاری صدقِ دل سے مطالعہ جاری رکھے تو آپؒ کے حقیقی روحانی وارث سروری قادری مرشد تک راہنمائی ہو جاتی ہے۔ آپؒ نے اپنی کتب میں ضرورت کے مطابق آیاتِ قرآنی' احادیثِ مبارکہ اور احادیثِ قدسی کا استعمال فرمایا ہے۔ ان کتب میں جہاں کہیں بھی عبارت میں سے اگر ان کو نکال دیا جائے جہاں ان کا ذکر ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس جگہ آیات قرآنی یا احادیث کو درج نہ کیا جاتا تو مطلب مکمل نہ ہوتا۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ عبارت میں اشعار کا برمحل اور خوبصورت استعمال کرتے ہیں جس سے عبارت کا اثر دو چند ہو جاتا ہے۔

آپؒ کی جو کتب بازار میں تراجم کی صورت میں دستیاب ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ابیات سلطان باھُو (پنجابی) ۲۔دیوانِ باھُو (فارسی) ۳۔عین الفقر ۴۔مجالستہ النبیؐ ۵۔کلید التوحید (کلاں) ۶۔کلید التوحید (خورد) ۷۔شمس العارفین ۸۔امیر الکونین ۹۔تیغ برہنہ ۱۰۔رسالہ روحی شریف ۱۱۔گنج الاسرار ۱۲۔محک الفقر (خورد) ۱۳۔محک الفقر (کلاں) ۱۴۔اسرارِ قادری ۱۵۔اورنگ شاہی ۱۶۔جامع الاسرار ۱۷۔عقلِ بیدار ۱۸۔فضل اللقاء (خورد) ۱۹۔فضل اللقاء (کلاں) ۲۰۔مفتاح العارفین ۲۱۔نور الھدیٰ (خورد) ۲۲۔نور الھدیٰ (کلاں) ۲۳۔توفیقِ ہدایت ۲۴۔قربِ دیدار ۲۵۔عین العارفین ۲۶۔کلیدِ جنت ۲۷۔محکم الفقراء ۲۸۔سُلطانُ الوَھم کلاں ۲۹۔سُلطانُ الوَھم خورد ۳۰۔دیدار بخش ۳۱۔کشف الاسرار' ۳۲۔محبت الاسرار۔ ۳۳۔طرفتہ العین

(۱) سُلطانُ الوَھم کلاں اور خورد کا نسخہ جیکب آباد (سندھ) میں سیّد سلطان شاہ لائبریری سے 1977 میں دریافت ہوا۔

(۲) شمس العارفین دراصل سلطان العارفینؒ کی کتب کلید التوحید، قربِ دیدار، مجموعۃ الفضل، عقلِ بیدار، جامع الاسرار، نور الھدیٰ، عین نما، اور فضل اللقاء سے منتخب شدہ اسباق پر مشتمل ہے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمدؒ نے ترتیب دی تھی۔ اب سلطان العارفینؒ کی تصنیف کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) مناقبِ سلطانی اور شمس العارفین سے آپؒ کی چند ایسی تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں جو اب تک نایاب ہیں۔(۱) مجموعۃ الفضل (۲) عین نما (۳) تلمیذ الرحمٰن (۴) قطب الاقطاب (۵) شمس العاشقین (۶) دیوانِ باھُو کبیر و صغیر۔ ایک ہی دیوانِ باھُو (فارسی) دستیاب ہے یہ یا تو کبیر ہے یا صغیر۔

(۴) آپؒ کی واحد پنجابی کتاب جو پنجابی شاعری پر مشتمل ہے ابیاتِ باھُو کے نام سے مشہور و دستیاب ہے۔

فصل 8

تعلیمات

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ ''فقر'' کا نام دیا ہے اور راہِ ''فقر'' اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ راہِ فقر میں صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ سروری قادری کی راہبری اور راہنمائی بہت ضروری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد بھی وہ جو پہلے دِن ہی طالبِ مولیٰ کو سنہری حروف سے اسمِ اَللّٰہُ ذات لکھ کر دے اور اس کے ذکر اور تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ کا حکم دے۔ مرشد کی توجہ، کرم اور تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات یا تصورِ اسمِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے طالب پر باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کُھلتے ہیں باطن میں ان سے اعلیٰ کوئی اور مقامات نہیں۔ یہ مقامات صرف اُن کو نصیب ہوتے ہیں جو اخلاص اور استقامت سے مرشد کی اتباع اور رضا کے مطابق راہِ فقر میں اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات، اسمِ مُحَمَّد اور مرشدِ کامل اکمل کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات مختصراً بیان کی جا رہی ہیں:

1- اسمِ اَللّٰہُ ذات

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں علمِ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے اسرار و

رموز کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں بعض مقامات پر تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کو علمِ اکسیر اور تصورِ توفیق کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات تمام باطنی علوم کا معدن و مخزن ہے۔ اس سے باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے جو کہ کسی دوسرے ذکر فکر سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقامات نہیں ہیں۔

اسمِ اَللّٰہُ ''اسمِ ''ذات'' ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علماءِ راسخین کا قول ہے کہ یہ اسمِ مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسمِ پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے اسماء مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسمِ پاک اس قسم کے کسی بھی اشتراک اور اطلاق سے پاک، منزہ و مبرا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسمِ اَللّٰہُ بھی احد، واحد اور ''لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ'' ہے۔

یہ اَللّٰہ کا ذاتی نام ہے جس کے وِرد سے بندے کا اپنے ربّ سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ اسم پاک قرآنِ پاک میں چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ عارف باللہ فقراء کے نزدیک یہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اَللّٰہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آجاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

❁ بے شک جب تو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں، یونہی صفت علم کے ساتھ ''یا علیم'' کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ علم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے اَللّٰہُ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ الٰہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔'' (تفسیر کبیر۔1۔85)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطے کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: ا۔ ذاتی ۲۔ صفاتی۔ ایک شخص جس کا نام ''نوید'' ہے اگر اس نے حکمت کا علم سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم نوید کہلائے گا، اگر اس نے قرآنِ مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ نوید کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی نوید کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام

''نوید'' کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اس صورت میں نوید اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم' حافظ' حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام' صفاتی ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے اور ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے اور کریم' رحیم' غفور' غفار جیسے باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسم اَللّٰہُ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔

انسان کے اندر اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسماءِ صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطری طور پر موجود ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا o (البقرہ 31 ۔ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا کیا گیا) اور اس طرح تمام اسماء کا یہ علم حضرت آدم علیہ السلام سے اولادِ آدم علیہ السلام میں منتقل ہوا۔ لہٰذا انسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اُسی اسم اور اُسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے۔ اسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اسی کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسم ''رحمٰن'' سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفتِ رحمٰن کی تجلی فرماتا ہے اور اسمِ رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفتِ رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور نفس و آفاق میں اسمِ رحمٰن کے عمل کا عامل بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم ''سمیع'' یا اسم ''بصیر'' کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ''سمیع و بصیر'' سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے اور اسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے جن سے وہ اَن سُنی باتیں بذریعہ الہام سُنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسمِ اَللّٰہُ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اسکی تمام صفات و اسماء کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوئے مشاہدے اور دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی اَنوار (جو تمام

صفات کے جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔

اسمِ اَللّٰهُ ذات اپنے مسمّٰی ہی کی طرح یکتا' بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت وکمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں ''اسمِ اَللّٰهُ ذات'' ہی رہتا ہے۔اسم ''اَللّٰهُ'' کے شروع سے پہلا حرف ''ا'' ہٹا دیں تو لِلّٰه رہ جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں ''اَللّٰه کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے قرآن مجید میں ہے۔

لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ

ترجمہ: ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے''۔

اور اگر اس اسم پاک کا پہلا ''ل'' ہٹا دیں تو ''لَهٗ'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔جیسے ارشادِ ربانی ہے:۔

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: ''اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور اگر دوسرا ''ل'' بھی ہٹا دیں تو ''هُوْ'' رہ جاتا ہے اور یہ اسمِ ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں ''وہ'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔جیسے قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ○

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ)''۔

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ وحدت سے عالمِ کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پہچان ''اسمِ اَللّٰهُ ذات'' کے ذریعے کروائی۔حدیثِ قدسی ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

پوشیدہ خزانہ سے مراد یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی ''ذات، اسماء وصفات'' سمیت پوشیدہ ومخفی تھی پھر ''ذات'' کے اندر جذبہ پیدا ہوا جس کی طرف بظاہر ''فَاَحْبَبْتُ'' کے سادہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے یعنی ''تو میں نے چاہا'' مگر یہ چاہت اِس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ صوفیاء کرامؒ نے اِسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔محبت میں

اگر ''شدت'' پیدا ہو جائے تو وہ ''عشق'' بن جاتا ہے اور یہ جذبۂ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی اور یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول ٹھہرا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ ''میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا''۔

سلطان العارفین، سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو، اسے کوئی پہچاننے والا ہو) تو خود سے اسمِ ذات جدا کیا (خود کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا) اور اس سے نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا اور اپنی قدرتِ توحید کے آئینہ (نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دیکھا تو نُورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر (نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں اپنے تعین پر) مشتاق و مائل و فریفتہ ہوا اور اپنی ہی بارگاہ سے رب الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کُل مخلوقات کی ارواح کو پیدا فرمایا۔'' (عین الفقر)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی آئینۂ قدرت میں خود کو صُورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دیکھا تو اپنے اس رُوپ پر خود ہی عاشق اور فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نُورِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جوہرِ خاص بنا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''امرِ کُن'' فرما کر نُورِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام عالم کی کل مخلوق کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ''

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصے میں آیا اور جب اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اپنے روبرو صف آرا فرمایا تو خود کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں جلوہ گر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس لیے وہ اسم میں بھی اور ذات میں بھی واحد اور احد ہے۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسنِ بے مثال و لامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حسنِ مُطلق کی تعریف و ذکر میں محو ہو گئیں۔ یہی تعریف، ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور دیدارِ الٰہی جملہ ارواح کا رزق بنا اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ اظہارِ جمال کے بعد مزید شفقت و مہربانی فرمائی اور اس کے متعلق قرآن میں بیان بھی فرما دیا تاکہ مخلوق اپنے خالق کی مکمل پہچان اور معرفت حاصل کر لے۔ فرمایا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف۔172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟ (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلوؤں، دیدار اور میرے ذکر پر پَل نہیں رہے ہو؟)

اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے منور اور مدہوش تھیں اور ہر کدورت اور آلائش سے پاک تھیں اس لیے سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

قَالُوْا بَلٰى (الاعراف۔172) ترجمہ: ''کہا، ہاں کیوں نہیں! (تو ہی پالنے والا ہے)''

یعنی ہاں! اے ہمارے ربّ ہم تیرے حسن و جمال کے جلوؤں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پَل رہے ہیں تو اور کس پر پَل رہے ہیں؟

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ اور دوسرے صوفیاء کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟'' تو سب نے بیک زبان جواب دیا ''ہاں یا اللہ تو ہی ہمارا ربّ ہے'' قابلِ غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے کان، سوچ، سمجھ اور زبان کا ہونا ضروری ہے اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح کا مکمل وجود ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں بارہا ذکر ہے فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ اس لیے کہ ان کے پاس قلب (بمعنی روح) ہے لیکن یہ لوگ قلب کی تحقیق نہیں کرتے' ان کے پاس (روح کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ ان آنکھوں سے دیکھتے نہیں' (روح کے) کان تو ہیں لیکن یہ لوگ ان کانوں سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (الاعراف۔179)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ''گونگے، بہرے اور اندھے ہیں یہ ہرگز راہِ راست پر نہیں آئیں گے''۔ (البقرہ۔18)

ان چند آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی اور سماعت کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایسے حواس موجود ہیں جن کا تعلق اس کے باطن یعنی روح سے ہے۔

ان چند آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی اور سماعت کے علاوہ بھی انسان کے

پاس ایسے حواس موجود ہیں جن کا تعلق اس کے باطن یعنی روح سے ہے۔ جس طرح عالمِ خلق میں کسی بھی چیز کو پہچاننے کے لیے دو نوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بینائی اور دوسری روشنی، اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پہچان سکتا، اندھا ہو جائے یا گھپ اندھیرا ہو دونوں صورتوں میں کسی شے کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح عالمِ ارواح میں بھی دو نور موجود تھے ایک روح کی آنکھ جو پہلے ثابت کی گئی ہے دوسرا نور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کا نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے ترجمہ: ''اَللّٰہُ'' (اسمِ ذات) نور ہے زمین اور آسمان کا'' (النور۔35)

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اور قَالُوْا بَلٰی کے سوال وجواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت بھاری امانت اُٹھانے کی مشقت ان ارواح پر ڈالنی چاہی اور فرمایا: ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اُٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' لیکن ارواحِ انسانی کے سوا سب مخلوقات کی ارواح نے اس بارِ امانت کو اُٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیوں کہ عشقِ الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے۔ اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشقِ الٰہی کی آگ میں کود گیا۔ اس واقعہ کو قرآنِ مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

❁ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (الاحزاب۔72)

ترجمہ: ''ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اُٹھا لیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے''۔ صوفیاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔

المختصر پھر انسان نے جب اللہ تعالیٰ کے روبروسرِ محفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر و فراق کی بھٹی میں ڈال کر اس کے جذبہ عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عنصری جسم دے کر اس دنیا کے دارالامتحان میں لا کھڑا کیا اور اسے اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ میں اُتارا اور اس کی فطرتِ نورانی میں نارِ شیطانی، خواہشاتِ نفسانی اور کدورت وآلائشِ دنیا فانی ملادی اور ارواح کی طاقتِ ایفاء، اخلاصِ وعدہ بَلٰی اور قوتِ اقرارِ عبودیت کی پوری پوری پرکھ اور آزمائش فرمائی اور ان ارواح کو بہشتِ قربِ وصال اور جنتِ حضور سے نکال کر نفس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرۂ امتحان میں لا کھڑا کیا۔

انسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اُترا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پردے کو اس چیز کا ظاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجیے۔ اس کی اصل (یعنی مغز) پر لکڑی کا ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مالٹے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کی ساخت کا مادہ (Material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانی روح سے بھی یہی سلوک کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سفلی جہان کا مادی عنصری سفلی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف روحانی جسم کے لیے بمنزلہ پوست، چھلکے یا ''لباس'' کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لیے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی باگ ڈور انسان کے لطیف روحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس پر تین شکاری (نفس، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے جو اس کو گھیر کر اس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے درپے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراطِ مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پا لے گا۔ اس کے برعکس اگر شیطان و نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہو جائے گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں:

❁ انسان کا ظاہر اس کی صورت اور جسد (جسم) ہے اور انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ جسد اور ہے اور روح اور ہے۔ حالانکہ متکلم انسان واحد ہے۔۔۔۔۔۔ انسان کے جسد کی پرورش کی جائے اور شجرۂ روح کو پانی نہ ملے تو روح کا پودا خشک ہو جائے گا اور جسم کا درخت تازہ اور فربہ ہو جائے گا۔ صفاتِ حیوانیت غالب آ جائیں گی اور صفاتِ روح مغلوب ہو جائیں گی اسی طرح جب روح کی پرورش (ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات) سے کی جاتی ہے تو صفاتِ روح صفاتِ بشریت پر غالب آ جاتی ہیں۔ (شرح فصوص الحکم والایقان صفحہ 107)

❁ دینِ قیّم دراصل روح کے جسم پر غالب آنے کا نام ہے۔ (ایضاً صفحہ 141)

گویا اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی نطفے سے ہے اور یہ عالمِ خلق کی چیز ہے۔ دوسرا علوی لطیف رُوحانی جسم ہے جسے روح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ اَمر کی چیز ہے۔ ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ (حدیث نبوی ﷺ)

ترجمہ ''ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے''۔

مادی حیوانی جسم کی بناوٹ وترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیاء اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع، گیس) سے ہے اس لیے اس کا میلان ورحجان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ان سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ''دَآبَّۃٍ'' کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے کہ:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا O (سورۃ ھود۔6)

ترجمہ: ''نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے''۔

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اس میں کمی یا بیشی نہیں ہوتی، چاہے اس کے لیے جتنی بھی کوشش اور جتن کر لیے جائیں، جتنے مکروفریب اور حیلے کر لیے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا۔البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گنا سے ستر گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔اس روزی کی ترسیل کا انتظام بھی مکمل ہے۔فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔اس روزی کی ترسیل کے اللہ تعالیٰ نے دو راستے رکھے ہیں۔ایک راستہ توکّل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقت کا ہے۔جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا مجھے اس کے لیے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ شخص متوکّل ہے لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ اور توکّل نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب پر لگی رہتی ہے تو اس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ O (عنکبوت۔60)

ترجمہ: ''اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ اُٹھائے نہیں پھرتے اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی دینے والا ہے (یعنی تم اللہ پر توکل کیوں نہیں کرتے؟)''۔

اب جو مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لیے مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔کھیتی باڑی کرے،

ملازمت کرے، تجارت کرے، یا دستی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دوراستے ہیں ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا، اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع واسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیئے جائیں گے اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے اسے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہرحال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رزقِ حلال پر حساب ہے اور رزقِ حرام پر عذاب ہے۔"

حالانکہ انسان کو اس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بدعقیدہ ہو گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر اعتماد نہیں ہے اور رات دن اپنے زورِ بازو کے سہارے اپنے مقدر کیے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تلا رہتا ہے جو قطعاً ناممکن ہے۔

دوسری طرف انسان کا لطیف روحانی جسم چونکہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ اَمر کی چیز ہے اس لیے اس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، وصال اور محبتِ الٰہی کی طرف رہتا ہے اور اس کی روزی (رزق) ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ جس کی طرف قرآن وحدیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ صرف قیل وقال یا ظاہری تقلید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی ظاہری کتابی علم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور رسالت اور اسکی مخصوص روحانی قوت یا معجزات کا پتہ لگ سکتا ہے اور نہ ہی "وحی" کی حقیقت اور "معراج" کی کنہہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لیے تو ظاہری علماء نبی کے علمِ غیب، دنیا میں دیدارِ الٰہی، معراج کی حقیقت اور معجزات وغیرہ اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق اور باطنی رموز سے پردہ اُٹھانے کے لیے سب سے بہترین اور آسان راستہ ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصالِ الٰہی اور دیدار کا راستہ بغیر ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہرگز نہیں کھلتا جو دل کی زندگی کا باعث ہے۔

ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کیا ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○

ترجمہ: بیشک ''ذکرِ اَللّٰہُ'' (ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات) سے ہی دِلوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

(الرعد 28)

❁ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون۔9)

ترجمہ: ''اے ایمان والو تمہارے مال اور اولادیں تم کو ذکر اَللّٰہُ سے غافل نہ کردیں جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں''۔

❁ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ O (الجمعہ۔10)

ترجمہ: اور کثرت سے ''اسمِ اَللّٰہُ'' کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

❁ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًاO (الاحزاب۔41)

ترجمہ: اے ایمان والو ذکر اَللّٰہُ کثرت سے کیا کرو۔

❁ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا O (الاحزاب۔35)

ترجمہ: کثرت سے اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

❁ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِO (البقرہ۔152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

❁ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ O (آلِ عمران۔101)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ (یعنی اسمِ اَللّٰہُ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراطِ مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے۔

❁ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی O (البقرہ۔238)

ترجمہ: اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص کر وسطی نماز (قلبی ذکرِ اَللّٰہُ) کی۔

مزید فرمانِ الٰہی ہے:

❁ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ O (المائدہ۔91)

ترجمہ: ''بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب وجوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اَللّٰہُ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور پھر انسان کو اپنی پہچان کے نصیب آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے۔(مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ O جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پہچان لیا اس نے درحقیقت اپنے ربّ کو پہچان لیا۔ حدیث شریف) ایک ذکرِ لسانی ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے اس میں تلاوتِ کلامِ پاک، کلمہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار ہیں جو زبان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا من کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ پاس انفاس (سانسوں سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور) ہے جسے سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے لیکن ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی'' اور ''نماز مومن کی معراج ہے''۔ نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی نماز معراج بنتی ہے اور یہ مرتبہ صرف سلطان الاذکار کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ O (طٰہٰ۔14) ترجمہ: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔
  نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ہر لحہ ذکرِ اَللّٰہ کرتے رہنا ہے۔
- فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ O (النساء۔103)
  ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اَللّٰہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکرِ اَللّٰہ کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف ذکرِ پاس انفاس (ذکرِ خفی) ہی ہوسکتا ہے کیونکہ سانس کسی لحہ بھی بند نہیں ہوتی۔

- پھر ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:
  وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ O (الکھف 24)
  ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر اتنی محویت سے کر کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔
- پھر کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:
  وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا O (مزمل 8)

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اَللّٰہُ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور پھر انسان کو اپنی پہچان کے نصیب آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے۔ (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ○ جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پہچان لیا اس نے درحقیقت اپنے ربّ کو پہچان لیا۔ حدیث شریف) ایک ذکرِ لسانی ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے اس میں تلاوتِ کلامِ پاک، کلمہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار ہیں جو زبان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا من کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ پاس انفاس (سانسوں سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور) ہے جسے سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی'' اور ''نماز مومن کی معراج ہے''۔ نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی نماز معراج بنتی ہے اور یہ مرتبہ صرف سلطان الاذکار کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○ (طٰہٰ۔14) ترجمہ: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔
  نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ہر لحہ ذکرِ اَللّٰہ کرتے رہنا ہے۔

- فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ○ (النساء۔103)
  ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اَللّٰہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکرِ اَللّٰہ کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف ذکرِ پاس انفاس (ذکرِ خفی) ہی ہو سکتا ہے کیونکہ سانس کسی لحہ بھی بند نہیں ہوتی۔

- پھر ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:
  وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ○ (الکہف 24)
  ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر اتنی محویت سے کر کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔

- پھر کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:
  وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ○ (مزمل 8)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اور اپنے ربّ کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

❁ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ (الاعلیٰ 01)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے ربّ کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

❁ پھر پہلی وحی میں بھی اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر کا حکم ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (العلق 01)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (حاقتہ 52، واقعہ 96 اور 74)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے ربِّ عظیم کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کی تسبیح بیان کرو۔

❁ اب یہ ذکر کس طرح کرنا ہے اِس کا بھی اعلان فرما دیا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (اعراف 205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کرو اپنے ربّ کا دِل میں، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے خفیہ طریقے سے، عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

❁ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (اعراف 55)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر کرو خُفیہ طریقے سے اور عاجزی سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

ذکرِ خفی سے غافل اور اس کا علم نہ رکھنے والے انسان کی پیروی اور اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

❁ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکہف 28)

ترجمہ: ''(اے محبوب ﷺ) آپ ان لوگوں کے ساتھ رہا کریں جو رات دن اپنے ربّ کی بارگاہ میں دیدارِ الٰہی کی خاطر التجا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی آنکھیں زینتِ دنیا کی تلاش میں نہ

پھرا کریں اور اس کا کہا ہرگز نہ مانیں جس کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقصدِ حیات یعنی معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے، روح کی ترقی و بالیدگی کے لیے، قلبِ سلیم اور اطمینانِ قلب کے لیے اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لیے، رضائے الٰہی اور معراج کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ جمالیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے لیتے ہیں اور سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں جس طرح ''اکاس بیل'' (عشق پیچاں کی بیل) پورے درخت کو گھیر لیتی ہے اس طرح انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان دھنس جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (روح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

❁ ''وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى'' (سورۃ طٰہٰ 124)

ترجمہ: جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی روح کی) روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔

یعنی جسے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی وہ روحانی طور پر اندھا رہتا ہے اِسی لیے اسے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوگی اور اسے اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل 72)

ترجمہ: اور جو اس دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اُس کی پہچان ہو۔ اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری۔ کسی چیز کی پہچان کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے اور

''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ دیگر حواس اور اعضاء شناخت کے کمزور اور ناقص آلے ہیں اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا تصور اور سانسوں سے کیا جانے والا ذکر سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔صرف یہی ذریعہ معرفت اور وسیلہ دیدارِ پروردگار ہے۔تصور سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت (روح) پر اثر انداز ہو کر اسے زندہ اور بیدار کرتا ہے اور اس طرح تصور اور ذکر اپنے ''حقیقی مقام'' (روح) پر مرکوز ہوتا ہے۔دوسرے طریقوں پر ذکر کرنے سے ذاکر اپنے اصلی مقصد اور حقیقی غرض سے بہت دور رہتا ہے۔گویا ذکر کا اصل مقصد ''باطنی آنکھ'' (روح) کو بیدار کرنا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے ''نورِ بصیرت'' حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔

ذکر اور تصور کیا ہے؟

تصور کے لغوی معنی خیال، دھیان، تفکر اور مراقبہ کے ہیں۔ ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دل ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے، ایک لمحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے اور جن چیزوں کے متعلق ہمارا دل سوچتا ہے ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر سامنے آجاتا ہے اِسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا، دنیا کے لوگوں اور دنیا کی اشیاء سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔ صوفیاء کرامؒ ذکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذِکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔ سورۃ مزمل کی اس آیت وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ (ترجمہ: اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژمُردہ (مرجھائی، سوکھی ہوئی) فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کو بدلنے کی ہے۔ اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیاء اور

اشکال کی بجائے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیاء سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق ومحبت پیدا ہوجاتا ہے اور انسان کے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہوجاتی ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات اور فقراء

❁ پیرانِ پیر دستگیر سیدّنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب ایک بار دل سے کہا جائے ''اَللّٰہُ'' پھر دل میں غیر باقی نہ رہے'' اور دوسری جگہ فرماتے ہیں ''جب کسی کے دل میں اسمِ اَللّٰہُ ذات آجاتا ہے تو اس سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک نار اور دوسری نور، نار سے تمام غیر اللہ تصورات و مادی محبتیں جَل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئینہ بن جاتا ہے۔'' (الفتح الربانی)

❁ سیدّنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ملفوظاتِ غوثیہ میں ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ ملک شام کی مسجد میں بھوک کی حالت میں پہنچے اور اپنے نفس سے کہا کہ کاش میں اسمِ اعظم جانتا ہوتا۔ دفعتاً دو شخص آسمان کی طرف سے اُترے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا تیری خواہش اسمِ اعظم جان لینے کی ہے دوسرے نے کہا ہاں! اس نے جواب دیا کہ تو ''اَللّٰہُ'' کہہ یہی اسمِ اعظم ہے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں میں نے دل میں کہا کہ اس کو تو میں کہا ہی کرتا ہوں مگر اسمِ اعظم کی جو خاصیت ہے وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اس آدمی نے جواب دیا یہ بات نہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ 'اَللّٰہُ' اس طرح سے کہو کہ دل میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ (الفتح الربانی۔ملفوظاتِ غوثیہ)

❁ بُری صفات سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ آئینۂ دِل کو ظاہر و باطن میں مصقلِ توحید (تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات) و علم وعمل و شدید مجاہدہ سے صاف کیا جائے حتیٰ کہ نورِ توحید (نورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات) وصفاتِ الٰہیہ سے دل زندہ ہوجائے اور اس میں وطنِ اصلی کی یاد تازہ ہوجائے اور وطنِ حقیقی کی طرف مراجعت کا شوق پیدا ہو۔ (سرالاسرار فصل نمبر 10)

❁ حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ (جلد اوّل) میں فرماتے ہیں:

❁ اَللّٰہُ اسمِ ذات ہے جو جمیع اسماء وصفات ہے۔ (فصوص الحکم باب فصِ ادریسہ)

❁ ھُو عارفین کا آخری اور اعلیٰ ذکر ہے۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد دوم، باب پنجم)

سید عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:

❁ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی سوائے اسماء وصفات کی راہ کے اور کوئی شناخت (پہچان) کی راہ نہیں ہے اس لیے

کہ تمام اسماء وصفات اسمِ اَللّٰہُ کی تحت میں ہیں۔ثابت ہوا کہ اسمِ اَللّٰہُ کے سوا اللہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے اسمِ اَللّٰہُ کو انسان کے لیے آئینہ بنایا ہے (تا کہ وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو دیکھے)۔

❀ ھُو اسمِ اعظم ہے اور یہ اسم اَللّٰہُ سے اخص ہے (انسانِ کامل)

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

❀ اسمِ اَللّٰہُ کا ذاکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے ربّ کے ساتھ واصل ہوتا ہے وہ احکامِ الٰہیہ پر سختی سے کاربند ہوتا ہے اور دل میں اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار وتجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں''۔

❀ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا یہ جملہ ''ملفوظاتِ فریدی'' میں مرقوم ہے کہ ''وہ مومن ہر گز نہیں جس کا ایک سانس بھی اسمِ اَللّٰہُ ذات کے بغیر جائے۔'' آپؒ فرماتے ہیں:

الف ہکو ہم، بس وے میاں جی ہور کہانی مول نہ بھانی
الف گدھم دل کھس وے میاں جی ب تے ت دی گل نہ کائی
الف رکیتم بے وس وے میاں جی

ترجمہ: ایک اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی ہمارے لیے کافی ہے ہمیں کسی اور وِرد و وظائف کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اسمِ اَللّٰہُ ذات نے ہی ہمارا دل منور کر دیا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات پوری طرح ہمارے اوپر حاوی ہو چکا ہے اور ہمیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہو چکی ہے۔

❀ آپؒ مزید فرماتے ہیں:

یار فریدا یار سنجانن کیتے ایہہ نسخہ ہِک ٹِک اے

ترجمہ: ''یار (اللہ تعالیٰ) کو پہچاننے کے لیے یہ نسخہ (اسمِ اَللّٰہُ ذات) قیمتی اور مجرب ہے''۔

❀ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

سب لِکھیا پڑھیا بھُلا رہیاں ہِکو نام سجن دا گا رہیاں
لُوں لُوں تے ساہواں نال دل لگڑا بے پرواواں نال

ترجمہ: جب سے ہمیں ذکر اور تصور کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات ملا ہے ہم نے تمام علوم کو فراموش کر دیا ہے کیونکہ اب ہمارا ہر سانس اور جسم کا ریشہ ریشہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر کر رہا ہے اور ہمارا رشتہ اس بے نیاز ''ذات''

سے قائم ہو چکا ہے۔

❁ حضرت بابا بُلھے شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

الف اَللّٰہ نال دل رَتا میرا — مینوں ب دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں مینوں سمجھ نہ آوے — لذت الف دی آئی
بلھیا قول الف دے پورے — جیہڑے دل دی کَرن صفائی

ترجمہ: اسمِ اَللّٰہُ ذات نے ہمارا دل اتنا روشن کر دیا ہے کہ ہمیں دوسرے کسی وظیفہ کی خبر نہیں کیونکہ دوسرے کسی وظیفہ سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا جو اسمِ اَللّٰہُ ذات پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی ہے جو دل کو صیقل کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے منور اور روشن کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کسی اور وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

کیوں پڑھنا ایں گڈ کتاباں دی — سر چاناں ایں پنڈ عذاباں دی
ایہہ پینڈا مشکل بھارا اے — اِک الف پڑھو چھٹکارہ اے

ترجمہ: کیوں تم نے کتابوں کے ڈھیر اکٹھے کر کے رکھے ہیں۔ جتنا علم حاصل کرتے جاؤ گے اتنے ہی حجابات بڑھتے جائیں گے اور روزِ جزا علم کے مطابق اپنے عمل کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے اس سے نجات اور چھُٹکارے کا ذریعہ صرف ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔

❁ حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نویس اَللّٰہ ' برلوحِ دِلِ من — کہ ہم خود را ہم اورا فاش بینم

''میرے دل کی لوح پر اسمِ اَللّٰہُ ذات لکھ اور مجھے بھی اور میرے اندر چھپے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو بھی آشکارا کر دے''۔

❁ نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں — خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی — اماں شاید ملے ''اَللّٰہُ ھُو'' میں

❁ موجودہ دَور کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہن ہنگامہ ہائے آرزو سَرد — کہ ہے مردِ مسلماں کا لہو سَرد
بُتوں کو میری لادینی مبارک — کہ ہے آج آتشِ ''اَللّٰہُ ھُو'' سَرد

- می نگنجد آن کہ گفت اَللّٰہُ ھُو — در حدودِ ایں نظام چار سُو

ترجمہ: جوذکر ''اَللّٰہُ ھُو'' کرتا ہے وہ زماں ومکان (Time and Space) کی حدود میں نہیں سماتا۔

- آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ ذکر تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا ہے۔

آمد از پیراہن او بوئے او — داد مارا نعرہ اَللّٰہُ ھُو

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نعرہ (ذکر) اَللّٰہُ ھُو دیا۔

- ذکرِ ھُو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا آخری مقام ہے اس کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ہر کہ پیماں با ھُو الموجود است — گردنش از بند ہر معبود رست

ترجمہ: جو ''ھُو'' کے ساتھ ''با'' ہوکر ھُو کے ساتھ موجود ہو گیا یعنی ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہ زندہ جاوید ہو گیا (یعنی فنافی ھُو ہو گیا) اور اس کی گردن ہر غلامی سے آزاد ہو گئی۔

تمام عارفین، فقراء اور اولیائے کاملین میں سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے ہی سب سے زیادہ اسم اَللّٰہُ ذات کے اسرار ورموز کو مفصل اور کھول کر بیان فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سو چالیس کتب میں جو اہم ترین موضوع رہا ہے وہ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ کامل کا معیار بھی اسمِ اَللّٰہُ ذات کے مشاہدہ، گفتگو اور اس کے تصور عطا کرنے سے معلوم فرماتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جو مرشد اسمِ اَللّٰہُ ذات سے ناواقف ہے وہ ناقص ہے''۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور اسمِ اَللّٰہُ ذات

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو چالیس کُتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسمِ اَللّٰہُ ذات کی شرح وتفسیر ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے اسرار ورموز کو کھول کر جتنا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی ایسا نہ کرسکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسمِ ذات اَللّٰہُ، لِلّٰہِ، لَہٗ، ھُو اسمِ اعظم ہیں۔ (عین الفقر)
- جسے بھی تقویٰ نصیب ہوا اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی سے ہوا۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں

✿ اسمِ اَللّٰہُ ہمچو در دِل آفتاب ظلمت از انوارِ او گردد خراب
نامِ اَللّٰہُ گشت آسان بر زبان کنہہ اَللّٰہُ مشکل است سِرّ نہاں

ترجمہ: جب دل میں اسمِ ''اَللّٰہُ'' کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے محض زبان سے اسمِ ''اَللّٰہُ'' کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اَللّٰہُ کے سِرّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ (محک الفقر کلاں)

✿ اسمِ اَللّٰہُ ذات ''عین اللہ پاک'' کی ذات ہے۔ (عین الفقر)

✿ سُن! اسمائے صفات کے ذکر سے استدراج پیدا ہوتا ہے لیکن اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر میں تفاوت و تجاوزِ استدراج ہرگز نہیں ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ کے چار حروف ہیں۔ ''ا، ل، ل، ہ'' جب اسم اَللّٰہُ سے الف جدا کیا جائے تو یہ اسمِ لِلّٰہ رہ جاتا ہے۔ جب الف کے بعد پہلا ''ل'' بھی جدا ہو جائے تو یہ اسمِ ''لَہٗ'' رہ جاتا ہے اور جب دوسرا ''ل'' بھی جدا ہو جائے تو یہ ''ھُوْ'' رہ جاتا ہے اور یہ چاروں اسمائے اعظم ''اللّٰہُ، لِلّٰہُ، لَہٗ، ھُوْ'' اسمِ اَللّٰہُ ذات ہیں۔ (عین الفقر)

✿ ''تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کے ذریعے طالبِ اللہ لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدۂ انوارِ دیدارِ ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہاں کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ عین دیکھتا ہے عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ یہ مراتب توفیق ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نور ہے اس نورِ توفیق سے طالب اپنے وجود کے اندر اپنے نفس کی صورت، اپنے قلب کی صورت، اپنی روح کی صورت اور سِرّ کی صورت کی شناخت کر لیتا ہے اور یہ چاروں صورتیں اس سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ بعد ازاں طالب اہلِ توفیق حق لے لیتا ہے اور باطل کو چھوڑ دیتا ہے جو شخص ان مراتب کو پہنچے اسے ''طے الفقر وحی الوجود'' کہتے ہیں اور وہ صاحبِ معرفت یُحْیِ الْقُلُوْبِ وَیُمِیْتُ النَّفْسِ (دلوں کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا) ہوتا ہے۔ اس کے لیے زندگی و موت ایک، سونا و جاگنا ایک، مستی و ہشیاری ایک، بھوک و سیری ایک، پڑھنا نہ پڑھنا ایک، مجاہدہ و مشاہدہ ایک، قال و سکوت ایک اور خاک و سونا چاندی ایک ہو جاتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✿ کُل سلکِ سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ایسے مرتبے کو پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاء و اولیاء سے ملاقات کرے اور ان

❁ اسمِ اَللّٰہُ ہمچو در دِل آفتاب ظلمت از انوارِ او او گردد خراب
نامِ اَللّٰہُ گشت آسان بر زبان کنہہ اَللّٰہُ مشکل است سِرّ نہاں

ترجمہ: جب دل میں اسمِ ''اَللّٰہُ'' کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے محض زبان سے اسمِ ''اَللّٰہُ'' کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اَللّٰہُ کے سِرّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات ''عین اللہ پاک'' کی ذات ہے۔ (عین الفقر)

❁ سُن! اسمائے صفات کے ذکر سے استدراج پیدا ہوتا ہے لیکن اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر میں تفاوت و تجاوزِ استدراج ہرگز نہیں ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ کے چار حروف ہیں۔ ''ا، ل، ل، ہ'' جب اسم اَللّٰہُ سے الف جدا کیا جائے تو یہ اسمِ لِلّٰہ رہ جاتا ہے۔ جب الف کے بعد پہلا ''ل'' بھی جدا ہو جائے تو یہ اسمِ ''لَہٗ'' رہ جاتا ہے اور جب دوسرا ''ل'' بھی جدا ہو جائے تو یہ ''ھُو'' رہ جاتا ہے اور یہ چاروں اسمائے اعظم ''اللّٰہُ، لِلّٰہُ، لَہٗ، ھُو'' اسمِ اَللّٰہُ ذات ہیں۔ (عین الفقر)

❁ ''تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کے ذریعے طالبِ اللہ لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدۂ انوارِ دیدارِ ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہاں کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ عین دیکھتا ہے عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ یہ مراتب توفیق ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نور ہے اس نورِ توفیق سے طالب اپنے وجود کے اندر اپنے نفس کی صورت، اپنے قلب کی صورت، اپنی روح کی صورت اور سِرّ کی صورت کی شناخت کر لیتا ہے اور یہ چاروں صورتیں اس سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ بعد ازاں طالب اہلِ توفیق حق لے لیتا ہے اور باطل کو چھوڑ دیتا ہے جو شخص ان مراتب کو پہنچے اسے ''طے الفقر وحی الوجود'' کہتے ہیں اور وہ صاحبِ معرفت یُحْیِ الْقُلُوْبِ وَیُمِیْتُ النَّفْسِ (دِلوں کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا) ہوتا ہے۔ اس کے لیے زندگی و موت ایک، سونا و جاگنا ایک، مستی و ہشیاری ایک، بھوک و سیری ایک، پڑھنا نہ پڑھنا ایک، مجاہدہ و مشاہدہ ایک، قال و سکوت ایک اور خاک و سونا چاندی ایک ہو جاتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ کُل سلکِ سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ایسے مرتبے کو پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاء و اولیاء سے ملاقات کرے اور ان

کا ہم مجلس ہو جائے۔ یہ توفیق صرف تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دل میں انوارِ دیدار پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ذکر فکر، وِرد و وظائف سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہے۔ جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ و واہمات و خیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اسے حضور و صال سمجھتا ہے۔ خبردار! "کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ" (برتن سے وہی چیز برآمد ہوتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے) اپنے وجود میں قیاس کر لے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ ہر قفل کے لیے ایک کُنجی ہوتی ہے اور انسان کے وجود کی کُنجی "تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات" ہے جو شخص وجود کا قفل کھول کر قلبِ سلیم کا خزانہ حاصل کرنا چاہے تو "تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات" سے ایسا کرے۔ (عین الفقر)

❁ ایسے صاحبِ دم کو ہر طرح سے امن و امان ہے جس شخص کا گوہرِ دَم اس طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہوا سے کچھ پرواہ نہیں کہ وہ خلقت میں گمنام ہو یا مشہور ہو۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، مال، تلاوتِ قرآنِ مجید اور ہر قسم کی دیگر عبادات کرتا رہے یا عالم بن کر اہلِ فضیلت بن گیا ہو لیکن اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بیگانہ رہا اور ان دونوں اسماء پاک سے شغل نہیں کیا تو اس کی ساری عمر کی عبادت برباد و ضائع ہو گئی۔ (عین الفقر)

❁ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

❁ واضح رہے کہ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی مشق سے دنیا و آخرت کی زندگی سے نجات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کرنے والے کا وجود ظاہر و باطن میں نص و حدیث کے موافق ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے اور وہ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کے مصداق اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کرنے والا ذاکر اللہ تعالیٰ کا خزانہ اور اس کا بھید ہوتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی مشق کرنے والا معشوق بے مشقت اور محبوب بے محنت ہوتا ہے۔ اسے عمدہ مراتب نصیب ہوتے ہیں اور وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے وہ تمام دِلوں کا پیارا ہو جاتا ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے

تصور اور تصرف سے طالبِ اللہ مخلوقِ خدا کے لیے فیض بخش ہوتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے بغیر دل سے سیاہی و کدورت و زنگار اور خطراتِ شرک و کُفر کی نجاست دُور نہیں ہوتی۔ (شمس العارفین)

❁ مشق تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ بارانِ رحمت سے خشک گھاس اور خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات صاحبِ تصور کے لیے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ پناہ گاہ بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

❁ اعمالِ ظاہر سے دل ہرگز پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی دل سے نفاق جاتا ہے جب تک کہ دل کو مشق تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی آگ سے نہ جلایا جائے اور نہ ہی اس کے بغیر دل کا زنگار اُترتا ہے ذکرِ ''اَللّٰہُ'' کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا۔ (شمس العارفین)

❁ جو شخص چاہے کہ زرّیں و اطلس کا لباس پہنے اور عمدہ خوراک کھانے کے باوجود اُس کا نفس مطیع و فرمانبردار رہے، حادثاتِ دنیا سے مامون رہے، معصیتِ شیطانی سے محفوظ رہے اور اُس کے وجود سے خناس، خرطوم و وسوسہ و وہمات و خطرات خاک و خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ مشقِ تصور سے اپنے دل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش کرے، اس طرح اُس کا دل غنی ہو جائے گا اور بے شک وہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

سلطان الاذکار ھُو کیا ہے؟ اس کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصانیف عین الفقر، نور الہدیٰ کلاں اور کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں:

کسے بس ذکر گوید ھُو ہویدا وجودش می شود زاں نور پیدا

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکرِ ھُو جاری ہو جاتا ہے اُس کا وجود نورِ ذات میں ڈھل جاتا ہے

اسمِ اعظم انتہائے با ھُو بود وردِ باھُوؒ روز و شب ''یاھُو'' بود

ترجمہ: اسمِ اعظم ھُو سے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس لیے باھُوؒ دن رات ذکرِ ''یاھُو'' میں غرق رہتا ہے۔

باھُوؒ ھُو بُرد یا آور بُرد ہر کہ بہ آں عین بیند کہ نمرد

ترجمہ: باھُوؒ "ھُو" میں فنا ہوکر زندہ جاوید ہوگیا اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جو عین ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (عین الفقر)

اَبتدا "ھُو" انتہا "ھُو" ہر کہ با "ھُو" می رسد عارفِ عرفاں شود ہر کہ با "ھُو" "ھُو" شود

ترجمہ: ابتدا بھی "ھُو" ہے اور انتہا بھی "ھُو" ہے جو کوئی "ھُو" تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور "ھُو" میں فنا ہوکر "ھُو" بن جاتا ہے۔

- اگر تُو "ھُو" کے اسرار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دِل سے نکال دے۔ (قربِ دیدار)

- جس کے وجود میں ذکرِ اسم "ھُو" کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے اُسے "ھُو" (ذاتِ حق) سے محبت ہو جاتی ہے اور وہ غیر ماسویٰ اللہ سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)

- جب کوئی دل کے ورق سے اسمِ "ھُو" کا مطالعہ کرلیتا ہے تو پھر اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی ایسی حالت میں وہ خَلق کی نظر میں بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں وہ صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

- ذکرِ ھُو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُو غالب آ کر اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں ھُو کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (محک الفقر کلاں)

- جس کے وجود میں ذکر اسمِ "ھُو" جاری ہو جاتا ہے اُسے "ھُو" سے انس ہو جاتا ہے اور وہ غیر ماسویٰ اللہ سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)

- شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے، معرفت لاھُوت ہے اور ان کا جامع لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اور ھُو ہے، لَآ اِلٰہَ ذکرِ ناسوت ہے، اِلَّا اللّٰہُ ذکرِ ملکوت ہے، اَللّٰہُ ذکرِ جبروت ہے اور ھُو ذکرِ لاھُوت ہے۔ (محک الفقر کلاں)

لاھوت وہ جہاں ہے جس کی حد پر معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا تھا کہ اگر میں جبروت سے نکل کر لاھوت کی حد میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو جل جاؤں گا یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا ہی سفر فرمائیں۔ لاھوت لامکان میں دیدارِ الٰہی ہے اور یہاں داخلہ ذکرِ ھُو سے ہی ممکن ہے اور یہ انسان کا شرف ہے۔

الف اَللّٰہ چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی مِلیس، ہر رَگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھلاں تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ، جیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میرا مرشد کامل ہمیشہ حیات رہے جس نے مجھ پر فضل وکرم اور مہربانی فرمائی اور اپنی نگاہِ کامل سے میرے دِل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش فرمادیا ہے اور نفی (لَآ اِلٰہَ) اور اثبات (اِلَّا اللّٰہُ) کا راز مجھ پر کھول دیا ہے اب اسمِ اَللّٰہُ ذات کا یہ راز اور اس کے اسرار میری رگ رگ، ریشہ ریشہ، مغز و پوست اور ہڈیوں تک میں سرایت کر گئے ہیں۔ اب تو اسمِ اَللّٰہُ ذات پورے وجود کے اندر اتنا پھیل چکا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو اسرار اور راز مجھ پر کھل چکے ہیں اُن کو ساری دنیا پر ظاہر کردوں لیکن خواص کے یہ اسرار عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیے جاسکتے اسی لئے اِن اسرار اور رازوں کو سنبھالتے سنبھالتے جان لبوں تک آچکی ہے اور ظاہر باطن میں جدھر نظر دوڑاتا ہوں اب مجھے اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی نظر آتا ہے اور حالت اس آیت کی مثل ہو چکی ہے ”تم جس طرف بھی اپنا چہرہ پھیرو گے اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا“۔ (البقرہ۔115)

اندر ھُو تے باہر ھُو، ایہہ دَم ھُو دے نال جلیندا ھُو
ھُو دا داغ محبت والا، ہر دَم پیا سڑیندا ھُو
جِتھے ھُو کرے رُشنائی، اُوتھوں چھوڑ اندھیرا ویندا ھُو
میں قُربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑا ھُو نوں صحی کریندا ھُو

ترجمہ: جو طالب ”اسمِ اَللّٰہُ ذات“ کو مرشد کامل اکمل کی مہربانی سے اپنے دل پر نقش کر لیتا ہے اُسے اپنے اندر اور باہر ہر طرف ”اسمِ اَللّٰہُ ذات“ ہی نظر آتا ہے اور حالت یہ ہوتی جاتی ہے کہ ”تم جدھر چہرہ کرو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا ہی چہرہ نظر آئے گا“ (البقرہ 15)۔ اللہ تعالیٰ کی محبت جب دِل کے اندر گھر کر لیتی ہے تو دوسری ہر محبت جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور عشق ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اُن عاشقانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جو ”ذکرِ ھُو“ میں خود کو گم کر کے رازِ حقیقی پا لیتے ہیں۔

یار یگانہ مِلسی تینوں، جے سِر دی بازی لائیں ھُو
عشق اَللّٰہ وِچ ہو مستانہ، ھُو ھُو سدا الائیں ھُو

نال تصور اِسم اَللّٰہ دے، دَم نوں قید لگائیں ھُو
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا، تد باھُو نام سدائیں ھُو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات تجھے تب حاصل ہوگی جب تو عشق کی راہ میں قدم رکھے گا اور سَر کی بازی لگائے گا اگر اس ذات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو عشقِ حق تعالیٰ میں بے خود ہو جا اور اس کے لئے ہر لحہ ذکرِ ''ھُو'' میں غرق رہ اور ساتھ ساتھ تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی جاری رکھ اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اپنی ذات کو حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کر لیا یعنی فنافی ھُو ہو گیا تو تب میرا نام باھُوؒ ہوا۔

مشقِ مرقومِ وجودیہ

مشقِ مرقومِ وجودیہ میں انگشتِ شہادت سے نقش اسمِ اَللّٰہُ ذات کو سامنے رکھ کر تفکر سے وجود کے مختلف اعضاء پر اسمِ اَللّٰہُ ذات لکھا جاتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ مشقِ مرقومِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ کُل و جز کے جملہ مراتب حاصل کرنا اور واصل بحق ہونا مشقِ مرقومِ وجودیہ ہی سے ممکن ہے۔ مشقِ مرقومِ وجودیہ میں وجود پر بذریعہ تفکر (مخصوص طریقہ سے) اسمِ اَللّٰہُ ذات لکھا جاتا ہے جس سے طالب کے وجود میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ہر ایک حرف سے تجلی پیدا ہوتی ہے جو طالب کو یکدم حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبے پر پہنچا دیتی ہے طالب غنی و لایحتاج ہو جاتا ہے اور وہ مرتبہ غنایت اکسیر کیمیا[1] سے فقیر عامل کیمیا گر اور مرتبہ ہدایتِ اکسیر سے بحر و بر کا مالک کیمیا نظر ولی ہو جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ وہ کونسی راہ ہے اور وہ کونسا علم ہے کہ جس سے طالبِ اللہ آفاتِ شیطانی، بلیاتِ نفسانی اور حادثاتِ دنیائے پریشانی سے بچ کر قربِ ربانی میں پہنچ جاتا ہے اور فنا فی اللہ ہو کر ہمیشہ غرقِ نور اور مشرفِ وصال رہتا ہے۔ اُسے وصالِ لازوال حاصل رہتا ہے وہ قیل وقال کو چھوڑ دیتا ہے اور دیدارِ جمال کے مشاہدے کی لذت حاصل کرتا رہتا ہے۔ وہ علم و راہ ''مشقِ مرقومِ وجودیہ'' ہے کہ جس سے اسمِ اَللّٰہُ ذات طالب اللہ کے ساتوں اندام کو سَر سے قدم تک اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جس طرح گھاس کی بیل درخت کو اپنی لپیٹ میں

---

[1] جس طرح عملِ اکسیر کے ذریعہ کیمیا گر کسی بھی دھات کو سونے میں تبدیل کر دیتے ہیں اسی طرح ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعے مرشد کی باطنی توجہ سے آدمی کی شخصیت یا کردار تبدیل ہو جاتا ہے۔

لے لیتی ہے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات طالبِ اللہ کے وجود کو سَر سے قدم تک اِس طرح اپنے قبضہ وتصرف میں لے لیتا ہے کہ اُس کے ہر اندام پر اَللّٰہُ، اَللّٰہُ کا نقش تحریر ہو جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

طالبِ مولیٰ جب تصور سے مشقِ مرقومِ وجودیہ کرتا ہے تو سر سے قدم تک اس کے ساتوں اندام نور کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور طالب مولیٰ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت پاک ہوتا ہے۔ مشقِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی پاکیزگی کی برکت سے طالب مولیٰ نوری بچہ بن کر مجلسِ محمدی ﷺ میں داخل ہو جاتا ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لطف وکرم وشفقت فرماتے ہیں اور اس معصوم نوری بچے کو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے پاس لے جاتے ہیں جہاں خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسے اپنا نوری فرزند قرار دے کر اپنا نوری دودھ پلاتی ہیں جس سے وہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا شیر خوار نوری بچہ بن جاتا ہے اور اس کا نام فرزندِ حضوری اور خطاب فرزندِ نوری ہو جاتا ہے۔ باطن میں وہ اسی نوری حضوری بچے کی صورت میں ہمیشہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتا ہے اور بظاہر اربعہ عناصر کے ظاہری وجود کے ساتھ لوگوں میں ہر خاص وعام سے میل جول رکھتا ہے یہ مراتب ہیں کامل فقیر کے۔

(باب شرح فقر۔ نور الہدیٰ کلاں)

2- تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ساتھ ساتھ تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسرار ورموز کو بھی کھول کر بیان فرمایا ہے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مرشدِ کامل اکمل وہی ہے جو اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی راہ جانتا ہے۔ آپ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ساتھ ساتھ اسمِ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تصور کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ مبارک میں صحابہ کرامؓ نے معرفتِ الٰہی کی تمام منازل اور مراتب آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے دیدار اور آپ ﷺ کے قرب ونگاہِ کامل کی توجہ سے حاصل کیے۔ آپ

ﷺ کے وصال کے بعد آنے والے طالبانِ مولیٰ آپ ﷺ کے اسمِ مبارک کے توسط اور برکت سے آپ ﷺ کی مجلس تک باطنی طور پر رسائی حاصل کر کے آپ ﷺ کے کرم وتاثیر سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی مہربانی اور ساتھ کے بغیر آج تک نہ کوئی اللہ تک پہنچ پایا ہے نہ پہنچ پائے گا۔ جب تک آپ ﷺ کی نگاہ کی توجہ حاصل نہ ہو، روح نہ زندگی پاتی ہے اور نہ وصال ومعرفتِ الٰہی۔ موجودہ زمانے میں آپ ﷺ کی نگاہِ کامل سے فیض یاب ہونے کا ذریعہ ذکر وتصور اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ محمد ﷺ ہے جو طالب کو آپ ﷺ کی مجلس میں لے جاتا ہے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کا ساتھ نصیب کرتا ہے۔ اس مجلس میں صبر واستقامت، ادب وحیا اور مکمل اطاعت وپیروی کے ساتھ دنیاوی تعلقات کو قطع کر کے مستقل حاضری کے بعد ہی ایک طالب اس لائق بنتا ہے کہ اسے محبوبیت کے مراتب حاصل ہوں اور اللہ کی معرفت و وصال نصیب ہو۔

اللہ کے بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسمِ اَللّٰہُ اس کا ذاتی نام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسم 'محمد' آپ ﷺ کا ذاتی نام ہے۔ جس طرح اسمِ ''اَللّٰہُ'' اللہ کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ قوت والا اسم ہے اسی طرح اسمِ ''محمد'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ اثر اور قوت رکھنے والا اسم ہے۔

اسمِ ''محمد'' کا اس وقت ظہور ہوا جس وقت انوارِ الٰہیہ اور تجلیات نورِ محمدی کے سوا کسی شے کا ظہور نہ ہوا تھا اس لیے اسمِ ''محمد'' ﷺ خود بھی منبع انوار وتجلیات ہے اور معجزانہ شان کا حامل ہے۔ ظہورِ ذات حق تعالیٰ کی ترتیب کو مدِنظر رکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نورِ الٰہی' صورتِ محمد ﷺ میں ظاہر ہوا۔ جب اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں خود کو ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کی صورت میں ظاہر فرمایا تو اس میں ''ذات'' سے مراد نورِ محمدی یا ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اللہ کی اوّل تخلیق اور ''نور'' سے ''ذات'' کا پہلا اظہار ہے چنانچہ ''اسمِ محمد''، ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' سے جدا یا علیحدہ نہیں بلکہ ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' ''اسمِ محمد'' میں اور ''اسمِ محمد''، ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' میں گم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور آپ ﷺ کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (سورۃ الفتح 10)

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ جو لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیo اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o (النجم 4-3)

ترجمہ: ''اور یہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے وہ تو وہی فرماتے ہیں جو ان کو (اللہ کی طرف سے) وحی کی جاتی ہے''۔

اللہ کے بندے جب اللہ کا دیدار، معرفت اور وصال چاہتے ہیں تو یہ دیدار وصال اور معرفت صرف ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کی صورت میں ممکن ہے کیونکہ اس ''ذات'' کے اظہار سے پہلے اللہ کی صورت اور ماہیت کو سمجھنا اور پہچاننا کسی انسان کے لیے سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ممکن نہیں کیونکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اللہ کی اس صورت کا دیدار اور قرب حاصل کرنے والے ہیں۔ صورتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی معرفت اور وصال کے لیے راہِ فقر اختیار کر کے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور اور ذکر کیا جاتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسمِ ''مُحَمَّد'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

''اَلْفَقْرُ فَخْرِی'' کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتدا اسمِ اَللّٰہُ سے ہے یعنی فقراء اسمِ اَللّٰہُ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اَللّٰہُ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کہ اسمِ ''اَللّٰہُ'' اسمِ ''مُحَمَّد'' میں تبدیل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو میں ہے اور میں تو ہوں''۔ یعنی یہ دو نام ایک ہی صنف سے ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے)۔

چنانچہ اسمِ ''مُحَمَّد'' درحقیقت اسی قوت اور اثر کا حامل ہے جو اسمِ اَللّٰہُ کو حاصل ہے۔ لیکن اسمِ اَللّٰہُ میں جلال بھی ہے جمال بھی، قہر بھی ہے لطف بھی جبکہ اسمِ ''مُحَمَّد'' میں جمال ہی جمال اور رحمت ہی رحمت ہے۔ چنانچہ انسانی باطن پر اس کے اثرات زیادہ خوش کن ہیں۔ اسمِ مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تصور سے انسانی روح شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع ہو کر اللہ کی زیادہ تابعدار ہو جاتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں جہاں اسمِ اَللّٰہُ ذات کی مکمل تشریح و تفصیل بیان کی وہاں اسمِ ''مُحَمَّد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے معارف، اثرات و کمالات بھی بیان فرمائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اسمِ ''مُحَمَّد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ 'مُحَمَّد' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے میم سے معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور حرف 'ح' سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اسمِ 'مُحَمَّد' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دوسرے میم سے دونوں جہان کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور حرف دال سے شروع ہی میں جملہ مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ چاروں حرف کا فر اور

یہودی نفس کے قتل کے لیے ننگی تلوار ہیں۔ (کلید ِجنت)

اسمِ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر حرف ایک خاص تاثیر اور قوت رکھتا ہے۔ جب سالک مرشد کی اجازت سے اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر و تصور کرتا ہے تو ان حروف کی تجلیات کے زیرِ اثر اپنے نفس و باطن میں واضح تبدیلیاں محسوس کرتا ہے اور ان صفات کا حامل ہوتا جاتا ہے جن کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوبِ الٰہی ہیں۔ اس کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہوتا ہے۔ وہ جسم و مکان کی قید سے آزاد ہو کر روحانی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس تک رسائی حاصل کرتا ہے جہاں اُن کی زیرِ تربیت وہ تمام صفاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متصف ہو کر اللہ کے ہاں محبوبیت کا مرتبہ پالیتا ہے۔ سالک کی شخصیت پر اسمِ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تصور کے اثرات بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو شخص اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور کرتا ہے، ہر بات کے جواب میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لب کشائی کرتا ہے۔ تصور کرنے والے پر اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تاثیر کرتا ہے۔ تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کرنے والا روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور عظمتِ عظیم، ہمراہیِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قلب سلیم، صراطِ مستقیم اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہم جسم، ہم قدم، ہم زبان، ہم شنو، ہم بینا ہو جاتا ہے۔ شریعت کا لباس پہنتا ہے۔ اسمِ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں چار حروف ہیں جس میں دونوں جہان ہیں۔ اس میں دونوں جہان کی خبریں منکشف ہوتی ہیں۔ جب طالب اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما ہوتے ہیں۔ (محبت الاسرار)
- جب طالب اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو بے شک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک مع ارواح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت لطف و کرم سے تشریف فرما ہوتی ہیں۔ صاحبِ تصور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں ''میرا ہاتھ پکڑ۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑتے ہی طالب کا دل معرفتِ الٰہی کے نور سے روشن ہو جاتا ہے جس سے انسان ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحبِ تصور کو اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ خلقِ خدا کی امداد کرو۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے صاحبِ تصور خلقِ خدا کو تعلیم و تلقین دیتا ہے۔ (کلید ِجنت)
- اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور سے علم کی سچی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ (کلید جنت)
- اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور کرنے والا جب اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوائے

اللہ کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرف بھی نگاہ کرتا ہے اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتی ہے۔ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باادب باحیا عاشق، اللہ تعالیٰ کا معشوق بن جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار)

❁ جس کسی کے وجود میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور (تصورِ اسم ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے) داخل ہو جائے اس شخص کا ہر کام نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوتا ہے۔ (عقلِ بیدار)

❁ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور کے چار طریق ہیں جن سے چار قسم کی توفیق حاصل ہوتی ہے اول یہ کہ جو کوئی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور دل پر کرتا ہے تو اس کا قلب زندہ اور نفس مطلق مردہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تصور (نفس پر) امیر و غالب ہے۔ فنا فی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مرتبہ سے فقیر کامل ہو جاتا ہے۔ دوم یہ کہ جو کوئی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور سے دل (کی ولایت) میں داخل ہو جاتا ہے اسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصیب ہو جاتی ہے۔ وہ اس (مجلس) کو پا لیتا، اس کی شناخت کر لیتا اور وہاں پہنچ کر اسے دیکھ لیتا ہے۔ سوم یہ کہ جو کوئی اپنے آپ کو اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو کر لیتا ہے تو اس تصور سے اس پر کل و جز ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کا وجود مغفور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (وسیلہ سے) اگلے اور پچھلے (تمام) گناہ بخش دے۔ سورۃ الفتح۔2) ایسا صاحبِ تصور انسان ہونا چاہیے نہ کہ گائے گدھے کی صفات رکھنے والا حیوان۔ چہارم یہ کہ جو کوئی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور کی حاضرات سے اپنے آپ کو (حضورِ مجلس) حاضر کر لیتا ہے اور علم ناظرات کے وسیلہ سے اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں منظور کروا لیتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش کا تصور ایسی راہ ہے جو پہلے ہی روز حضوری محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معرفت بخش دیتا ہے کیونکہ علم ہی حضوری کا گواہ ہے۔ (طالبِ اللہ کے لیے) حضوری کے بغیر کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنا گناہ ہے۔ جو مرشد منزل بمنزل حضوری مرتبہ تک نہیں پہنچاتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلقین نہیں کراتا وہ خود گمراہ ہے۔ (کشف الاسرار)

نفس کے حیلوں اور شیطان کی چالوں سے نجات، ہر طرح کے جہل، کفر و شرک سے بچاؤ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور میں محو ہو جانے سے ہی ممکن ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ طالبِ اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دماغ میں تصورِ اسم ''اَللّٰہُ'' اور تصورِ اسم ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' سے تصرف کرے تاکہ اُس کے مغز میں ذکرِ روح اور ذکرِ سِرّ کی تپش سے ایسی آگ بھڑکے جو اُسے خلافِ نفس وخلافِ

زن وخلافِ دنیا وخلافِ شیطان کردے۔(محک الفقر کلاں)

❁ اسمِ اَللّٰہُ میں اسمِ اعظم ہے اور اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صراطِ مستقیم ہے۔(محک الفقر کلاں)

❁ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں جہان کے ہادی ہیں۔اس شفیع الاُمت کی زیارت ایمان کی خوشی و شادمانی ہے۔یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔شیطان کی یہ مجال کہاں کہ خود کو ہادی کہلائے۔شیطان ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی مسلمان کو شیطان سے ہدایت مل سکتی ہے کہ شیطان ہدایت واسمِ اَللّٰہُ و اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح کافر قاتل الکفار کلمہ طیب سے ڈرتا ہے۔(محک الفقر کلاں)

❁ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو کر حضوری پانا آسان کام ہے لیکن ولایت وہدایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خوئے محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ملکِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ترک وتوکلِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تسلیم ورضائے محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مجموعہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنانا بہت دشوار ہے۔(کلید التوحید خورد)

بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے ہی فنا فی الرّسول کے مراتب حاصل ہوتے ہیں، جن کے بعد فنا فی اللہ بقا باللہ کی منازل تک رسائی نصیب ہوتی ہے۔حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ مرتبہ فنا فی الشیخ راہِ حضوری کا پہلا مرتبہ ہے، فنا فی اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درمیانی مرتبہ ہے اور فنا فی اسمِ اَللّٰہُ ذات انتہائی مرتبہ ہے۔(شمس العارفین)

❁ جو عالم باللہ اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں فنا ہوتا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاء اللہ کا منظورِ نظر ہوتا ہے۔ ایسا شخص عالم بھی ہوتا ہے اور عامل بھی اور فقیر کامل بھی اور حضور غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا منظورِ نظر مرید لایرید بھی۔(فضل اللقاء)

تاہم تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ تمام برکات مرشد کامل اکمل کی توجہ اور تلقین کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے۔اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام تر تاثیر قلب پر اسی وقت اثر انداز ہوتی ہے جب اس اسم کا تصور مرشد کی اجازت سے اُس کی زیر نگرانی کیا جائے۔جب تک مرشد قلب کا قفل نہیں کھولے گا، اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس پر تاثیر نہ کرے گا۔حضور سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ جب مرشد اسمِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلقین طالب کو کرتا ہے تو وہ پہلے ہی روز مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری سے مشرف ہو جاتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں نفسِ امارہ اور شیطان لعین داخل نہیں ہو

سکتا۔ یہ حاضرات اسمِ اَللّٰہُ ذات کی راہ ہے جس میں ازل ابد کا تماشا نظر آتا ہے دنیا کے خزانوں، حشر گاہِ قیامت کا نظارہ کر سکتا ہے، قربِ اللہ حضوری کا مشاہدہ ہوتا ہے حور و قصور، جنت و دوزخ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کامل مرشد وہی ہے جو (تصور) اسمِ اَللّٰہُ اور تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے طالب کو ہر مقام دکھا کر اس پر غیب کھول دے۔ بعد ازاں اس کو تلقین کرے تا کہ طالب کو اعتبار اور یقین آ جائے۔ (عقلِ بیدار)

تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان فیوض و برکات کو حاصل کرنے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے طالب کو صادق دل، صبر و استقامت اختیار کرنے والا اور اس راہِ حضوری پر اعتبار کرنے والا ہونا چاہیے۔ جس طالب کے دل میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق پہلے ہی شکوک وشبہات موجود ہوں وہ اول تو اس مجلس تک پہنچ ہی نہیں پاتا اور اگر مرشد کی مہربانی سے پہنچ ہی جائے تو اپنے دل کے میل کی وجہ سے ٹک نہیں سکتا۔

اب یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری صاحبِ مسمّٰی کی رضا ہے کہ وہ طالب کو ابتدا میں اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا کرتا ہے اور کتنے عرصے بعد تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عطا کرتا ہے یا دونوں بیک وقت عطا کرتا ہے طالب کو اس راہ میں اپنی مرضی نہیں کرنی چاہیے مرشد کی رضا پر چلنا چاہیے کیونکہ وہ طبیب ہے اور جانتا ہے کہ طالب کے وجود میں کون کون سے روحانی و قلبی امراض ہیں اور اُن کا علاج کس طرح ممکن ہے جو طالب اپنی مرضی کرتا ہے ناکامی اس کا مقدر ہوتی ہے کیونکہ فقر تو راہ ہی تسلیم و رضا کی ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مُنکر

اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد کے منکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- اسمِ اَللّٰہُ ذات اور ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے منع کرنے والا شخص دو حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ منافق ہوتا ہے یا کافر یا پھر وہ حاسد ہوتا ہے یا متکبر (عین الفقر)۔
- جو اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منکر ہے وہ ابوجہل ثانی ہے یا فرعون۔ (قربِ دیدار)
- جسے اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یقین نہیں وہ منافق ہے۔ (محک الفقر کلاں)

قرآنِ پاک، احادیث شریف اور اولیاء کاملینؒ کے ارشادات اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس وقت تک دل پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی نفس اور شیطان سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ظاہر اور باطن کے

درمیان منافقت کا پردہ ہٹتا ہے خواہ سالک ساری عمر ظاہری عبادات میں مصروف رہے، قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے، مسائلِ فقہ پڑھتا رہے یا زہد و ریاضت کی کثرت سے پیٹھ کُبڑی ہو جائے اور سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے کہ جب تک ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ مُحَمَّدْ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ کرے اور پھر آج کل کے زمانہ اور مادیت کے دَور میں صدق المقال اور اکل الحلال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک اعمال، سخت محنتوں اور مجاہدوں کی توفیق اور ہمت نہیں رہی۔ پابندیٔ صوم وصلوٰۃ اور ادائیگی حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض روح سے خالی ہو چکے ہیں اور محض ایک نمائشی اور رسمی مظاہرے کی صورت میں ادا ہو رہے ہیں۔

ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ مُحَمَّدْ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے نفس مردہ ہو جاتا ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے یعنی روح بیدار ہو جاتی ہے اور طالب مشاہدۂ حق تعالیٰ کھلی آنکھوں سے کرتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ''اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسم مُحَمَّدْ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)'' صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل سروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔

3- مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ

راہِ فقر وصالِ حق تعالیٰ کی راہ ہے اور اس راہ میں کامیابی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کے وسیلہ کے بغیر ناممکن ہے۔

- قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (سورۃ المائدہ 35)

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم ہوا ہے اول تقویٰ اختیار کرنا دوم اللہ کی پہچان کے لیے وسیلہ پکڑنا، ڈھونڈنا یا تلاش کرنا۔

تقویٰ کے لغوی معنی تو پرہیز گاری اور پارسائی کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں قلب کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا نام تقویٰ ہے اور جس انسان کا دِل (باطن) جتنا زیادہ قربِ الٰہی میں ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ متقی یا صاحبِ تقویٰ ہو گا یہ انسان کی باطنی کیفیت ہے اور تقویٰ کی انتہا دیدارِ الٰہی ہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دِل کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔''

وسیلہ کا لغوی معنی ''واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور اس حد تک معاون ومددگار ہو کہ حاجت مند کی حاجت باقی نہ رہے۔ اور اس وسیلہ کی بدولت وہ مقصودِ زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے''۔لسان العرب (جلد 11 صفحہ 725) میں وسیلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: ''جس کے ذریعے کسی دوسری چیز کا قرب حاصل کیا جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں''۔

شرعی اصطلاح میں وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی ہستی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو جس نے راہِ سلوک طے کیا ہو اور اس راستہ کے نشیب وفراز سے واقف ہو تصوف میں اس سے مراد مرشد، ہادی، شیخ یا پیر ہے۔ جو خود شناسائے راہ ہو اور راہِ فقر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریمِ قدس تک پہنچ چکا ہو اور اب اس قابل ہو کہ اُمت کے ناقص وخام عوام کی راہنمائی کر سکے۔ اور اپنی روحانی قیادت میں انہیں شیطانی وساوس وخطرات اور نفس کی تباہ کاریوں اور رکاوٹوں سے بچا کر آگے لے جاسکے۔ اِس صورت میں آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ''اے لوگو! کسی ہادی کامل (مرشد کامل اکمل) کی تلاش کرو تا کہ رب تک پہنچ سکو۔'' بعض لوگ لفظ وسیلہ سے مراد ایمان لیتے ہیں لیکن یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب ہی ان لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اس لیے یہاں ایمان تلاش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے یہ رائے کہ وسیلہ سے مراد ایمان ہے، درست نہیں ہے۔ کچھ لوگ وسیلہ سے مراد عملِ صالح لیتے ہیں۔ لیکن اس رائے کے خلاف یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آیتِ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے یا تلاش کرنے کا حکم ملا ہے۔ اعمال چونکہ غیر مرئی (جو نظر نہ آتے ہوں) ہوتے ہیں اس لیے انہیں تو ڈھونڈا نہیں جاسکتا اس لیے وسیلہ سے مرشدِ کامل مراد لینا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ مرئی اور محسوس ہونے کی وجہ سے اِسے ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ اس رائے کو ترجیح دینے کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ تمام اعمالِ صالحہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا وسیلہ بن سکیں بلکہ وہی اعمال یہ مقام ومرتبہ حاصل کرتے ہیں جو غرور، تکبر، حسد وکدورت، خود پسندی وریاکاری اور نمود ونمائش کی آلائشوں سے پاک ہوں۔ اور اِن آلائشوں اور غلاظتوں سے وہی اعمال پاک رہ سکتے ہیں جو مرشدِ کامل کی زیرِ تربیت اور اس کی نگرانی (ظاہری وباطنی) میں انجام دیئے گئے ہوں۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وسیلہ سے مراد ہادیٔ صادق (مرشدِ کامل اکمل) ہو اور اس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ مرشدِ کامل کی تلاش میں سُستی نہ کرو تا کہ وہ تمہیں اپنی نگاہِ کیمیا اثر، فیض، صحبت، قرب، اور روحانی اثرات وفیوضات سے منزلِ مقصود تک پہنچا دے اور طالب کی اس طرح تربیت کرے کہ اس کے اعمال پاکیزہ ہو جائیں۔

اِن احادیث مبارکہ میں بھی مرشد کی تلاش کا حکم ہے:

"اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ" ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ چلو۔

"لَادِیْنَ لِمَنْ لَّاشَیْخَ لَہٗ" ترجمہ: اس شخص کا دین ہی نہیں جس کا شیخ (مرشد) نہیں۔

"مَنْ لَّاشَیْخَ یَتَّخِذُہُ الشَّیْطَان" ترجمہ: جس کا مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔

"مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَّاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً"

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اسکی گردن میں کسی مرشد کامل کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔

"اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ"

ترجمہ: شیخ (مرشد کامل) اپنی قوم (مریدوں) میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ ایک نبی اپنی اُمت میں۔

جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تو ایمان باللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کو ضروری قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورہ الفتح۔10)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اوران لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس آیت میں انسانِ کامل (مرشد کامل) کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بیعت ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء کے ساتھ بھی بیعت کی وہی اہمیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری غیر موجودگی میں بیعت اور وسیلہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے اور اللہ سے بیعت کی ہے۔ بعد والوں نے صحابہ کرامؓ سے بیعت کی اور دو واسطوں سے خدا تک پہنچے پھر یہ واسطے اور وسیلے بڑھتے گئے یہاں تک کہ چودہ صدیاں بیت گئیں۔ اب اگر کوئی ایسے مرشد کامل اکمل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو بے شمار واسطوں اور وسیلوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

وہ پاکیزہ اور کامل اکمل لوگ جو سلسلہ در سلسلہ بیعت ہوتے آئے ہیں ان کا شجرہ فقر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ جاتا ہے ایسے برگزیدہ صفات لوگوں کو شیخِ اتصال کہتے ہیں اور اُن کے درمیان کسی جگہ انقطاع نہیں ہوتا۔ ایسے کامل حضرات جس خوش بخت آدمی کو بیعت کرلیں اس کی روحانی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے اور طریقت کی رو سے یہی سمجھا جاتا ہے گویا اس نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تک پہنچ گیا ہے۔

مرشد کی اہمیت کے بارے میں غوث الاعظم سیّد محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

- اے اللہ کے بندو! تم حکمت کے گھر میں ہو لہٰذا وسیلہ کی ضرورت ہے۔ تم اپنے معبود سے ایسا طبیب (مرشد) طلب کرو جو تمہارے دلوں کی بیماریوں کا علاج کرے۔ تم ایسا معالج طلب کرو جو تمہیں دوا دے۔ ایسا رہنما تلاش کرو جو تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے ہاتھ کو پکڑ لے۔ تم اللہ تعالیٰ کے مقرب اور مؤدب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور اس کے دروازہ کے نگہبان کی نزدیکی حاصل کرو۔ (الفتح الربانی۔ ملفوظاتِ غوثیہ)
- تمہارے درمیان صورتاً کوئی نبی موجود نہیں ہے تاکہ تم اس کی اتباع کرو۔ پس جب تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبعین (مرشد کامل) کی اتباع کرو گے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی اتباع کرنے والے اور اتباع میں ثابت قدم تھے تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کیا۔ جب تم ان کی زیارت کرو گے تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی۔ (الفتح الربانی۔ مجلس 14)
- ولی کامل (مرشد کامل اکمل) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ولایت کا حامل ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوتِ باطن کا جزو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اُس (ولی کامل) کے پاس "امانت" ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ علما ہر گز نہیں جنہوں نے محض علمِ ظاہر حاصل کر رکھا ہے کیونکہ اگر وہ ورثائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوں تو بھی ان کا رشتہ ذوی الارحام (وہ بہن بھائی جو ایک ماں اور مختلف باپوں سے پیدا ہوئے ہوں) کا سا ہے۔ پس وارث کامل وہ ہوتا ہے جو حقیقی اولاد ہو (وہ محرمِ راز جس کو مرشد امانتِ فقر منتقل کرتا ہے) کیونکہ باپ سے اُس کا رشتہ تمام عصبی رشتہ داروں (نسبی اولاد) سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "علم کا ایک حصہ مخفی رکھا گیا ہے جسے علمائے ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (سرالاسرار فصل نمبر 5)
- اگر تو نجات چاہتا ہے تو ایسے شیخ کامل کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور علمِ خداوندی کو جاننے

والا ہو اور وہ تجھے علم پڑھائے اور ادب سکھائے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے واقف کردے۔ مرید کو دستگیر اور رہبر اور رہنما کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے جنگل میں ہے کہ جس میں کثرت کے ساتھ اژدھے اور بچھو ہیں اور طرح طرح کی آفات' پیاس اور ہلاک کرنے والے درندے ہیں۔ پس وہ شیخِ کامل دستگیر اس کو ان آفات سے بچائے گا اور اس کو پانی اور پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا۔ جب مرید بغیر رہنما اور شیخ کامل کے ہوگا تو درندوں اور سانپ اور بچھوؤں اور آفات سے بھرے ہوئے جنگل میں چلے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

اے دنیا کے راستہ کے مسافر تو قافلہ اور رہنما اور رفیقوں سے جدا نہ ہو ورنہ تیرا مال اور جان سب چلے جائیں گے اور آخرت کے راستہ کے مسافر تو ہمیشہ مرشد کامل کے ساتھ رہ وہ تجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا تو اس راستہ میں اس کی خدمت کرتا رہ۔ اس کے ساتھ حسنِ ادب سے پیش آ اور اس کی رائے سے علیحدہ نہ ہو وہ تجھے علم سکھائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردے گا۔ (الفتح الربانی۔ مجلس 50)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ اپنی تصنیفات میں اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد ﷺ کی قوت اور تاثیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت جا بجا فرماتے ہیں کہ ان کی تاثیر سے طالب کا قلب صرف تب ہی زندہ ہوتا ہے جب ان کا ذکر و تصور مرشد کامل اکمل کی زیرِ نگرانی کیا جائے۔ مرشد کامل اکمل کے بغیر راہِ حق تعالیٰ طے کرنا ناممکن ہے خواہ اس کے لیے کوئی بھی طریقہ، ذکر، ورد و وظائف یا نیک اعمال اختیار کیے جائیں۔

مرشد کامل کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں: ''مرشد کامل کسے کہتے ہیں؟ مرشد کن خواص و اوصاف کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد طالب کو کس طرح غرقِ توحید کرتا ہے اور کس طرح مجلسِ محمدی ﷺ میں پہنچاتا ہے؟ اور مرشد کس مقام اور کس درجے کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد ''صاحبِ تصرف فنا فی اللہ بقا باللہ'' فقیر ہوتا ہے جو مردہ قلب کو زندہ کرتا ہے زندہ نفس کو مارتا ہے، مرشد لایحتاج (ہر حاجت سے پاک) ہوتا ہے۔ مرشد اُس سنگِ پارس کی مثل ہوتا ہے جو اگر لوہے کو چھو جائے تو لوہا سونا بن جاتا ہے۔ مرشد کسوٹی کی مثل ہے۔ اس کی نظر آفتاب کی طرح فیض بخش ہوتی ہے جو طالب کے وجود سے خصائلِ بد کو مٹا دیتی ہے۔ مرشد رنگریز کی مثل ہے۔ مرشد تنبولی کی مثل ہے جو پان کے پتوں سے کارآمد پتوں کو چھانٹتا ہے مرشد صاحبِ خُلق ہوتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے خُلق کا مالک ہوتا ہے، مہربان ایسا کہ ماں باپ سے زیادہ مہربان، راہِ خدا کا ہادی و راہنما، گوہر بخش ایسا کہ جیسے کانِ لعل و جواہر، موجِ کرم ایسے کہ جیسے دریائے دُر، منزل کشا ایسے کہ جیسے قفل کی چابی' مال و زرِ دنیا سے بے نیاز، طمع سے پاک، طالبوں کو اپنی جان سے عزیز تر

رکھنے والا مفلس درویش۔ مرشد مردوں کے غسال کی مثل ہوتا ہے اور ہر وقت مُردہ طالب کی تلاش میں رہتا ہے جو "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" (مرنے سے قبل مرجاؤ) کا مصداق بن کر مرنے سے پہلے مرچکا ہو، جس کا نفس مردہ مگر دل زندہ ہو اور راہِ فقر میں فاقہ کشی کرنیوالا ہو ورنہ نالائق طالب تو اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مرشد کمہار کی مثل ہوتا ہے جس کے سامنے مٹی دم نہیں مارتی چاہے وہ اس سے جو بھی سلوک کرے۔ مرشد کو چاہیے کہ وہ خدا بین ہو اور طالب کو چاہیے کہ وہ صادق الیقین ہو۔ مرشد رفیق کو کہتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "پہلے رفیقِ راہ تلاش کرو پھر راہ چلو"۔ اِس دور کے مرشد زر پرست ہیں، نظر سے مٹی کو سونا بنانے والے مرشد نایاب ہیں آج کل کے مرشد زر پرست وزن پرست ہیں، زر پرست وزن پرست و دل سیاہ خود پرست ہیں۔ سُن! آدمی کا وجود دودھ کی مثل ہے۔ دودھ میں لسی بھی ہوتی ہے، دہی بھی ہوتا ہے مکھن بھی ہوتا ہے اور گھی بھی ہوتا ہے اسی طرح آدمی کے وجود میں نفس بھی ہوتا ہے۔ قلب بھی ہوتا ہے، روح بھی ہوتی ہے اور سِرّ بھی ہوتا ہے اور یہ چاروں ایک ہی جگہ اکٹھے رہتے ہیں۔ مرشد کو اس عورت کی طرح ہونا چاہیے کہ جو دودھ میں مناسب مقدار میں لسی ڈال کر رکھ دیتی ہے۔ ساری رات دہی جمتا رہتا ہے، صبح کو دہی بلوتی ہے تو مکھن نکل آتا ہے اور لسی الگ ہو جاتی ہے، پھر مکھن کو آگ پر چڑھاتی ہے تو مکھن سے کثافت دور ہو جاتی ہے اور گھی نکل آتا ہے۔ مرشد کو عورت سے کم تر نہیں ہونا چاہیے کہ جیسے عورت دودھ کے کام کو انتہا تک پہنچاتی ہے اسی طرح مرشد کا کام بھی یہ ہے کہ طالب کو اس کے وجود میں مقامِ نفس، مقامِ روح، مقامِ سِرّ، مقامِ توفیقِ الٰہی مقامِ علمِ شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت اور مقامِ خناس وخرطوم وشیطان وحرص وحسد وکبر علیحدہ علیحدہ کر کے دکھائے یا جس طرح قصاب بکری کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتا ہے اس کی ہر رگ وبوٹی کو الگ الگ کرتا ہے اور گوشت سے ہر آلائش کو نکال کر دور پھینک دیتا ہے۔ اِسی طرح مرشد کو بھی ایسا کامل و مکمل ہونا چاہیے۔ (عین الفقر)

❁ مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں: (1) مرشدِ دنیا (2) مرشدِ عقبیٰ اور (3) مرشد کامل اکمل۔

اوّل مرشد دنیا مال و دولت، عزت وشہرت اور رجوعاتِ خَلق کا طالب ہوتا ہے، مرید کی ہڈیاں بیچ کھانے، خانقاہیں بنانے، زمین وآسمان کی سیر تماشا کرنے، صاحبِ کشف وکرامات ہونے اور بادشاہِ دنیا کے قرب وملاقات کا طالب ہوتا ہے۔ ایسی طلب کا تعلق مرتبۂ مخنث (ہیجڑہ) سے ہے لہٰذا عارفِ دنیا مرشد مخنث ہوتا ہے۔ اس کا طالب بھی مخنث ہوتا ہے۔ دوم مرشدِ عقبیٰ عابد، زاہد، اہلِ علم اور متقی و پرہیزگار ہوتا ہے جس پر خوفِ جہنم سوار رہتا ہے اور ہر وقت طلبِ جنت میں عبادت کرتا ہے، اس کا تعلق مرتبہ مؤنث سے ہے اور اس کا طالب

بھی مؤنث ہی ہوتا ہے۔سوم مرشد کامل اکمل جو عارفِ مولیٰ عارف باللہ توحیدِ الٰہی میں غرق صاحبِ حضور ہوتا ہے جو دنیا و عقبیٰ سے دُور اور اشغالِ اللہ میں مسرور ہوتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

❁ پس مرشد کسے کہتے ہیں؟ جو دل کو زندہ کردے اور نفس کو مار دے اور جب طالب پر جذب و غضب کی نگاہ ڈالے تو اس کے دل کو زندہ کر دے اور نفس کو مار دے۔ مرشد اسے کہتے ہیں جو فقر میں اس درجہ کامل ہو کہ اس نے خود پر غیر ماسویٰ اللہ کو حرام کر رکھا ہو اور ازل سے ابد تک احرام باندھے ہوئے حاجی بے حجاب ہو۔ ایسا مرشد طبیب کی مثل ہوتا ہے اور طالب مریض کی مثل۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اسے تلخ و شیریں دوائیں دیتا ہے اور مریض پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ دوائیں کھائے تا کہ صحت یاب ہو سکے۔ (عین الفقر)

❁ مرشد کامل پہلے دن اسمِ اَللّٰہُ ذات لکھ کر طالب کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور اسے کہتا ہے اے طالب اسمِ اَللّٰہُ ذات دِل پر لکھ اور اس کا نقش جما۔ جب طالب تصور سے دل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو مرشد طالب کو توجہ دے کر کہتا ہے اے طالب اب اسمِ اَللّٰہُ کو دیکھ چنانچہ اسی وقت اسمِ اَللّٰہُ ذات آفتاب کی طرح تجلّی انوار سے روشن اور تاباں ہو جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ)

❁ مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور بھی عطا کرے آپؒ فرماتے ہیں: جو مرشد طالب کو تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا نہیں کرتا وہ مرشد لائقِ ارشاد مرشد نہیں۔ (نور الہدیٰ)

❁ سروری قادری مرشد کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں ''سروری قادری مرشد مجمل و جامع ہوتا ہے وہ ظاہر و باطن میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبِ مولیٰ کے لیے کُتب الا کتاب کا درجہ رکھتی ہے جس کے مطالعہ سے طالب اس شان سے فنا فی اللہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اس کتاب (سروری قادری مرشد) کو جو طالب صدق، اخلاص، اعتقاد و پاکیزگی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ جلد ہی اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

عارف کامل قادری بہر قدرت قادر و بہر مقام حاضر

ترجمہ: عارف کامل قادری (صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل سروری قادری) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

آپؒ اپنے پنجابی ابیات میں مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ کامل مرشد ایسا ہووے، جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ھُو
نال نگاہ دے پاک کریندا، وِچ سجی صبون نہ گھتے ھُو

میلیاں نوں کر دیندا چِٹا ' وِچ ذرّا میل نہ رکھے ھُو

ایسا مرشد ہووے باھُوؒ ' جیہڑا لوں لوں دے وِچ وَسّے ھُو

آپؒ فرماتے ہیں مرشد کامل کو دھوبی کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح دھوبی کپڑوں میں میل نہیں چھوڑتا اور میلے کپڑوں کو صاف کر دیتا ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل طالب کو ورد و وظائف، چلہ کشی، رنج ریاضت کی مشقت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی راہ دکھا کر اور نگاہِ کامل سے تزکیۂ نفس کر کے اس کے اندر سے قلبی اور روحانی امراض کا خاتمہ کرتا ہے اور اسے خواہشاتِ دنیا اور نفس سے نجات دلا کر غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں غرق کر دیتا ہے اور ایسا مرشد تو طالب کے لُوں لُوں میں بستا ہے۔

❁ مرشد وانگ سنارے ہووے ' جیہڑا گھت کٹھالی گالے ھُو

پا کُٹھالی باہر کڈھے ' بُندے گھڑے یا والے ھُو

جس طرح زرگر سونے کو کٹھالی میں ڈال کر پگھلا کر اسے مائع کی شکل دیتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کا زیور تیار کرتا ہے آپؒ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل کو بھی ایسا ہونا چاہیے کہ طالبِ مولیٰ کو عشق کی بھٹی میں ڈالے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی حرارت سے اس کے وجود کے اندر سے خواہشات ماسویٰ اللہ نکال باہر کرے یعنی اس کی پہلی عادات و خواہشات کو ختم کر دے اور پھر اپنی مرضی کے مطابق اس کی تربیت کرے اور اس کو تیار کرے۔

جب طالبِ مولیٰ (سالک) تلاشِ حق کے سفر پر نکلتا ہے تو سب سے پہلا مرحلہ مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتا ہے۔ صدیق، فقراء، اولیاء اللہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت کے وارث ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائبین ہیں اور حصولِ قربِ الٰہی کے لیے اُن کی غلامی، بیعت اور صحبت ضروری ہے:

اندرین عالم نیرزی باخسے   تانی آویزی بہ دامانِ کسے

ترجمہ: اس جہان میں تیری قیمت ایک تنکے کے برابر نہیں ہوگی جب تک کہ تو کسی مردِ کامل (مرشدِ کامل) کے دامن سے وابستہ ہو کر زندگی نہ گزارے۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی پہچان کیسے ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے:

❁ ''اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے لیکن ولی اللہ (مرشدِ کامل) کی حقیقت کی معرفت مشکل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اس لیے مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہوتی ہے کیونکہ وہ انہی کی طرح احکامِ شرع کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کے

ساتھ مشغول ہے اس لیے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔'' (تفسیر روح البیان)

حضرت سہیلؓ فرماتے ہیں ''ان (مرشدانِ کامل) کی ظاہری شکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی کسی خوش بخت کو ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اگر انہوں نے اُن کی قدر و منزلت کے مطابق تعظیم و تکریم کی تو کامیاب رہیں گے اگر ان سے ان کی مخالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور خاتمہ خراب ہوگا۔'' (تفسیر روح البیان)

فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ (مرشد کامل اکمل نورالہدیٰ) کی پہچان ہر انسان طالب یا مرید کے بس کی بات نہیں کیونکہ ہر مرید یا طالب کی طلب، طلبِ مولیٰ نہیں ہوتی بلکہ اکثر طالب یا مرید طلبِ دنیا و طلبِ عقبیٰ کے متمنی ہوتے ہیں۔ اور مرشد کا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قُرب تک جانے والے راستہ کو مرید پر نہ صرف کھول دے بلکہ آسان کر دے کیونکہ وہ اس راستہ کا ہادی، راہبر اور راہنما ہے اور اس کو وہی پہچانتا ہے جو ''طلبِ مولیٰ'' لے کر نکلا ہو۔ تمام انسان ایک تو اپنی طلب کی وجہ سے نہیں پہچان پاتے دوسرے وہ انہی کی طرح ایک انسان ہوتا ہے اس کا چلنا' پھرنا' اٹھنا' بیٹھنا بھی عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے کھاتا پیتا بھی وہ عام انسانوں کی طرح ہی ہے اس لیے اس کی معرفت طالبِ دنیا جو عقل سے کرتے ہیں' ناممکن ہے اور عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ عقل ہمیشہ تلاشِ نقص و اعتراض میں رہتی ہے اگر عقل سے ان کو پہچاننے کی کوشش کی جائے تو محض اعتراضات ہی ہاتھ آتے ہیں (جیسا کہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے اس واقعہ میں طالبِ مولیٰ کے لیے روشنی ہے کہ اعتراضات راستہ جدا کر دیتے ہیں)۔

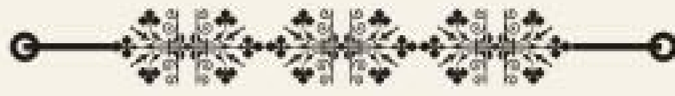
اگر مرشد کی تلاش کی وجہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اسکی پہچان ہے تو طالب یہ خاطر جمع رکھے کہ اس کو مرشد ضرور ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے ''جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔'' اس راہ میں مرشد کی طرف طلب کے مطابق راہنمائی ہوتی ہے۔ جس طرح کسی کی طلب اور طبیعت ہوتی ہے اُسی طرح کے مرشد کی طرف راہنمائی ہو جاتی ہے۔

ہست این میکدہ و دعوت عام است اینجا   قسمت بادہ باندازہ جام است اینجا (اقبالؒ)

ترجمہ: یہ دنیا ایک میکدہ ہے اور ہر کسی کو پینے (لذتِ دیدار کی مے) کی دعوتِ عام ہے تاہم ہر کسی کے حصے کی شراب اس کے جام (طلب) کے مطابق ہوتی ہے۔

اگر مرشد کی تلاش کا مقصد حق تعالیٰ کی پہچان اور قرب ہے تو اس کے لیے آپ کو دو طرح کے مرشد ملیں

گے ایک مرشد وہ ہوگا جو امانتِ الٰہیہ یا خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے یہی نائب اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور یہی مرشد جامع اکمل نور الہدیٰ ہوتا ہے اور باقی اس کے خلفاء ہوتے ہیں جن کا ذکر ہم تفصیل سے اس باب کی فصل ۱۲ اور باب ششم کی فصل ۱۶ میں کریں گے۔ [1]





[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے مصنف کی تصنیف شمس الفقرا کا مطالعہ فرمائیں

فصل 9

فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

فقہی مسلک

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ اہلِ سنت والجماعت سے تھے فقہ میں امامِ اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پیرو تھے آپؒ فرماتے ہیں:

- ''میں حضرت نعمان امامِ اعظم کوفی باصفا صوفی کے مذہب پر ہوں جو شرک، کفر اور سرود کی بدعت سے تارک اور فارغ رہے۔ (کلید التوحید کلاں)

سلسلہ فقر

انبیاء اللہ کے اُن خاص بندوں کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی جانب سے خلق کے پاس ہدایت لے کر آتے ہیں اور حصولِ کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسب حال ہوں اِسے بھی سمجھ لینا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام دو اقسام پر منقسم ہیں۔ ایک وہ جو جدید شریعت لے کر آتے ہیں۔ دوسرے وہ جو شریعت لے کر نہیں آتے بلکہ کسی اولوالعزم کی لائی ہوئی شریعت کی مطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں۔ جو نبی

صاحبِ شریعت جدید ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ دنیا میں فرماتے ہیں رسول کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں۔ جملہ انواع و اقسام کے لوگوں پر انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسولوں کو ہے اور اولوالعزم برگزیدہ رسولوں میں سب سے زیادہ افضلیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں، خاتم الرسل ہیں، کافتہ الناس ہیں، رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت جملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی شریعت قائم و برقرار رہے گی۔ جس قدر تمدنی معاشرتی اور سیاسی پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجاباتِ ظلمت و غفلت خالق و مخلوق کے درمیان حائل ہوں گے، ان سب کے دفعیہ کے لیے شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کافی ثابت ہوگی۔ جب رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ مخلوقات میں برگزیدہ ٹھہرے، تو کمالِ انسانی کا انحصار بھی آپ ہی کے اتباع پر رہے گا، یا اُن مقدس ہستیوں کے اتباع پر جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں پوری صداقت اور پورے استقلال اور ثابت قدمی کا اظہار فرمایا۔ مثلاً خلفائے راشدین، آئمہ اطہار، صحابہ کرامؓ و اولیاء متقدمین و متاخرین۔ اس اتباع کی بھی دو اقسام ہیں۔ ظاہری و باطنی۔ متابعت ظاہری مرتبہ نبوت سے متعلق ہے اور متابعتِ باطنی مرتبہ ولایت سے۔ نبوت سے اُن احکامِ شریعت (ظاہری) کی جانب اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالمِ قدس سے بواسطۂ جبرائیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں۔ ولایت وہ فیضانِ اسرارِ توحید ہے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ میں بلاوساطتِ جبرائیل براہِ راست حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اخذ فرماتے ہیں۔ عارفین کے اس قول ''ولایت نبوت سے افضل ہے'' میں اسی امر کی جانب اشارہ ہے۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو۔ وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا انوارِ ولایت کا استفاضہ کمالاتِ نبی سے کرتا ہے لیکن ہر نبی نورِ نبوت اور کمالاتِ نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے اور کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے۔ ولی مثل ماہتاب کے ہے جو آفتابِ نبوت سے نور اخذ کرتا ہے اور متابعتِ آفتاب اُس پر لازم ہوتی ہے۔ تاوقتیکہ ولایت کمال کو نہیں پہنچتی، نبوت ظاہر نہیں ہوتی۔ قوتِ نبوت حسبِ قوتِ ولایت ہوتی ہے۔ آدم علیہ السلام جنت میں ولی تھے۔ جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبوت عطا فرمائی۔ کیونکہ نبوت تشریع و تکلیف کا نام ہے اور دنیا تکلیف کا گھر ہے، برخلاف جنت کے، کہ وہ کرامت و مشاہدہ کی جگہ ہے۔

جماعتِ کثیر آنحضرت ﷺ کی متابعتِ ظاہری سے بہرہ اندوز ہوتی ہے اور جماعتِ قلیل یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (النور:۲۴:۳۵) ترجمہ: ''اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی دستگیری سے اسرارِ ولایت تک رسوخ پاتی ہے۔ اول الذکر کوار بابِ ظاہر اور مؤخر الذکر کوار باب باطن کہتے ہیں۔ نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے اور نبوت کا باطن ولایت ہے۔ ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے۔ باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔ باطنی پہلو یہ ہے کہ اللہ سے تعلق قوی ہو اور اس میں استغراق وفنائیت حاصل کی جائے، اسی کا نام ولایت ہے۔ ظاہری پہلو یہ ہے کہ اس باطنی تعلق کی بنا پر جو کچھ عالمِ قدس سے حاصل کیا گیا ہے اُسے خلق تک بطریقِ مناسب ومفید پہنچایا جائے، یہ نبوت ہے۔

(سرِّ دلبراں)

سورہ آلِ عمران کی آیت 31 قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ (ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اے مسلمانو اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو حق تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ اس آیتِ کریمہ میں اتباع سے مراد صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری اتباع نہیں بلکہ باطنی اتباع بھی شامل ہے۔ ظاہری اتباع سے مراد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری افعال واعمال' حرکات وسکنات' لباس اور بودوباش کی پیروی ہے اور باطنی اتباع سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باطنی کمالات' مثلِ فنافی اللہ' بقاباللہ' قرب ومعرفتِ الٰہی' انوار وبرکات وتجلیات' کشف وکرامات' عشقِ الٰہی وغیرہ کا حصول ہے۔ چونکہ اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اور قیامت تک رہے گا اس لیے حق تعالیٰ نے اسلام کی ظاہری وباطنی فیوض وبرکات کا تا قیام قیامت جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ اربابِ باطن یعنی اولیاء اللہ کے وجود سے کبھی زمانہ خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ پر نبوت ورسالت اختتام پذیر ہوئی اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ کے خلفاءِ باطن کا سلسلہ چلتا ہے، بابِ علم بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس کے امام ہیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے ہی سب سے پہلے علمِ باطن کا بارگاہِ نبوت میں سوال کیا اور آپ کرم اللہ وجہہ سے مختلف سلاسلِ طریقت کا آغاز ہوا اور یہ نظام اتنا مضبوط ہے کہ اب تک سینہ بہ سینہ

منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربِ الٰہی کی سب سے افضل و آسان ترین راہ کی تمنا کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی کا انتظار فرمایا چنانچہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور تین مرتبہ کلمہ (کلمہ توحید) کی تلقین کی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل اسی طرح دہرایا جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام نے ادا کیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تلقین فرمائی اور پھر دیگر صحابہ کرامؓ کے پاس جا کر ان سب کو تلقین فرمائی اور فرمایا: ''ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آتے ہیں''، یعنی جہاد بالنفس کی طرف آتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔'' تم اس وقت تک اللہ کی محبت نہیں جیت سکتے جب تک کہ اپنے اندرونی دشمنوں نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ ملہمہ کو زیر نہیں کر لیتے اور تمہارا وجود اخلاقِ ذمیمہ و بہیمیہ مثلاً زیادہ کھانے پینے، زیادہ سونے اور لغویات وغیرہ کی محبت اور عاداتِ وحشیانہ مثلاً قہر و غضب، گالی گلوچ اور مار پیٹ وغیرہ اور اخلاقِ شیطانیہ مثلاً کبر و عجب و حسد و کینہ اور ان جیسی دیگر بدنی و قلبی آفات سے پاک نہیں ہو جاتا کیونکہ وجود جب ان آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی اصل سے پاک ہو جاتا ہے اور مطہرین و توابین میں شمار ہونے لگتا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ توابین و مطہرین سے دوستی رکھتا ہے۔ سورہ البقرہ 222) جو آدمی محض ظاہری گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت نہیں آتا۔ وہ تائب ہے تواب نہیں ہے کہ لفظ تواب مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے مراد خواص کی توبہ ہے۔ پس وہ بخش دیا جاتا ہے۔ جو شخص محض ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ اس آدمی کی مثل ہے جو اپنی فصل سے خودرو گھاس کی محض شاخیں کاٹتا ہے اور اُسے جڑ سے نہیں اکھیڑتا جس سے گھاس لامحالہ مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برعکس تمام گناہوں اور اخلاقِ ذمیمہ سے پکی سچی توبہ کرنے والا توّاب اُس شخص کی مثل ہے جو خودرو گھاس کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے تو پھر وہ گھاس شاذ و نادر ہی اگتی ہے۔ اس کے بعد تلقین کا آلہ تلقین پانے والے طالب کے دِل سے ماسویٰ اللہ کے ہر نقش کو مٹا دیتا ہے کیونکہ جس نے کڑوا درخت نہ کاٹا اُس نے اس کی جگہ شیریں درخت نہ پایا پس اے اہلِ دیدار! اس سے عبرت حاصل کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور مقصود کو حاصل کرو۔ (سرّ الاسرار، فصل نمبر 5)

روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت

میں راہِ فقر کے حصول کے لیے تلقین کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں وہ راستہ بتایئے جو خدا تعالیٰ سے بہت قریب اور نہایت افضل اور سہل الوصول ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اے علی خلوت اور تنہائی میں اپنے اللہ کے ذکر کی مداومت کیا کر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ''ہم کس طرح ذکر کریں؟ فرمایا ''اپنی دونوں آنکھیں بند کرلو اور مجھ سے تین مرتبہ سن اور پھر تو بھی تین مرتبہ سنا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـہ'' پڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سنا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا۔ اس روز سے یہ ذکر صوفیہ میں جاری ہوگیا۔ (ریحان القلوب۔ شریف التواریخ)

یعنی سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی باطنی و حقیقی تلقین آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمائی اور توحید کی تعلیم دے کر مرتبہ وحدت پر پہنچایا۔

سیر الاقطاب، شریف التواریخ اور تواریخ آئینہ تصوف میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل اقدس میں چاروں اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم کو شبِ معراج میں جو خرقہ فقر جنابِ ربّانی سے عطا ہوا تھا وہ اگر تم کو پہنایا جائے تو اس کا حق کس طرح ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ''یا حضرت میں صدق اختیار کروں گا۔'' پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی پوچھا' انہوں نے عرض کیا کہ ''میں عدل اختیار کروں گا۔'' پھر یہی سوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا' انہوں نے کہا ''میں حیا اور تحمل کروں گا۔'' پھر جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر خرقہ فقر مجھے عطا ہو تو میں اس کے شکریہ میں پردہ پوشی اختیار کروں گا' لوگوں کے عیب ڈھانپوں گا اور ان کی تقاصیر سے درگزر کروں گا۔'' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت خوش ہو کر فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ جس طرح رضائے مولا و رضائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھی اس طرح سے تو نے جواب دیا ہے۔ پس یہ خرقہ تیرا ہی حق ہے' اُسی وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خرقہ فقر پہنایا اور بشارت دی کہ تم شہنشاہِ ولایت ہو اور میری تمام امت کے پیشوا ہو۔''

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام چار عدد کلاہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ یہ جناب باری تعالیٰ نے بھیجی ہیں کہ ان کو اپنے سر پر رکھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے یک ترکی کلاہ سر پر رکھی اور پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھی' پھر دو ترکی کلاہ اپنے سر پر رکھ

کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنا دی۔ پھر کلاہ سہ ترکی سر پر رکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی پھر کلاہ چہار ترکی خود زیب سر فرما کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے مبارک ہاتھ سے رکھی اور فرمایا ''اے علی رضی اللہ عنہ مجھے حکم تھا کہ میں کلاہ چہار ترکی تجھے پہناؤں، یہ تیری کلاہ ہے، جس شخص کو تو اس کے لائق جانے کہ وہ اس کا حق بجا لا سکے گا اُس کو عطا کرنا۔ (اسرار الاولیاء، شریف التواریخ، تواریخ آئینہ تصوف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت شریف اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (الرعد۔7)
ترجمہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ڈرانے والے اور ہر قوم کے لیے راہ راست دکھانے والے ہیں۔''
نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ''آپ رضی اللہ عنہ راہ بتانے والے ہیں اور تجھ سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔''

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں باطن کی اس راہ کے لیے سب سے پہلے درخواست حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پیش کی اس لیے آپ کرم اللہ وجہہ ہی راہِ معرفت اور سلاسلِ طریقت کے امام ہوئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک وسیلہ بنے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: انامدینۃ العلم وعلی بابھا (ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔) اگرچہ تمام اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روحانی فیض و برکات اور سلسلہ رُشد و ہدایت سینہ بہ سینہ ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن جن سلاسلِ طریقت کو حق تعالیٰ نے بقائے دوام کا درجہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلاسلِ طریقت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو روحانی سلاسل جاری ہوئے وہ جمع ہو کر آج سلسلہ نقشبندیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلسلے یعنی سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاری ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چار خلفاء تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت امام کمیل رضی اللہ عنہ۔ ان کو تصوف میں چار پیر ارشاد یا چار خلفاء طریقت سے پکارا جاتا ہے۔ ان چار اکابرین سے چودہ بڑے سلاسل جاری ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانی نعمت سینہ بہ سینہ تمام مشائخ سلسلہ کے ذریعے آج تک اُمت میں چلی آ رہی ہے اور یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلفاء نے سلاسلِ طریقت کا ایک ایسا مضبوط نظام قائم کیا جو اب تک بڑی مضبوطی سے قائم چلا آ رہا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کا سلسلۂ روحانیت آئمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہر زمانے میں جاری رہا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے اکابرینِ صوفیاءؒ مثل حضرت فضیل بن عیاضؒ، امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے آئمہ اہلِ بیت سے روحانی فیوض حاصل کیے اور بلند روحانی مدارج تک رسائی حاصل کی۔

سب سے زیادہ سلاسل حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ سے جاری ہوئے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ کے بہت خلفاء تھے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ جن کے فیضِ تربیت سے تصوف کے چودہ بڑے خانوادے (سلاسل) وجود میں آئے۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ سے پانچ خانوادے اور حضرت شیخ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ سے نو خانوادے جاری ہوئے۔ جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(1) سلسلہ زیدیہ (2) سلسلہ عیاضیہ (3) سلسلہ اَدھمیّہ (4) سلسلہ ہبیریہ (5) سلسلہ چشتیہ (6) سلسلہ عجمیہ (7) سلسلہ طیفوریہ (8) سلسلہ کرخیہ (9) سلسلہ سقطیہ (10) سلسلہ جنیدیہ (11) سلسلہ گازرونیہ (12) سلسلہ طوسیہ (13) سلسلہ سہروردیہ (14) سلسلہ فردوسیہ

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تشریف آوری سے قبل عالمِ اسلام انتشار اور خلفشار کا شکار تھا۔ بہت سی اسلامی حکومتیں ختم ہو چکی تھیں اور جو باقی تھیں وہ اندرونی خلفشار کا شکار اور اغیار کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھیں، یہ تو سیاسی انتشار تھا۔ ظاہری طور پر بھی مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ باطل مذہبی فرقوں معتزلہ، شیعہ، مرجیہ اور خوارج نما مختلف تحریکوں نے مسلمانوں کو ذہنی انتشار میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مسلمان بے معنی مباحثوں اور مناظرات میں الجھے رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تہتّر (73) فرقوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں ایک حق پر باقی سب گمراہ تھے۔ یہ تہتّر فرقے دس مسالک یا گروہوں سے وجود میں آئے تھے اور وہ دس مسالک یا گروہ یہ تھے: (1) اہلِ سنت (2) خوارج (3) شیعہ (4) معتزلہ (5) مرجیہ (6) مشبہہ (7) جہمیہ (8) ضراریہ (9) نجاریہ (10) کلابیہ۔ ان میں سے اہلِ سنت کا ایک ہی فرقہ تھا۔ خوارج کے پندرہ، معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتّیس، مشبہہ کے تین، ضراریہ، کلابیہ، نجاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ تھا۔ اس طرح کل تہتّر فرقے تھے۔

ادھر اہلِ باطن اور سلاسل کا حال اس سے بھی بُرا تھا اُن کے پاس بھی صرف ظاہر ہی رہ گیا تھا اور صرف گفتگو اور ظاہری علم کی وجہ سے اہلِ باطن بنے بیٹھے تھے۔ اور اس طرح تلقین وارشاد کی مسندوں پر گمراہ لوگ قابض تھے اور عوام کو گمراہ کر کے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے اس سلسلہ میں بڑے بڑے گمراہ کن سلاسل رائج اور جاری ہو چکے تھے جو سب گمراہ، بدعتی اور منافقین تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سرالاسرار میں ان سلاسل کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ ہم اس کتاب کی فصل نمبر 23 من وعن درج کر رہے ہیں:

''اہلِ تصوف ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ بارہ قسم کے ہیں، پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے جو سنی کہلاتے ہیں اور اپنے ہر قول وفعل میں شریعت وطریقت کی موافقت کرتے ہیں۔ یہ اہلِ سنت والجماعت کے لوگ ہیں۔ ان میں سے بعض تو حساب وعذاب کے بغیر جنت میں جائیں گے اور بعض سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور انہیں تھوڑا سا عذاب دے کر جہنم سے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ انہیں کافروں اور منافقوں کی طرح ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رکھا جائے گا۔ اس کے علاوہ باقی جتنے گروہ ہیں وہ سب کے سب بدعتی ہیں، وہ یہ ہیں (1) خلولیہ (2) حالیہ (3) اولیائیہ (4) شمرانیہ (5) حِبّیہ (6) حوریہ (7) اباحیہ (8) متکاسلہ (9) متجاہلہ (10) واقفیہ (11) الہامیہ۔

فقہِ باطن کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا کہنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی قوت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر (انوار وتجلّیات کے) انتہائی جذبات بھر دیئے تھے جو بعد میں منتشر ہو کر مشائخ طریقت تک پہنچے اور پھر بے شمار سلسلوں میں تقسیم ہو گئے اور آہستہ آہستہ کمزور ہو کر اکثر سلاسل میں بالکل ہی ناپید ہو گئے اور بے جان مردہ جسم کی طرح محض رسمی طور پر بے معنی سلسلہِ مشائخ باقی رہ گیا جس سے اہلِ بدعت پیدا ہوتے چلے گئے۔ ان بدعتیوں میں سے بعض نے خود کو قلندریہ، بعض نے حیدریہ، بعض نے ادھمیہ اور بعض نے دوسرے سلسلوں سے منسوب کر لیا جن کی تفصیل طوالانی ہے۔

اس دور میں اہلِ فقہ واہلِ ارشاد کی تعداد قلیل سے بھی کم ہے۔ اہلِ نظر فقہاء کو اُن کے ظاہری عملِ حق سے اور اہلِ ارشاد کو اُن کے پاک باطن سے پہچانتے ہیں۔ ظواہر (اہلِ فقہ) شریعت پر ثابت قدم رہ کر اوامر ونواہی کی پابندی کرتے ہیں اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور صاحبِ باطن وہ ہے جو راہِ سلوک کا مشاہدہ چشمِ بصیرت سے کرتا ہے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کو چشمِ دل سے دیکھتا ہے۔ اس

کا سلوک اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے' خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت محل کے لحاظ سے جسمانی ہو یا روحانی کیونکہ شیطان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل نہیں بن سکتا۔ اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ارادت مند سالکین کے لیے ایک اشارہ ہے تاکہ وہ راہِ سلوک میں اندھے بن کے نہ چلیں۔ حق و باطل کی تمیز کے لیے یہ ایسی دقیق علامات ہیں جو ان کے اہل کے سوا کسی اور کی سمجھ میں نہیں آتیں۔'' (سرالاسرار فصل 23)

❁ آپ نے غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تحریر سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ آپؒ کے ظہور کے وقت حالات کیا ہوں گے۔ اس گمراہ اور پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے غوث الاعظم حضرت شیخ محیّ الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو امام الاولیاء بنا کر بھیجا جنہوں نے ان تمام گمراہ باطنی سلاسل اور ظاہری مسالک کا خاتمہ کیا اور یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلے آ رہے تمام سلاسل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ذاتِ مبارک میں جمع ہوگئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بحکمِ خدا اعلان فرمادیا۔

❁ قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔ ترجمہ: میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے چار سلاسل جاری ہوئے قادری' چشتی' سہروردی اور نقشبندی۔ سلسلہ قادریہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اپنا سلسلہ ہے اور چشتی سلسلہ کے بانی حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور سہروردی سلسلہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ عین حیات میں غوث الاعظمؓ پیرانِ پیر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کر کے سلاسل کی بنیاد رکھی۔ نقشبندیہ سلسلہ کے بانی حضرت بہاؤ الدین نقشبند غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے وصال کے تقریباً سوا دو سو سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے اسمِ ذات کا سبق حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ لگاتار سولہ سال اسمِ اَللّٰہُ ذات قلب پر نقش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا اے بہاؤ الدین کیا کر رہے ہو۔ جواب دیا قلب روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں انہوں نے کہا کہ تصورِ اسم ذات کیا کرو۔ عرض کی کہ سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جاؤ جا کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے مزار پر عرض کرو کام بن جائے گا۔ چنانچہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے مزارِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر حاضر ہو کر التجا کی۔

یا دستگیرِ عالم دستم مرا بگیر　　دستم چناں بگیر کہ گویندت دستگیر

ترجمہ: اے جہان بھر کی دستگیری کرنے والے میری بھی دستگیری فرمائیں۔اس شان سے جس شان کے آپؒ مالک ہیں۔

اس پر حضور غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے نکال کر اسمِ اللہُ ذات کی شکل میں اُن کے سامنے فرمایا:

اے نقشبندِ عالم نقشم را بہ بند　　نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ: اے نقشبندِ عالم میرے والا نقش (اسمِ ذات) جما اور ایسا جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھے نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر اسمِ ذات نقش ہوگیا۔

اس لیے حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کو بھی فیض حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے ملا بلکہ قیامت تک فیض تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہی ملے گا لیکن ملے گا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے توسط سے۔اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی منظوری حاصل نہ ہو تو کوئی ولی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہو سکتا ہے۔

غوث الاعظمؓ درمیان اولیاء　　چوں محمدؐ درمیان انبیاء

یوں تو ہر طالب کے نزدیک اس کا سلسلہ اعلیٰ واولیٰ ہوتا ہے لیکن قادری طریقہ کے منسلکین نے ہمیشہ قادری طریقہ کی برتری کا دعویٰ زیادہ شدومد سے کیا ہے۔اس کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن دو باتوں سے انکار ممکن نہیں اوّل یہ کہ ہندوستان میں جن چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کو قبولیت عام حاصل ہوئی ان میں طریقہ قادریہ کو زمانی لحاظ سے اولیت حاصل ہے اور یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کا اپنا طریقہ ہے جبکہ باقی طریقوں یا سلسلوں کے بزرگوں نے اُن سے فیض حاصل کیا اور پھر آپؓ کے سلسلہ قادری کو ''فقر'' کی بدولت تمام سلاسل پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کا فیضِ روحانی لامحدود ہے۔اس کے بارے میں آپؓ کا فرمان ہے:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا　　اَبَدًا عَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: پہلوں کے آفتاب ڈوب گئے لیکن ہمارا آفتاب بلندیوں کے آسمان پر کبھی غروب نہ ہوگا۔

آفتاب سے مراد فیضانِ ہدایت وارشاد ہے اور غروب ہونے سے مراد اس فیض کا بند ہونا ہے جو کبھی نہ ہوگا۔

بعد میں آنے والوں نے آپؓ کے اس دعویٰ کی تصدیق کی ہے اور وفات کے بعد بھی آپؓ کی روحانی قوت کے تصرف اور اثر کا اقرار کیا ہے۔ یہاں ہم صرف دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو شہرہ آفاق محدّث و مفکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتب سے لیے گئے ہیں: شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''ہمعات'' میں جو ایک لحاظ سے تصوف کی تاریخ ہے' یوں بیان فرمایا ہے:

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اولیاء کرام اور اصحابِ طریقت کا سلسلہ چلتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو باحسنِ وجوہ طے کر کے نسبتِ اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا' وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسی بناء پر آپؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں''

اسی طرح ''تفہیمات'' میں حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اپنا کشف اس طرح بیان کرتے ہیں: اِنَّ الشَّیْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ لَہٗ شُعْبَۃٌ مِنْ سَرَیَانٍ فِی الْعَالَمِ وَذَالِکَ اِنَّہٗ لَمَّامَاتَ صَارَ کَھَیْئَۃِ الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَانْطَبَعَ فِیْہِ الْوُجُوْدُ السَّارِیْ فِی الْعَلَمِ کُلِّہٖ۔

ترجمہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد جہان کو فیض پہنچانے کا شعبہ ہے۔ اسی لیے جب ان کا وصال ہوا' تو ان کی روح ملاء الاعلیٰ کی صورت اختیار کر گئی اور ان کا وجود تمام جہان کے لیے فیض رساں بن گیا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❁ قادری طریقہ تیز دھار ننگی تلوار کی مانند ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ ہر طریقہ خرقہ پوش ہے لیکن قادری طریقہ محبت و معرفتِ توحیدِ الٰہی کا دریا نوش ہے' ہر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن قادری طریقہ میں غرق فنافی اللہ ہو کر نفس سے آزادگی ہے۔ ہر طریقہ میں قائم مقام ہے لیکن قادری طریقہ میں ہدایتِ معرفت وفقر تمام ہے' ہر طریقہ میں جبہ و دستار ہے لیکن قادری طریقہ میں مشاہدۂ جمالِ حضور اور شرفِ دیدار ہے۔ ہر طریقہ میں ورد و تسبیح ہے لیکن قادری طریقہ میں غرقِ وحدت و نفس ذبیح ہے' ہر طریقہ میں تقلیدی طور پر حجام کی طرح قینچی سے طالب مرید کے بال کاٹے جاتے ہیں لیکن قادری طریقہ میں توجہ دے کر بعین توحید کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔

ہر طریقہ مفلس و بر در سوال　　قادری صاحبِ غنایت باوصال
من قادریم' حاضریم باخدا　　طالباں را می نُمایم مصطفیٰؐ

ترجمہ: ہر طریقہ مفلس و در در کا سوالی ہے مگر قادری غنی و باوصال ہوتا ہے' میں قادری فقیر ہوں' ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہتا ہوں اور طالبوں کو مجلسِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچاتا رہتا ہوں۔

فقیر نے جو کچھ کہا ہے حسد سے نہیں بلکہ حساب سے کہا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- جان لے کہ قادری طریقہ بادشاہ ہے اور دوسرے تمام طریقے اُس کی فرمانبردار و محکوم رعیت ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- یاد رہے کہ دوسرے ہر طریقے میں رنجِ ریاضت کی آفات ہیں لیکن طریقہ قادری میں تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعے پہلے ہی روز غرق فنا فی اللہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ قادری طریقہ آفتاب کی مثل ہے اور دوسرے طریقے چراغ کی مثل ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- ہر طریقہ مے بود مثلِ چراغ　　و ز آفتابِ قادری صد طُور داغ

ترجمہ: ہر طریقہ چراغ کی مثل ہے اور قادری طریقہ آفتاب کی مثل ہے' قادری طریقہ ایسا آفتاب ہے کہ جس کے سامنے سینکڑوں طُور شرمندہ ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- تمام سلاسل چراغ کی مانند ہیں جسے نفسانی، شیطانی، دنیاوی آفتوں اور بلاؤں کی ہوا بجھا سکتی ہے۔ لیکن سلسلہ قادریہ آفتاب کی مانند ہے کیونکہ اسے مخالف ہواؤں کا ڈر نہیں۔ چراغ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکے۔ (اسرارِ قادری)

سلسلہ سروری قادری

سلسلہ قادری کا ایک سِرّ ہے جو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سیّدنا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو اور انہوں نے اپنے پوتے سیّدنا عبدالجبار بن ابو صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل فرمایا۔ یہ سِرّ لقائے الٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری والا کامل سلسلہ قادری ہے۔ ابتدا میں اس کو جباری گروہ یا سلسلہ قادری جباری کے نام سے پکارا گیا۔ محمد حسین دہلوی اپنی کتاب ''تذکرۃ الفقراء'' جس میں انہوں نے مختلف سلاسل کے فقراء سے ملاقاتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، میں تحریر فرماتے ہیں کہ دورانِ سیاحت اُن کی ''جباری گروہ کے کسی بھی فقیر سے ملاقات نہیں ہوئی'' کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا اور اہلِ دنیا' شہرت، نام و ناموس سے دور رہتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست بیعت اور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فیض کے بعد اسے سروری قادری کا نام دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سلسلہ سروری قادری کو برصغیر میں عروج حاصل ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سروری قادری کو ہی کامل قادری یا اصل قادری سلسلہ تسلیم کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے' ایک سروری قادری اور دوسرا زاہدی قادری۔ سروری قادری مرشد صاحبِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہوتا ہے اس لیے وہ جس طالبِ اللہ کو حاضراتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے تو اُسے پہلے ہی روز اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے جس سے طالبِ اللہ اتنا لایحتاج و بے نیاز مُتَوَکِّلْ اِلَی اللّٰہ ہو جاتا ہے کہ اُس کی نظر میں مٹی و سونا برابر ہو جاتا ہے۔ زاہدی قادری طریقے کا طالب بارہ سال تک ایسی ریاضت کرتا ہے کہ اُس کے پیٹ میں طعام تک نہیں جاتا' بارہ سال کی ریاضت کے بعد حضرت پیر صاحب (محیّ الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز) اُس کی دستگیری فرماتے ہیں اور اُسے سالک مجذوب یا مجذوب سالک بنا دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں سروری قادری طالب کا مرتبہ محبوبیت کا مرتبہ ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ زمان و لامکان پر مکمل تصرف رکھنے والا طریقہ صرف قادری ہے اور قادری بھی دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک زاہدی قادری اور دوسرے سروری قادری۔ سروری قادری طریقہ وہ ہے جو اس فقیر کو حاصل ہے کہ یہ فقیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دستِ بیعت فرمایا اور خندہ پیشانی سے فرمایا: ''خلقِ خدا کی راہنمائی میں ہمت کرو۔'' بعد از تلقین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد کر دیا۔ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بھی سرفرازی بخشی اور خلقِ خدا کو تلقین کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ اُن ہی کی نظرِ کرم کا کمال ہے کہ بعد میں اس فقیر نے جب بھی کسی طالبِ اللہ کے ظاہر و باطن پر توجہ کی اُسے ذکر اذکار اور مشقت و ریاضت میں ڈالے بغیر محض تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچا دیا۔ پھر اُس نے جدھر بھی نظر اُٹھائی اُسے اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی نظر آیا اور اس کے سامنے کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ سروری قادری طریقہ کم حوصلہ نہیں۔ یہ نہایت ہی فیض بخش طریقہ ہے جب کہ دیگر طریقوں میں لوگوں نے بعض طالبوں کو آتشِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے جلا کر مار ڈالا' بعض اسمِ اَللّٰہُ ذات کا بوجھ برداشت نہ کر سکے اور عاجز ہو بیٹھے اور بعض مردود و مرتد ہو گئے۔ (عین الفقر)

❁ سروری قادری کامل کی ابتدا کیا ہے؟ قادری کامل (سروری قادری) نظر سے یا تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات

سے یا ضربِ کلمہ طیب سے یا باطنی توجہ سے طالبِ اللہ کو معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق کر کے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے کہ طریقہ قادری میں یہ پہلے ہی روز کا سبق ہے۔ جو مرشد اس سبق کو نہیں جانتا اور طالبوں کو مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں نہیں پہنچاتا وہ قادری کامل ہرگز نہیں۔ اُس کی مستی حال محض خام خیالی ہے کہ قادری کامل معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق ہو کر ہمیشہ غرقِ وصال رہتا ہے اور وصال بھی دو قسم کا ہے' ایک تجلی الہام کا وصال اور دوسرا اُس تجلی میں دائم استغراقِ کامل کا وصال۔ (کلید التوحید کلاں)

یاد رہے کہ قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے' ایک زاہدی قادری طریقہ ہے جس میں طالب عوام کی نگاہ میں صاحبِ مجاہدہ و صاحبِ ریاضت ہوتا ہے جو ذکرِ جہر سے دل پر ضربیں لگاتا ہے' غور و فکر سے نفس کا محاسبہ کرتا ہے' ورد و وظائف میں مشغول رہتا ہے' راتیں قیام میں گزارتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے لیکن باطن کے مشاہدہ سے بے خبر قال (گفتگو) کی وجہ سے صاحبِ حال بنا رہتا ہے۔ دوسرا سروری قادری طریقہ ہے جس میں طالب قُرب و وصال اور مشاہدہ دیدار سے مشرف ہو کر شوریدہ حال رہتا ہے اور ایک ہی نظر سے طالبِ اللہ کو معیتِ حق تعالیٰ میں پہنچا دیتا ہے اور وصالِ پروردگار سے مشرف کر کے حق الیقین کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسا ہی سروری قادری فقیر قابلِ اعتبار ہے کہ وہ قاتلِ نفس ہوتا ہے اور کارزارِ حق میں پیش قدمی کرنے والا سالار ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

سلسلہ سروری قادری کو سروری قادری اس لیے کہا جاتا ہے کہ سروری کا مطلب ہے سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہونا اور قادری کا مطلب ہے غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا یعنی اُن کے طریقہ پر چلنا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سروری قادری اُسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دستِ بیعت فرماتے ہیں اور اس کے وجود سے بدخلقی کی خو بُو ختم ہو جاتی ہے اور اُسے شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

ایک اس مراتب کے بھی سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین رسول رب العالمین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مہربانی سے نواز کر باطن میں حضرت محیّ الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے سپرد کر دیں اور حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ بھی اُسے اس طرح نوازتے ہیں کہ اُسے خود سے جدا نہیں ہونے دیتے۔ (محک الفقر کلاں)

سروری قادری طریقہ میں رنج ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر فکر کی الجھنیں ہرگز نہیں ہیں یہ سلسلہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا، تسبیح، جُبہّ و دستار وغیرہ سے بے زار ہے۔ اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مرشد پہلے ہی روز سلطان الاذکار کا ذکر اور تصورِ اسمِ ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ عطا کر کے طالب کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ سب کچھ نہیں ہے اس لیے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلسلہ سروری قادری کے طالب (مرید) کی ابتدا دوسرے سلاسل کی انتہا کے برابر ہوتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے دستِ بیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر فرمایا پھر ظاہری بیعت غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر فرمائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تک سلسلہ سروری قادری اس طرح پہنچتا ہے:

1۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
2۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
3۔ حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔ حضرت شیخ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ
5۔ حضرت شیخ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ
6۔ حضرت شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ
7۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ
8۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
9۔ حضرت شیخ جعفر ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ
10۔ حضرت شیخ عبدالعزیز بن حرث بن اسد تمیمی رحمتہ اللہ علیہ
11۔ حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رحمتہ اللہ علیہ
12۔ حضرت شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوسی رحمتہ اللہ علیہ
13۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد قریشی ہنکاری رحمتہ اللہ علیہ
14۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمتہ اللہ علیہ

15۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

16۔ حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر سیّد عبدالرزاق جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

17۔ حضرت شیخ سیّد عبدالجبار جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

18۔ حضرت شیخ سیّد محمد صادق یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ

19۔ حضرت شیخ سیّد نجم الدین برہان پوری رحمتہ اللہ علیہ

20۔ حضرت شیخ سیّد عبدالفتاح رحمتہ اللہ علیہ

21۔ حضرت شیخ سیّد عبدالستار رحمتہ اللہ علیہ

22۔ حضرت شیخ سیّد عبدالبقاء رحمتہ اللہ علیہ

23۔ حضرت شیخ سیّد عبدالجلیل رحمتہ اللہ علیہ

24۔ حضرت شیخ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

25۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بعد سلسلہ سروری قادری جس طرح اب تک جاری ہے اُن مشائخ کا تذکرہ ترتیب وار کتاب میں باب دوم، باب سوم، باب چہارم، باب پنجم اور باب ششم میں کیا گیا ہے اور حقیقی سلسلہ سروری قادری یہی ہے۔

فصل 10

سلسلہ ازواج اور اولاد پاک

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں چار نکاح فرمائے۔

1۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیوی حضرت مخدوم برہان الدین احمد[1] ساکن لنگر مخدوم والا ضلع جھنگ کے خاندان سے تھیں۔

2۔ دوسری بیوی اپنی ہم کفو یعنی قوم اعوان سے تھیں۔

3۔ تیسری بیوی بھی قریبی رشتہ دار تھیں۔

4۔ چوتھی بیوی ملتان کے ایک ہندو ساہوکار خاندان سے تھیں جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہو کر آپ کے نکاح میں آئیں۔ اس واقعہ کو صاحبِ مناقبِ سلطانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ دورانِ سفر آپ رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لے گئے اور دعوتِ قبور کیلئے حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر سوار ہوئے۔ پہلے تو قبر جنبش میں آئی لیکن فی الفور پیران پیر دستگیر محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف سے

---

[1] حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سہروردیہ سے صاحبِ ارشاد تھے ایک روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور دوسری روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کے صاحبزادے تھے۔ (تذکرہ اولیائے جھنگ)

حکم ہوا کہ اے بہاؤ الدین یہ ہمارا محبوب ہے اس سے الفت کرنا۔ جو کچھ یہ کہے بجالانا پس حضرت بہاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا جو حکم ہو فرمائیں تا کہ میں بجالاؤں۔ اس حالتِ جذبہ میں سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار اصرار کیا گیا تو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے شہر میں سے ایک پاکیزہ (سعید) آدمی کا باز و دو۔ اتنا کہہ کر اس مستی اور جذبہ کی حالت میں مزار مبارک سے نکل کر شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ظہر کی نماز کیلئے دریا کے کنارے پر وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کنواری نوجوان عورت جوتے ہاتھ میں لئے کھڑی ہے پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا! تو کون ہے؟ عرض کیا کہ فلاں ساہوکار کی لڑکی ہوں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرہ مبارک میں گئے اور وہاں سے نکلے تو میں اسی وقت مسلمان ہوگئی کیونکہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرنے بلکہ لونڈی ہونے کا حکم دیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ نزدیکی گاؤں میں لوگوں کی موجودگی میں ان سے نکاح فرمایا۔

اولادِ پاک

مناقبِ سلطانی میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے جو اس طرح ہے:-

۱۔ حضرت سلطان نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت سلطان ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت سلطان لطیف محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت سلطان صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ حضرت سلطان فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت سلطان شریف محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ حضرت سلطان حیات محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحبزادی مائی رحمت خاتون بھی تھیں۔ [1]

---

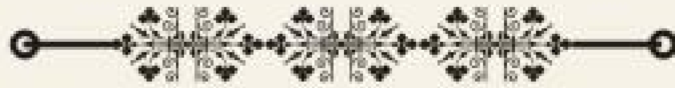
[1] مرآتِ سلطانی (باھُو نامہ کامل)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام صاحبزادگان میں سے صرف تین صاحبزادوں حضرت سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اولاد کا سلسلہ چلا جبکہ باقی صاحبزادگان لاولد فوت ہوئے اور ایک صاحبزادہ سلطان حیات محمد صاحب کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔

سب سے بڑے صاحبزادے حضرت سلطان نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مزار مبارک کو چھوڑ کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ گڑانگ فتح خاں لیہ تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی اور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بیس سال بعد واپس تشریف لائے اور یہیں وفات پائی اور مزارِ مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بستی قاضی نزد شہر لیہ میں آباد ہے۔

دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ آخری سفر میں ڈیرہ غازی خان (اب رحیم یار خان) کے قریب شہر مرٹہ میں حضرت غیاث الدین تیغ ہراں عادل غازی شہید کی خانقاہ کے قریب وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد چاہ سمندری (پرانا دربار سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ)' موجودہ دربار شریف، احمد پور شرقیہ اور رحیم یار خان کے آس پاس آباد ہے۔ آپ کی اولاد ہی سے تمام سجادہ نشین مقرر ہوئے اور زمین اور جائیداد کے وارث ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے بعض بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض نے سیاست کے میدان میں بھی بڑا نام کمایا۔ میرے مرشد پاک کا سلسلہ نسب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے واسطہ سے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

سلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بہت تھوڑی تعداد میں سبزل کوٹ (صادق آباد) میں آباد رہی۔ اس خانوادہ نے گمنامی اور تنگدستی میں وقت گزارا اور بالآخران کا سلسلہ مفقود ہوگیا۔ اب صرف دو صاحبزادوں سلطان نور محمد اور سلطان ولی محمد سے اولاد کا سلسلہ چل رہا ہے۔



فصل 11

کرامات

اصطلاحِ شریعت میں کرامت وہ خلافِ عادت قوت ہے جس کا ظہور اولیاء کرام سے ہوا۔ دراصل کرامت ایک روحانی قوت ہے جو عطائے الٰہی ہوتی ہے اور اللہ پاک اپنے پاک بندوں کو یہ قوت عطا فرماتا ہے۔ کرامت اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت نبی کی اتباع کرنے والے اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہے۔

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے ایک مادی یا ظاہری دوسری روحانی یا باطنی۔ مادی یا ظاہری کرامت عوام الناس کیلئے ہوتی ہے کیونکہ ظاہر بین ظاہری کرامت کو مانتے ہیں۔ روحانی یا باطنی کرامت خواص کیلئے ہوتی ہے اور اس کرامت کو خواص ہی جانتے ہیں۔ مادی یا ظاہری کرامت میں شیطانی استدراج بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ کافر جوگیوں اور مشرکوں سے بھی ظاہر ہوسکتی ہے۔ مثلاً پانی پر چلنا' ہوا میں اڑنا' کسی بیمار کو اچھا کر دینا' کسی تندرست کو بیمار کر دینا' دیوانہ بنا دینا' غیب کی باتیں بتا دینا وغیرہ۔ عارفین اِن کرامتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور انہیں راہِ فقر میں حیض ونفاس کا درجہ دیتے ہیں۔ روحانی اور باطنی کرامت یہ ہے کہ کسی کے قلب کو بدل دینا' ذکرِ اَللّٰہُ سے

قلب کو جاری کر دینا' ایک ہی نگاہ سے واصل باللہ کر دینا' کسی جاہل کو عالم بنا دینا' کسی شخص کو ایسا علم عطا کر دینا جو اسے پہلے حاصل نہ ہو' فنا فی الشیخ' فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مرتبہ پر پہنچا دینا' دنیا دار کو ایک ہی نگاہ سے عارف بنا دینا' بے رنج و ریاضت اور چلہ کشی کے مشاہدۂ حق تعالیٰ اور دیدارِ الٰہی میں غرق کر دینا۔ یہ عارفین کی کرامتیں خواص کیلئے ہیں اور ان میں شیطانی استدراج نہیں ہوتا۔

❁ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی بے شمار ظاہری و باطنی کرامات ہیں جن کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے:

❁ آپؒ کی ایک کرامت جس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے بہت مشہور ہے کہ آپؒ بچپن سے ہی جس کافر پر نگاہ ڈالتے وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا اور آپؒ کی یہ کرامت آخر عمر تک جاری و ساری رہی۔

❁ آپؒ کی دوسری کرامت آپؒ کی کتب ہیں۔ آپؒ اُمّی تھے اور آپؒ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی اس کے باوجود آپؒ نے اس وقت کی مروجہ زبان فارسی میں 140 کتب تصنیف فرمائیں۔ آپؒ کی کتب کا اعجاز ہے اور میرا مشاہدہ بھی ہے کہ ایک دفعہ باوضو' صدق' اخلاص اور ادب سے آپؒ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو قلب روشنی سے منور ہونے لگتا ہے۔ آپؒ کی کتب سراسر الفاظِ نوری اور کلماتِ حضوری پر مشتمل ہیں۔ آپؒ کا یہ اعلان آپ کی ہر کتاب میں موجود ہے کہ "اگر کسی کو تلاش کے باوجود مرشدِ کامل نہ ملتا ہو وہ ہماری کسی بھی کتاب کو مرشد اور وسیلہ بنائے تو ہمیں قسم ہے کہ اگر ہم اسے اس کی منزل تک نہ پہنچائیں" اس خادم کا یہ مشاہدہ ہے کہ صدقِ دل سے آپؒ کی کتب کا مطالعہ کرنے والا اپنی طلب کے مطابق مرشد کامل اکمل تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر دل کے اندھوں کیلئے آپؒ کا یہ فرمان بھی ہے "ہماری کتاب معرفت سے ازلی محروم اور کور چشم شوم کو ہرگز پسند نہیں آئے گی" آپؒ کی کتب کا یہ اعجاز بھی ہے کہ عارفین کیلئے آپؒ کی کتب خواہ وہ عارف ابتدائی مقام پر ہو یا متوسط یا انتہائی مقام پر وحدت میں غرق ہو' ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ اسرار کا خزانہ رکھتی ہیں وہ جس مقام پر ہوگا اسی مقام کے مطابق ان کتب سے راہنمائی پائے گا۔

❁ جب آپؒ شورکوٹ میں کاشتکاری کرتے تھے تو افلاس اور ناداری سے تنگ ایک سفید پوش عیال دار سیّد صاحب بزرگوں اور فقیروں کی تلاش میں مارے مارے پھرا کرتے تھے کہ کہیں سے کوئی اللہ کا بندہ مل جائے اور اس کی دعا سے میری غربت اور تنگدستی دور ہو جائے۔ اسی طلب میں وہ ایک فقیر کی خدمت میں رہنے

لگا اور اس کی جان توڑ خدمت کی ایک دن فقیر کو اس کے حال پر رحم آیا اور پوچھا تیری مراد اور حاجت کیا ہے؟ اس سیّد نے عرض کی کہ میرا بڑا بھاری کنبہ ہے اور قرض بہت ہو گیا ہے جوان لڑکیاں اور لڑکے ہیں افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے ان کی شادی بھی نہیں کر سکتا۔ ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں اب تو غیبی مدد کے سوا میری تنگدستی کا علاج ناممکن ہے؟ تب اس فقیر نے کہا کہ میں تجھے ایک مردِ کامل کا پتہ بتا دیتا ہوں سوائے اس کے تیرا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ تو حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے پاس شورکوٹ (جھنگ) چلا جا اور ان کی بارگاہ میں عرض پیش کر۔ وہ پریشان حال سیّد صاحب حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئے لیکن ان کی مایوسی کی کوئی حد نہیں رہی جب دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کھیتوں میں ہل چلا رہے ہیں اور پھر انہیں اردگرد سے پتہ چل چکا تھا کہ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو فقیر کی حیثیت سے نہیں یہاں تو کسان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر مایوس ہو کر واپس مڑنے ہی والے تھے کہ حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے، جو کہ ان کی قلبی کیفیت سے آگاہ ہو چکے تھے، ان کو آواز دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز سن کر ان سیّد صاحب کی کچھ ڈھارس بندھی اور دل میں کہنے لگے کہ اب خود بلایا ہے تو عرض پیش کرنے میں کیا ہرج ہے؟ سیّد صاحب نے قریب آ کر سلام کیا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ کس ارادے سے یہاں آئے ہو۔ سیّد صاحب نے اپنی ساری سرگزشت سنا دی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا شاہ صاحب مجھے پیشاب کی حاجت ہے آپ میرا ہل پکڑ کر رکھیں میں پیشاب سے فارغ ہو لوں۔ غرض آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پیشاب کیا اور مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد وہ ڈھیلا ہاتھ میں لیے سیّد صاحب سے مخاطب ہوئے۔ ''شاہ صاحب آپ نے مفت تکلیف اٹھائی میں تو ایک جٹ آدمی ہوں''۔ سیّد صاحب کا دل پہلے ہی سفر کی محنت اور مایوسی سے جلا ہوا تھا طیش میں آ کر بولے کہ ہاں یہ میری سزا ہے کہ سیّد ہو کر آج ایک جٹ کے سامنے سائل کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔ حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو جلال آیا اور اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھتے ہوئے وہ پیشاب والا ڈھیلا زمین پر دے مارا۔

نظر جنہاں دی کیمیا' سونا کردے وٹ ‏ ‏ ‏ قوم اُتے موقوف نہیں کیا سیّد کیا جٹ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پیشاب والا ڈھیلا اسی جُتی ہوئی زمین پر دور تک لڑھکتا چلا گیا اور زمین کے جن جن مٹی کے ڈھیلوں سے لگتا گیا وہ سونے کے بنتے چلے گئے۔ سیّد صاحب یہ حالت دیکھ کر دم بخود رہ گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر گر کر رونے لگے اور معافیاں مانگنے لگے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا شاہ صاحب یہ وقت رونے کا نہیں یہ ڈھیلے چپکے سے اُٹھا لو اور چلتے بنو ورنہ لوگوں کو پتہ لگ گیا تو نہ تیری خیر ہے اور نہ میری۔ چنانچہ اس سیّد صاحب نے ان سونے کے ڈھیلوں کو جلدی سے اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں چومتے ہوئے وہاں

سے چل دیئے۔

❁ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مشرقی ریگستان کے علاقہ تھل میں چند طالبوں اور درویشوں کے ساتھ محوِ سفر تھے۔ راستہ میں کسی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اکسیرِ نظر کسے کہتے ہیں؟ اس وقت پاس ہی ایک شخص لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر کے اسے اٹھانے کو ہی تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ شخص آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سوال کرنے والے سے کہا جس وقت واپس آ کر ہم اس جگہ آئیں جہاں وہ لکڑیاں اُٹھانے والا ہمیں ملا تھا تو تمہارے سوال کا جواب وہی شخص دے گا۔ چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سفر سے لوٹے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا گزر اسی جگہ سے دوبارہ ہوا جہاں وہ لکڑیاں اٹھانے والا آدمی ملا تھا تو ایک طالب نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس سوال کے جواب کی یاد دلا کر عرض کی کہ جناب ہم واپس اسی جگہ پر آگئے ہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ مہربانی فرما کر ہمیں اس سوال کا جواب دیں کہ اکسیرِ نظر کیا ہے؟ آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام طالبوں، درویشوں اور مریدوں کو اس آدمی کے پاس لے گئے تو اس کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں چھوڑ گئے تھے کہ لکڑیوں کا گٹھا اس کے سامنے پڑا ہوا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہمراہ طالبوں سے کہا کہ اس آدمی سے اپنے سوال کا جواب پوچھو۔ جب انہوں نے اس آدمی کو بلایا تو وہ بت کی طرح ساکت کھڑا رہا اور کوئی جواب نہ دیا اور بار بار بلانے پر بھی کوئی توجہ نہ دی تو انہوں نے عرض کی حضور آپ رحمتہ اللہ علیہ خود بلائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس روز ہم یہاں سے گزرے تھے تم نے اس شخص کو کس طرح دیکھا تھا۔ انہوں نے عرض کی حضور یہ شخص لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے کو تھا اور جس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نظر فرمائی تو یہ آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز سے اسی حالت میں کھڑا ہے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری دفعہ اس کی طرف توجہ کی تو وہ ہوش میں آگیا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں پر گر کر زار و قطار رونے لگا اور فریاد کرنے لگا کہ خدا کیلئے مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنی حالت بتاؤ۔ اس نے عرض کی کہ حضور جس روز آپ رحمتہ اللہ علیہ یہاں سے گزر رہے تھے میں یہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے کو ہی تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے میری طرف باطنی نگاہ ڈالی اور میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اسی ایک نگاہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار میں غرق ہو گیا اور آج تک میں اسی لذتِ دیدار میں محو اور مدہوش رہا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار پھر مجھے اس حالت سے نکال لیا ہے۔ مجھے صبر اور قرار نہیں آ رہا مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے درویشوں اور طالبوں سے فرمایا یہ اکسیرِ نظر کی ادنیٰ سی مثال ہے جو تم نے دیکھی ہے۔ تب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا جا اپنے لکڑیوں کے گٹھے کو اٹھا لے پہلے تو مجذوب ابن الوقت تھا اب تو سالک ابوالوقت ہوگا۔

اب یہ تیرے اختیار میں ہے کہ جب چاہے اس حالت میں چلا جایا کر اور جب چاہے واپس آجایا کر۔

❁ حضرت سلطان باھُوؒ کے محل پاک (مزار پاک) کے دروازے کے سامنے بیر کا ایک درخت ہوا کرتا تھا۔ یہ درخت دروازے کے وسط میں تھا اس لئے جو لوگ زیارت کرنے جاتے انہیں بڑی تکلیف ہوتی اور پھر دروازے کے سامنے ہونے کی وجہ سے درمیان میں پردہ سا حائل رہا کرتا۔ خلفاء اور مجاور ادب کے سبب بیر کے اس درخت کا کاٹنا جائز خیال نہ کرتے تھے۔ ایک روز ایک نابینا شخص زیارت کے لئے محل پاک کے اندر داخل ہونے لگا کہ اس کی پیشانی درخت کے ایک مضبوط تنے سے ٹکرا گئی جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا اور پیشانی سے خون بہنے لگا۔ خلفاء اور مجاوروں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ کل نمازِ فجر کے بعد اس درخت کو کاٹ دیا جائے۔ اسی زمانہ میں ایک فقیر حضرت محمد صدیقؒ ڈیرہ اسماعیل خاں سے آکر دربار پاک پر معتکف ہوئے تھے بڑے صاحبِ حال فقیر تھے وہ بھی اس مشاورت میں شامل تھے۔ چنانچہ رات کو حضرت سلطان العارفینؒ نے خواب میں محمد صدیقؒ کو فرمایا کہ ''ہماری بیری کے درخت کو کیوں کاٹتے ہو' وہ خود بخود یہاں سے دور جا کھڑا ہوگا۔'' صبح دیکھا گیا کہ واقعی وہ درخت اپنے اصلی مقام سے دس قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ یہ مبارک درخت دہلیز کے وسط سے عین شمال کی طرف یعنی زیارت کرنیوالوں کے دائیں ہاتھ خود بخود جا کھڑا ہوا۔ اس روز سے اس درخت کا نام حضوری بیر ہے۔ اس کا میوہ زیارت کرنیوالے ہزارہا کوس تک بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ اسے بیماروں کی شفا' حصولِ اولاد اور تبرک کیلئے کھاتے ہیں اگر پھل میسر نہ ہو تو اس کے پتے ہی تبرک کیلئے لے جاتے ہیں۔ اس کرامت سے خواب میں حضرت سلطان العارفینؒ نے محمد صدیقؒ کو مطلع فرمایا تھا اس لیے ان خلیفہ موصوف کا لقب ''بیر والا صاحب'' اور مخدوم صاحب بیر والا'' پڑ گیا اور ان کے مرید ان کو اسی نام سے پکارتے تھے۔

❁ ایک دفعہ حضرت سلطان العارفینؒ چند درویشوں کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کے علاقہ میں سفر فرما رہے تھے راستہ میں چبری نامی گاؤں سے آپؒ کا گزر ہوا۔ آپؒ کے ہمراہی درویشوں نے عرض کی کہ حضور (ؒ) اگر اجازت مرحمت فرمائیں دوپہر کا وقت قریب ہے یہیں روٹیاں پکا لیں۔ آپؒ نے اجازت عطا فرما دی۔ اس گاؤں میں ایک عورت درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی آپؒ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؒ کے ہمراہی درویش اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مصروف ہوئے۔ اس عورت کی ایک شیر خوار بچی پنگھوڑے میں سوئی ہوئی تھی کہ جاگ کر رونے لگی وہ عورت حضرت سلطان العارفینؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی ''اے درویش ذرا اس پنگھوڑے کو ہلا دے تا کہ یہ چپ ہو جائے''

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پنگھوڑے کو ہلانے لگے اور ساتھ ہی توجہ فرما کر بچی کا قلب اسمِ اَللّٰہُ ذات سے روشن کر دیا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے عورت اس بچی کے پنگھوڑے کو ہم نے ایسی جنبش دی ہے کہ تا قیامت یہ جنبش ترقی پذیر ہوگی''۔ اس بچی کا نام حضرت فاطمہ مستوئن رحمۃ اللہ علیہا ہے یہ قوم بلوچ قبیلہ مستوئی سے تھیں اور ان کا مزار ڈیرہ غازی خان کے علاقہ ''وھوآ'' کے مقام پر فتح خان کے نام سے مشہور دیہات کے علاقہ ''کاتکر'' میں ہے اس مزار پاک پر لاکھوں زائرین اور سینکڑوں طالبِ اللہ فیض حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔

❁ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ وادی سون سکیسر کی سیاحت کو نکلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سلطان نورنگ کھیتران آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں کلر کہار کی ایک خوبصورت پہاڑی کے پاس رکے (یہاں آج کل حکومت نے ایک تفریح گاہ بنا دی ہے اور لوگ پکنک منانے یہاں آتے ہیں۔) اس پہاڑی کے غار میں رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مراقب ہو گئے اور دیدارِ الٰہی میں غرق ہو گئے۔ جب شام کا وقت آ گیا تو حضرت سلطان نورنگ صاحب کو فکر دامن گیر ہوئی کہ خدا جانے حضور کب تک حالتِ استغراق میں رہیں گے اور یہاں اس جنگل میں ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کیا ہوگا۔ چنانچہ شام کو جب افطار کا وقت ہوا تو ایک غیبی موکل ہرن کی صورت میں پہاڑ سے اتر کر حضرت نورنگ سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آ کھڑا ہوا اس کے سینگوں پر کھانا اور پانی موجود تھا اس نے اپنا سر جھکا دیا اسی وقت حضرت سلطان نورنگ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد کی آواز آئی۔

براتِ عاشقاں برشاخِ آہو

(سلطان نورنگ اپنی بارات کو اس ہرن کے سینگوں سے اتار لے) چنانچہ حضرت نورنگ سلطان صاحب نے اس کھانے کے ساتھ روزہ افطار کیا اور برتن اور دستر خوان اس غیبی ہرن کے سینگوں کے ساتھ باندھ کر رخصت کر دیا۔ اسی طرح تمام ماہِ رمضان حضرت نورنگ سلطان صاحب کو سحری اور افطاری کے وقت وہ رزق پہنچتا رہا۔

غرض حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تمام ماہِ رمضان حالتِ استغراق میں رہے۔ عید کی رات جب چاند نظر آیا اور آس پاس کی آبادیوں میں عید کی خوشی میں ڈھول اور نکارے بجنے لگے تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ سے باہر آئے اور نورنگ سلطان سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے؟ عرض کی کہ حضور عید کا چاند نظر آ گیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نورنگ! کیا سارا رمضان گزر گیا؟ اور ہمارے روزوں، نمازوں اور تراویح کا کیا بنا؟ عرض کی کہ حضورؒ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس قدر استغراقِ اللہ کے تمام نمازوں،

روزوں اور تراویح کو قضا کر کے ادا کیا۔ اور جب غیبی ہرن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حاضر ہوا تو اس کی التجا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نگاہ فرمائی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور واصل بحق ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت وہاں ایک اور درویش[1] بھی موجود تھا اس نے عرض کی کہ میں ایک عرصہ سے خدمت میں موجود ہوں مگر مجھ پر ایسی توجہ نہ کی گئی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر توجہ فرمائی تو وہ بھی جانبر نہ ہو سکا اور واصل بحق ہوا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں کے مزارات ساتھ ساتھ بنا دیئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت کی وجہ سے وہ جگہ ''آھو باھُوؒ'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ اور بہت مشہور زیارت گاہ بن گئی۔ اس خادم[2] نے کئی بار اس جگہ کی زیارت کی ہے اور حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہ کی بھی زیارت کی ہے کیونکہ میرے مرشد پاک ہر سال گرمیوں میں وادی سون سکیسر (اوچھالی) تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس خادم کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے موٹروے کے راستہ سے کلر کہار سے گزر کر اوچھالی جانا پڑتا تھا اس لئے ہر سال بارہ پندرہ بار اس جگہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ 2001ء تک تو یہ جگہ ''دربار آھو باھُوؒ'' کے نام سے ہی مشہور تھی لیکن 2002ء میں جب میرا گزر وہاں سے ہوا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام تبدیل ہو چکا ہے اور ''آھو باھُوؒ'' کو ''ہو بہو'' میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور کسی نے ان مزارات کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے صاحبزادے سیّد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں سیّد شیخ محمد یعقوب شہید اور حضرت شیخ سیّد محمد اسحاق شہید کے نام سے موسوم کر کے اپنے حلقہ میں لے لیا ہے اور تاریخ کا رخ ہی بدل دیا ہے۔

اس جگہ کی ایک کرامت اور مشہور ہے کہ اس جگہ میٹھا پانی نہیں تھا اس لئے کلر کہار کے رہنے والوں کو بہت دور دراز سے پینے کیلئے میٹھا پانی لانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ عورتیں پانی بھر کر لا رہی تھیں کہ اللہ کے ایک ولی (حضرت شیخ فرید الدینؒ[3] گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ) کا گزر ہوا اور انہوں نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا تو عورتوں نے جواب دیا کہ بابا جی پانی تو کڑوا ہے تو اس اللہ کے بندے نے فرمایا اچھا کڑوا ہے تو کڑوا ہی سہی؟ ان عورتوں

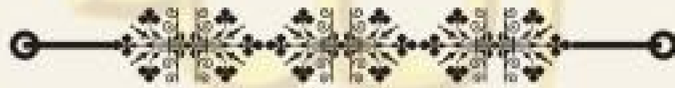
---

[1] میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد اور والد حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمائی ہے کہ اس درویش کا نام فقیر غلام محمد تھا جو نور پور سیٹھی ضلع چکوال کا رہائشی تھا۔

[2] اس عاجز نے مارچ 1994 میں ایک سفرِ زیارت کے دوران ان مزارات کی زیارت کی تھی اس وقت موٹروے کی تعمیر کے لیے ابھی کھدائی ہو رہی تھی اس وقت یہ مزارات ''آھو باھُوؒ'' ہی کے نام سے معروف تھے۔ فقیر نور محمد کلاچوی کے فرزند فقیر عبدالحمید ''حیاتِ سروری'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کے والد فقیر نور محمد کلاچوی رمضان کے مہینہ میں اکثر سون سکیسر کی پہاڑیوں پر بھی جاتے رہے وہاں آھو باھُوؒ کی یادگار قبر پر بھی جایا کرتے تھے۔ خود فقیر نور محمد کلاچوی نے مخزنِ اسرار میں مزاراتِ آھو باھُوؒ کا ذکر فرمایا ہے۔ [3] مرآتِ سلطانی (باھو نامہ کامل)

نے گھر جا کر جب گھڑوں میں پانی دیکھا تو وہ کڑوا نکلا۔لوگ اس چشمے پر گئے جہاں سے پانی بھر کر لاتے تھے وہ بھی کڑوا ہو چکا تھا۔تمام کلر کہار کے لوگ ان بزرگ کی تلاش میں نکلے اور ان کے پاس جا کر عرض کی کہ عورتوں سے غلطی ہوگئی وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان نہ سکیں اس لئے معاف فرما دیں اور پانی کی یہ چھوٹی سی جگہ ہی ہمارا سہارا ہے تو انہوں نے کہا کہ کڑوا تو ہو چکا اب ہم اسے میٹھا نہیں کر سکتے لیکن ایک وقت یہاں سے عارفین کا سلطان (رحمۃ اللہ علیہ) گزرے گا اس سے عرض کرنا کڑوی چیزوں کو میٹھا اور ناکارہ کو کارآمد بنانا اسی کی صفت ہے۔

جب حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ہرن کو دفن کر چکے تو آبادی کے لوگوں کو پتہ چلا کہ ایک مردِ حق یہاں پر ایک ماہ سے موجود ہے اور ویران پہاڑی پر ایک ماہ سے مصروفِ عبادت ہے۔وہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پانی کے مسئلہ کے متعلق عرض کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ گاہ میں بیٹھے بیٹھے ایک پتھر اُٹھا کر پہاڑی کے دامن میں زور سے دے مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ چشمہ قیامت تک جاری رہے گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ یہی چشمہ کلر کہار کے لوگوں کیلئے زندگی کا سبب ہے اور پانی کی تمام ضروریات یہی اکیلا چشمہ پورا کرتا ہے۔اس پانی کی وجہ سے ایک قدرتی جھیل کلر کہار میں بن چکی ہے اور اب تو یہ جگہ بہت بڑی تفریح گاہ بن گئی ہے۔



فصل 12

منتقلی امانتِ الٰہیہ اور خلفاء

منتقلی امانتِ الٰہیہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے خلفاء کے متعلق ذکر کرنے سے پہلے امانتِ الٰہیہ اور خلافت کے متعلق تفصیل قارئین کی خدمت میں بیان کرنا ضروری ہے۔

امانتِ الٰہیہ کیا ہے؟

امانتِ الٰہیہ کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ہم نے بارِ امانت (امانتِ الٰہیہ) کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا''۔ (الاحزاب 72)

فقراء کاملین کے نزدیک اس امانت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی وراثت اسمِ اَللّٰہُ ذات یعنی امانتِ فقر (امانتِ الٰہیہ) ہے۔

جس انسان میں امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر منتقل ہونا ہوتی ہے وہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (ترجمہ: جہاں فقر

کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اللہ ہوتا ہے۔) کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

جب طالب یا سالک فقر کی انتہا بقا باللہ پر پہنچ جاتا ہے تو جملہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہوکر ''انسانِ کامل'' کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور وہی امانتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے۔ اس کائنات کے کامل ترین انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے مظہرِ اُتم ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں ''جنابِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانِ کامل ہیں اور باقی لوگ حسبِ مراتب تقریب رکھتے ہیں''۔ (عین الفقر)

❁ انسانِ کامل ہی امانتِ الٰہیہ کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا فرمان ہے ''جمعیت جو کہ لطفِ رحمٰن ہے انسانِ کامل کے نصیب ہوتی ہے کامل انسان صرف انبیاء اور فقراء ہیں۔ (فضل اللقاء)

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ (الفرقان 59)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں اُس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔''

انسانِ کامل اللہ تعالیٰ کا مظہر اور مکمل آئینہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوارِ ذات وصفات واسماء وافعال کا اپنے اندر انعکاس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات سے متصف اور اس کے جملہ اخلاق سے متخلق ہوجاتا ہے۔

❁ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ اپنی کتاب ''مرآۃ العارفین'' میں فرماتے ہیں:

''پورا قرآنِ مجید اُم الکتاب (سورہ فاتحہ) میں ہے اور سورہ فاتحہ بسم اللہ میں اور اسمِ اَللّٰہُ انسانِ کامل کے دل میں جلوہ گر ہے۔ اس لئے انسانِ کامل تمام صفات وذات کیلئے مُجمل اور مفصّل ہے''۔

❁ فقر کی اسی منزل پر جب حضرت سخی سلطان باھوؒ پہنچے تو آپؒ نے فرمایا: ''اور منزلِ فقر میں بارگاہِ کبریا سے حکم ہوا کہ تو ہمارا عاشق ہے۔ اس فقیر نے عرض کی کہ عاجز کو حضرتِ کبریا کے عشق کی توفیق نہیں، پھر حکم ہوا کہ تو ہمارا معشوق ہے اس پر یہ عاجز خاموش ہوگیا تو حضرت کبریا کے انوارِ تجلی کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سمندروں میں غرق کردیا اور فرمایا کہ تو ہماری ذات کی ''عین'' ہے اور ہم تمہاری ''عین'' ہیں حقیقت میں تو ہماری ''حقیقت'' ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور ''ھُو'' میں ''سِرِّ یاھُو'' ہے''۔ (رسالہ روحی شریف)

یہاں ھُو سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور یاھُو سے مراد ''حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ہے اور ''سِرّ'' سے مراد تکمیلِ باطن وصالِ الٰہی ہے یعنی مقامِ فنا فی اللہ بقا باللہ ہے جہاں پر انسان کامل ہوکر ''انسانِ کامل'' کے

مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

❁ عقلِ بیدار میں انسانِ کامل کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں ''چونکہ اللہ تعالیٰ کے نورِ مبارک سے جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک ظاہر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام مخلوق کا ظہور ہوا اس لئے انسان کی اصل نور ہے اور عمل کے مطابق جب نفس، قلب اور روح تینوں نور بن جاتے ہیں اس کو انسانِ کامل کہتے ہیں۔''

❁ آپؒ اپنی کتاب نور الہدیٰ میں فرماتے ہیں: ''انسانِ کامل کا وجود طلسماتِ اسم ومسمّٰی کا گنج ومعمہ ہے۔''

یہاں آپؒ نے انسانِ کامل کے وجود کو طلسمات فرمایا ہے۔ انسانِ کامل ''اسم (اَللّٰہُ) اور مسمّٰی'' (ذاتِ الٰہی) کو پالینے کا راز جانتا ہے یہ ایک خزانہ (گنج) ہے اور جس طرح کسی خزانہ تک معمہ کو حل کر کے پہنچا جا سکتا ہے اسی طرح انسانِ کامل کو جاننا بھی ایک معمہ ہے اور جو اس معمہ کو حل کر لیتا ہے وہی انسانِ کامل کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔

❁ علامہ ابنِ عربیؒ انسانِ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

''چونکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات جامع جمیع صفات ومنبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات ورب الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عینِ ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے وہ بالکل بے ارادہ تحت امر وقربِ فرائض میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے''۔[1]

❁ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (یٰس 12)

ترجمہ: اور ہر امر (چیز) کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔

اس آیت میں امامِ مبین سے مراد ''انسانِ کامل'' ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوحِ محفوظ جو کہ انسانِ کامل کا دل ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسانِ کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوارِ ذات نازل ہوتے ہیں اور اس کی وسعت کا بیان و اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

❁ لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب (اقبالؒ)

---

[1] فصوص الحکم، صفحہ نمبر 232 ترجمہ: مولانا عبدالقدیر صدیقی ناشر نذیر سنز لاہور

حضرت شیخ موید الدین جندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً و معناً عالمِ حقائق اور معنی سے ہے اور سورۃً ولفظاً عالمِ صورت والفاظ سے ہے۔ جمیع حقائقِ کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسم اعظم کی صورت ولیٔ کامل (انسانِ کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے'' ۱؎

حضرت سید عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:

''وجودِ تعینات میں جس کمال میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی شخص متعین نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کمالات میں منفرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانِ کامل ہیں اور باقی انبیاء و اولیاء اکمل صلوٰۃ اللہ علیہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالاتفاق انسانِ کامل ہیں۔''

مزید فرماتے ہیں۔ ''انسانِ کامل وہ ہے جو بمقتضائے حکمِ ذاتی بطورِ ملک و اصالتِ اسماء ذاتی وصفاتِ الٰہی کا مستحق ہو۔ حق کیلئے اس کی مثال آئینے کی سی ہے کہ سوائے اس کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا ورنہ اس کیلئے ممکن نہیں کہ سوائے .... اسم اَللّٰہُ کے آئینہ کے کہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے اور انسانِ کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ سوائے انسانِ کامل کے اپنے اسماء صفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ انسانِ کامل کی مزید تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں اس زمانہ کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے یہ انسانِ کامل اپنے زمانہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔ انسانِ کامل وہ قطب ہے جس پر اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتداء ہوئی، اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگارنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابو

۱؎ تفسیر روح البیان، صفحہ نمبر 41 جلد نمبر 1 ترجمہ مولانا محمد فیض اویسی ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

القاسم اور اس کا وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔'' ۱؎

❁ اس حقیقت کو مزید وضاحت سے حضرت علامہ ابنِ عربیؒ فصوص الحکم میں بیان کرتے ہیں:

''ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں''۔ ۲؎

''پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں' نبیوں' خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث' قطب' ابدال' اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔'' ۳؎

❁ حضرت شاہ سیّد محمد ذوقیؒ فرماتے ہیں: ''انسانِ کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے باعتبار اپنی عقل اور روح کے اُمُّ الکتاب ہے' باعتبار قلب کے لوحِ محفوظ ہے' باعتبار اپنے نفس کے محو واثبات کی کتاب ہے۔ انسانِ کامل ہی صحفِ مکرمہ اور یہی وہ کتابِ مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی۔ اس کے اسرار و معانی کو سوائے ان لوگوں کے جو حجاباتِ ظلماتی سے پاک ہوں' کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ۴؎

❁ مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں:

''جس طرح خزانے ویرانوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی ''امانت'' (امانتِ الٰہیہ) بھی ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔'' (مثنوی مولانا روم دفتر سوم)

ہر دور میں ایک ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانتِ الٰہیہ کا حامل یا امانتِ فقر کا وارث ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خزانہ فقر کے مالک اور مختارِ کل ہیں اس لئے انہی سے یہ امانت اور خزانہ فقر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِذن کے بغیر کسی انسان کو امانتِ الٰہیہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خزانہ فقر خاتونِ جنت حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا۔ اور آپ رضی اللہ عنہا اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں فقر کی پہلی سلطان (سلطان الفقر اوّل) ہیں۔ یہی خزانہ فقر بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منتقل ہوا جن سے سلاسل کا آغاز ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو منتقل ہوا۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہسوارِ فقر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچا پھر خزانہ فقر حضرت سخی سلطان باھوؒ تک

۱؎ ترجمہ فضل میراں ناشر نفیس اکیڈمی کراچی ۲؎ شرح فصوص الحکم والایقان ۳؎ شرح فصوص الحکم والایقان ۴؎ سِرِّ دلبراں، ناشر الفیصل ناشران کتب لاہور

پہنچا۔ اب جب بھی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوتی ہے تو آقا پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس انسان کو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اُسے امانتِ الٰہیہ یا خزانہ فقر کیلئے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اب قیامت تک یہ خزانہ، خزانہ فقر کے مختارِ کل صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت اور مہر سے اسی در سے منتقل ہوگا۔

امانتِ الٰہیہ کا حامل، جسے صاحبِ مسمّٰی مرشد کہا جاتا ہے' ہی مرشدِ کامل اکمل نور الہدیٰ ہوتا ہے۔ اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے تو فقر کی انتہا پر پہنچنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے دِن ہی طالب کو سلطان الاذکار اسمِ اعظم "ھُو" عطا کر دیتا ہے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات تصور کے لیے عطا فرماتا ہے۔ اگر ایسا مرشد مل جائے تو فوراً دامن پکڑ لے لیکن اس کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ غیر معروف ہوتا ہے۔ سینہ بہ سینہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہچان، دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی طلب لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔

یہی انسانِ کامل صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ' حاملِ امانتِ الٰہیہ اور خزانہ فقر کا مالک اور نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتا ہے اس کی تلاش اور غلامی فقراء نے فرض قرار دی ہے اس لیے طالبِ مولیٰ پر اس کی تلاش فرض ہے۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ منتقلی امانتِ الٰہیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

دل دا محرم کوئی نہ ملیا' جو ملیا سو غرضی ھُو

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا طالبِ مولیٰ زندگی میں نہیں ملا جو میرے پاس صرف طلبِ مولیٰ لیکر آیا ہو بلکہ میرے پاس تو جو بھی آیا وہ کسی نہ کسی نفسانی دنیاوی اور ذاتی خواہش کی تکمیل کے لیے آیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں تیس سال تک اس طالبِ حق کی تلاش میں رہا جس کو وہاں پہنچاؤں جہاں میں ہوں (یعنی امانتِ الٰہیہ منتقل کر سکوں) لیکن مجھے کوئی ایسا طالب حق نہ مل سکا۔ (امیر الکونین)

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

1 ہم طالبم مطلوب ہم مرشد تمام   ہر یکے را واقفم از ہر مقام
2 درطلب طالب بہ طلبم سالہا   کس نہ یابم طالبے لائق لقا

ترجمہ: (1) میں ایسے ہی طالبِ مولیٰ کا خواہش مند ہوں اور ایک کامل مرشد کی حیثیت سے طالبی اور مرشدی کے تمام مقامات سے واقف ہوں۔ (2) میں سالہا سال سے ایسے طالب کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں جو دیدارِ الٰہی کے لائق ہو لیکن افسوس مجھے ایسا طالب نہیں ملا۔ (نور الہدیٰ کلاں)

نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں:

❁ سالہا سال سے میں طالبانِ مولیٰ کی تلاش میں ہوں لیکن ابھی تک مجھے وسیع حوصلے اور ہمت والا لائقِ تلقین طالبِ صادق نہیں ملا جسے معرفت و توحیدِ الٰہی کے ظاہری و باطنی خزانوں کی نعمت اور دولت (ورثہ فقر۔ امانتِ الٰہیہ) کا نصاب بے حساب عطا کر کے تبرکاتِ الٰہی کی زکوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہو کر اللہ تعالیٰ کے حق سے اپنی گردن چھڑا لوں۔ (باب شرح فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں ۔۔۔ معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

اُوپر حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت سلطان العارفینؒ کو اپنی زندگی میں کوئی ایسا طالب نہ ملا جس کو امانتِ الٰہیہ منتقل کی جاسکتی اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ امانتِ الٰہیہ منتقل کیے بغیر ہی وصال فرما گئے۔

اس امانت کو بعد از وصال آپ رحمتہ اللہ علیہ نے طالبِ حق سلطان التارکین حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل کیا۔ ان کا مکمل تذکرہ اور سوانح حیات باب دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

خلافت

راہِ فقر میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدیٰ (انسانِ کامل) کا مختلف سالکین کی تربیت فرما کر اور انہیں اپنی کسی ایک صفت یا چند صفات سے متصف فرما کر خلقِ خدا کو تلقین کے لیے مختلف جگہوں یا علاقوں میں متعین کرنا ہے۔ ان کو خلیفہ[1] جس کی جمع خلفاء ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اصل ہدایت کا منبع تو امانتِ الٰہیہ کا حامل ''انسانِ کامل'' ہی ہوتا ہے۔ یہ ان کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی راہبری کا فریضہ سر

---

[1] ہم فقر کی اصطلاح میں اس کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ امانتِ فقر جہاں منتقل ہوتی ہے وہ ذاتِ شیخ میں کامل فنا ہوتا ہے یعنی اپنے شیخ کی ذات مع مکمل صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے لباس میں شیخ ہی ملتبس ہوتا ہے جبکہ خلیفہ اپنے شیخ کی کسی نہ کسی صفت میں فنا ہوتا ہے اور اپنے شیخ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔

انجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فنا فی اللہ یا بقا باللہ ہی کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اسے اس کے کام پر متعین کر دیا جاتا ہے۔ انسانِ کامل اور اس کے خلفاء کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرض کریں ایک بجلی گھر پورے شہر کو بجلی سپلائی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفارمر ہوتا ہے، اصل کرنٹ اور بجلی تو بجلی گھر سے آرہی ہوتی ہے لیکن ٹرانسفارمر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اسے اپنے اپنے علاقوں میں سپلائی کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصل باطنی قوت تو مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کی ہوتی ہے جو خلفاء کے قلوب سے منعکس ہو کر سالکین تک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کے قلب سے جو نور خلیفہ کے قلب میں آرہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے یا کسی غلطی سے رجعت ہو جاتی ہے لیکن انسانِ کامل چونکہ خلافتِ الٰہیہ کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رجعت نہیں ہوتی۔ سلسلہ سروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے۔ اس میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانتِ الٰہیہ یعنی تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے اس کی محفل میں رہ کر "اسمِ اَللّٰہُ ذات" کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلفاء سے وہ چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اسے یہاں سے بلاواسطہ عطا ہو جائے گی۔ البتہ مرشد کامل نور الہدیٰ کے ظاہری وصال کے بعد خلفا کی باطنی قوت کئی گنا تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسانِ کامل ایک ہی جگہ دوبارہ ظاہر نہیں ہوتا اور پھر سالکین کو اس کی پہچان نئی جگہ پر کافی دیر کے بعد ہوتی ہے۔

اسی طرح سجادہ نشینی یا گدی نشینی کی اصطلاح آج کل عام ہو گئی ہے اور عام طور پر لوگ اسی کو اہلِ مزار کا روحانی اور باطنی جانشین یا نائب سمجھتے ہیں جو گدی پر بیٹھا ہو۔ انگریزوں کے دور سے قبل تک تو یہ بات بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدی نشین اہلِ مزار کا عام طور پر روحانی اور باطنی نائب یا جانشین ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خانقاہی نظام کو تباہ کرنے کے لیے اس کو وراثت میں شامل کر دیا۔ اب قانونِ وراثت کے تحت دوسری جائیداد کی طرح بطورِ وراثت گدی یا سجادہ نشینی ملتی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہلِ مزار اپنے وصال سے قبل اپنے دل کے محرم یا روحانی یا باطنی جانشین کو گدی نشین مقرر کر دے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے دخل کر دیا جائے گا اور گدی یا سجادہ نشینی اولاد کو بطورِ وراثت منتقل ہو جائے گی۔ عدالتوں کے اندر گدی یا سجادہ نشینی کی جنگ اکثر لوگوں نے دیکھی ہوگی یا اخبارات میں پڑھی ہوگی بلکہ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آگئی ہے کیونکہ گدی کے ساتھ جائیداد

اور مزار کی آمدن منسلک ہوتی ہے اور اب تو گدی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے چند مشہور خلفاء

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دربار پاک سے لاکھوں لوگوں نے فیض پایا اور صاحبِ حال ہوئے لیکن ہم اِس ضمن میں صرف اُن خلفاء کا ذکر کریں گے جنہوں نے براہِ راست آپؒ سے خلافت پائی۔

حضرت سلطان نورنگ کھیترانؒ

ایک مرتبہ حضرت سخی سلطان باھوؒ سیاحت کی غرض سے پنجاب میں دامانِ کوہ مغربی جبل اسود تشریف لے گئے۔ جہاں آپؒ نے ایک چھوٹے سے بچے کو گائے چراتے ہوئے دیکھا۔ اس بچہ کے فیضِ ازلی نے آپؒ کے فیض کو جنبش دی اور آپؒ نے ایک ہی نگاہ سے اسے مجذوب الی اللہ کر دیا۔ نور نے بچے کے جسمِ مطہرہ کو منور کر دیا اور پھر وہ بچہ پروانہ وار حضرت سلطان العارفینؒ کے گرد فدا ہونے لگا اس بچہ کا نام سلطان نورنگ کھیترانؒ تھا۔ آپؒ تیس سال تک اپنے مرشد حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں رہے اس کے بعد شرفِ خلافت سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ ان کا مزار مبارک جبل اسود کے دامن میں ڈیرہ غازی خان کے نزدیک قصبہ ''وھوآ'' میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے اور آپ کے دربار کو ''سلطان صاحب کا دربار'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت نورنگ سلطانؒ نے اپنے پیرومرشد کے فیض کو عام کرنے کیلئے ہزاروں لوگوں کو تلقین وارشاد سے مشرف فرمایا اور آج بھی آپؒ کے مزار مبارک سے فیضِ روحانی جاری ہے۔

حضرت لعل شاہؒ

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ ایک بار سیر و سیاحت کرنے اور فیضِ روحانی کو عام کرتے ہوئے علاقہ سنگھڑ کے قصبہ جنگ میں تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اتفاقاً ایک بچہ جس کا نام لعل شاہ تھا اور عمر سات آٹھ سال تھی مسجد میں آپؒ کی نظروں کے سامنے سے گزرا۔ اس بچے پر آپؒ کی توجہ مبارک کا ایسا اثر ہوا کہ اس میں جذبہ عشقِ الٰہی پیدا ہو گیا اور وہ ساری رات آپؒ کی خدمت میں بیٹھا رہا نہ گھر

گیا اور نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہوا۔ اس بچے کے وارث جب تلاش کرتے ہوئے صبح مسجد آئے تو اُسے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پایا۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ بچے کو گھر لے جائیں مگر وہ بچہ کسی طرح بھی گھر جانے پر راضی نہ ہوا۔ لوگوں نے جا کر لعل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بڈھن شاہ صاحب کو آگاہ کیا تو بڈھن شاہ اپنے مریدوں اور دیگر معزز دوستوں کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ''حضرت اس بچے کو اجازت دیں کہ یہ اپنے گھر چلا جائے اس کی ماں بہت پریشان ہے''۔
حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بڈھن شاہ سے فرمایا کہ یہ بچہ تمہاری ملکیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض اور نصیبہ میرے سپرد فرمایا ہے لہٰذا اس بچے کی روحانی تربیت اب میری ذمہ داری ہے۔ یہ سن کر بڈھن شاہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا یا حضرت! لعل شاہ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سپرد ہے۔ شیخ بڈھن شاہ امیر کبیر پیروں کے خاندان سے تھا اس نے دوسری شادی کی ہوئی تھی اور لعل شاہ صاحب اور پہلی بیوی (لعل شاہ صاحب کی والدہ) کو لاوارثوں کی طرح رکھا ہوا تھا اور ان ماں بیٹے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ جب لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو معلوم ہوا تو اس پاک باز عورت نے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ لعل شاہ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اور اسی کی امید پر جی رہی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اجازت فرمائیں باپردہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں اور اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہی رہوں۔ شیخ بڈھن شاہ نے بھی اپنی پہلی بیوی کو پردہ میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت دیدی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا وہ باپردہ خاتون گھر میں ہی بیٹھی رہے اور بے پردہ ہو کر باہر نہ آئے۔ اس عورت نے جب یہ سنا تو زاروقطار رونے لگی اور عرض کرنے لگی کہ یا حضرت مجھے کیوں فیض اور نعمتِ ازلی سے محروم رکھتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے سخی اور فیاض کے فیض سے میں کیوں محروم رہوں۔ یہ سن کر حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے توجہ کی اور اسے گھر بیٹھے بیٹھے نواز دیا۔ یہ مائی صاحبہ اتنی صاحبِ حال ہو گئیں کہ کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ ہوتی تھیں اگر کبھی روٹی پکانی پڑ جاتی تو توے پر روٹی ڈال کر سکر و مستی میں چلی جاتیں اور روٹی توے پر جل جاتی۔

حضرت سلطان العارفین لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اسی وقت اپنے خادم، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتا تھا، سے فرمایا کہ میرا وضو کا لوٹا' جائے نماز اور مسواک لعل شاہ کے حوالے کر دو۔ لعل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد تیس سال تک حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور اس ساری مدت میں ان کی کُل متاع ایک سیاہ کمبل تھا جو آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا اوڑھ لیتے۔ جب تیس سال کے بعد حضرت سلطان

العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کر کے رخصت فرمایا اور گھر تشریف لے گئے تو بدستور اسی سیاہ کمبل کا لباس زیب تن فرمائے رکھا صرف سوتی کپڑے کی ایک پگڑی کا اضافہ فرما لیا۔ اپنے وطن سنگھڑ میں قیام فرما کر تلقین وارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں وصال فرمایا اور یہیں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

حضرت سلطان طیب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بھکر تشریف لے گئے وہاں حضرت شعلی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اور خلیفہ حضرت سلطان طیب رحمۃ اللہ علیہ رہائش پذیر تھے ان کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ سلطان طیب کو جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو سیب پڑے تھے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سیب سلطان طیب کو دے دیئے اور ارشاد فرمایا اپنی بیوی کو کھانے کیلئے دیدو' انشاء اللہ اللہ تعالیٰ تمہیں دو فرزند عطا فرمائے گا ان میں سے ایک تو تمہارے کام کا ہوگا اور ایک ہمارے کام کا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سلطان طیب رحمۃ اللہ علیہ کو دو فرزند عطا کیئے۔ ایک کا نام انہوں نے سلطان عبد اور دوسرے کا سلطان سوہارا رکھا۔ سلطان عبد پیدائشی مجذوب تھے۔ جب حضرت سلطان طیب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ اُن کے خلیفہ نے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی حاجات عرض کی ہیں تو انہیں اپنے مرید پر سخت رنج اور غصہ آیا اور اپنے خلیفہ کا سارا فیض اور باطنی نعمت سلب کر لی اور سلطان طیب گونگے لنگڑے ہو کر گھر میں پڑ رہے۔ جب حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی طور پر سلطان طیب رحمۃ اللہ علیہ کا حال معلوم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت ناراض ہوئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس پر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید سلطان طیب کو پہلے سے ساٹھ گنا زیادہ فیض اور نعمت عطا فرمائیں۔

حضرت سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ

سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے اہم خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ عشقِ مرشد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ ''مناقبِ سلطانی ؒ'' سے صرف اتنا معلوم ہے کہ سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھکر تشریف لے گئے اور بھکر کے نواح

میں سیر کیلئے نکلے۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میدان چول میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''حمید! اس ٹیلے سے جلدی نیچے اُترو یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔''

بعدازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سوئے اور اپنا سر مبارک سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر رکھا اور ایک گھڑی آرام کیا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بدن مبارک خاک آلود ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت دیکھ کر سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ کا دل بہت رنجیدہ ہوا اور سوچنے لگے کاش میرے پاس دنیا کی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے مرشد اور ہادی کا بستر ریشم اور مخمل کا بنواتا۔ میری غربت کی وجہ سے میرے مرشد کا جسم خاک آلود ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر مبارک اس کے زانو سے اٹھایا اور فرمایا حمید! تو نے کیا خیال کیا؟

انہوں نے عرض کر دیا۔

فرمایا! آنکھیں بند کرو۔ سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک باغ ہے جس میں ایک خوبصورت مجلس آراستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کرلو۔ سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اشارے اور نرم زبان سے اپنے سے دور رہنے کو کہا اور کہا کہ یہ ادب کا مقام ہے میں اپنے ہادی اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں۔

اسی اثنا میں مراقبہ سے سر اٹھایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا حمید تو نے کیا دیکھا؟ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا عرض کر دیا۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں شکایت اور غم کر رہا تھا' یہ ہی دنیا تھی کیوں اسے قبول نہ کیا؟ اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت کبھی تمہارے گھر سے ختم نہ ہوتا۔ سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا! حضور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں میں مال و دولت نہیں چاہتا۔ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا'' اور یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ سلطان حمید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھکر کے شمال کی طرف دامن چول پر میاں عثمان کے قبرستان میں ہے۔

حضرت سیّد موسیٰ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام سیّد محمد موسیٰ شاہ ہے لیکن موسن شاہ کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیّد عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

سیّد موسیٰ شاہؒ بن سیّد عابدؒ بن سیّد عبدالجلیلؒ بن سیّد کمال الدین شاہ بن سیّد مبارک شاہ بغدادی عادل پوری بن سیّد حسین دہلوی بن سیّد محمد مکی العربی بن سیّد یونس بن سیّد احمد بن سیّد جعفر بن سیّد عبدالقادر ثانی بن سیّد ابونعمان بن سیّد حمید الدین بن سیّد عبدالجلیلؒ بن سیّد عبدالجبارؒ بن سیّد غوث الاعظم محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانیؓ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی کے رہائشی تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد عابد رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کم عمری میں ہی وفات پا چکے تھے۔ایک کمہار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی غرض سے پنجاب گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کمہار کے ہمراہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ علم کی تلقین کی اور ان کی والدہ محترمہ کو نصیحت بھیجی کہ اس کمسن بچے کو پہلے ظاہری علوم کی تکمیل کرائیں اور پھر میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لے گئے اور حصولِ علم کے بعد دوبارہ اسی درویش کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور زیارت کو آئے لیکن اس وقت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما چکے تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے ایک روز قبل اپنی انگشت مبارک سے ''اسمِ اَللّٰہُ'' لکھا اور اپنے فرزندوں کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جنوب کی طرف سے موسن شاہ آرہے ہیں اُن کو دے دیں۔موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے ہی اس ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کو دیکھا کامل و مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو پانی میں حل کیا اور پی لیا۔ایک اندازہ کے مطابق سیّد موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں کو فیض سے نوازا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور فیض کی بدولت سندھ سے بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوا۔صوبہ سندھ میں روہڑی اور گھوٹکی کے درمیان لوصاحبان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرکز بنایا اور 1148ھ (1735ء) میں یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی اب یہ علاقہ ''لوموسن شاہ'' کے نام سے مشہور ہے۔آپ کا وصال 8۔ذوالحجہ 1173ھ 21 جولائی 1760ء بروز سوموار ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے قریب ہی مرجع خلائق ہے۔

سیّد احمد و سیّد محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہم

اِن دونوں بھائیوں کے مزارات خوشاب میں ''دربارِ شاہاں'' کے نام سے مشہور ہیں اور اِن کے بارے میں زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں بس اتنا معلوم ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ایک روایت کے مطابق دونوں بھائی عالمگیر کے لشکر میں تھے۔ عالمگیر اور داراشکوہ کے درمیان

جب خوشاب میں جنگ ہوئی اور جنگ کے دوران داراشکوہ کا پلہ بھاری نظر آنے لگا تو اُس موقعہ پر عالمگیر نے دونوں بھائیوں سے دعا کی التجا کی دونوں بھائیوں کی دعا سے عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی مگر اس واقعہ کے بعد دونوں بھائی لشکر میں نہ رہ سکے اور خوشاب میں ہی رہائش اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

خلیفہ مُلّا معالی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ قندھار بلوچستان کے علاقہ ڈھاڈر سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئے اور بیعت اور تلقین حاصل کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی صوبہ بلوچستان میں تلقین وارشاد کا آغاز کر دیا تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بلوچستان میں حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار سبّی شہر کے قریب گُرک میں ہے اور اخوند معالی کی زیارت کے نام سے معروف ہے۔

عالم شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی مُلّا معالی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کو تشریف لائے اور فیض حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک قندھار (بلوچستان) کے نواح میں ہے۔

مُلّا مصری رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی مُلّا معالی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور فیض حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار بلوچستان کے شہر ڈھاڈر میں ہے۔

شیخ جنید قریشی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ ملتان کے نواح میں دریائے راوی کے مشرقی گاؤں سردار پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گاؤں سردار پور پہنچے تو وہاں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی شیخ جنید قریشی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اعزاز میں دعوت کی۔ شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ نے جنڈ کے درخت کا پھل جسے عرفِ عام میں سنگری کہتے ہیں اور جو باریک اور لمبا ہوتا ہے اس کا گودا سخت اور سویوں کی طرح ہوتا ہے، پکانے کے لیے درویشوں کے حوالے کیا جب وہ پک گیا تو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے تصرّف سے سویوں میں تبدیل ہو گیا جب یہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے پاس

لائی گئیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاک مٹی اور پاک پانی طلب کیا اور اِن سویوں پر ڈال دیا تو وہ خاک اور پانی چینی اور گھی میں تبدیل ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو فیض سے نوازا۔ اُن کا مزار مبارک اسی گاؤں سردار پور میں واقع ہے۔

شیخ کالو رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ طلب حق لے کر سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو آئے تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ سے ''ھُو'' کی آواز سنی۔ بڑے شوق اور اشتیاق سے حجرہ میں داخل ہوئے تو وہاں کسی کو موجود نہ پایا پھر حجرہ سے باہر ''ھُو'' کی آواز سنی تو فوراً دوڑ کر باہر نکلے تو وہاں بھی کوئی نہ تھا پھر سے حجرہ کے اندر سے ''ھُو'' کی آواز آئی پھر دوڑتے ہوئے حجرہ کے اندر گئے مگر وہی پہلے والی کیفیت تھی۔ حجرہ خالی تھا اسی طرح وہ کئی بار حجرہ کے اندر اور باہر آتے جاتے رہے۔ آخر کار شوقِ دیدار انتہا کو پہنچ گیا' بے قراری میں بے خود ہو گئے تو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔ بیعت فرمایا بعد میں خلافت بھی عطا فرمائی۔ اُن کا مزار اپنے والد شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے عقب میں ہے آپ شریف شاہ ہمدانی دندا شاہ بہاول کے فرزند ہیں۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر ایک دفعہ آئے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرمائی تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ساری زندگی مزار شریف پر ہی گزار دی وہیں محبوب کے قدموں میں 1328ھ کو جان دی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا:

''تو میرا معشوق ہے میں زندگی بھر مزار سے تجھے دیکھتا رہوں گا اور مرنے کے بعد قبر بھی اپنے پاس بنواؤں گا اور قبر میں بھی تا قیامت تجھے دیکھتا رہوں گا۔'' (سبحان اللہ)

فصل 13

وصال مبارک

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی 1102ھ (بمطابق یکم مارچ 1691ء) بروز جمعرات بوقتِ عصر وصال فرمایا۔

سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت اور وصال کی تاریخ، ماہ اور سال پر تحقیق

چند متفق امور

- اس بات پر تقریباً تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک ہجری سال کے مطابق تریسٹھ برس تھی۔
- سلطان محمد نواز فرماتے ہیں:

شصت وسہ سال کرد در دنیا رُسول　　　نور محمد باھُوؒ را شُد ایں حصول

ترجمہ: دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے 63 سال گزارے سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے اتنی ہی عمر حاصل رہی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ نے ایک مرتبہ سلطان العارفینؒ کی ولادت اور وصال پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؒ کی عمر مبارک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں تریسٹھ سال تھی، نہ ایک دن کم نہ ایک دن زیادہ۔ اور آپؒ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال اور دن ایک ہی ہے۔

سلطان العارفینؒ کے مختلف سوانح نگاروں کی تحقیق

1۔ سلطان حامدؒ نے مناقبِ سلطانی میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت کو تو درج نہیں فرمایا البتہ وصال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شبِ جمعہ اوّل جمادی الثانی 1102ھ کو ہوا۔

2۔ سیّد احمد سعید ہمدانی ''حضرت سلطان باھُو حیات وتعلیمات'' میں آپؒ کی ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپؒ شاہجہان کے دور میں پیدا ہوئے۔ شاہجہان 1628ء کو تخت نشین ہوا اور سلطان العارفینؒ کی ولادت اس سے کچھ دیر پہلے یا بعد میں ہوئی۔ لیکن تاریخِ وصال 1690ء درج کی گئی ہے۔ اپنی کتاب ''شمع جمال'' میں سالِ ولادت 1627ء اور 1631ء کے درمیان اور سالِ وصال 1690ء جبکہ ''احوال ومقامات سلطان باھُوؒ'' میں سالِ ولادت 1631ء اور سالِ وصال 1691ء (1102ھ) تحریر کرتے ہیں۔

3۔ فقیر نور محمد کلاچوی نے مخزن الاسرار میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ تحریر کیا ہے۔ نور الہدیٰ کلاں کے ترجمہ میں بھی حضرت سلطان العارفینؒ کے حالات پر مضمون میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ یکم جمادی الثانی 1102ھ شبِ جمعہ درج کی ہے۔

4۔ سید امیر خان نیازی، جو سلطان العارفینؒ کی کتب کے مترجم ہیں، نے اپنے تراجم محک الفقر کلاں، شمس العارفین، عین الفقر، کلید التوحید کلاں، نور الہدیٰ کلاں میں کتب کے آغاز میں سلطان العارفینؒ کی سوانح کے مضمون میں سالِ ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ یکم جمادی الثانی 1102ھ درج فرمائی ہے۔

5۔ طارق اسماعیل ساگر نے ''صاحبِ لولاک'' میں سالِ ولادت 1631ء اور سالِ وصال 1691ء درج کیا ہے۔

6۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی 'مرآتِ سلطانی (باھُوؒ نامہ کامل)'' میں سالِ ولادت 1039ھ درج فرما کر

ماہِ ولادت کے متعلق لکھتے ہیں ''شعبان المعظم کے اواخر میں یقیناً اسی سالِ مذکورہ میں ولادت ہوئی کیونکہ شیر خوارگی میں رمضان المبارک کے ایام میں والدہ کا دودھ پینے سے اجتناب فرماتے تھے۔'' اگر ان کی اس بات کو درست مان بھی لیا جائے تو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی بجائے باسٹھ برس سات ماہ اور پانچ دِن نکلتی ہے جو حقائق کے برعکس ہے اور پھر رمضان المبارک میں دودھ نہ پینا شعبان میں ولادت کی کوئی مؤثر دلیل نہیں بنتی۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ شعبان سے قبل کسی ماہ میں پیدا ہوئے ہوں تو پھر بھی رمضان میں دودھ نہیں پئیں گے۔ اگر اُن کی اس بات کو مان لیا جائے تو انہوں نے ایک متفق علیہ مسئلہ کو کہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، متنازعہ بنا دیا ہے۔ اس لیے ان کی اس بات سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وصال کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ بروز جمعرات بوقتِ عصر ہوا۔

❁ اس بات پر تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی نہ ایک دِن کم اور نہ ایک دِن زیادہ۔ اور تمام سوانح نگار سالِ ولادت 1039ھ پر متفق ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ کو ہوا، اگر 1102ھ میں سے 63 کو منفی کریں تو سالِ ولادت 1039ھ ہی نکلتا ہے۔ اب مسئلہ رہ گیا تاریخِ ولادت اور وقتِ ولادت کا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت یکم جمادی الثانی 1039ھ کو ہوئی ہوگی تو تب ہی عمر مبارک سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق تریسٹھ برس مکمل ہوتی ہے۔ اس لیے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک یکم جمادی الثانی 1039ھ بروز جمعرات ہوئی اور وصال مبارک یکم جمادی الثانی 1102ھ بروز جمعرات ہوا اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور وصال کا دِن اور تاریخ ایک ہی ہے اور عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔

مزار مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شورکوٹ میں دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر واقع قلعہ قہرگان میں دفن کیا گیا یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک 78 سال 1102ھ تا 1180ھ (1691ء-1767ء) تک رہا۔ جب جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ نے لاہور پر قبضہ کیا تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک پنجاب کے مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی چند ایک فقیر اور خلفاء مزارِ مقدس میں رہتے تھے۔ 1180ھ (1767ء) میں دریا قلعے تک آ پہنچا اور اسے گرا دیا اور پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلفاء نے باقی مزاروں کو نکال لیا اور صندوقوں میں رکھ لیا۔ حضرت

سُلطانُ العَارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک اور تربت مبارک 2011ء)





سلطان العارفین ؒ کا مزار بدستور رہا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلفاء ناامید ہو کر رونے لگے۔ فقیروں اور خلفاء کو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہوگا وہ کل صبح سویرے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا۔ وہ ہمارا صندوق نکالے گا اور اس وقت تک دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمتِ غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز نقاب پوش شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب نہ اٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اس مٹی میں سے جو فقیروں اور خلفاء نے کھود رکھی تھی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق نکالا۔ ہزاروں لوگ جمع ہوگئے۔ انہوں نے زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ بدستور سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔ میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھ سے منتقلی مزار کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا! جانتے ہو وہ نقاب پوش کون تھا؟ میں نے عرض کیا ''حضور بہتر جانتے ہیں'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وہ خود حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تھے''۔

دریائے چناب کے قریب بستی سمندری میں پیپل کے کنوئیں پر ایک بڑی حویلی کی چار دیواری بنی ہوئی تھی۔ جو شخص اس حویلی میں قدم رکھتا بے ہوش ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ لوگ خوفزدہ ہو کر اس کنوئیں کو ویران کر کے چلے گئے تھے۔ وہ مکان اور حویلی پاک اور منزہ تھی۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہمارا مزار اب پیپل والے کنوئیں کی حویلی میں' جو ہمارے مقام سے نزدیک ہے' بنایا جائے کیونکہ یہی جگہ ہمارے لئے مقرر اور معین ہے۔ پس درویشوں نے حویلی کے وسط میں جو مذکورہ بالا کنوئیں کے مغرب کی طرف تھی' آپؒ کا مزار بنایا۔ صندوق مبارک زمین کے اندر دفن نہ کیا گیا بلکہ زمین کے اوپر رکھ کر مزار مبارک بنایا گیا۔ اس جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار 157 برس (1180 تا 1336ھ 1767ء۔1917ء) تک رہا۔ حسبِ پیشگوئی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ دریا پھر دربارِ مقدس و معلیٰ کے قریب آ پہنچا۔ یہ واقعہ 1336ھ کا ہے۔ اس دریا بردی کے وقت سلطان حاجی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ جب دربار شریف کے فقیر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کا صندوق مبارک محل شریف سے نکالنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ پاک کے جتنے مزارات تھے سب کے صندوق مبارک ملتے چلے گئے مگر حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ انور سے صندوق مبارک بصد کوشش اور بعد از کمال جستجو کے ایک

بار پھر نہ مل سکا جس سے تمام حاضرین کو سخت پریشانی ہوئی۔

مگر چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے پیدا فرمایا ہے اور ہر ایک کافر اور مومن بے نصیب اور با نصیب زندہ اور مردہ کیلئے فیضِ زماں بنا کر بھیجا ہے' اس نازک دور میں دینی خدمات سرانجام دینے اور مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اور صحیح جانشین مقرر فرمایا ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لازمی ظہور فرمانا تھا اس وقت کی پوشیدگی میں کوئی مصلحت تھی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت سلطان دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرما کر اس بے چینی کو دور کر دیا اور اسی مقام سے زمین کو کھودنے کا حکم فرمایا۔ دوسرے روز اسی مقام سے علی الصبح زمین کھودنے پر صندوق کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ تھوڑی سی مٹی ہٹائی گئی تو خوشبو کے حلے آنے شروع ہو گئے۔ اس خوشبو کی مثال دنیا میں نہیں ملتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق تو مل گیا مگر کثرتِ خوشبو کے سبب اب وہاں ٹھہرنا محال ہو چکا تھا۔ قبر شریف کے اندر کوئی شخص پورے پندرہ منٹ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ بمشکل صندوق باہر نکالنے کا کام سرانجام دیا گیا۔ اس خوشبو کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ اس کام میں شریک ہونے والے لوگوں کے لباس پھٹتے پھٹ گئے مگر خوشبو ان میں جوں کی توں باقی رہی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق مبارک 1336ھ (اکتوبر 1917ء) کو دس محرم سے پہلے پہلے نکال کر وہیں محفوظ رکھا گیا۔ اس دربار شریف سے شمال مغربی گوشہ میں ایک میل کے فاصلہ پر موجودہ محل شریف کی تعمیر شروع کی گئی اور چھ ماہ کے عرصہ میں محل شریف' مسجد شریف اور اردگرد کے جو متعدد حجرات موجود ہیں' تیار ہو گئے۔ اس محل شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق مبارک اپریل 1918ء بروز جمعہ دفن کیا گیا۔

موجودہ دربار شریف ایسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف اچھی خاصی آبادی ہے۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر شہر گڑھ مہاراجہ ہے' جنوب کی طرف احمد پور سیال، مشرق کی طرف دریائے جہلم اور چناب کو عبور کر کے شہر شورکوٹ اور مغرب کی طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر مظفر گڑھ روڈ گزرتی ہے۔ آج کل دربار شریف جانے والے زائرین کو بڑی سہولت ہے کیونکہ دربار شریف تک پختہ سڑک بنی ہوئی ہے اور اب احمد پور سیال اور گڑھ مہاراجہ دونوں طرف سے آنے والے زائرین رات دن میں جب چاہیں دربار شریف پہنچ سکتے ہیں۔ مزار مبارک سے لاکھوں طالبانِ حق فیض پاتے ہیں۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ دربار پاک کے اندر داخل ہوتے ہی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس مزار مبارک سے جہاں بھر کو فیض پہنچتا ہے۔ ہزار ہا زیارت کرنے والے اور سائل اپنی مرادیں پاتے ہیں اور ہزاروں

عاشقانِ الٰہی حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔ ہزاروں لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک سے صاحبِ احوال اور صاحبِ ارشاد و تلقین ہوئے ہیں۔ اس مزار پاک کی لاکھوں کرامات محفوظ ہیں۔

یہ دربار پاک ہر قسم کی بدعت والی رسوم سے بھی پاک اور محفوظ ہے۔ سینکڑوں صاحبِ حال فقیر اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور دیدار کیلئے معتکف رہتے ہیں۔ مزار پاک کے اندر داخل ہونے کے بعد باہر نکلنے کو دل نہیں چاہتا اور جو اس دربار پر طلبِ حق کا سوال کرتا ہے اسے تو کبھی خالی لوٹایا ہی نہیں جاتا۔

نام فقیر تنہاں دا باھُو قبر جنہاں دی جیوے ھُو

سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

سجادہ نشینوں کی ترتیب اس طرح سے ہے:

1۔ سلطان ولی محمد صاحب (1102ھ۔1161ھ) (1691ء۔1748ء)

۲۔ سلطان محمد حسین صاحب (1161ھ۔1200ھ) (1748ء۔1785ء)

3۔ سلطان حافظ محمد صاحب (1200ھ۔1222ھ) (1785ء۔1807ء)

4۔ سلطان غلام باھُو صاحب (1222ھ۔1263ھ) (1807ء۔1847ء)

5۔ سلطان حافظ صالح محمد صاحب (1263ھ۔1319ھ) (1847ء۔1901ء)

6۔ سلطان حاجی نور احمد صاحب (1319ھ۔1338ھ) (1901ء۔1920ء)

7۔ محمد امیر سلطان صاحب (1338ھ۔1350ھ) (1920ء۔1931ء)

8۔ محمد حبیب سلطان صاحب (1350ھ۔1390ھ) (1931ء۔1970ء)

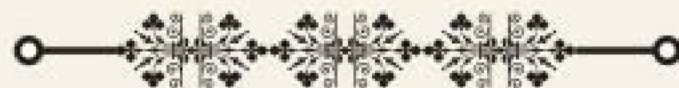
9۔ سلطان غلام جیلانی صاحب (1390ھ۔1422ھ) (1970ء۔2001ء)

10۔ محمد منیب سلطان صاحب : آپ کو آپ کے والد سلطان غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین نہم نے 26 رمضان المبارک 1413ھ (22 مارچ 1993ء) میں تمام خاندان کی موجودگی میں اپنا جانشین اور سجادہ نشین دربارِ عالیہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مقرر فرمایا تھا۔ لیکن 20۔ دسمبر 2001ء (4۔شوال 1422ھ)

کو سلطان غلام جیلانی صاحب کی وفات کے بعد خاندانی اختلافات کی وجہ سے سجادہ نشینی کے بہت سے دعویدار کھڑے ہو گئے۔اس کی دو وجوہات تھیں ایک تو محمد منیب سلطان صاحب کم سن تھے اور سلطان غلام جیلانی صاحب کے منجھلے بیٹے تھے اور دوسرے آپ کی والدہ خانوادہ سلطان باھُوؒ سے نہ تھیں۔معاملات اتنے بگڑ گئے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مداخلت کرنا پڑی اور معاملہ ہائی کورٹ تک پہنچ گیا۔لاہور ہائی کورٹ نے ایک حکمنامہ کے ذریعے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جھنگ کو ایک کمیٹی کے ذریعے دربارِ عالیہ کا انتظام سنبھالنے کا حکم دیا۔ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے شورکوٹ کے سول جج کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جو دربار کا نظام چلاتی ہے اور سجادہ نشینی کے دعویٰ کی تمام درخواستیں فیصلہ کے لیے سول کورٹ شورکوٹ کو منتقل کر دیں۔ابھی تک دربارِ عالیہ کا انتظام عدالتی کمیٹی چلا رہی ہے اور سجادہ نشینی کی تمام درخواستیں عدالت میں زیرِ سماعت ہیں اور سجادہ نشین کا فیصلہ تاحال نہیں ہو سکا۔

عرس مبارک

- ہر سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں دور دراز سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔
- حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت میں غرق تھے اور ہر سال یکم محرم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کا عرس منایا کرتے تھے۔یہ سلسلہ آج تک تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود جاری ہے۔عاشورہ محرم کے دس دنوں کے اندر زائرین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ہزاروں آ رہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں۔عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر ہر سال دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں لاکھوں لوگ حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔





سُلطانُ التارکین

حضرت سخی سلطان

سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ

سُلطانُ التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ سے امانتِ فقر (امانتِ الٰہیہ) سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کو منتقل ہوئی اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے بعد آپؒ سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

سلسلہ نسب

سُلطانُ التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ 29 رمضان المبارک 1186ھ (24 دسمبر 1772ء) جمعۃ المبارک کی شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور نواب بہاول خان سوئم کے دور میں 29 رمضان المبارک 1241ھ (6 مئی 1826ء) بروز ہفتہ احمد پور شرقیہ بہاولپور تشریف لائے۔ آپؒ سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی[1]ؒ کے پڑپوتے ہیں۔ آپؒ کا شجرہ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ سے اس طرح ملتا ہے:

سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانیؒ بن سیّد عبد الرحیمؒ بن سیّد عبد العزیزؒ بن سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلویؒ بن سیّد عبد القادر بن سیّد شرف الدین بن سیّد احمد بن سیّد علاؤ الدین ثانی بن سیّد شہاب الدین ثانی بن سیّد شرف الدین قاسم بن سیّد محی الدین یحیٰ بن سیّد بدر الدین حسین بن علاؤ الدین بن شمس الدین بن سیف الدین یحیٰ بن ظہیر الدین مسعود بن ابی نصر محمد بن ابو صالح نصر بن سیّدنا عبد الرزاق جیلانیؒ بن غوث الاعظم سیّدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ۔

آپؒ کی والدہ ماجدہ سیّدہ مومنہ امام سیّد محمد تقی علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے تھیں اس لیے آپؒ والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

سیّدہ مومنہ بنتِ سیّد محمد زکی الدین بن سیّد عبد اللہ بن سیّد محمد مبین بن سیّد امیر اخوند بن سیّد امام الدین

---

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے مرشد

بن سیّد حیدر بن سیّد محمد بن سیّد فیروز بن سیّد قطب الدین بن سیّد امام الدین بن سیّد فخر الدین بن سیّد کمال الدین بن سیّد بدر الدین بن سیّد تاج الدین بن سیّد یحییٰ بن سیّد عبد العزیز بن سیّد ابراہیم بن سیّد محمود بن سیّد زید شہوار بن سیّد عبد اللہ زر بخش بن سیّد یعقوب بن سیّد احمد بن سیّد محمد اعرج بن سیّد احمد بن سیّد محمد موسیٰ المبرقعؒ بن امام سیّد محمد تقیؒ بن امام سیّد علی رضاؒ بن حضرت سیّد امام موسیٰ کاظمؒ بن سیّد امام جعفر صادقؒ بن سیّد امام محمد باقرؒ بن سیّد امام زین العابدین علی بن حسینؒ بن سیّد الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ۔

آباؤ اجداد اور والدین

سیّد عبد الرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سیّد عبد العزیزؒ 1082ھ (1671ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ جب سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک صرف چھ سال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ آپ کو دہلی میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ننھیال لے گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے 1098ھ (1687ء) میں وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر مبارک 16 سال تھی۔ والدہ محترمہ کی وفات کے بعد سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت بے چین اور بے سکون رہنے لگے اور کچھ خاندانی اور مالی حالات نے پریشان کیا تو 1107ھ (1696ء) میں بغداد تشریف لے گئے۔ دو سال کا عرصہ بغداد شریف میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کی باطنی قربت میں گزارا اور غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے باطنی حکم کے مطابق 1109ھ (1698ء) میں 27 سال کی عمر میں حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مالی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک حسینی سیّد حسانؒ بن نعمان کے ہاں ملازمت کر لی جو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اجناس کا کاروبار کرتے تھے۔ حسانؒ بن نعمان اس نوجوان کی سیرت، ایمانداری اور محنت سے بہت متاثر ہوئے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دن کو کام کرتے اور رات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عبادت میں گزارتے۔ سیّد حسانؒ بن نعمان کی زوجہ کا انتقال ہو چکا تھا اور اُن کی چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے دو کی شادیاں ہو چکی تھیں لیکن دونوں کے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے شوہروں نے دوسرے نکاح کر لیے تھے۔ ان کی تیسری صاحبزادی کی عمر 35 سال اور چوتھی کی 15 سال ہو چکی تھی۔ تیسری صاحبزادی کا رشتہ اسی وجہ سے نہیں آتا تھا کہ مشہور تھا کہ سیّد حسانؒ بن نعمان کی بیٹیوں کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ سیّد حسانؒ بن نعمان نے ایک دن جھجکتے ہوئے سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ساری صورت حال رکھی تو

سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اولاد دینا تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے'' اور رشتہ کے لیے ہاں کر دی۔ یوں 1117ھ (1706ء) میں 35 سال کی عمر میں 35 سالہ خاتون کلثوم بنتِ حسانؓ بن نعمان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی زوجہ سے رفاقت 15 سال رہی لیکن اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی 1132ھ (1720ء) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ کا انتقال ہوگیا۔ سیّد حسانؓ بن نعمان کی چوتھی صاحبزادی نائلہ کی عمر 30 سال ہو چکی تھی لیکن اُن کا بھی رشتہ نہ آتا تھا اور سیّد حسانؓ بن نعمان کی خواہش تھی کہ ان کی اس صاحبزادی کا نکاح بھی سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ہو جائے کیونکہ خود اُن کی عمر نوے سال سے اوپر ہو چکی تھی' چاہتے تھے کہ وفات سے قبل اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں لیکن شرم کے مارے سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بات نہیں کرتے تھے۔ ایک بار جمعہ کے دن سیّد عبدالعزیزؒ کی نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آنکھ لگ گئی' خواب میں دیکھا کہ سیّد حسانؓ بن نعمان کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو رہا ہے۔ بیدار ہو کر حضرت حسانؓ کے پاس پہنچے اور رشتہ کی درخواست کی تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ یوں 1135ھ (1723ء) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح نائلہ بنتِ حسانؓ بن نعمان سے ہوا۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 53 سال اور آپ کی زوجہ کی عمر مبارک 33 برس تھی۔ 1142ھ (1730ء) میں سات سال کے طویل انتظار کے بعد سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک خوبصورت اور نورانی فرزند سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ سیّد حسانؓ بن نعمان کی عمر سو سال سے اوپر ہو چکی تھی اس لیے اکلوتے نواسے کی ولادت پر جتنی خوشی انہیں ہوئی کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اپنا کاروبار اپنے داماد سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے اور اسی سال اُن کا انتقال ہوگیا۔ ابھی سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 4 سال تھی کہ اُن کے والد سیّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا گھوڑے سے گر کر وصال ہوگیا۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے ایک ملازم کی مدد سے اپنے شوہر کے کاروبار کو سنبھالا اور یوں زندگی کی گاڑی چلنے لگی۔ سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ جب سولہ سال کے ہوئے تو شفیق والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی اجناس کی منڈی میں اپنے نانا اور والد کا کاروبار سنبھال چکے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محنت اور دیانتداری پوری منڈی میں مشہور تھی۔

ولادت باسعادت سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

16 سال کی سخت محنت کے بعد مالی لحاظ سے سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا شمار متمول لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں مدینہ شریف میں مقامی سادات کم اور غیر ملکی سادات' خاص طور پر ہندوستانی نژاد

سادات کثرت سے آباد تھے اور اجناس کے کاروبار میں ایک اور ہندوستانی نژاد حسینی سیّد محمد زکی الدین کا کاروبار عروج پر تھا۔ اُن کے آباؤ اجداد میں سیّد محمد مبین ہندوستان کے شہر الٰہ آباد سے ہجرت کر کے حیدر آباد دکن میں آباد ہوئے تھے اور پھر وہاں سے 1098ھ (1687ء) میں مدینہ منورہ آ کر رہائش اختیار کر لی تھی۔ سیّد محمد زکی الدین ان کے پوتے تھے اور ان کی پیدائش مدینہ شریف میں ہی ہوئی تھی۔ 1182ھ (1769ء) میں سیّد محمد زکی الدین نے اپنی بیٹی سیّدہ مومنہ کی شادی سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ سے کر دی۔ سیّدہ مومنہ رحمتہ اللہ علیہا تہجد گزار، حافظہ قرآن خاتون تھیں۔ شادی کے بعد سیّد عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی سکون اور ٹھہراؤ آ گیا۔ شادی کے ایک سال بعد سیّدہ مومنہ رحمتہ اللہ علیہا نے خواب دیکھا کہ اُن کے شوہر کی پیشانی سے چاند نکلا اور مشرق کی طرف چلا جا رہا ہے پھر اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اس خواب کی تعبیر نیک سیرت فرزند کی ہوئی۔ شادی کے چار سال بعد 29 رمضان المبارک 1186ھ (24 دسمبر 1772ء) شبِ جمعہ مدینہ منورہ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نانا سیّد زکی الدین نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا نام اپنے والد کے نام پر عبداللہ رکھا۔ بچپن سے ہی نورِ حق پیشانی میں درخشاں تھا۔ جو بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتا دیوانہ ہو جاتا۔ نانا کے تو خصوصی طور پر محبوب تھے اور وہ بھی ہر لمحہ اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے "دیکھنا ایک دن یہ آسمانِ ولایت پر نور بن کر چمکے گا۔" جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک سات سال ہوئی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ سیّدہ مومنہ بی بی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قرآنِ مجید حفظ کرانا شروع کیا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں بے چینی بہت تھی، جب تک قرآنِ پاک یا عبادت میں مصروف رہتے سکون رہتا جیسے ہی فارغ ہوتے بے چینی اور بے سکونی دل پر چھا جاتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے نانا سے خاص محبت تھی کیونکہ انہوں نے ہی مکہ سے لے کر مدینہ تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سیرت و حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہر تفصیل نہ صرف سنائی بلکہ پیدل چل کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ہر وہ جگہ خود دکھائی اور ہر اس مقام پر لے گئے جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت گزارا یا چند لمحے بھی ٹھہرے تھے۔ ایک رات نمازِ مغرب کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نانا حضرت سیّد محمد زکی الدین آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر پہلے جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سیّدہ کائنات حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور عرض کی "آپ کی جد ہے اور اس غریب الوطن کا نواسہ ہے میرے بعد اس کا خیال رکھنا" پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کی "آقا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نواسہ ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے کر رہا ہوں اس کو اپنی وراثت سے محروم نہ رکھنا۔" رات گئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نانا نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو گھر چھوڑا اور اپنے گھر تشریف لے

گئے۔صبح ابھی آپ والدین کے ہمراہ نمازِ فجر کا وضو کر ہی رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا سیّد محمد زکی الدین کا وصال ہو گیا ہے۔اس وقت سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک صرف چودہ سال تھی۔ نانا کے وصال سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو شدید صدمہ پہنچا کیونکہ نانا کے پاس رہ کر تھوڑا بہت جو سکون ملتا تھا وہ بھی جاتا رہا۔

آپ کے والدِ محترم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کاروبار میں دل نہیں لگتا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر ویرانوں میں نکل جاتے ،کبھی کبھی تو بے چین اور بے سکون ہو کر دوڑتے دوڑتے مدینہ منورہ سے کئی میل دور نکل جاتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں لہولہان ہو جاتے ،آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد آپ کو اٹھا کر گھر لاتے۔لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانہ اور مجنون سمجھتے۔لوگ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین آپ کی باطنی کیفیت کو سمجھ نہ پا رہے تھے۔25 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح آپ کے ماموں محمد یعقوب بن زکی الدین کی صاحبزادی سعیدہ سے کر دیا گیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی سے نہ نبھ سکی۔26 سال کی عمر میں 1212ھ (1798ء) میں آپ کے شفیق والد سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔یہ ایسا گہرا صدمہ تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سیّدہ مومنہ رضی اللہ عنہا کی برداشت سے باہر تھا۔شوہر کے وصال اور بیٹے کی حالت نے اُن کو نڈھال کر دیا تھا۔شوہر کا کاروبار انہوں نے اپنے بھائی کے حوالے کر دیا لیکن غالباً خوشیوں نے والد اور شوہر کی وفات کے ساتھ ہی اُن سے منہ موڑ لیا تھا۔اُن کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ شوہر کا اتنا بڑا کاروبار اپنے بھائی کے حوالے کر کے انہوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔ بھائی کی طرف سے انہیں بمشکل اخراجات پورے کرنے کے لیے رقم ملتی تھی۔ دوسرا ستم یہ ہوا کہ شوہر کے وصال کے ایک سال بعد آپ کے بھائی اور اُن کی بیٹی سعیدہ نے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو طلاق دینا پڑی۔اپنوں کی طرف سے ملنے والے یہ پے در پے صدمات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ پر پہاڑ بن کر گرے اور شوہر کے وصال کے 5 سال بعد 1217ھ (1803ء) میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

تلاشِ حق

والدہ کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کے کاروبار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں سیّد محمد یعقوب کا مکمل قبضہ ہو گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل ویسے بھی دنیا سے اچاٹ ہو چکا تھا اس لیے آپ نے بھی کاروبار واپس لینے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔دل کی بے چینی اور بے سکونی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ دل زندگی سے مکمل اچاٹ ہو چکا تھا۔جیسے ہی بے چینی اور بے سکونی بڑھتی فوراً عبادات اور تلاوتِ قرآن شروع کر دیتے تھے لیکن جیسے ہی فارغ ہوتے

وہی حالت پھر طاری ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ یہ دیوانگی بڑھتی جارہی تھی، ایسا لگتا تھا کہ سکون دینے والی چیز کوئی اور ہی ہے جس کی تلاش میں آپ ؒ آگ برساتے سورج میں دیوانوں کی طرح دوڑتے پھرتے۔ پیدل مدینہ سے مکہ پہنچ جاتے' خانہ کعبہ میں معتکف ہو جاتے' دن رات دیوانہ وار طواف کرتے' خانہ کعبہ کی دیواروں کے ساتھ گریہ زاری کرتے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے۔ کبھی ہفتوں غارِ حرا اور کبھی غارِ ثور میں بھوکے پیاسے معتکف رہتے، گزارہ گھاس پھونس پر ہوتا۔ جب آپ ؒ کی حالت زیادہ خراب ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ مدد کے لیے کسی نہ کسی کو بھیج دیتا وہ آپ ؒ کو کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا۔ اسی حالت میں 9 سال گزر گئے۔ شعبان کے مہینہ میں ایک دن آپ ؒ جنت البقیع کے پاس کھڑے روضۂ رسول ﷺ کو عالمِ عشق و دیوانگی میں دیکھ رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے آپ ؒ کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا ''کیسے ہو عبداللہ؟''

آپ ؒ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا ''تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا ''میں خضر ہوں! راہ دکھاتا ہوں۔''

آپ ؒ نے فرمایا ''مجھے کیا راہ دکھاؤ گے؟''

حضرت خضر ؑ نے جواب دیا ''اپنے نانا سے وراثت طلب کرو۔''

سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ نے حیرانی سے جواب دیا ''میرے نانا کا وصال ہو چکا ہے۔ میرے نانا اور والد کی وراثت میرے ماموں کے پاس ہے اور مجھے اس سے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔''

حضرت خضر ؑ نے روضۂ رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''میں آپ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُن کی وراثتِ فقر کی بات کر رہا ہوں۔''

حضرت خضر ؑ نے فرمایا ''جا کر نانا کے قدموں میں بیٹھ جاؤ اور جب تک وراثتِ فقر عطا نہ کریں مسجد نبوی سے باہر نہ نکلنا خواہ موت آجائے۔'' یہ کہہ کر خضر ؑ غائب ہو گئے۔

آپ ؒ 40 سال کی عمر میں 27 شعبان 1226ھ (15 ستمبر 1811ء) اتوار کے دِن مسجد نبوی میں وراثتِ فقر کا سوال لے کر بیٹھ گئے اور مسجد نبوی ﷺ کی خدمت شروع فرما دی۔ نہ تو آپ ؒ کسی سے کوئی غرض رکھتے اور نہ سوال کرتے چپ چاپ اپنے کام میں مگن وراثتِ فقر کی التجا کرتے رہتے۔ یہاں آپ ؒ کی بے قراری کو قرار بھی آ گیا اور دل کو سکون بھی مل گیا تھا۔ عرصہ چھ سال کی خدمت اور غلامی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیدار کی نعمت عطا کی اور پوچھا! تو اس خدمت کے بدلے میں کیا چاہتا ہے؟

سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''فقر کے لیے تجھے ہند سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس جانا ہوگا۔''

جب سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ خواب سے بیدار ہوئے تو بہت حیران اور پریشان ہوئے کہ رشد و ہدایت کا منبع تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ہیں پھر مجھے سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ لہٰذا دوبارہ خدمت اور غلامی کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ مزید چھ سال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدار سے مستفید فرمایا اور پھر پوچھا کہ اس خدمت کے بدلہ میں کیا چاہتے ہو؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تجھے فقر سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) سے ہی ملے گا۔ اس مرتبہ سیّد محمد عبداللہ شاہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تو اُس علاقے کی زبان، رسم رواج، رہن سہن اور کھانے پینے تک سے ناواقف ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہم تجھے اپنے محبوب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہیں تمہاری تربیت کرنا اور وہاں تک پہنچانا اب اُن کی ذمہ داری ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے 12 سالہ قیام کے بعد 23 رمضان المبارک 1238ھ (2 جون 1823ء) سوموار کے دِن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باہر تشریف لائے۔

سفرِ حق

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باہر آ کر 29 رمضان المبارک تک محنت مزدوری کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ رقم جمع کی اور ایک گھوڑا خریدا۔ 29 رمضان المبارک 1238ھ (8 جون 1823ء) بروز اتوار جب لوگ مدینہ شریف میں عید کی تیاریوں میں مصروف تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد شریف روانہ ہوگئے۔

28 شوال 1238ھ (7 جولائی 1823ء) بروز سوموار آپ رحمۃ اللہ علیہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نہ صرف ہمارا حسبی نسبی بلکہ نوری حضوری فرزند بھی ہے اور پھر تقریباً دو سال تک پیرانِ پیر حضرت غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی اور پھر باطنی طور پر اپنے فرزند حضرت شیخ سیّد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کا فرزند ہے اور آگے پہنچانا اب آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ذمہ داری ہے اور فرمایا کہ سروری قادری سلسلہ کے ہر شیخ سے ترتیب سے ملتے ہوئے ہمارے محبوب حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ وہی تمہاری منزل ہے اور وہیں سے تمہیں فقر ملے گا اور امانت

الٰہیہ منتقل ہوگی۔ چنانچہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رضی اللہ عنہ نے سیّد عبد الرزاق رحمتہ اللہ علیہ سے باطنی فیض کے حصول کے بعد 11 جمادی الثانی 1240ھ (30 جنوری 1825ء) بروز اتوار کو اسی ترتیب سے سفر کا آغاز کیا۔

حضرت سیّد عبد الجبار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سیّد محمد صادق یحیٰ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سیّد نجم الدین برہان پوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبد الفتاح رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبد الستار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبد البقاء رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ سیّد عبد الجلیل رحمتہ اللہ علیہ اور اپنے جد حضرت شیخ سیّد عبد الرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے باطنی ملاقات اور فیض کے حصول کے بعد 12 ربیع الاول 1241ھ (24 اکتوبر 1825ء) سوموار کے دِن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ مزار سے باہر تشریف فرما ہیں اور انتظار میں ہیں۔ دیکھتے ہی فرمایا ''آیئے عبد اللہ شاہ صاحب ہم تو آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔'' سلسلہ کے ہر شیخ سے ملاقات کے بعد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر رازِ پنہاں ظاہر ہو چکا تھا۔ جب سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی صورت مبارک کا دیدار کیا اور جلوۂ حق دیکھا تو دیوانہ وار مجذوبیت میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے گرد چکر لگانا شروع کر دیئے۔ اس پر سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بیٹھنے کو کہا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ بے خودی اور مستی میں چکر لگاتے رہے۔ آخر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے دونوں گھٹنوں پر اپنے دستِ مبارک زور سے مارے جس سے سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے ان دستِ مبارک کے نشانات ساری عمر نہ صرف ان کے گھٹنوں پر موجود رہے بلکہ ان کی اولاد کے گھٹنوں پر بھی۔ ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اُن کے دونوں گھٹنوں پر سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کے نشانات دیکھ لیے جائیں، گھٹنوں کے علاوہ کسی اور جگہ پر نہیں۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ۔ امانتِ فقر

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ فقر، امانتِ الٰہیہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل فرمائی اور امانتِ الٰہیہ کا سلسلہ جہاں پر رکا تھا وہیں سے تقریباً 139 سال بعد دوبارہ شروع ہوگیا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے چھ ماہ تک سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی اور پھر شورکوٹ میں نکاح کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ نکاح کے بعد اپنی زوجہ کے ساتھ ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ چلے جائیں اور اپنے آپ کو مخفی و پوشیدہ رکھیں، طالبانِ مولیٰ خود بخود آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ طالبانِ مولیٰ کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا فیض عطا فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے روانہ ہو کر شور کوٹ پہنچے اور وہاں حسبِ حکم نکاح فرمایا اور ریاست بہاولپور تشریف لے گئے۔

احمد پور شرقیہ (ریاست بہاول پور) آمد

سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نواب بہاول خان سوئم مرحوم و مغفور کے عہد میں 29 رمضان المبارک 1241ھ (6 مئی 1826ء) بروز ہفتہ ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ تشریف لائے اور جہاں آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے ساتھ مسجد ہے، وہاں ٹیلہ پر قیام فرمایا۔ نواب صاحب کو معلوم ہوا تو شرفِ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور آپ کی مجلس اور صحبت سے فیض یاب ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کے لیے مکان اور درویشوں کی رہائش کے لیے حجرے تعمیر کرائے اور خانقاہ، درویشوں اور زائرین کے لنگر، خوراک اور دیگر تمام اخراجات اپنے ذمہ لے لیے۔ جب بھی نواب صاحب کو کوئی مشکل پیش آتی بصد ادب و نیاز اور دست بستہ طالبِ دعا ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اُن کی پریشانی اور مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا۔ نواب بہاول خان سوئم نے صرف ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو نظر انداز کیا ہوا یوں کہ نواب صاحب اپنے دوسرے بیٹے سعادت یار خان کو ولی عہد مقرر کرنا چاہتے تھے۔ غالباً 1850ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فتح یار خاں ریاست کے لیے موزوں ولی عہد ہے، یہ ریاست کو سنبھال سکتا ہے، دوسرا ریاست کو برباد کر دے گا۔ نواب صاحب بہت پریشان ہوئے اور کسی اور مشہور بزرگ کے مشورہ پر سعادت یار خاں کو ولی عہد مقرر کر کے دستار بندی بھی اُن سے کرا دی۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ثابت ہوئی اور نواب بہاول خاں سوئم کی وفات کے بعد ولی عہدی کے اس جھگڑے نے ریاست بہاول پور کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

نواب بہاول خاں سوئم کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت

نواب بہاول خان سوئم مرحوم و مغفور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ[1] رحمۃ اللہ علیہ میں درج ہے:

---

[1] پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر ہیں جنہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل کی۔ ان کا تفصیلی ذکر باب سوم میں ہے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اصغر اور بڑے صاحبزادے پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے جمع اور مرتب کیے۔

''جناب نواب صاحب موصوف حضرت شاہ صاحب سے اس قدر کمالِ ارادت وحسنِ عقیدت و نیازِ قلبی و بہر حالت دعا طلبی و صدقِ اخلاص محبت و یقین از حد تمام رکھتے تھے۔ جب زیارتِ حضور کے لیے اکثر اوقات بغرض تحصیلِ سعادتِ دارین حاضر ہوتے تھے تو حویلی مکان مبارک کے دروازہ کے باہر ہر دو نعلین (جوتے) اتار کر اندر داخل ہوا کرتے تھے اور باکمال نیاز و آداب وخشوع تمام دونوں ہاتھوں کو باندھ کر حضور میں کھڑے رہتے تھے، کیونکہ جناب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر یہ حالت رہتی تھی کہ جذبِ الٰہی سے ہر دو آنکھیں مبارک بند کر کے مراقبہ میں مشغول اور متوجہ الی اللہ کمال استغراق میں رہتے تھے۔ جب تک آنکھیں کھول کر حضورؒ خود نواب صاحب سے کوئی ارشاد نہ فرماتے تھے تب تک اُسی طرح خدمت میں کھڑے رہتے تھے اور کوئی بات زبان پر نہیں لاتے تھے۔ بروقت ان کے ارشاد فرمانے کے جو کچھ عرض معروض ہوتا پیشِ خدمت کرتے اور اُن کے فرمان مبارک کی جان و دل سے کما حقہ تعمیل کرتے تھے اور تمام انتظام لنگر شریف خرچ اخراجات خوراک و پوشاک و دیگر ہر قسم جو حضور کے گھر و باہر کا ہوتا تھا اور درویشان و مسافران و زائرین و طالبانِ خدا کا' جو بغرض تحصیل فیضانِ باطنی دور دور سے حاضرِ خدمتِ حضور ہوتے تھے، جناب نواب صاحب موصوف خاص طور پر اپنا فرضِ عین سمجھ کر جان و دل سے بکمالِ محبت و اخلاص پوری پوری خدمت گزاری کرتے تھے اور سب کارِ خدمات متعلقہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کا اپنی نگرانی خاص میں رکھا ہوا تھا اور جب کوئی نیا کام یا نئی بات کا کوئی سلسلہ شروع کرنا ہوتا تو بعد از عرض معروض جیسا کہ حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تو ویسا ہی تعمیلِ حکم بجالاتے تھے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''سُلطان التارکین ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عطا ہوا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن اولیاء اللہ میں سے تھے جن کے بارے میں حدیثِ قدسی ہے کہ ''میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے ہیں اور جن کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت آزاد طبع عارف کامل مکمل اکمل اولیاء اللہ الاتقیاء الاخفیا بموجب حدیث قدسی تھے۔ شہرۂ عالم سے بے نیاز ہر وقت خلوت نشینی میں متوجہ الی اللہ مراقبہ میں بحالتِ استغراق رہتے تھے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو ریاست سے' دربار سے اور شہرت سے دور رکھتے تھے۔ کبھی چل کر نہ تو کسی

نواب کی محفل میں گئے اور نہ ہی کسی سردار کے پاس۔ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں قیام پذیر رہے اور جو طالبانِ صادق آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لاتے اُن کو فیضانِ الٰہی، تلقینِ باطنی سے مشرف فرماتے اور اُن کا تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب فرماتے۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ باطنی طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ''شاہ صاحب'' کے نام سے مخاطب فرمایا کرتے تھے اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ اس لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے ''سخی سلطان'' اور جیلانی نسب کی وجہ سے ''جیلانی'' اور مدینہ منورہ میں ولادت کی وجہ سے ''مدنی'' آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا حصہ بنا۔

حلیہ اور لباس مبارک

ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ میں پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''آپ رحمتہ اللہ علیہ بالکل سادہ مزاج تھے اور سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ پیراہن وکلاہ پاجامہ شرعی اکثر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لباس ہوتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سبز، نیلی اور سفید دستار استعمال فرمائی ہے۔ سفید دستار کا دو تین ہاتھ شملہ اوپر نکلا ہوتا تھا۔''

خوشی یا عید وغیرہ کے موقع پر تہبند اور کرتہ زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت ہی حسین اور حسن و جمال میں بے نظیر تھے بلکہ احسن الصورت، چہرہ فراخ، نورانی اور درخشاں معلوم ہوتا تھا اور کشادہ پیشانی تھے چشمان مبارک بہت موٹی تھیں۔ اکثر مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور کمالِ استغراق کی وجہ سے آنکھوں میں سرخی معلوم ہوتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بینی (ناک) مبارک بلند تھا۔ سر کے بال کانوں تک رکھتے تھے۔ ریش مبارک بالکل سفید، منور، گھنی، طول وعرض میں نہایت خوشنما تھی، قد درمیانہ تھا۔ جو لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں خواہ کسی غرض سے حاضر ہوتے تھے وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار مبارک میں ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ اُن کو گھر بار اور سب کام بھول جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جو لڑکے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں اگر کسی وقت حاضر ہو جاتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار میں محو ہو جاتے تھے اور اُن کو کھیلنا کودنا بھول جاتا تھا۔ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ظاہری صورت میں حسین اور حسن و جمال میں بے مثال اپنے پیر صاحب حضرت پیر سیّد عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے برابر ہم نے

اپنی تمام عمر میں کوئی آدمی نہیں دیکھا اوران کی خوش اخلاقی کمال درجہ کی تھی۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ فقر

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ فقر سروری قادری ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں:

ملفوظات میں ہے:

''حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا طریقۂ سلوک سروری قادری تھا۔ طالبان کو اسی طریق میں داخل فرما کر ہدایت و تلقین فرماتے تھے۔ مشائخ سے طریقہ قادری دو طرح سے جاری اور معروف چلا آ رہا ہے، ایک زاہدی قادری دوسرا سروری قادری۔ سروری قادری طریق میں بغیر ریاضت' محنت و مشقت اور مجاہدہ کے طالبانِ خدا فی الفور محض نظرِ فیض اثر سے اور تلقینِ حقیقی خاص، توجہِ شیخ کامل سے واصل بالمقصود ہو جاتے ہیں اور طریق زاہدی قادری میں محنت و ریاضت مجاہدہ و مشقت کثیر سے مدت دراز کے بعد مکاشفہ و کشائشِ رازِ حقیقت ہوتی ہے۔ جناب حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا طریق سروری قادری تھا کہ بغیر از ریاضت مجاہدہ محنت و مشقت طالبانِ خدا پر اُن کا فیضان جاری ہو جاتا تھا اور محض نظرِ فیض اثر سے کشائشِ کمال ہو جاتی تھی اور گاہے خاص تلقین بھی طالبانِ حق کو فرما دیا کرتے تھے۔''

فقہی مسلک

حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ حنفی مسلک اور اہلِ سنت والجماعت سے تھے۔

کرامات

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک بیان کی جا رہی ہیں:

1. ہندوستان پر تاجِ برطانیہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی لیکن ملتان پر ابھی تک سکھوں کا قبضہ تھا جنہوں نے اس علاقے میں کافی اودھم مچا رکھا تھا۔ ملتان کو فتح کرنے کے لیے انگریزوں نے نواب بہاول خان سوئم سے مدد اور ملتان پر لشکر کشی کے لیے فوج طلب کی تو نواب بہاول خان سوئم سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ''ملفوظات پیر عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' میں ہے:

''جب فتوحاتِ ملتان کے حاصل کرنے میں سکھوں کے زمانے میں انگریز جناب نواب بہاول خان سے استمدادِ لشکر وفوج کے خواہاں ہوئے تو حضور جناب شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں نواب صاحب حاضر ہو کر کمالِ ادب سے ملتمس ہوئے کہ حضور بغرض تحصیلِ فتح ملتان انگریزوں نے مجھ سے امدادِ فوجیہ طلب کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماویں اور جو کچھ مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہو میں اس پر تعمیل کرنے کو تیار ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار اًارشاد فرمایا کہ اس وقت تمہارے لشکرِ فوج کی کیا تعداد ہوگی۔ عرض کیا کہ چالیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک درویش میاں محمد سلیم[1] رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ دیکر نواب صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ملتان کی امداد فتح کے لیے جانے کی اجازت دی جاتی ہے تمہاری تمام فوج اور ہمارا ایک درویش (یعنی یہ ہمارا ایک درویش تمہاری تمام فوج سے زیادہ تم کو امداد دے گا)۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور اس درویش کو بہت عزت وقدر کے ساتھ ہمراہ اپنے امدادی لشکر کے فتح ملتان کے لیے بھیج دیا۔ اس وقت منشی غلام حسن صاحب جو حافظ جمال محمد صاحب ملتانی علیہ الرحمتہ کے خلفاء میں سے تھے اور سکھوں کی طرف سے توجہ امدادِ باطنی کرتے تھے اس لیے ملتان پر فتح نہ ہو سکتی تھی، منشی صاحب موصوف نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک کامل بزرگ کی امدادِ باطنی تحصیل وقبضہ ملتان کے لیے پہنچ گئی ہے اور کوئی شخص بآوازِ بلند کہتا ہے کہ اب خبردار رہنا اور توجہ نہ کرنا کہ اس وقت تمہارا توجہ کرنا کچھ اثر نہ کرے گا اور تم نے بھی اپنے مسکن پر شہید ہونا ہے۔ انہوں نے یہ (حاکم ملتان سے) اشارۃً بیان کیا اور رات کے وقت اپنے عیال واطفال کو دریچہ دروازۂ قلعہ سے نکال دیا کہ ناگہانہ لشکرِ نواب صاحب بھی بہ ہمراہی درویش حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے پہنچا۔ وہ درویش موصوف توپ کے چلانے پر مقرر کیا گیا۔ جب سکھوں نے اندرون قلعہ ملتان سے غلبہ کیا تو اس وقت کسی قدر لشکر انگریزوں کا اور نواب صاحب کا پیچھے ہٹا لیکن وہ درویش اپنی جگہ پر بدستور مقیم رہا اور فی الفور توپ کو چلادیا اور گولہ قلعہ سے گزر کر اس جگہ پر جا پہنچا جہاں پر سکھوں کا تمام سامان بارود وغیرہ جمع رکھا ہوا تھا وہ تمام نیست ونابود ہوا اور لمحتہ البصر میں اُڑ گیا۔ مخالفین سب کے سب بے سروپا ہوئے۔ اس وقت لشکرِ نواب صاحب ولشکر انگریزوں نے قلعہ پر غلبہ کر کے فتح کر لیا اور پورے طور پر کامیابی حاصل کی۔ اسی روز منشی غلام حسن صاحب پر کسی نے ناگہانہ آ کر تیغ چلادی اور انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔''

اس واقعہ کی تصدیق تاریخ پنجاب کی مختلف کتب سے بھی ہوتی ہے۔ غلام مصطفیٰ بسمل تاریخ پنجاب میں فتح ملتان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں مزار کے عقبی قدیمی قبرستان میں مدفون ہیں تربت کی نشاندہی ناممکن ہے۔

''انگریزوں نے اب فیصلہ کیا کہ پہلے شہر (ملتان) کو فتح کیا جائے بعد ازاں قلعہ پر اپنا تصرف قائم کیا جائے، اس کے ساتھ ہی برطانوی توپ خانے نے شہر پر شدید گولہ باری شروع کر دی جس کے نتیجے میں 30 دسمبر 1848ء کو قلعے میں موجود گولہ بارود کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تباہ ہو کر رہ گیا جس میں پانچ ہزار من بارود تھا۔ جب یہ بارود ایک دھماکے کے ذریعے تباہ ہوا تو اس دھماکے سے پانچ سو سپاہی جو قلعہ میں متعین تھے، موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اس عظیم نقصان کی وجہ سے ملتانی افواج میں سخت مایوسی اور بے چینی پھیل گئی اور تین جنوری 1849ء کو انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں اور قابض ہو گئیں۔ (صفحہ 459)

ملفوظات میں بیان کیا گیا ہے:

''امدادِ فتح ملتان پر ریاست بہاول پور کو'' پٹہ عدمِ مزاحمت و محاربت حفظ و امن تا قیامِ سلطنت برطانیہ'' انگریزوں سے حاصل ہوا اور نواب بہاول خان سوئم نے حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں چار ہزار روپیہ اور ایک شاندار گھوڑا پیش کیا۔ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے روپیہ تو لنگر شریف کے لیے دے دیا اور گھوڑا واپس فرما دیا۔ نواب صاحب نے اس گھوڑا کی قیمت بعد ازاں لنگر کے لیے بھجوا دی۔''

2. آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک طالبِ خاص حاجی محمد بخش[1] رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ بعدِ وصال حضور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنا مزار مبارک تعمیر کرانے کی اُسے اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں مزار کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حاجی محمد بخش صاحب طالبِ صادق اور اہلِ محبت و ارادات تھے اس لیے اس انکار سے زار و قطار رو کر کہنے لگے کہ ظاہر (زندگی) میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو شہرۂ عالم سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اور بعد وصال بھی چاہتے ہیں کہ جہان میں نام و نشان تک چُھپا رہے۔ میرا تو یہ شوق ہے کہ حضور کا شاندار مزار مبارک بنوا کر نقش و نگار سے مزین کروں تا کہ زیارت گاہِ ہر خاص و عام ہو جیسا کہ دوسرے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب تعمیر کا حکم نہیں ہے یہ شہر ہمارے وصال کے بعد ویران ہو جائے گا اور عرصہ کثیر کے بعد آباد ہو گا اور ہمارا مزار وہی بنوائے گا جو ہماری مانند ہو گا۔ اور (بعد ازاں) اسی طرح ظہور پذیر ہوا۔ احمد پور شرقیہ ویران ہوا اور ویرانی کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر اور امانتِ الٰہیہ کے وارث حضرت پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مزار مبارک کی تعمیر 1327ھ (1909ء) میں شروع فرمائی اور ایک سال کے اندر اندر اپنے وصال کے وقت 1328ھ (1910ء) میں مزار شریف کی تعمیر مکمل ہوئی۔

---

[1] سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں اور مزار مبارک کے عقبی قبرستان میں مدفون ہیں۔ تربت کی نشاندہی ناممکن ہے انہوں نے ہی پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مٹی اور گارے کا کمرہ تعمیر کروایا تھا۔

احمد پورشرقیہ کیوں ویران ہوااس کی تفصیل ''تذکرہ روسائے پنجاب'' میں اس طرح سے ملتی ہے۔

''1850ء میں نواب بہاول خان سوئم نے اپنے بڑے بیٹے فتح یارخاں کی بجائے دوسرے لڑکے سعادت یارخاں کو ولی عہد مقرر کر دیا (حالانکہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نواب بہاول خاں سوئم کو منع فرمایا تھا) انگریزی حکومت نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔1852ء میں نواب بہاول خاں سوئم کے انتقال کے بعد سعادت یارخاں مسندِ ریاست پر متمکن ہوئے لیکن ریاست کے دوسرے صاحبانِ اثر ورسوخ داؤد پوترے بڑے بیٹے فتح یارخاں کے حق میں تھے۔انہوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی سعادت یارخاں کو برطرف کر کے فتح یارخاں کو مسندِ ریاست پر بٹھا دیا۔سعادت یارخاں نے گورنر جنرل بہادر کے پاس فریاد کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ معاہدہ کے مطابق ریاست کو بیرونی حملہ آوروں سے بچانا گورنمنٹ آف برطانیہ کی ذمہ داری تھی اس لیے نواب فتح یارخاں باقاعدہ طور پر نواب تسلیم کر لیے گئے اور معزول نواب سعادت یارخاں کو انگریزی علاقہ میں پناہ دے دی گئی۔19200 روپے سالانہ وظیفہ اس شرط پر مقرر ہوا کہ اب اُن کا اور اُن کی اولاد کا بہاول پور کی مسندِ امارت پر کوئی حق نہیں رہ گیا۔لیکن جلد ہی سعادت یارخاں نے سازشی داؤد پوترے سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔داؤد پوترے سازشی سردار بھی اس بات کا ادراک نہ کر سکے کہ انگریز یہ سازشیں برداشت نہ کریں گے اس لیے انہوں نے سعادت یارخاں کو لاہور کے قلعہ میں بند کر کے آدھا وظیفہ بند کر دیا اور شرط رکھی کہ جب تک وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے اُن کا وظیفہ بحال نہ ہوگا۔اسی حالت میں 1861ء میں نواب سعادت یارخاں لاولد فوت ہوگئے۔1863ء میں نواب بہاول رابع (چہارم) کے خلاف بھی علمِ بغاوت انہی داؤد پوترے سرداروں نے بلند کیا لیکن اُن کی بغاوت جلد ہی ختم کر دی گئی۔نواب صاحب آخری مرتبہ بغاوت فرو کرنے کے بعد کچھ ایسے اچانک طریقہ سے فوت ہوگئے کہ ان کی موت کے متعلق دغابازی کا شبہ کیا جاتا ہے۔پھر چونکہ نواب صاحب کی وفات کے بعد اور بھی کئی بلوے اور ہنگامے برپا ہوئے اس لیے آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ نابالغ نواب صادق محمد خاں صاحب اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں رہیں اور ان کے زمانہ نابالغی میں ریاست کا انتظام انگریزی سرکار کو تفویض کر دیا جائے۔فی الواقع فتنہ انگیز سرداروں کو فساد سے باز رکھنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہ تھا کیونکہ انہوں نے اس بات کو دل میں ٹھان لیا تھا کہ ان کی ذاتی اغراض صرف حکمران خاندان کو تباہ کرنے ہی سے پورے ہوں گی اور وہ اسی امر کے درپے تھے۔

چنانچہ 1866ء میں صاحب کمشنر بہادر ملتان نے ریاست کا انتظام اپنے قبضہ اقتدار میں لیا اور اس کی تھوڑی ہی مدت بعد ایک باقاعدہ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوگیا جس کو پنجاب گورنمنٹ کی عام نگرانی میں

ریاست کا انتظام اور اُس میں اصلاحیں کرنے کے پورے اختیارات سپرد ہوئے۔ افسر مذکور کو ہدایت ہوئی کہ وہ اصولاً جہاں تک ممکن ہو خاص ریاست ہی کے ملازموں اور باشندوں کی وساطت سے حکومت اور نظم و نسق کرے اور معاملاتِ ملکداری کو اس طرح پر ترتیب دے کہ جب نواب صاحب اٹھارہ سال کے سن کو پہنچ کر ریاست کی عنانِ انتظام سنبھالیں تو اُس وقت کاروبارِ حکومت کی ایسی حالت ہو کہ نواب صاحب خود اپنے ہی کار پرداز آدمیوں کے ہاتھ سے تمام امور عمدہ اور مکمل رکھ سکیں۔ کرنل منچن صاحب بہادر نے 1867ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کے فرائض اپنے ذمے لیے۔ اُس وقت ریاست کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت ملک (ریاست) میں صرف دو آدمی بارسوخ اور صاحبِ وقعت تھے۔ دوسرے یا تو قتل ہو چکے تھے یا جلاوطنی کی حالت میں فوت ہو گئے تھے، اُن کی جاگیریں ضبط ہو گئی تھیں اور ان کے خاندان کے افراد سخت افلاس کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ریاست میں کوئی اس قسم کا انتظامی عملہ نہ تھا جس کو ایگزیکٹو سٹاف کہا جا سکتا اور نہ ایسے اہلکار موجود تھے جن کو ذمہ داری کے عہدے دیئے جاتے۔ خزانہ خالی تھا، تمام درجوں کے ملازموں کی تنخواہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ فوج فاقہ مست اور بغاوت پر آمادہ تھی۔ نہریں بُری حالت میں شکستہ اور فرسودہ پڑی تھیں اور زمینوں کے مالک زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور قرب و جوار کے اضلاع میں لگان گزار مزارعوں کی حیثیت سے کاشت کیا کرتے تھے۔ انگریزی انتظام سے معاملات اصلاح پذیر ہوئے، ہر ایک محکمہ پورے طور سے از سرِ نو مرتب کیا گیا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ریاست پھر سرسبز اور خوشحال ہو گئی۔ ماہِ نومبر 1879ء میں نواب صاحب بالغ ہوئے اور اُسی سال جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر نے انہیں باقاعدہ طور سے پورے اختیاراتِ حکومت دے دیئے۔ (صفحہ 661۔663)''

چونکہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور کا مرکز تھا اور ڈیرہ نواب صاحب کے قریب واقع تھا اس لیے ان تمام سازشوں کے نقصانات سب سے زیادہ احمد پور شرقیہ کو ہی اٹھانے پڑے اور ان فسادات اور سازشوں نے احمد پور شرقیہ کو ویران کر کے رکھ دیا۔

1876ء میں احمد پور شرقیہ کو ایک خوفناک سیلاب نے تباہ و برباد کر ڈالا۔ کہتے ہیں کہ اس سیلاب سے سارا شہر ملیا میٹ ہو گیا۔ اب بھی محلّہ فتانی' محلّہ عباسی اور محلّہ کٹڑہ میں پڑے ہوئے گڑھے اسی سیلاب کی یادگار ہیں۔

یوں سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ یہ شہر ہمارے وصال کے بعد برباد ہو جائے گا اور عرصہ کثیر بعد آباد ہو گا۔ 1863ء سے لے کر 1879ء تک احمد پور شرقیہ تباہی و بربادی کے مختلف مراحل

سے گزر کر 1879ء میں دوبارہ آباد ہوا۔

3. ملفوظات میں ہے ''ایک روز سیّد محمد عبد اللہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر سلطان الاذکار فنافی ھُو کی حالت طاری تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آنکھیں بند کیے ھُو کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ اس حالت میں جب ھُو کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سانس مبارک باہر آتا تو تمام سر اور جسم کے بال کھڑے ہو جاتے اور جب سانس اندر جاتا تو تمام بال دوبارہ اصلی حالت میں آجاتے۔'' پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی اس حالت کو دیکھنے میں محو تھے کہ اچانک ایک ہندو جو کہ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل قریب ہو کر بغور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حالت کو دیکھنے لگا جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور وہ ہندو پشت کے بل جا پڑا اور کہنے لگا کہ میری کمر تختہ ہوگئی ہے۔ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اندر سے روغن لا کر اس کی کمر کی مالش کی گئی تو وہ ٹھیک ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ہندو سے استفسار فرمایا کہ کس غرض سے میرے پاس آئے ہو اس نے عرض کی کہ ملتان میں میرے رشتہ داروں میں موت ہوگئی ہے اگر آپ اجازت دیں تو روانہ ہو جاتا ہوں ورنہ ارادہ ملتوی کر دیتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں اس طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے چند روز بعد وہ خود تمہارے پاس آجائیں گے، اسی جگہ ماتم پرسی کر لینا۔ چنانچہ چند روز بعد ایسا ہی معاملہ ظہور پذیر ہوا کہ وہ تمام کے تمام رشتہ دار اس ہندو کے پاس احمد پور شرقیہ پہنچ گئے اور وہ سفر کی تکلیف سے چھوٹا۔

تلاشِ محرمِ راز

جس طرح طالبِ مولیٰ کو مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتی ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل بھی دل کے محرم کی تلاش میں رہتا ہے جسے امانتِ فقر اور امانتِ الٰہیہ منتقل کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کے محرم پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جلد ہی مل گئے۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 8 شوال 1267ھ (5 اگست 1851ء) کو 25 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 9 سال[1] پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت فرمائی۔ جب تربیت مکمل ہوگئی تو سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمِ وحدت کی طرف واپسی کا وقت بھی آ گیا۔ ربیع الثانی 1276ھ (نومبر 1859ء) کے آغاز سے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ رمضان المبارک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] 8 شوال 1267ھ تا 29 رمضان 1276ھ

اتنے علیل ہوگئے کہ وضو نہیں فرماسکتے تھے بلکہ تیمّم سے نماز و فرائض کی ادائیگی فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حالت دیکھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے محرم راز پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی صحت یابی کی عرض کی غرض سے تشریف لے گئے۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ 29 رمضان المبارک 1276ھ کو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندر داخل ہوئے اور مزار پاک پر عرض پیش کر ہی رہے تھے کہ کسی نے عقب سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو السلام علیکم کہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مڑ کر دیکھا تو وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پکڑ کر سینے سے لگایا، امانتِ الٰہیہ منتقل ہوئی۔ جیسے ہی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں سے دریافت فرمایا تو لوگوں نے نفی میں جواب دیا کہ انہوں نے تو سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ہی نہیں۔ دراصل سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت جسمانی طور پر تو احمد پور شرقیہ میں موجود تھے لیکن روحانی طور پر امانتِ الٰہیہ منتقل کرنے کے لیے دربار سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے تھے۔ جیسے ہی امانتِ الٰہیہ منتقل ہوئی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے احمد پور شرقیہ میں وصال فرمایا۔

ازواج اور اولاد

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ پہلا نکاح 26 سال کی عمر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ماموں زاد سیّدہ سعیدہ سے فرمایا اور دو سال بعد ہی علیحدگی ہوگئی۔ اُن سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ 4۔ رمضان المبارک 1241ھ (12 اپریل 1826ء) بدھ کے دِن جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ریاست بہاولپور کے شہر احمد پور شرقیہ جانے اور وہاں تلقین و ارشاد کا حکم فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا کہ شور کوٹ میں نہایت ہی غریب اور مفلوک الحال ہمارا ایک محب فتح محمد نامی جیلانی سیّد مقیم ہے۔ اس کی ایک پاکیزہ بیٹی مریم بی بی ہے جو ہم سے محبت و عقیدت رکھتی ہے۔ اُن کے پاس سے ہوتے ہوئے جانا اور اس پاکیزہ مریم بی بی سے نکاح کرنا کیونکہ یہ حکم صادر ہو چکا ہے اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس پر مہر لگائی جا چکی ہے اور اُن کو بھی مطلع کر دیا گیا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بتائے ہوئے پتہ پر اس سیّد کے گھر پہنچے اور صرف اتنا عرض کیا کہ نام محمد عبد اللہ ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے بھیجا ہے۔ وہ جیلانی سیّد تو خوشی سے نہال ہوگیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں سیّد فتح محمد جیلانی کی صاحبزادی سیّدہ مریم بی بی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔ سیّدہ مریم رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں۔ نکاح

کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہا اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ 29 رمضان المبارک 1241ھ کو احمد پور شرقیہ پہنچے۔ سیّدہ مریم رحمتہ اللہ علیہا نے معرفت الٰی اللہ کو خواتین میں عام کرنے کے لیے حضرت سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ نہ صرف عام خواتین بلکہ نوابانِ ریاست بہاولپور کی بیگمات بھی آپ رحمتہ اللہ علیہا کی بہت معتقد اور عقیدت مند تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا نے احمد پور شرقیہ آمد کے بعد وصال تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد 1279ھ (1863ء) میں آپ کا وصال ہوا اور دربار پاک کے قریب مدفون[1] ہوئیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے دو صاحبزادیوں کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پہلی صاحبزادی نور بی بی 1248ھ (1833ء) میں پیدا ہوئیں اور دوسری صاحبزادی صالحہ بی بی جو بی بی پاک دامن کے نام سے معروف ہوئیں 1260ھ (1845ء) میں پیدا ہوئیں۔ نور بی بی کا وصال سات سال کی عمر میں 1255ھ (1840ء) میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا اور وہ خانقاہ کے قریب مدفون[2] ہوئیں۔ دونوں صاحبزادیوں کے گھٹنوں پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کے نشان موجود تھے۔ دوسری صاحبزادی صالحہ بی بی الملقب بی بی پاک دامن کے گھٹنوں پر نشان اتنے واضح اور کامل تھے کہ آپ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے قاصر تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا بڑی کامل اور صاحبِ حال خاتون تھیں ہر لحظہ مراقبہ میں غرق رہتیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا کی نگاہِ کامل سے ہزاروں خواتین نے فیض پایا۔ جب 1276ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ رحمتہ اللہ علیہا اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ احمد پور شرقیہ میں ہی رہائش پذیر تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا نے اپنے والد محترم کی زندگی میں ہی نکاح سے انکار فرما دیا تھا کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہا چلنے پھرنے سے معذوری کی وجہ سے ازدواجی حقوق اور گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر تھیں۔ 1279ھ میں جب آپ رحمتہ اللہ علیہا کی والدہ محترمہ مریم بی بی رحمتہ اللہ علیہا کا وصال ہوا تو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہا کو اپنے ساتھ مُڈ ر جبانہ ضلع جھنگ لے گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہا نے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی زوجہ، جن سے ایک ہی فرزند پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ تھے اور وہ بھی لاولد تھے، کے ساتھ رہائش اختیار کر لی۔ اس گھر میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی زوجہ، پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کی زوجہ محترمہ رہائش پذیر تھے۔ میرے مرشد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی زوجہ اور پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ کو سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی صالحہ بی بی رحمتہ اللہ علیہا سے

---

[1] [2] دونوں کے مزارات کے بارے میں دو روایات ہیں ایک یہ کہ سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے عقب میں جو دو قبور ہیں اُن میں سے ایک آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ سیّدہ مریم رحمتہ اللہ علیہا کی اور دوسری صاحبزادی کی ہے اور دوسری روایت کے مطابق دربار پاک سے ملحقہ قدیم عقبی قبرستان میں مدفون ہیں۔

بڑی محبت اور عشق تھا اور اُن کی وصیت تھی کہ مرنے کے بعد انہیں "صالحہ بی بی" کے قریب دفن کیا جائے۔ مُڈر جبانہ میں بھی صاحبزادی صالحہ بی بی الملقب بی بی پاک دامن رحمتہ اللہ علیہا کی نگاہ کامل سے ہزاروں خواتین نے فیض پایا اور پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آنے والی خواتین کا ہجوم اسی گھر میں ہوا کرتا تھا جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہا رہائش پذیر تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا کے وصال کی تاریخ تو معلوم نہیں ہوسکی لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہا پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی وصال فرما گئیں تھیں۔ پیر سیّد محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہا کو مُڈر جبانہ ضلع جھنگ کے قریب محمود کوٹ میں اپنی زمین میں مدفون فرمایا۔ تربت مبارک کے اوپر ایک کمرہ بھی تعمیر فرمایا جس کو سنگِ مرمر سے مزین کیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اور پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کا یکے بعد دیگرے وصال ہوگیا تو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہا کے دائیں طرف اور پیر محکم الدین[1] رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہا کے بائیں طرف دفن کیا گیا۔ یعنی اُن کی وصیت کا احترام کیا گیا۔ زندگی میں بھی یہ تینوں ہستیاں عشق و محبت سے اکٹھی رہیں اور اب قبور میں بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ اس عاجز نے اس جگہ کی زیارت کی ہے یہاں اب بھی مزار سے نور کی برسات محسوس ہوتی ہے۔ اگر یہ مزار خواتین کے لیے کھول دیا جائے تو صاحبِ دل خواتین یہاں سے فیض حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ مزار ہمیشہ بند رہتا ہے اور چابی پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے مجاور کے پاس ہوتی ہے۔ یہ مزار پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کی اولاد کے مزارات اور قبرستان سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی کسی صاحبزادی سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔

وصال اور مزار مبارک

چھ ماہ علیل رہنے کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے 29 رمضان المبارک 1276ھ (20 اپریل 1860ء) بروز جمعتہ المبارک بعد نمازِ عصر وصال فرمایا اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے محرمِ راز اور خلیفہ اکبر حضرت پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی صحت یابی کی دعا کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ 29 رمضان المبارک کے دن کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی دن ولادت اور اسی دِن وصال ہوا' اسی دِن مدینہ سے بغداد شریف روانہ ہوئے اور اِسی دن احمد پور شرقیہ بہاولپور تشریف لائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حویلی میں ہی دفن کیا گیا۔ پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تربت مبارک کچی تھی اور اس

---

[1] پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مڈھ شریف ضلع جھنگ میں پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے ساتھ ایک کمرے میں ہے۔

پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مٹی اور گارے کا کمرہ تعمیر کرایا۔ پھر پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل 1327ھ (1909ء) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور ساتھ ایک مسجد کی تعمیر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور مسجد کی طرز پر شروع کرائی اور جب صفر 1328ھ (فروری 1910ء) میں مزار اور مسجد مبارک مکمل ہوئی تو بالکل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا عکس معلوم ہوتا تھا۔ مزار میں قدیم طرز پر کاشی کاری اور ٹائل پر سونے کے پانی کا کام ہوا تھا جبکہ سنگِ مرمر کا ایک بہت بڑا اور خوبصورت اور نایاب دروازہ اس وقت ریاست بہاولپور کے نواب صادق محمد خان پنجم کی بیگم نے ہدیہ کیا تھا۔ 1999ء میں دربار اور مسجد کو سیم کی وجہ سے خراب ہونے پر شہید کر دیا گیا اور 2000ء سے 2002ء تک مزار کے اوپر ایک سادہ کمرہ تعمیر کیا گیا جس کا صرف ایک مینار تھا اور ساتھ چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی۔

مئی 2012ء کو اس عاجز نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی طرح سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر شروع کرائی۔ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی طرح چاروں مینار تعمیر کیے گئے اور ان پر رنگ وروغن کا کام کیا گیا اور کاشی کاری والی ٹائلیں لگائی گئیں۔ میناروں کے درمیان میں چاروں طرف گمٹیاں تعمیر کی گئیں اور اُن پر بھی کاشی کاری اور رنگ وروغن کا کام کیا گیا۔ صحن میں بھی ٹائلیں لگائی گئیں۔ تربت مبارک پر سنگِ مرمر لگایا گیا۔ اس طرح مزار مبارک کی تعمیر دوبارہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرح 30 اگست 2012ء کو مکمل ہوئی۔ لاہور سے تعمیر کے کام کی نگرانی محمد اسد خان سروری قادری نے اور مقامی طور پر تعمیراتی کام کی مکمل نگرانی عبدالرزاق سروری قادری اور نعیم حسین سروری قادری (اوچ شریف) نے کی۔ رنگ وروغن اور کاشی کاری کا کام محمد ذاکر سروری قادری (پاک پتن) نے اور اُن کی معاونت عبدالقیوم سروری قادری (اوچ شریف) نے کی۔[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے بارے میں شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تریاق مزار حضور انور دا، زہر ونجے نفسانی

مفہوم: سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو صدق اور خلوص سے حاضر ہو کر فیض کے لیے التجا کرتا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے نفس کا زہر ختم کر کے اسے بارگاہِ حق تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مزار سے فیض کا سلسلہ لوگوں کی طلبِ دنیا اور حبِّ دنیا کی وجہ سے 1942ء سے بند کر رکھا

---

[1] مجتبیٰ آخر زمانی 09 نومبر 2011ء کو مکمل ہو چکی تھی اور دربار کی تعمیر اور تکمیل اس کے بعد ہوئی اس لیے اس پیرا کو کتاب کی اشاعت کے وقت جنوری 2013ء میں شامل کیا گیا۔





سُلطانُ التارکین

حضرت سخی سلطان

سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک اور تربت مبارک 2011ء)

سُلطانُ التارکین

حضرت سخی سلطان

سیّد محمد عبداللہ شاہ

مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک اور تربت مبارک 2012ء)





تھا اور اس عاجز کی التجا پر 2 ستمبر 2012 ء سے فیض کا سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے دوبارہ جاری ہو چکا ہے اور فقر کی نعمت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے ایک بار پھر تقسیم کی جارہی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک فتانی چوک' فتانی محلہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ہے۔

عرس مبارک

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحت یابی کی عرض پیش کرنے گئے ہوئے تھے۔ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد 9 شوال بروز اتوار یعنی شوال کے دوسرے اتوار واپس پہنچے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسی دِن ختم شریف دلوایا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال شوال کے دوسرے اتوار عرس و میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منعقد کرواتے رہے لیکن بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا دِن ہر سال 29 رمضان المبارک مقرر کر دیا گیا۔ اب اس عاجز نے پہلی روایت کو زندہ کرتے ہوئے شوال کے دوسرے اتوار کو عرس مبارک اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد شروع فرمایا ہے۔

سجادہ نشین

سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی محرمِ راز پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا فرزند اور وارث فرمایا تھا اس لیے پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی بڑے صاحبزادے پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا سجادہ نشین مقرر فرما دیا اور نصیحت فرمائی کہ لنگر کبھی بند نہ ہونے دینا۔ پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت اور عقیدت سے اس احسن فرض کو نبھایا اور مزار کی توسیع کے لیے 26-1925ء میں 19 کنال 4 مرلہ اراضی خرید کر مزار میں شامل کی۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے قلمبند کی۔ پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ[1] 18 محرم 1361 ھ (4 فروری 1942ء) بروز بدھ وصال فرما گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے۔ فضل حق' عبد القادر اور عبد العزیز۔ پیر فضل حق[2] دوسرے سجادہ نشین ہوئے اُن کا وصال

[1] [2] پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ڈھ شریف جھنگ میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے اندر اور پیر فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کا باہر مغربی دیوار کے ساتھ واقع ہے۔

فروری 1994 میں ہوا۔ میاں فضل حق کے دو صاحبزادے تھے۔ شمس الحق اور احسان الحق۔ اب پیر شمس الحق سجادہ نشین ہیں لیکن رہائش مڈر جبانہ ضلع جھنگ میں ہے۔ عرس پاک کے موقع پر آتے ہیں، دربار پاک کی دیکھ بھال میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے۔ دربار پاک کو مجاور حاجی نور محمد صاحب سنبھالتے ہیں۔

(۱) حاجی نور محمد صاحب دربار شریف کے مجاور ہیں پہلے ان کے والد حاجی غلام نبی مرحوم ومغفور اور دادا محمد ابراہیم مرحوم ومغفور نے یہ فرض نبھایا۔

سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چند غلط روایات اور اصل حقائق

1999ء میں جب مزار مبارک گرا کر 2002ء میں دوبارہ تعمیر کرایا گیا تو مزار مبارک کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ کرادی گئی تھی "مرقد حضرت سیّد عبداللہ شاہ بخاری ولد سیّد عبدالرحمٰن دہلوی سلسلہ قادریہ"۔ یوں لگتا تھا کہ یہ عبارت بغیر سوچے سمجھے کندہ کرائی گئی تھی۔ نہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان 98 سال کا عرصہ ہے۔ اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ بخاری ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ والد جیلانی دہلوی ہو اور فرزند بخاری۔ یہ عبارت عجیب سی محسوس ہوتی تھی۔ 2008ء میں جب سجادہ نشین دربار عالیہ پیر سیّد محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ جناب پیر محمد ایوب قریشی صاحب اور سجادہ نشین دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیر شمس الحق صاحب سے صورتِ حال معلوم کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ جب مزار مبارک کو گرا کر دوبارہ تعمیر کیا گیا تو مجاور نے بغیر صلاح ومشورہ کے یہ عبارت غلطی سے کندہ کروادی تھی جسے جلد ہی ختم کرا دیا جائے گا۔ آخر کار اس عاجز کی درخواست پر شعبان 1432ھ (جولائی 2011) میں محمد اسد خان سروری قادری (لاہور)' محمد راشد سروری قادری اور نعیم حسین سروری قادری (اوچ شریف) نے سجادہ نشین پیر شمس الحق صاحب اور سجادہ نشین دربار پیر عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ محمد ایوب قریشی صاحب کی اجازت سے اور مجاور حاجی نور محمد صاحب کے تعاون سے مزار کی مرمت' رنگ وروغن اور تزئین وآرائش کروائی اور اس عبارت کو درست کروا کر اصل حقائق کے مطابق یوں درج کروا دیا گیا "سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ"۔

سوانحِ عمری پیر عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے

پوتے ہیں۔ ملفوظات پیر عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ (غیر مطبوعہ) مؤلف پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولادِ پاک سے ہیں۔ جب حقیقتِ حال کے لیے 2008ء میں پیر محمد ایوب قریشی صاحب سجادہ نشین دربار پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ''ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' (غیر مطبوعہ) میں، جسے پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ نے قلم بند کیا ہے اور جو سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، میں درج ہے کہ آپ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولادِ پاک میں سے ہیں نہ کہ پوتے، اور مضمون کے آغاز میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا جو شجرہ نسب درج کیا گیا ہے اس سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولادِ پاک (پڑپوتے) میں سے ہیں۔

3. ڈاکٹر سلطان الطاف علی مرآت سلطانی (باھو نامہ کامل) میں سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہ خانقاہ احمد پور شرقیہ میں 1263ھ سے مرجع خلائق ہے۔ صاحبِ مزار مدینہ منورہ سے دربار حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ آئے اور مزار سلطان العارفین قدس سرہٗ سے براہِ راست اکتسابِ فیض کیا۔ ڈمپال (جھنگ) کے پیر عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں آئے اور مرید ہوئے۔'' یہ بات کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ''1263ھ'' سے مرجع خلائق ہے' درست نہیں ہے۔ سوانح عمری پیر عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ میں درج ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ 25 سال کی عمر میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت 1242ھ میں ہوئی اور اس میں اگر 25 سال جمع کریں تو 1267ھ نکلتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1267ھ تک سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ حیات تھے۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر الطاف علی کی روایت درست نہیں ہے کہ نہ صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 1263ھ میں ہو چکا تھا بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی مرجع خلائق بن چکا تھا۔

4. ''صاحبِ لولاک'' (بارِ اوّل، دوم اور سوم) میں طارق اسماعیل ساگر تحریر کرتے ہیں: آپ (سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ) نے تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اب لوگوں نے آنے والے وقت کا انتظار شروع کر دیا۔ بالآخر کوئی دو سو سال بعد وہ وقت آتا دکھائی دیا کہ جب سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سوالِ فقر لے کر بیٹھ گئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت و غلامی شروع کر دی۔ نہ کوئی آپ کی طرف توجہ کرتا اور نہ آپ کسی سے کوئی غرض و غایت رکھتے۔ یونہی چپ چاپ خدمت کا سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر چھ سال بعد آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے غلام سے خواب میں پوچھا: ''تو اس خدمت کے بدلے میں کیا چاہتا

ہے؟'' سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے خزانہ فقر چاہیے۔'' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''آپ کے حصہ میں فقر کا خزانہ ضرور ہے لیکن آپ کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس جانا ہوگا۔'' بیداری پر سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ حیران اور پریشان ہوئے کہ میرا اس طرف یعنی ہند کی طرف جانا عجیب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تمام تر رشد و ہدایت کا منبع ہیں۔ ان کے در کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ امید و انتظار میں رات دن گزرتے رہے کہ جانے کب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہربانی فرمادیں اور خزانہ فقر سے مالا مال کردیں۔ اسی طرح مزید چھ سال گزر گئے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے غلام سے دوبارہ پوچھا ''اے سیّد محمد عبد اللہ تو اس غلامی سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟'' آپ نے وہی عرض دہرائی ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے خزانہ فقر چاہیے۔'' اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا ''تجھے فقر کا خزانہ حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملے گا۔'' سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تو اس ملک و علاقے اور زبان و رسم و رواج اور ماحول سے ناواقف ہوں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''ہم تجھے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہیں اور تمہیں وہاں پہنچانا ان کی ذمہ داری ہوگی۔'' اس فرمان کو لے کر سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بغداد کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ طویل مسافت کے بعد آپ غوث الاعظم شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس پر پہنچے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خواب میں مراقبہ کی ترتیب بتاتے ہوئے نگاہِ شفقت کے بعد فرمایا آپ کو سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا میں تمہیں اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرتا ہوں وہ تمہیں اگلے صاحبِ مزار تک پہنچائے گا اور پھر اسی ترتیب سے ہر ایک سے ملتے جانا اور ان میں ہر ایک تمہیں اگلے صاحبِ مزار تک پہنچا دے گا اور پھر اس طرح انشاء اللہ تم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔'' سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ترتیب سے اپنا سفر شروع کیا۔ بالآخر آپ اپنی طویل مسافت کے بعد پاکستان کے علاقہ ضلع لیہ میں پہنچے۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کامل کی خوشبو محسوس کی اور خیال کیا کہ لگتا ہے منزل قریب آچکی ہے۔ اسی ترتیب سے آپ لعل عیسن پہنچے۔ یہاں آپ کو جلال و جمال کے ساتھ فقر کی خوشبو محسوس ہوئی اور دل میں خیال کیا کہ شاید یہی میری منزل ہے پھر آپ لعل عیسن کروڑ سے مراقبہ میں ملتے ہیں اور یہی عرض کرتے ہیں: ''حضور مہربانی فرمائیں اور میری امانت مجھے دے دیں۔'' اس پر لعل عیسن اپنی زبان مبارک دکھا کر فرماتے ہیں کہ ہماری زبان پر مہریں لگی ہوئی ہیں ہم خزانہ فقر یا تقسیمِ ولایت نہیں کرسکتے ہاں البتہ دو مزارات سے قیامت تک فیض جاری رہے گا۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار سے اور حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے۔ یہ میری ذمہ داری

ہے کہ میں تجھے سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار تک پہنچا دوں۔ پھر ان کی راہنمائی میں آپ اپنی منزل مزارِ اقدس حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے اور مراقبہ فرمایا اور دیکھا کہ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ انتظار میں ہیں اور ملتے ہی فرمایا ''آیئے سیّد محمد عبداللہ شاہ ہم تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' (صاحبِ لولاک بارِ اوّل' دوم اور سوم)

اگر ہم اس طویل عبارت پر غور کریں اور یہ فرض کر لیں کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے دو سو سال بعد پہنچے تو یہ سال 1302ھ بنتا ہے۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1102 ہجری میں ہوا اور اگر اس میں 200 سال جمع کر لیں تو اس حساب سے تو سیّد محمد عبداللہ شاہ مزار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر 1302ھ میں پہنچے۔ یعنی سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ 1302ھ میں دربار حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچے اور امانتِ الٰہیہ یعنی امانتِ فقر حاصل کی۔ یہ بات کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے بلکہ ناممکنات میں ہے اور محض فرضی، افسانوی اور تحقیق سے خالی ہے کیونکہ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1242ھ میں ہوئی اور آپ 25 سال کی عمر میں یعنی 1267ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1267ھ سے قبل سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لا کر احمد پور شرقیہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ 1276ھ میں سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور 1278ھ میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ شور کوٹ تشریف لائے اور 1278ھ میں ہی شور کوٹ میں شہبازِ عارفاں سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ یعنی سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ منورہ سے احمد پور شرقیہ آمد، منتقلی امانتِ الٰہیہ اور وصال وغیرہ کے تمام معاملات تیرھویں صدی ہجری میں ہی وقوع پذیر ہو چکے تھے اور مصنف صاحبِ لولاک سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہند آمد 1302ھ یعنی چودھویں صدی ہجری میں بتا رہے ہیں۔[1]

صاحبِ لولاک (بارِ اوّل، دوم اور سوم) کی یہ عبارت فرضی' افسانوی اور تحقیق سے خالی تھی۔ پھر حضرت لعل عیسن (لیہ) کے ذکر کی بھی منطق سمجھ نہیں آتی کہ وہ تو سروری قادری سلسلہ کے مشائخ میں شامل ہی نہیں ہیں پھر وہاں جانے کی منطق سمجھ میں نہیں آئی لہٰذا یہ بات بھی فرضی اور افسانوی قصہ ہے۔

---

[1] سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ صاحبِ لولاک کے بارِ اوّل اپریل 2004، بارِ دوم 2006 اور بارِ سوم نومبر 2008 میں موجود رہا ہے جس میں یہ عبارت بھی موجود تھی۔ مارچ 2011 میں بارِ چہارم شائع ہوا اس میں سے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خارج کر دیا گیا ہے جس کے ساتھ ہی یہ عبارت اب صاحبِ لولاک میں موجود نہیں رہی۔

سجادہ نشینی یا جائیداد کا تنازعہ (1993-1986)

1986 سے 1993 تک سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی سجادہ نشینی اور ملحقہ اراضی کی عدالتی جنگ تین مختلف فریقین کے درمیان جاری رہی جب عدالتی ریکارڈ کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سجادہ نشینی سے زیادہ دربار سے ملحقہ 19 کنال 4 مرلے زرعی اراضی کے حصول کا تنازعہ تھا۔ اس کو مختصراً بیان کرتے ہیں:

1. پیر سیّد محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر کا آغاز 1327ھ (1909ء) میں فرمایا اور بڑے فرزند پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ 1328ھ (1910ء) کو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک دربار اور ملحقہ مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔
2. 26-1925 میں دربار کی توسیع کی غرض سے پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ نے 19 کنال 4 مرلہ اراضی مال کھاتہ نمبر 159/80 کھتونی 379 مستطیل 147/3 خسرہ جات 13-الف/4-0 ، 4/4-0 ، 7/4-0 ، 8/4-0 اور 9/4-0 خریدی۔
3. 18 محرم 1361ھ (4 فروری 1942ء) بروز بدھ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو اُن کے بڑے صاحبزادے پیر فضل حق متفقہ طور پر سجادہ نشین مقرر ہوئے انہوں نے موقف اختیار کیا کہ نئی خرید کردہ زمین دربار کے لیے خریدی گئی ہے اس لیے اس زمین کا انتقال سجادہ نشین کے نام ہونا چاہیے کیونکہ یہ زمین سجادہ نشین اوّل پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر انتقال شدہ ہے، تو خانوادہ پیر عبدالحق صاحب کے مشورہ سے 30 اپریل 1942ء کو انتقال نمبر 358 کے تحت یہ زمین پیر فضل حق صاحب کو منتقل ہو گئی۔ 1942 سے 1985 تک اس زمین کا کوئی تنازعہ موجود نہ تھا۔ 1986 میں نئی جمع بندی میں انتقال نمبر 159/86 کے تحت یہ زمین ''پیر فضل حق متولی خانقاہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' کے نام منتقل ہو گئی۔
4. 1986 میں احمد پورہ شرقیہ میں رہائش کنندگان سیّد مختیار شاہ اور اُن کے آٹھ بھائی دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور ملحقہ اراضی پر قابض ہو گئے اور دعویٰ کیا کہ وہ اس مزار کے حقیقی سجادہ نشین ہیں کیونکہ ان کے نانا سیّد نورنگ شاہ دربار کے پہلے سجادہ نشین تھے اور وہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ صاحب کے نواسے تھے۔
5. پیر فضل حق سجادہ نشین نے سول جج احمد پور شرقیہ کی عدالت میں سول دعویٰ دائر کر دیا۔ یہ دعویٰ ''پیر فضل حق بنام مختیار شاہ'' کے نام سے سول کورٹ احمد پور شرقیہ میں 1986 سے 1993 تک زیرِ سماعت رہا اور اس

دعویٰ میں مختلف درخواستیں داخل ہوتی رہیں اور دعویٰ در دعویٰ دائر ہوتے اور خارج ہوتے رہے۔ پیر فضل حق نے موقف اختیار کیا کہ اُن کا خاندان خانقاہ سیّد محمد عبداللہ شاہ ؒ کا شروع سے سجادہ نشین چلا آ رہا ہے اور زمین مذکورہ اُن کے والد سجادہ نشین اول پیر عبدالحق ؒ کی خرید کردہ ہے۔

6. سیّد مختیار شاہ اور اُن کے بھائیوں نے موقف اختیار کیا کہ ملحقہ زمین دربار کی ملکیت ہے اور دربار کے سجادہ نشین اوّل اُن کے نانا سیّد نورنگ شاہ تھے اس کے ثبوت کے طور پر انہوں نے ایک شجرہ نسب (مادرانہ و پدرانہ) بعنوان ''شجرہ نسب مبارک سجادگان سیّد حافظ محمد عبداللہ شاہ ؒ قادری گیلانی حسنی و حسینی محلّہ فتانی احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور'' اور ایک اشٹام پیپر عدالت میں پیش کیا۔ ان کا پیش کردہ شجرہ نسب مادرانہ یہ ہے:

شجرہ نسب مادرانہ



اب اس شجرہ نسب کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں دکھائے گئے بہت سے حقائق غلط نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس میں دکھایا گیا ہے کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں یہ بات تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہجہان کے آخری اور اورنگ زیب عالمگیر کے اولین دور میں ہندوستان میں رہائش پذیر رہے۔ 1088ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا جبکہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ 1241ھ کو 55 سال کی عمر میں نواب بہاول خاں سوئم کے دور میں احمد پور شرقیہ (ریاست بہاولپور) تشریف لائے۔ سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (1088ھ) اور سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت (1186ھ) کے درمیان ہجری تقویم کے مطابق 98 سال کا فرق ہے۔ اگر اس کو درست مان لیا جائے تو عبارت یوں ہو سکتی ہے کہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے 98 سال بعد پیدا ہوئے۔ کیا مذاق ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نہ فرزند ہیں اور نہ پوتے ہیں بلکہ پڑپوتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج اور اولاد کے ضمن میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں (ان کے نام بھی خانوادہ عبدالحق کے ایک شخص نے اسی جعلی شجرہ کی تیاری کے سلسلہ میں سیّد مختیار شاہ اور ان کے بھائیوں کو دیئے)۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تیسری صاحبزادی بھی تھی تو کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل عارف باللہ نے اس کا نام گاموں بی بی ہی رکھنا تھا جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جدی جیلانی، ہندوستانی نژاد فارسی پر عبور رکھنے والے اور حجاز میں ولادت اور پرورش کے باعث عربی پر کامل دسترس رکھنے والے حافظِ قرآن بھی تھے اور اسی لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دونوں صاحبزادیوں کے نور بی بی اور صالحہ بی بی جیسے خوبصورت نام رکھے۔ صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ شجرہ جلد بازی میں زمین پر ملکیت ثابت کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ پھر گاموں بی بی کے ایک صاحبزادے سیّد نورنگ شاہ صاحب بنائے گئے، اور نورنگ شاہ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ نہ تو نورنگ شاہ صاحب کا کہیں سراغ ملتا ہے اور نہ ہی اُن کے صاحبزادوں سیّد جمعہ شاہ اور سیّد نواز شاہ کا اور نہ اُن کی اولاد کا۔ اس شجرہ نسب کے مطابق اولاد کا سلسلہ نورنگ شاہ کی اکلوتی دختر صورت بی بی زوجہ غلام میرن شاہ سے چلتا ہے اور صورت بی بی یا اس کے صاحبزادوں کو نورنگ شاہ صاحب کا نام تو معلوم ہے لیکن صورت بی بی کو اپنی والدہ اور اُن کے صاحبزادوں کو اپنی نانی کا نام معلوم نہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے ان کو اپنے دونوں ماموں جمعہ شاہ اور نواز شاہ کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں۔ اسی لیے انہوں نے شجرہ نسب میں ان کی اولاد کے متعلق کچھ معلومات فراہم نہیں کیں اور شجرہ نسب ادھورا چھوڑ دیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قابضین دربار و رقبہ نے اس زمانہ میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک فرضی نورنگ شاہ صاحب کو نانا بنا

کر سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک فرضی صاحبزادی گانموں بی بی کے نام کے ساتھ ملا کر اپنا شجرہ سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب کے ساتھ ملا لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ سلسلہ نسب ملایا ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ سب کو معلوم تھا کہ ایک صاحبزادی کا بچپن میں وصال ہو گیا تھا اور دوسری صاحبزادی کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف سیّد عبدالرحمٰن دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے اوپر شجرہ نسب دیا ہی نہیں گیا کیونکہ معلوم ہی نہیں تھا۔

شجرہ نسب مادرانہ کے ساتھ انہوں نے اپنا شجرہ نسب پدرانہ بھی داخلِ عدالت کیا۔ چونکہ ہمارا موضوع شجرہ نسب مادرانہ یعنی شجرہ نسب سیّد محمد عبداللہ شاہ سے متعلق ہے اس لیے شجرہ نسب مادرانہ پر تبصرہ بھی کر دیا ہے۔ شجرہ نسب پدرانہ ہمارے موضوع میں شامل نہیں ہے۔

نورنگ شاہ صاحب کو دربار شریف کا سجادہ نشین اول ظاہر کرنے کے لیے 19 مئی 1923 کا عبدالغفور خان ولد سردار علی اکبر خان صاحب قوم بلوچ احمد پور شرقیہ کا تحریر کردہ ایک اشٹام بھی عدالتی دعویٰ کے ساتھ لف کیا گیا۔ اس اشٹام میں عبدالغفور خان ولد سردار علی اکبر خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے دو نکاح کیے لیکن اولادِ نرینہ سے محروم رہے لیکن ''پیر حضرت نورنگ سلطان شاہ صاحب ولد مخدوم محمد ابراہیم شاہ صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ'' کی دعا سے اُن کے ہاں 13 اپریل 1923 کو ایک فرزند پیدا ہوا اور پھر وصیت کرتے ہیں کہ اُن کی 979 کنال 3 مرلے اراضی جو کہ موضع علی محمد والا تحصیل احمد پور شرقیہ میں ہے، پیر نورنگ شاہ کی نذر کر دی گئی ہے اور وہ جب چاہیں مجھ سے یا میرے مرنے کے بعد میرے ورثا سے یہ اراضی لے سکتے ہیں۔ لیکن نہ تو یہ اراضی پیر سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دربار کو ملی اور نہ ہی نورنگ شاہ صاحب نامی شخصیت کو موضع علی محمد والا میں۔ اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ 1909ء سے اپنے وصال یعنی 1942ء تک دربار کے سجادہ نشین رہے اور اشٹام 1923 کا تحریر کردہ ہے تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ 1923 میں سجادہ نشین نورنگ شاہ صاحب تھے نہ کہ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ نورنگ شاہ صاحب سجادہ نشین کے مزار اور قبر کے بارے میں ان کے وارثان بھی لاعلم ہیں۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کہ جب یہ لوگ دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور ملحقہ مسجد اور زمین پر قابض ہو گئے تو سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں پیر فضل حق رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تم نے لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہیں کرنا ہم خود ایک ایک کر کے ان سے نمٹ لیں گے اور یوں ایک ایک کر کے یہ لوگ اس دنیا سے رخصت ہونا شروع ہو گئے۔ احمد علی شاہ صاحب اور غلام عباس شاہ صاحب یہ ماجرا دیکھ کر شروع میں ہی ان سے علیحدہ ہو گئے اور 2005ء کے بعد تک حیات رہے لیکن باقی ایک ایک کر کے رخصت ہوتے گئے اور اُن کے تمام سول دعویٰ جات اور درخواستیں عدم

پیروی اور کورٹ فیس ادا نہ کرنے کی وجہ سے خارج ہوتے رہے اور آخر کار 1993 تک اس خاندان کے باقی ماندہ افراد اور ان کی اولاد دربار اور زمین چھوڑ کر چلے گئے لیکن اس دوران دربار کو بہت نقصان پہنچا۔

8. دوسری طرف جب پیر فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی عبدالقادر اور عبدالعزیز کے صاحبزادوں میاں محبوب الحق میاں انوار الحق اور صاحبزادیوں نے پیر فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کو دربار پر قابضین سے عدالتی جنگ لڑتے دیکھا تو یہ لوگ بھی وارثین کے طور پر حصہ دار بن کر پیر فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل آ گئے اور 87-4-22 کو انہوں نے 19 کنال 4 مرلہ میں وراثت کے حصول کے لیے سول جج احمد پور شرقیہ کورٹ نمبر 6 میں فریق مقدمہ بننے کی درخواست دائر کی جو منظور ہوئی۔ میاں محبوب الحق نے 87-3-12 کو ایک درخواست استقرارِ حق کے لیے دائر کی۔ پیر فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب میں جو جواب داخل کیا اُس میں لکھا کہ متولی قانوناً بڑا لڑکا ہوتا ہے اور تمام خاندان نے انہیں پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سجادہ نشین منتخب کیا اور 19 کنال 4 مرلہ زمین اُن سب کی رضامندی سے متولی دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ کے طور پر ان کے نام منتقل ہوئی۔

9. بہر حال اس مقدمہ نے اتنا طول کھینچا کہ درخواست پر درخواست' دعویٰ پر دعویٰ دائر ہوتا رہا۔ 14 فروری 1994ء کو پیر فضل حق سجادہ نشین کا وصال ہو گیا۔ 94-2-26 کو اُن کے بڑے صاحبزادے میاں شمس الحق سجادہ نشین سوم منتخب ہوئے اور انہوں نے 1994-3-8 کو سول جج احمد پور شرقیہ کی عدالت میں درخواست دائر کی کہ پیر فضل حق وفات پا گئے ہیں اور پیر فضل حق کے وارثان کو فریق مقدمہ بناتے ہوئے معروضات پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ پیر شمس الحق نے متنازعہ زمین تمام وارثان میں تقسیم کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور یوں 1994 میں یہ جائیداد انتقال نمبر 2305 اور 2306 کے تحت خانوادہ پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے تمام وارثان میں تقسیم کر دی گئی۔

اس تنازعہ کا سیّد محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ تمام تنازعہ سلسلہ سروری قادری کے منسلکین، محبین اہلیان احمد پور شرقیہ کے علم میں ہے۔ اگر اس پر تحقیق نہ کی جاتی تو ''سوانح عمری سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ'' تقریباً نامکمل رہتی۔ اگر کبھی کسی محقق کے سامنے اس تنازعہ کے کاغذات اور واقعات آتے تو اس کو عجیب صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا اسی بات کے پیشِ نظر ہم نے مختصراً تمام صورتحال واضح کر دی ہے اور کوئی بات پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''جو حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے۔'' (عین الفقر)



سُلطانُ الصَابرین

حضرت سخی سلطان

پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ

سُلطانُ الصابرین
حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ''امانت'' سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل ہوئی اور آپ سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

ولادت باسعادت

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ 14۔ذوالحجہ 1242ھ (9۔جولائی 1827ء) بروز سوموار نمازِ مغرب کے وقت چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خاں میں فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ قریشی ہاشمی ہیں۔26 واسطوں سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا سیّد الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہٗ سے جاملتا ہے۔شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ بن شیخ فضل شاہ بن شیخ جیون شاہ بن شیخ بخش شاہ بن شیخ جام شاہ بن شیخ حاصل شاہ بن شیخ قلندر شاہ بن شیخ حلیم شاہ بن شیخ جمن شاہ بن امیر داؤد بن امیر جنید بن امیر شہزاد بن امیر چاکر بن امیر بایزید بن امیر سومرا ابن امیر صدیق بن امیر جلال بن امیر جبل بن امیر مختار بن امیر سعد بن امیر مظہر بن امیر معاذ بن امیر برطچہ بہادر بن امیر بدیع الزماں بن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہٗ۔[1]

ولادت کی بشارت

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کی بشارت چشتی سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ

---

[1] سوانح عمری حضرت خواجہ عبد الغفور رحمتہ اللہ علیہ، مرتب: پیر محمد یوسفؒ

اللہ علیہ نے پہلے ہی دے دی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبے کا اظہار بھی فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور اکثر ملاقات کے لیے اُن کی محفل میں جایا کرتے تھے۔ ایک بار تشریف لے گئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا فضل شاہ صاحب ''گھر میں کوئی امید ہے۔'' عرض کیا ''یا حضرت اہلیہ امید سے ہیں'' حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تیرے گھر میں ایک ولی کامل پیدا ہونے والا ہے تجھے مبارک ہو۔''

بچپن اور شباب

آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حُسن و جمال کا پیکر تھے جو دیکھتا مبہوت ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 8 سال تھی کہ والد محترم وصال فرما گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر تک آپ تمام دینی علوم حاصل کر چکے تھے جیسے جیسے دینی علوم بڑھتے جا رہے تھے اسی قدر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر ایک تڑپ اور پیاس بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ 20 سال کی عمر میں والدہ بھی وصال فرما گئیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بے چینی اور بے سکونی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہو کر جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکتے پھرتے حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو جاتے۔ ایک روز دِن کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ احمد پور چلے جاؤ وہاں سیّد محمد عبد اللہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم فقر کی امانت کے لیے منتخب ہو چکے ہو۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 25 سال تھی۔ فوراً ہی سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس دِن جو چوٹی سے نکلے تو دوبارہ کبھی اس طرف کا رخ نہ کیا اور ساری عمر اللہ تعالیٰ کی راہ میں گزار دی۔

بیعت

جیسے ہی نیند سے بیدار ہوئے خواب میں ملے ہوئے حکم کے مطابق ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ روانہ ہو گئے۔ طویل سفر کے بعد 8 شوال 1267ھ (5۔ اگست 1851ء) بروز منگل احمد پور شرقیہ پہنچے۔ شہر کے باہر ایک موچی کی دکان تھی اس سے دریافت کیا ''سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہاں رہتے ہیں۔'' اس

نے جواب دیا کہ میں عبداللہ شاہ صاحب کو نہیں جانتا ایک بہاؤالدین[1] صاحب تھے جو شہر کے چوک میں رہتے تھے وہ برقع پہنتے تھے وہ تو فوت ہو گئے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں ان کا نہیں عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا پوچھ رہا ہوں'' اس دکان پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے بتایا ''ایک عبداللہ شاہ ہیں جو جادوگر[2] مشہور ہیں کیونکہ نواب صاحب (بہاول خان سوئم) جب اُن کے پاس زیارت کے لیے آتے ہیں تو اجازت لے کر آتے ہیں اگر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اجازت نہ دیں تو واپس چلے جاتے ہیں اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں جب تک اجازت نہ دیں بیٹھتے نہیں اس لیے لوگوں میں مشہور ہے کہ عبداللہ شاہ صاحب نے نواب صاحب پر جادو کیا ہوا ہے اس لیے جادوگر کے نام سے مشہور ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وہی ہیں'' اس شخص نے جواب دیا ''یہاں سے مشرق کی طرف چلے جاؤ شہر کے باہر ہی اُن کا مکان ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف روانہ ہوئے، کچھ آگے پہنچے تو ایک گلی شروع ہو رہی تھی اس کے سرے پر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قریب سے گزرنے لگے تو اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پکارا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ''عبداللہ شاہ صاحب نے تجھے بلایا ہے۔'' اس آدمی کے ساتھ ایک حویلی میں پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں ایک نورانی صورت بزرگ پلنگ (چارپائی) پر بیٹھے ہیں اور باقی لوگ زمین پر بیٹھے ہیں ان میں نواب صاحب کے وزراء اور سپاہی بھی ہیں۔ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی دل میں جو بے چینی اور بے سکونی عرصہ دراز سے بسیرا کیے ہوئے تھی ختم ہو گئی اور دِل نے گواہی دی کہ یہی وہ صورت ہے جس کی تلاش میں دربدر پھر رہا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی اور ادب سے زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام احوال دریافت

---

[1] ''سوانح عمری حضرت خواجہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' میں یہ روایت یوں درج ہے ''شہر کے باہر ایک موچی کی دکان تھی اس سے دریافت کیا ''سیّد محمد عبداللہ شاہ کہاں رہتے ہیں'' اس نے جواب دیا کہ ایک عبداللہ شاہ شہر کے چوک میں رہتے تھے وہ برقع پہنتے تھے وہ فوت ہو گئے۔'' دراصل یہ عبداللہ شاہ نہیں حضرت مخدوم بہاؤالدین آخر رحمۃ اللہ علیہ تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ حضرت بہاؤالدینؒ آخر کا معمول تھا کہ وہ لوگوں سے بچنے کے لیے برقع پہنا کرتے تھے اور اُن کی رہائش حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی تھی اور اب مزار بھی قریب ہی ہے۔ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی دوسرا عبداللہ شاہ احمد پور شرقیہ میں موجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی اب کسی کا مزار ہے۔ سیّد بہاؤالدین آخرؒ کا وصال 26 رمضان المبارک 1267ھ (24۔جولائی 1851ء) بروز جمعرات ہوا جبکہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ 8 شوال 1267ھ (5۔اگست 1851ء) بروز منگل یعنی ان کے وصال کے 12 دِن بعد احمد پور شرقیہ پہنچے تھے۔ اس لیے سوانح عمری حضرت خواجہ پیر عبدالغفور شاہؒ میں بیان کی گئی یہ روایت تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

[2] سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جادوگر کے نام سے اس لیے بھی مشہور تھے کہ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہو کر رہ جاتا۔

فرمایا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کر دیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ قدموں میں گر کر رونے لگے حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر فرمایا کہ آج آرام کر لو کل صبح بات کریں گے۔

صبح جب آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حویلی کے کنویں پر پڑی مٹی ہموار کرنے کو کہا۔ مٹی ہموار کرتے کرتے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ لہولہان ہو گئے اور خون جاری ہو گیا۔ مگر آپ زخمی ہونے کے باوجود کام کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بلایا اور ہاتھ دیکھنے کے بعد کہا ''تمہارے ہاتھ تو بہت نرم و نازک ہیں۔ تم نے انہیں اتنی تکلیف کیوں دی؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا ''حضور اللہ تعالیٰ کی تلاش میں نکلا ہوں اگر اس دوران ہاتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں تو بھی کوئی پرواہ نہیں'' یہ سن کر حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو صحیح انتخاب ہے اور جو انتخاب کرتے ہیں وہ ایسے ہی نہیں کر لیتے'' اس کے بعد فوراً مرہم منگوایا۔ سیّد عبداللہ شاہ صاحب مرہم ہاتھوں پر لگاتے جاتے اور فرماتے جاتے ''بڑے نازک ہاتھ ہیں، بڑے نازک ہاتھ ہیں، بڑے نازک ہاتھ ہیں۔ یہی تو ہمیں چاہئیں۔'' مرہم کر کے پٹی باندھی اور تین روز بعد 11 شوال 1267ھ (8۔اگست 1851ء) بروز جمعتہ المبارک بیعت فرما کر اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرمایا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام تعلیم و تدریس، گھر بار بھول گئے اور مرشد کے در کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 8 سال' گیارہ ماہ اور تقریباً 21 دن مرشد کے ساتھ گزارے۔

سلسلہ چشتی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت اور خلافت کی غلط روایت اس کے خلاف قوی دلائل اور اصل حقیقت

''سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' جو تیسری نسل میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے اور سجادہ نشین پیر محمد یوسف نے مرتب کی اس میں درج ہے ''جس وقت آپ (پیر محمد عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ) جوان ہو گئے خواجہ صاحب (خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ) نے بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔'' یہ روایت صرف اسی کتاب میں ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو کسی اور کتاب سے اور نہ ہی زبانی روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

ا۔ علمی اور تحقیقی دلائل

1۔ یہ روایت اس لحاظ سے درست نہیں ہے کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے سلسلہ چشتی کے عظیم

المرتبت ولی جن کو باطنی طور پر علم ہو کہ پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے سروری قادری سلسلہ کا شیخ بننا ہے، طریقت و فقر کے اصولوں کے خلاف نہ صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت کریں بلکہ خلافت بھی عطا فرمائیں۔

2۔ اسی سوانح عمری میں درج ہے کہ جب خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر 25 سال تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ روتے ہوئے فصلوں میں نکل گئے۔ پھر حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں آپ کو سلسلہ قادری میں سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت کا حکم دیا۔ حالانکہ تصوف کا یہ اصول ہے جب خرقہ خلافت مل جائے تو خلیفہ کے پاس یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ مرشد کی وفات کے بعد مرشد کے مزار سے فیض حاصل کرے، اس کو کسی دوسری بیعت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اب حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا خلیفہ ہو اور مرشد کے ظاہری وصال کے بعد مرشد سے باطنی رابطہ نہ کر سکتا ہو اور پھر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ خود کسی دوسرے کی بیعت کا حکم خواب میں دیں، یہ تو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ کو بھی گھٹانے اور کم کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اور پھر حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کسی اور خلیفہ کو دوسری بیعت کا حکم کیوں نہیں دیا صرف پیر محمد عبد الغفور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کیوں یہ حکم فرمایا یہ بات عقل قبول ہی نہیں کرتی؟

3۔ کسی کتاب میں بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کی فہرست میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام نہیں ملتا۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات' اُن کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کی سوانح پر ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کی کتاب ''خواجہ حضرت سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء'' ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا تعلق خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ حضرت فیض بخش للّٰہ شریف ضلع جہلم کے خانوادہ سے ہے۔ وہ اس سے قبل حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات ''نافع السالکین'' کا اردو ترجمہ ''تذکرہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ'' کے نام سے کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی نے اپنی کتاب ''حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء'' کی تصنیف کے دوران نہ صرف تونسہ شریف کے کتب خانہ بلکہ پاک و ہند کے تمام کتب خانوں اور لائبریریوں سے استفادہ کیا۔ اُن کی کتاب میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ' اُن کے پوتوں (صاحبزادوں کا وصال خواجہ صاحب کی حیات میں ہی ہو گیا تھا)' تمام خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے حالاتِ زندگی مکمل تفصیل کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ 1979ء (1399ھ) میں اسلامک بک فاؤنڈیشن 249/N سمن آباد لاہور نے اِسے شائع کیا اور اِس کتاب پر کراچی یونیورسٹی سے

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی نے ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کی تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے نام یہ ہیں:

1۔ خواجہ اللہ بخش (تونسہ شریف۔ پوتے خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ)
2۔ مولانا محمد علی مکھڈی (مکھڈ شریف کیمل پور (موجودہ اٹک))
3۔ خواجہ شمس الدین سیالوی (سیال شریف سرگودھا)
4۔ خواجہ فیض بخش للّٰہی (للہ شریف ضلع جہلم)
5۔ خلیفہ محمد باران صاحب (کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)
6۔ مولانا احمد تونسوی (تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں)
7۔ حافظ سید محمد علی خیر آبادی (اودھ۔ ہندوستان)
8۔ حاجی نجم الدین شیخاواٹی (راجپوتانہ۔ ہندوستان)
9۔ خواجہ محمد فاضل شاہ (گڑھی افغاناں ضلع راولپنڈی)
10۔ مولوی سرفراز فریدی (ڈیرہ اسماعیل خان)
11۔ مولوی محمد حیات دہلوی (دہلی۔ ہندوستان)
12۔ شاہ حسن عسکری دہلوی (دہلی۔ ہندوستان)
13۔ سیّد امام علی شاہ (جبی ضلع سرگودھا)
14۔ مولوی دیدار بخش پاک پٹنی (پاکپتن)
15۔ مولوی محمد حسین پشاوری (پشاور)

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی کے مطابق مندرجہ بالا خلفاء میں سے اوّل الذکر پانچ خلفاء ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور انہوں نے اپنے علاقوں میں خانقاہوں کی بنیاد رکھی اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو آگے بڑھایا اور اُن کی خانقاہوں سے چشتیہ سلسلہ کے بڑے بڑے اولیاء کرام وابستہ ہوئے۔

4۔ مرزا احمد اختر نے ''تذکرۃ الفقراء'' میں اور ہندوستان کے مشہور محقق اور دانشور ڈاکٹر ظہور الحسن شارب اجمیری نے ''تذکرہ اولیائے پاک وہند'' میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے انہی خلفاء کا تذکرہ فرمایا ہے۔

5۔ پاکستان کے مشہور محقق، دانشور ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' میں حضرت

خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں اُن کے پچاس خلفاء کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے:

(1) خواجہ اللہ بخش تونسوی۔ (2) صاحبزادہ غلام نصیر الدین کالے صاحب۔ (3) حافظ محمد علی خیر آبادی۔ (4) حاجی نجم الدین شیخاواٹی۔ (5) حافظ محمد باراں۔ (6) صاحبزادہ نور بخش۔ (7) مولانا فضل بخش الٰہی۔ (8) خواجہ شمس الدین سیالوی۔ (9) مولانا محمد علی مکھڈی۔ (10) مولانا احمد تونسوی۔ (11) قطب الدین۔ (12) مولوی نور جہانیاں بہاولپوری۔ (13) مولوی شہسوار سکنہ نواحی مہار۔ (14) حاجی بختاور۔ (15) حاجی برخوردار۔ (16) مولوی سرفراز ڈیرہ اسماعیل۔ (17) میاں عبد الشکور خیر آبادی۔ (18) سردار خان ولایتی۔ (19) حسن شاہ قندھاری (20) ولی اللہ خراسانی (21) مولوی محمد حیات دہلوی (22) حسن عسکری دہلوی (23) میر فضل علی جھجری (24) مولوی قیام الدین دہلوی (25) مولوی شرف الدین سوتری (26) شیخ احمد مدنی (27) مولوی صالح محمد تونسوی (28) میاں عبد اللطیف چینا پٹنی (29) مولوی نور محمد ملتانی (30) حافظ نور الدین ڈھنڈی' نواحی مہار (31) مولوی امام الدین (حضرت خواجہ صاحب کے ملفوضات نافع السالکین کے مرتب)' (32) نور احمد سندھی (33) نور عالم' سکنہ مکھنہ (34) فاضل شاہ کشمیری (35) امیر الدین بن فضل شاہ کشمیری (36) سیّد شیر شاہ پاک پٹنی (37) سیّد مستان شاہ کابلی (38) ابو الحسن لانگھوی سکنہ سنگھڑ (39) حافظ عظمت علی مغیروی' انواحی مہار (40) فیض اللہ شاہ تجوی (41) میاں دلیل خانپوری (42) مولوی محمد یار بہناوری (43) مولوی نور محمد نارووالہ (44) مولوی شمس الدین سکنہ ساہیوال (45) میاں نظام الدین ساکن بمبئی (46) مشرف الدین گروہستانی (47) غلام محمد رسول پوری (48) غلام احمد پٹنی (49) پیر محمد فاضل شاہ ساکن گڑھی شریف (50) بجی خان سکنہ پھسڈی۔

مندرجہ بالا تمام علمی تحقیق کے مطابق حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کی کسی فہرست میں ''پیر محمد عبد الغفور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ'' کا نام شامل نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا۔ یہ اس لیے کہ نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ بیعت ہوئے اور نہ ہی اُن سے خلافت پائی۔ اور پھر ملفوظات حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور سلسلہ سروری قادری کے مشائخ کی روایات میں کہیں بھی اُن کے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہونے یا خلافت پانے کا ثبوت نہیں ملتا۔

ب۔ روحانی دلائل

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے

سلسلہ سروری قادری سے منسلک ہیں اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ایک سے زیادہ سلاسل سے خلافت کے قائل نہیں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشد یا طالب یا تو قادری ہوتا ہے یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی۔ تمام سلاسل یا ایک سے زیادہ سلاسل سے جو حصولِ خلافت کا دعویٰ کرتا ہے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اسے کاذب قرار دیتے ہیں اور اسرارِ قادری میں فرماتے ہیں کہ اس کی بات کا اعتبار نہ کرو کیونکہ اس حرامی کے بہت سے باپ ہیں، یاد رکھیے مرشد کامل باپ ہوتا ہے اور باپ ایک ہی ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے ہر طریقہ کی خلافت حاصل ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہ کرو۔ کیونکہ اس حرامی کے بہت سے باپ ہیں اس کی بات محض ایک گپ ہے۔ قادری لا یحتاج نرشیر ہے۔ خدا نہ کرے کہ قادری مرید اپنے طریقہ کو چھوڑ کر کسی اور طریقہ میں داخل ہو جائے قادری مرید ہر طریقے پر غالب ہے۔[1]
- بعض (دنیاوی شہرت کی خاطر) کہا کرتے ہیں کہ ہمیں ہر طریقہ کی خلافت حاصل ہے (اور ہم ہر طریقہ سلوک میں لوگوں کو بیعت کرنے کے مجاز ہیں) قادری طریقہ اتنا عظیم تر ہے کہ قادری کو صد حیا اور ہزار شرم آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے طریقہ کی طرف رجوع کرے اور جو طالب مرید قادری ہے نہ تو وہ کسی دوسرے طریقہ (مرشد) سے کوئی التجا کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے طریقہ کی احتیاج رکھتا ہے (لیکن جو جاہل ہے دربدر دھکے کھانا اس کا مقدر ہے)۔[2]
- بعض تقلید کرنے والے اکثر کہا کرتے ہیں کہ مجھے ہر طریقہ سے خلافت حاصل ہے اور میں طریقہ نقشبندی و طریقہ سہروردی و طریقہ چشتی و طریقہ قادری میں بیعت کر سکتا ہوں (یعنی کہ میں ہر سلسلہ میں مرید کر سکتا ہوں) ایسے لوگ کذاب (جھوٹے) ہیں۔ (گنج الاسرار)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے اِن فرامین کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے کہ سروری قادری شیخ تو درکنار سروری قادری مرید بھی کسی دوسرے سلسلہ میں بیعت نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے کسی کو یہ اجازت مل سکتی ہے اور خاص طور پر جو طالب ازل سے سلسلہ سروری قادری کی ''امانت'' کا حامل ہو وہ کسی دوسرے سلسلہ میں جا کر بیعت ہو جائے یہ تو امانتِ الٰہیہ اور امانتِ فقر کے اصولوں کے ہی خلاف ہے۔ اس لیے یہ بات نہ صرف فقر کے اصولوں بلکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتی میں بیعت ہوئے ہوں گے اور پھر یہ بات اس وقت اور بھی دلچسپ صورتحال اختیار کر جاتی ہے کہ نہ صرف پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سروری قادری ہیں بلکہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر اور اُن سے امانت

---

[1] (1) اسرارِ قادری ترجمہ: اللہ والوں کی قومی دکان لاہور، (2) اسرارِ قادری ترجمہ: فقیر محمد الطاف حسین سروری قادری، ناشر شبیر برادرز لاہور

[2] نور الہدیٰ کلاں ترجمہ: فقیر محمد الطاف حسین سروری قادری، ناشر شبیر برادرز لاہور

حاصل کرنے والے سلسلہ سروری قادری کے اٹھائیسویں شیخ کامل شہبازِ عارفاں پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ بھی سروری قادری ہیں اور ان کے بعد کے تمام مشائخ بھی سروری قادری ہیں لیکن پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ چشتی قادری ہیں۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ ''سروری قادری'' سلسلہ ''چشتی قادری'' کیسے بنا اور اس کو اتنی شدت سے یہ ثابت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف سلسلہ چشتی میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے بیعت تھے بلکہ اُن سے خرقہ خلافت بھی پایا؟ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی اس لیے انہوں نے محرمِ راز سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا فرزند قرار دیا تھا اور حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی دوسری زوجہ محترمہ سے اپنے بڑے صاحبزادے پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت[1] عطا فرما کر اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کا سجادہ نشین اور اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ وہاں کبھی لنگر بند نہ ہونے دینا۔ پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ درویش اور صوفی منش انسان تھے۔ تعمیلِ حکم کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ منتقل ہو گئے اور ہمہ وقت دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر رہنے لگے اور وسیع لنگر جاری فرمایا۔

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی زوجہ محترمہ سے سب سے بڑے فرزند پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ تھے جن کو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی تھی وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی لاولد وصال فرما گئے تھے۔

پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے صرف پیر عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ اور پیر محکم الدین رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی۔ عام اور مشہور روایت یہی ہے کہ چھوٹے فرزند پیر عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ کو نہ تو بیعت فرمایا اور نہ ہی خلافت عطا فرمائی۔ اس کی تصدیق ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ دسمبر 2004 کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

---

[1] ملفوظات میں جو سلسلہ سروری قادری درج ہے وہ وہی ہے جو باب اوّل میں ہم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ فقر میں درج کر چکے ہیں اس میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور اس کے بعد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔ لیکن دربار شریف حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے شائع شدہ کتاب میں جو چشتی اور قادری سلسلہ علیحدہ علیحدہ درج کیا گیا ہے اس میں چشتی سلسلہ میں بھی اور قادری سلسلہ میں بھی حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد پیر عبدالرزاق صاحب کا ہی نام آتا ہے اور قادری سے پہلے سروری درج نہیں ہے۔

''پیر عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بیعت نہ کی حتیٰ کہ اپنے بیٹے عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بیعت نہ کر سکے اور وہ سلسلہ چشتیہ میں جا کر بیعت ہوئے۔''[1]

ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی عبارت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ اُن کے بعد اُن کے فرزند پیر عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے اور یہیں سے ''چشتی قادری سلسلہ'' کا آغاز ہوا۔

1328ھ (1910ء) میں حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا تو حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی سجادہ نشینی پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی پیر عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے خود بخود سنبھال لی۔ کیونکہ پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ میں سیّد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک پر سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پیر عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے صاحبزادے پیر محمد یوسف سجادہ نشین ہوئے۔ موجودہ نظام جو دربار حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر چل رہا ہے پیر محمد یوسف صاحب کا وضع کردہ ہے اور انہوں نے ہی ''سوانح عمری خواجہ پیر عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' تصنیف فرمائی ہے۔

عشقِ مرشد

ملفوظات پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرتب پیر عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ (غیر مطبوعہ) میں ہے کہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہری صورت میں حسین اور حسن و جمال میں بے مثال میں نے کسی کو اپنے مرشد حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے برابر اپنی تمام عمر میں نہیں دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر زیادہ دیر تک کوئی نگاہ نہیں ٹکا سکتا تھا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا تو ناممکن تھا۔ جو آدمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی بھی کام کے سلسلہ میں حاضر ہوتا وہ حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار میں ایسا مگن ہو جاتا کہ اس کو گھر بار اور سب کام بھول جاتا حتیٰ کہ وہ لڑکے جو کھیل کود میں مصروف ہوتے وہ حضور کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر دیدار میں اتنے محو ہو جاتے کہ ان کو کھیل کود بھول جاتا۔ حضرت پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سرائیکی میں جو کلام لکھا ہے اس کے ایک ایک لفظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مرشد سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے عشق کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کسی منقبت میں بھی

---

[1] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور'' شمارہ دسمبر 2004ء صفحہ 38 زیر ادارت چیف ایڈیٹر سلطان احمد علی، ایڈیٹر طارق اسماعیل ساگر

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے بلکہ ہر جگہ پیر عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا فیضِ رساں یعنی مرشد قرار دیا ہے۔اس میں پہلی منقبت ''چشمہ کھلیا نور حقانی'' مارچ 2002ء میں اس عاجز نے اپنی کتاب ''گلدستہ ابیات ومناجات شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ'' میں سیّد بہادر علی شاہ کے نام سے صفحہ 58 تا 60 پر شائع کر دی تھی۔ملفوظات کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوا کہ یہ منقبت حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی ہے اور منقبت پر غور کریں تو کلام بھی حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا تخلص عبدلؔ استعمال فرمایا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کلام ثابت کرتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد صرف اور صرف سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہی ہیں۔

چشمہ کُھلیا نور حقانی
شاہ عبد اللہؒ فیض رسانی

احمد پور[1] وچ نور برسدا
جتھے شاہ عبد اللہؒ وسدا
واقف لوح قلم تے مسدا[2]
ہے وچ ملک بہاول[3] خانی
شاہ عبد اللہؒ فیض رسانی

عرف عجائب عارف باللہ
طالب ویکھ عجب سلسلہ
شکر پڑھن الحمد لِلہ
ویکھ جمال رسول نشانی
شاہ عبد اللہؒ فیض رسانی

طالب صادق سالک آون
لین مراداں جھولی پاون
کر تلقین تے راہ وکھاون

---

[1] ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ [2] سیاہی (ink) جو لوح پر قلم سے لکھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے [3] ریاست بہاولپور کی طرف اشارہ ہے

کھول سناون راز نہانی[1]
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

رمزاں مخفی جگ وچ ہلیاں
ملک[2] فلک تے مارن جھلیاں[3]
دریاں[4] نور کرم دیاں کھلیاں
تھئی سب حور پری مستانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

فیض فیاض دے ویکھ پسارے[5]
مارے جوڑ اناالحق نعرے
نالے ان حد پیا طوارے[6]
چال مجازی ہوگئی فانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

عاشق بے سر پھرے مسافر
توڑے لوگ سدے چا کافر
واللہ عار نہیں کجھ آخر
ویکھ چشمہ لعل یمانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

خوبی نرگس ناز نظر دی
نیتی طاقت ہوش صبر دی
عبدلؔ آہی لیل قدر دی
واہ روشن او سرّ سبحانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

---

1. چھپے ہوئے 2. فرشتے 3. آوازیں بلند کرنا 4. کھڑکیاں 5. پھیلاؤ 6. بے انتہا، بے حد

چشمہ کھلیا نور حقانی
شاہ عبداللہؒ فیض رسانی

☆☆☆☆☆☆

مندرجہ ذیل منقبت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حُسن کا ذکر فرما رہے ہیں بلکہ سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فیض کا بھی ذکر فرما رہے ہیں:

اللہ محمدؐ پیر نوازیا، یاغوثِ اعظم جیلانیؓ
واہ حضرت سلطان باھُوؒ، تینوں کیتی مہربانی
پیر عبداللہ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی
احمد پور وچ تخت تیرا وچ ملک بہاول خانی
حسن کمال خوابیدہ چہرہ ویکھ سیرت انسانی
اُو لُٹ پون مہتاب صحی[1] کر جلوہ شاہ نورانی
تاب کنوں بے تاب کرے اُو صورت یوسف ثانی
نال نظر امداد کرم دے سپر[2] کھولن طبقانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی
ثابت قدم شرع تے محکم تمّ الفقرُ مکانی
کر تقرار نصیب ازل دا ویکھن قلم ربانی
طالب خاص چِھکن کھِن دوروں نالے طرح نہانی
طالب نوں تلقین کرن دس کھولن رکن یزدانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی
جوڑ کلید تصور[3] دی تہہ دیوین گرم دوکانی
سالک دا کر بہت تسلاً[4] بولن ڈر دہانی
ویکھ کلید تصور دی سبھ قفل کھلن ہریانی[5]

---

[1] صحیح [2] رکاوٹ دور کریں [3] اسمِ اللہ ذات [4] تسلی [5] حیرانی

عکس کلید کریسی دل نوں روشن دوہاں جہانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

آتش مشق سڑیسی سبھ زنار تے کفرستانی
سینہ صاف کریسی سبھ وہمات ویسن[1] نفسانی
لیل نہار تھیسی وت وارد وچ ہر وقت زمانی
دہ لکھ ستّر ہزار تجلّی پوسی وچ دل جانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

ویکھ ظہور اصل دیاں لاٹاں غیر تھیسی نسیانی[2]
سالک نوں سمجھائین بہہ نال استمداد[3] امکانی
کہ مذکور اظہار سنائین آکھن بات لسانی
بخش برات ازل وچ دیوین کھولن کان خزانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

نور کنوں مسرور کرین دل موج دیوے جریانی[4]
تروڑ[5] حجاب سٹن ظلماتی کُھلے عین عیانی
کر غم دور گھنیں دلداری نال ہمت مردانی
در آئے دی لاج پالن[6] رکھ شیوہ شان شہانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

شفقت نال سمہالین[7] ہر دم گنج[8] دیوین ارزانی[9]
ظاہر باطن کرو توجہ نال کرم احسانی
نال نظر ارشاد کرین[10] دس اسم اعظم[11] سبحانی

---

۱ وہماتِ نفس، خواہشات ختم ہو جائیں گی ۲ غیر اللہ کو بھول جائے گا ۳ مدد چاہنا ۴ جاری رہنے والا ۵ توڑ کر، ہٹا کر ۶ عزت کا بھرم رکھنا ۷ سنبھالیں ۸ خزانہ فقر ۹ سستا۔ یعنی طالب کو خزانہ فقر آسانی کے ساتھ اور بے حساب عطا کرنا ۱۰ کریں ۱۱ اسمِ اعظم یعنی اسمِ اللہُ ذات

سُنیم[1] بات صفات تیری دی عجب لگی حیرانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

بھاہیں[2] حسن تیرے دیاں بلّیاں[3] ہوک[4] لگی تن کانی[5]
عشق چراغ بلّیا وچ دل دے شوق گھتی گل گانی[6]
حُب دیدار تیرے دی غالب کیتی سِک[7] روحانی
تھی راہی گھر چھوڑ چلیم توں واگ چھکی جسمانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

وچ جناب تیرے دے پہنچیا ایہہ بندہ سفرانی
نال کرم سڈ کول بہا تے دے سایہ سبحانی
جو احکام کیتونی بہی وت کیتم سبھ فرمانی
کر احسان کمال لطافت ولول[8] قول کیتانی[9]
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

پورا رہم قرار اوہین تے کر مشکل آسانی
شالہ قول پہنچایم قبلہ نال ہمت مردانی
صحبت دی گل یاد کیتی کجھ عبدلؔ طرح بیانی
ہے تلقین حقیقی اس وچ حضرت پیر پیرانی
پیر عبداللہؒ شاہ معظم آل رسولؐ نشانی

☆☆☆☆☆☆

درج ذیل منقبت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد سے حاصل ہونے والے اسرار بیان فرما رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا فرزند بنایا ہوا تھا۔ اس منقبت میں آپ خود اس کا اظہار فرما رہے ہیں۔

جان ونج نال ادب دے بیٹھیم نیڑے مرد صفائی
پیر عبداللہ شاہ میںنوں ہک بات عجب سمجھائی

---

1. سنی 2. آگ 3. جلی 4. درد بھری آہ 5. کمزور نحیف 6. گلے کا ہار 7. چاہت 8. بار بار 9. آپ نے فرمایا

تُو ہیں فرزند اساڈا دل وچہ رکھ چھپائی
تھی خوشحال حضور بیٹھیم جد کامل رمز ویکھائی
کر تسکین ٹکیم[1] وچ خدمت تھیم امید سوائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

ہک دینہہ نال عنایت دے شاہ ایہ گفتار آلائی
پند[2] میری فرزند میرا سُن ہویسا بہت سجائی
جیکر موت ونجیں گھن اسانوں جانے نہیں جدائی
رہن قریب ہمیش اساڈے نت دل جان رلائی
چھوڑیں ناں اسانوں ہرگز ہوسی نہیں لوائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

تھیسی گال کمال تینوں سبھ جو کجھ اساں آلائی
گئی سستی وت چھوڑ جتھاں شبہ محکم بندھائی[3]
خامی کنوں حضور اگے میں کر تقریر سنائی
جے فرماؤ حجرے وچ پکڑ بہاں تنہائی
چلّے دی بھی دیوو رخصت پوے قبول کمائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

چھ ماہ گزر گئے وچ خدمت آکھیم[4] نال جھکائی[5]
نرمی نال زبان کنوں شاہ گل ایہہ فرمائی
حجرہ گل دا جان فریبی چلہ سبھ مکرائی
جوڑ قلعہ وچ حجرے دے چھپ بیٹھا درد ہوائی
کر دعوے فرعون وانگوں نت رکھدا فخر وڈائی
پیر عبداللہ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

---

1. رہنا قیام کرنا 2. نصیحت 3. پختہ، مضبوط 4. کہا 5. ہچکچاتے ہوئے، عاجزی سے

حُجرہ اصل پچھان پِسر بیا کُوڑ[1] سبھ چترائی
حجرے دے وچ گم ھوون ہور دی خبر نہ کائی
چلہ چال جمال ویکھیں جتھے اِسم کرے روشنائی
کیتا قول پلیسوں[2] اساں نالے حکم خدائی
وقت اوتے موقوف سبھ گل تھیسی بہت چنگائی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی
ہوسی نہیں زوال کوئی گل تھیسی نہیں اَجائی[3]
غور کنوں فی الفور کرے بھی مخفی طور بھلائی
عاجز دی نت کرے تسلی وہ رہبر مولائی
عین یقین مقیم تھیا وت کرسن وعدہ وفائی
عبدِلّ جو تقدیر مقدر جان لکھی سر آئی
پیر عبداللہؒ شاہ مینوں ہک بات عجب سمجھائی

☆☆☆☆☆☆

اس منقبت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حسن کی تعریف فرما رہے ہیں:

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاہانی
پیر عبداللہؒ شاہ گل کِھڑیا[4] باغوں شاہِ جیلانیؒ
شاہ خوباں محبوباں دا ہادی ہے لاثانی
شمس قمر تے لیل قدر سبھ ویکھ رہن حیرانی
عارف کامل خاص مکمل صاحب عین عیانی
سئے مشتاق جمال اللہ تے جان کرن قربانی
نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاہانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کِھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

---

[1] جھوٹ [2] نبھائیں گے، پورا کریں گے [3] لاپروائی [4] کِھلا

سلک سلوک دے کھولے ہادی جانت[1] دُر معانی[2]

کر کے جوش و خروش اوچھلے وجددی طغیانی

ہن شہباز ہدایت دے کیا چال چلن مستانی

مارن جوڑ اناالحق نعرہ ذات اللہ وچ فانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی

پیر عبداللہؒ شاہ گل کھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

واہ واہ سید پاک مکرم وجہہ اللہ نورانی

وچہ ادراک قدیم کیا پوچھن وہم خیال گمانی

کھولے لطفوں عارف کامل سبھے راز نہانی

سد حضور چا کشف کرائی اسم اعظم قرآنی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی

پیر عبداللہ شاہ گل کھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

ہک طرفے وچ جس نوں چاہے سیر کھولے طبقانی

جے چاہے جھمکار اندر پہنچائے لامکانی

منزل اُس مقام پہنچائے نہیں جو وچ بیانی

کر گلزار دیدار کنوں سب راز جانا عرفانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی

پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

خادم روز ازل تے کرو خاصہ گنج ارزانی

ہر دم دم وچ قدم قدم تے کرو فیض رسانی

قلب سقیم سلیم کرو ذرہ فیضوں دے درمانی

ظاہر باطن پہنچو ہادی کر امداد روحانی

---

[1] جان جائیں [2] نایاب معانی

نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

شاد آباد کرو ایہہ دل سبھ فوج نسّے شیطانی
بخش تصرف کامل ہادی نور ویکھا جسمانی
نور اللہ کر آیا تجلّی جوڑ شکل شاھانی
پیر عبداللہؒ شاہ گُل کھڑیا باغوں شاہِ جیلانیؒ

☆☆☆☆☆☆

ملفوظات میں یہ منقبت اردو میں ملی ہے جو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی ہے:

مجھے بھاتے ہیں یا حضرت اذکار تیرے
میرا ورد وظیفہ ہیں وہ خوش اسرار تیرے
جو حضرت مصطفیٰؐ کے ہیں تمام اطوار تیرے
جو حضرت غوث اعظمؓ کے ہیں سبھ آثار تیرے
نظارا خاص وجہہ اللہ وچ دیدار تیرے
جو اکبر حج ہوتا ہے مجھے دربار تیرے
یقین میں ایک گلبن ہوں کنوں گلزار تیرے
یہ ہیں گُل پھل تیرے سبھ خار تیرے
کسی سے کچھ غرض نہیں ہم ہیں سرکار تیرے
اگر زاہد و عابد ہیں دِگرؔ[1] گناہ گار تیرے
محبت کے ہیں دل خموش میں بھڑکار تیرے
غلامی کے ہوئے حق سے ہمیں حقدار تیرے

حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شاعری میں ''عبدلؔ'' تخلص استعمال فرمایا ہے اور اُن کے کلام کے ایک ایک مصرعے سے اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے عشق اور محبت کا اظہار ہوتا ہے اور یہی

---

[1] دوسرے

سب سے بڑا ثبوت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہی دستِ بیعت ہوئے اور اُن کے عاشق بنے اور پھر عاشق سے معشوق اور محبّ سے محبوب۔

مرشد کے ساتھ سفر

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہر ماہ کم از کم ایک بار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اُن سفروں میں اپنے مرشد پاک کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک کبھی کسی طرف سفر کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔

مرشد کا وصال

وصال سے چھ ماہ قبل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ ایک دِن حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اجازت لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے محل پاک پر پہنچے تاکہ مرشد پاک کی صحت یابی کی عرض پیش کریں۔ مزار پاک پر پہنچتے ہی فوراً مزار پاک کے اندر تشریف لے گئے۔ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا شروع ہی کی تھی کہ کسی شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو السلام علیکم کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر سینے سے لگالیا۔ یوں لگا جیسے نور کا ایک سمندر مزار مبارک سے نکلا اور ایک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کے سینہ سے نکلا اور وہ دونوں سمندر مل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ کے اندر داخل ہوگئے یا یوں کہیے امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر منتقل ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غش سا آ گیا۔ ہوش آنے پر اپنے مرشد کے بارے میں وہاں موجود لوگوں سے پوچھا سب نے نفی میں جواب دیا کہ انہوں نے اُن کو نہیں دیکھا۔ مزار پر ہر طرف سے پتہ کیا گیا تو جواب نفی میں ملا کہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف نہیں لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت متفکر ہوئے اور فوراً ہی احمد پور شرقیہ کے لیے واپس روانہ ہوگئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ 9 شوال 1276ھ (29 اپریل 1860ء) بروز اتوار احمد پور شرقیہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد وصال پا چکے ہیں اور ٹھیک اسی وقت اُن کا وصال ہوا جس وقت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے محل پاک کے اندر

اُن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اُس دن 29 رمضان المبارک 1276ھ (20 اپریل 1860ء) اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

جنگل نوردی

مرشد کے وصال نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانہ کر دیا۔ پاگلوں کی طرح ننگے پاؤں جنگلوں میں، ویرانوں میں پھرتے۔ اگر کھانے کو کچھ مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ بھوکے رہتے۔ دیوانگی کی یہ حالت ایک سال آپ رحمۃ اللہ علیہ پر طاری رہی۔ ایک دن اسی دیوانگی میں زمین پر بیٹھے ایک لکڑی سے زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے کہ یکدم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کے اندر روشنی پھیل گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے باطن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد نے ظاہر ہو کر کہا ''ہمیں کہاں تلاش کرتے ہو ہم تو تمہارے اندر ہیں۔'' یوں تلاش ختم ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ملا کہ شورکوٹ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے شہر چلے جاؤ۔ وہاں حاضری دیتے رہنا۔ عنقریب تمہیں تمہارا مستقل ٹھکانہ عطا کر دیا جائے گا۔ دوئی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں فنا ہو چکی تھی۔ دل کو اطمینان اور سکون آ گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جنگل نوردی کا عرصہ تقریباً ایک سال بنتا ہے۔ 10 شوال 1276ھ (30 اپریل 1860ء) کو آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کے مزار سے دیوانہ ہو کر نکلے اور 21 شوال 1277ھ (2 مئی 1861ء) جمعرات کو شورکوٹ پہنچے۔

شورکوٹ آمد اور قیام

21 شوال 1277ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ میں ایک کنویں پر، جو ایک سادات خاندان کی ملکیت تھا، پہنچے اور اس پر موجود چھوٹی سی مسجد میں قیام پذیر ہو گئے۔ سادات کا یہ خاندان بہت غریب تھا اُن کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ قریب ہی سے شام کے وقت ایک اور سیّد زادہ آیا اور کہا کہ میرے ساتھ میرے ڈیرہ پر چلیں وہاں چارپائی، بستر اور روٹی سب کچھ ملے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارا ڈیرہ یہی ہے میری فکر نہ کرو۔ اسی کنویں پر آباد سادات خاندان کی سیدزادی مرشد کامل کی تلاش میں رہتی تھی اسے رات کو خواب میں اشارہ ہوا کہ آج مرشد کامل تیرے در پر آیا ہوا ہے بیعت کرنی ہے تو کر لے۔ اس سیّدزادی نے اپنے خاوند کو جگایا اور کہا کہ جاؤ

دیکھو باہر فقیر بیٹھا ہے یا نہیں۔ اگر بیٹھا ہے تو اس کو اپنے گھر لے آؤ میں نے بیعت کرنی ہے مجھے اشارہ ہوا ہے۔ وہ سیّدزادہ کنویں پر آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ایک بار میرے گھر تشریف لائیں میری بیوی نے بیعت کرنی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس سیّد کے ہمراہ اس کے گھر گئے اُس سیّدزادی نے بیعت کی اور پھر خیال آیا کہ کچھ پکا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کھلاؤں۔ تمام گھر میں تلاش کیا لیکن کچھ نہ ملا سوائے ایک پاؤ چاولوں کے۔ سیّدزادی وہ چاول پکا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بچوں کو بھی بلاؤ۔ مائی نے عرض کیا قبلہ آپ کھالیں آپ کا بچا ہوا تبرک ہم کھالیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چاول کھا لیے پھر اس سیّدزادی نے تمام گھر والوں کو جگایا تمام گھر والوں نے وہی چاول کھائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے وہ پاؤ بھر چاول تمام خاندان کو کافی ہوئے۔ اس کے بعد اسی کنویں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ لگالیا۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ یا قیام تقریباً دو سال[1] تک رہا۔

یہاں پر ہی شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر 2 اگست 1861ء (25 محرم 1278ھ) بروز جمعۃ المبارک کو بیعت ہوئے۔ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ وہ خوش قسمت مرشد ہیں جن کو تلقین وارشاد کی مسند سنبھالتے ہی محرمِ راز مل گیا، جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت 21 فروری 1910ء تک یعنی انچاس سال قائم رہی۔

مڈر جبانہ سے مراد علی سیال، پیر شاہ سید اور کافی لوگ شورکوٹ جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے اور آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ آتے جاتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد مراد علی سیال اور چند مرید شورکوٹ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مڈر جبانہ آنے کی دعوت دی کہ صرف ایک رات کے لیے آپ مڈر جبانہ تشریف لائیں۔ علی الصبح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس شورکوٹ پہنچا دیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان مریدوں کے ہمراہ 7 صفر 1279ھ (4 اگست 1862ء) بروز سوموار مڈر جبانہ تشریف لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس وقت رات کو میں کوزہ لے کر باہر آیا اور جس جگہ اب مزار مبارک ہے اس جگہ پہنچا تو حکمِ الٰہی ہوا کہ یہی جگہ آپ کے لیے مقرر ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ رہائش رکھیں۔ علی الصبح مراد علی سیال کا خیال تھا کہ پیر صاحب واپس تشریف لے جائیں گے، ان کی نذر کے لیے کچھ روپے تلاش کرنے لگا مگر بہت کوشش کے باوجود بھی روپے نہ مل سکے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کے لیے روپے کی بہت تلاش کی ہے مگر نہیں مل سکے، اپنی ملکیت میں سے نصف رقبہ زمین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کرتا ہوں منظور فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر کو زمین کی ضرورت نہیں، تمام روئے زمین فقیر کی ملکیت ہے، جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے جس کا مکان لامکاں میں ہو اس کو

---

[1] 21۔شوال 1277ھ (2 مئی 1861ء) بروز جمعرات تا 6 صفر 1279ھ (3 اگست 1862ء) بروز اتوار

مکان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صرف ایک حجرہ کے لیے جگہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس جگہ بیٹھنے کا حکم ہو گیا ہے۔ مراد علی سیال نے جواب دیا ''حضور تمام جگہ آپ کی ہے جس جگہ چاہیں حجرہ تیار کروالیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے یہاں پر آموں کا باغ لگا دیا دریا سے گھڑوں میں پانی بھر کر لا کر آموں کے درختوں کو دیا جاتا۔ جب دریا کا پانی خشک ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آموں کو پانی دینے کے لیے ایک کنواں کھودلو۔ فقیروں نے ایک کنواں تیار کر کے آموں کو پانی دینا شروع کیا۔ جس وقت آموں کا باغ پھلوں سے لد گیا تو ارد گرد سیالوں کو حسد ہوا کہ فقیر کسی طرح اس جگہ سے چلا جائے اور باغ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ مہتمم صاحب بندوبست کوٹ مپال آیا ہوا تھا۔ سیالوں نے درخواست دی کہ کوئی سیرانی فقیر اس جگہ آیا ہے اور ہمارے کنویں اور باغیچے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اٹھا دیا جائے۔ مہتمم صاحب نے چپڑاسی کو بھیجا کہ ایک بار فقیر صاحب کو کوٹ مپال ہمارے پاس لے آؤ۔ جس وقت چپڑاسی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نہیں آسکتا۔ مہتمم صاحب کو کہیں کہ جو کچھ آپ کا دل چاہے لکھ دیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے حکم سے بیٹھے ہیں اور خدا کے حکم ہی سے اٹھیں گے۔ جب چپڑاسی واپس گیا اور آپ کا پیغام دیا تو مہتمم صاحب گھوڑی پر سوار ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ گیا۔ صرف ایک چارپائی تھی جس پر آپ بیٹھے تھے۔ مہتمم صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے۔ فقر کے مسائل شروع ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد سیالوں نے مہتمم صاحب سے کہا کہ فیصلہ تو ہو گیا ہے جب ہمارا مخالف آپ کے برابر چارپائی پر بیٹھا ہے اور ہم زمین پر کھڑے ہیں۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ چپڑاسی کہاں ہے' دو دو چابک ان سیالوں کو لگاؤ' مجھے اختیار ہے خواہ میں اپنے برابر جس کو چاہوں بٹھاؤں۔ پھر مہتمم صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ دو گواہ مجھے بتا دیں تا کہ میں ان کا بیان لے کر درخواست کا فیصلہ کرلوں۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں کسی کو گواہی کے لیے نہیں کہتا جس طرح آپ کی منشا ہو فیصلہ لکھ دیں۔ مہتمم صاحب نے ایک بوڑھے سیال کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ کنواں کس نے بنوایا ہے اور باغیچہ کس نے لگوایا ہے؟ بوڑھے سیال نے کہا کہ جتنے آدمی اس وقت موجود ہیں تمام میرے رشتہ دار ہیں اور یہ سب بے ایمان ہیں۔ یہ کنواں فقیر صاحب نے بنوایا ہے اور یہ باغیچہ بھی فقیر صاحب نے لگوایا ہے۔ مہتمم نے صرف ایک شخص کی گواہی لے کر فیصلہ لکھنے کا ارادہ کیا۔ سیالوں نے کہا کہ جناب یہ فقیر صاحب سیرانی ہے' یہ کنواں اور باغیچہ فروخت کر کے کہیں اور چلا جائے گا اور ہمارا اس میں نقصان ہو گا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مہتمم کو فرمایا کہ آپ یہ فیصلہ لکھ دیں کہ جب تک میں اس جگہ موجود ہوں کنواں اور باغیچہ ہمارا ہے۔ جس وقت ہم چھوڑ کر چلے جائیں مالکان کو تقسیم کر دیا جائے۔ سیال اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ اب فیصلہ ہمارے حق میں

ہوگیا ہے۔جس وقت ہم چاہیں فقیر کو اٹھا دیں گے اور کنواں اور باغیچہ پر قبضہ کر لیں گے۔ دوسرے دن احمد سیال نمبردار جو مڈ پرانا میں رہتا تھا اس نے ایک آدمی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھیجا کہ ہم بہت فسادی لوگ ہیں، آپ شریف آدمی ہیں، رات کو جگہ چھوڑ کر خود بخود چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ ہم جھگڑا فساد کریں گے۔ جس وقت آدمی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور احمد سیال کا پیغام دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تو خدا تعالیٰ کے امر سے بیٹھے ہیں اگر آج حکم مل جائے تو ہم اسی وقت چلے جائیں گے ہمیں تو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد سیالوں کو ایک قتل کے کیس میں مظفر گڑھ جانا پڑا۔ چھ ماہ کے بعد احمد سیال نے پھر آدمی بھیجا کہ پہلے بھی ہم نے ایک آدمی بھیجا تھا مگر آپ نے پرواہ نہیں کی ہم آپ کی کوٹھڑی گرا دیں گے اور پودے اکھیڑ کر پھینک دیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''احمد سیال گہلا (دیوانہ) ہے، ہم تو خدا تعالیٰ کے امر سے بیٹھے ہیں جس وقت امر ہو جائے گا ہم چلے جائیں گے۔ احمد سیال کو کہو کہ اپنے گھر کا خیال رکھے۔'' چند ہی دنوں بعد دریا میں طغیانی آئی اور مڈ پرانا جو کہ احمد سیال کی بستی تھی، سب دریا میں بہہ گئی' کوئی چیز ہاتھ نہ آئی۔ پھر دوسری جگہ مڈ کی بستی بنائی گئی' کچھ عرصہ کے بعد احمد سیال دیوانہ ہوگیا۔ نہ کپڑوں کا ہوش رہا اور نہ کھانے پینے کا۔ جب یہ حالت سیالوں نے دیکھی تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آنے سے مُڈر جبانہ مڈ شریف ہوگیا۔ شہبازِ عارفاں پیر سیّد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آمیاں میرے دوستا میرے پیر دا نور ظہور ویکھو
موضع مڈ مشہور خبیث آہا' اج مڈ شریف دا نور ویکھو
ظاہر عام نوں فیض دوا دا ای' باطن صادقاں دا کوہ طور ویکھو
سلطان سیّد بہادر شاہ دریا ہے بخشش' صحیح صورت عبد تے معنی غفور ویکھو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پورے پچاس سال مڈ شریف میں ایک ہی جگہ مقیم رہ کر قائم مقام فقیر کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال اپنے حجرہ میں قیام پذیر رہے اور نزدیک رہنے والے لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی آکر نہ کی کہ فیض ہی حاصل کر لیں، مگر دور دراز کے علاقوں سے آکر لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا فیض حاصل کیا۔

فرمودات

❁ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قاضی رات کو خچر پر سوار ہو کر کسی دوست سے ملنے کے لیے

جا رہا تھا کہ راستے میں جنگل سے ایک ڈاکو نکل آیا اس نے کہا قاضی صاحب نجوم کا علم جانتے ہو؟ قاضی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ علمِ نجوم پر اعتبار نہ کرو۔ ڈاکو نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو فرمایا ہے الرفیق ثم الطریق یعنی پہلے رفیق بناؤ پھر سفر کرو۔ تمہارا کوئی رفیق ہے؟ تم تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف چل رہے ہو ایک حدیث پر عمل کر لیا ہے اور دوسری کو چھوڑ دیا ہے۔ میں علمِ نجوم جانتا ہوں میں نے حساب کیا ہے میرا ستارہ تجھ پر غالب ہے خچر سے اتر آؤ اور تمام کپڑے بھی اتار کر مجھے دے دو۔ قاضی خچر سے اتر آیا اور خچر ڈاکو کو دے دیا اور کپڑے بھی دے دیئے صرف ایک چادر رہ گئی۔ ڈاکو نے کہا کہ چادر اتار دو۔ قاضی نے کہا میں نے نماز ادا کرنی ہے۔ ڈاکو نے کہا کہ مسئلہ مجھے بھی معلوم ہے تو پھر کیا دیر ہے جلدی سے چادر اتار دو اگر دیر کی تو تلوار میرے پاس ہے۔ قاضی نے چادر اتار دی اور چھپ چھپا کر کسی کے کھیت میں پہنچا اور کسی سے چادر لے کر رات کو بمشکل گھر پہنچا۔ علی الصبح جس وقت قاضی کچہری میں گیا تو اس وقت وہی ڈاکو قاضی والے کپڑے پہن کر اور اسی خچر پر سوار ہو کر کچہری میں آ گیا اور قاضی کے پاس آ کر بغیر سلام کیے بیٹھ گیا۔ قاضی نے کہا کہ تم نے سلام کیوں نہیں کیا تو ڈاکو نے کہا کہ سلام دو قسم کا ہے۔ ایک سلام شریعت کا دوسرا تعظیم اور خوف کا، شریعت کا میں قائل نہیں کیونکہ میں ڈاکو ہوں اور تعظیم اپنے سے بڑے کی کی جاتی ہے میں تم کو اپنے سے بڑا نہیں مانتا اور نہ مجھے کوئی خوف تجھ سے ہے۔ میں تم کو کیوں سلام کرتا۔ قاضی نے کہا تو اب کیا کہتا ہے؟ ڈاکو نے کہا کہ میرے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ تم اپنا مکان مجھے دے دو تا کہ میں زندگی کے دن آرام سے گزار سکوں یا اتنی رقم دے دو کہ میں نیا مکان تیار کرا سکوں۔ بالآخر قاضی نے نقد روپے دے کر ڈاکو کو رخصت کیا۔ یہ مثال ڈاکو شیطان کی ہے جو تمام اعمال چھین کر لے جاتا ہے اور انسان کو ننگا کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ تمام ظاہری علم شیطان پڑھا ہوا ہے اور کوئی ایسا علم نہیں جو شیطان نہ جانتا ہو۔ اگر کوئی رفیق پیرِ کامل تیرے ساتھ نہ ہوگا تو تمام اعمالِ صالحہ شیطان تجھ سے چھین لے گا۔ اس لیے پیرِ کامل کے ساتھ رابطہ قائم کرنا ضروری ہے۔ جو شخص نابینا ہو اس کا فرض ہے کہ آنکھوں والے کا ہاتھ پکڑ لے اور فرمان کی تعمیل کرے تب نابینا منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔

✿ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو پیرِ کامل کی تلاش تھی اس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میرے مال کا حساب کر کے مجھے روپے دے دو۔ انہوں نے حساب کر کے پانچ سو روپے اس کو دے دیئے۔ وہ شخص پانچ سو روپے لے کر ایک فقیر کے پاس گیا اور عرض کی کہ آپ پانچ سو روپے لے کر مجھے خدا کا راستہ سمجھا دیں۔

فقیر صاحب نے فرمایا کہ روپے لے کر خدا کا راستہ نہیں سمجھایا جاتا خدا کے واسطے تجھے سمجھاتا ہوں۔ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرمائے گا۔ مگر اس نے کہا کہ میں تو روپے دے کر خدا کا راستہ سمجھوں گا۔ پھر کئی

بزرگوں کے پاس گیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ خدا کے واسطے خدا کا راستہ سمجھاتے ہیں۔ مگر اس نے کہا کہ میں تو روپے دے کر خدا کا راستہ سمجھوں گا۔ آخرالامر جنگل میں روپے لے کر جا رہا تھا کہ ایک ڈاکو مل گیا۔ پوچھا تیرے پاس کوئی مال ہے اس نے جواب دیا پانچ سو روپے ہیں اور یہ روپے دے کر خدا کا راستہ سمجھنا ہے۔ ڈاکو نے کہا کہ روپے مجھے دے دے میں تجھے خدا کا راستہ سمجھا دیتا ہوں۔ اس نے روپے دے دیئے، وہ ڈاکو روپے لے کر فرار ہو گیا اور وہ شخص تین دن اسی جگہ بیٹھا رہا۔ تیسرے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بھیجا کہ میرا بندہ جنگل میں بیٹھا ہے اس کو تلقین کر۔ خضر علیہ السلام جنگل میں پہنچ گئے اور اس شخص کو کہا کہ خضر کے بارے میں سنا ہوا ہے؟ میں خضر ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری ہدایت کے لیے بھیجا ہے، میں تجھے تلقین کرتا ہوں اور تو اس پر عمل کر۔ اس شخص نے کہا "میں اپنا پیر بنا چکا ہوں اور روپے بھی دے چکا ہوں۔ میں آپ کی تلقین پر عمل نہیں کر سکتا۔ جس وقت پیر صاحب آئیں گے تو جو وہ فرمائیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔ آج صرف تین دن گزرے ہیں، اب میں اپنے پیر سے بے اعتقاد ہو کر آپ کو پیر بنا لوں، مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔" حضرت خضر علیہ السلام نے جنابِ الٰہی میں عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ یہ شخص میرے فرمان پر عمل نہیں کرتا۔ حکم ہوا کہ ڈاکو کو تلاش کر کے اس کو تلقین کر تاکہ وہ واپس جا کر اس کو تلقین کرے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ڈاکو کو تلاش کر کے تلقین کی اور اس نے اُس شخص کو آ کر تلقین کی۔ یہ ہے طلبِ صادق۔ ہدایت کرنے والا اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اپنے دوستوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میں ہدایت کرتا ہوں وہی ہدایت پاتا ہے اور اس کو اپنے دوستوں کی طرف بھیج دیتا ہوں اور جو شخص میری بارگاہ کا رد کیا ہوا ہے اس کے لیے نہ کوئی مرشد ہے اور نہ ولی۔

❁ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی کیا نشانی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی ہر مصیبت اور بلا پر راضی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر راضی ہے۔ اگر تو تکلیفوں اور مصیبتوں میں اللہ سے ناراض ہے تو اللہ بھی تجھ پر ناراض ہے۔ بموجب قولہٗ تعالیٰ "رضی اللّٰہ عنھم و رضوعنہ"، یعنی جو شخص خدا کی ہر مصیبت پر راضی ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے منتقلی امانتِ الٰہیہ کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "سلطان الصابرین" کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ کو "پیر محمد" کے لقب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ جس کی طرف شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد

محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے، جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے امانتِ فقر حاصل کی، ان اشعار میں اشارہ فرمایا ہے:

واہ ''پیر محمد'' رمز بتائی   میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

پھر فرماتے ہیں:

بشریت دے وچ ''عبد'' سدائے
بخشش وقت غفور اکھائے
جد لامکانی رتبہ پائے
''پیر محمد'' نام دھرائے

ایک اور منقبت میں فرماتے ہیں:

ہے مظہرِ انوار ''پیر محمد'' سائیں
ہے مخزنِ اسرار ''پیر محمد'' سائیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری میں یہ درج کیا گیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ''پیر محمد جی'' کا لقب ملا جو بعد میں بدل کر ''پیر محمد جیو'' ہو گیا۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے امانتِ فقر کے حصول اور ان کے سلسلہ سے تعلق کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخی سلطان اور قبیلہ ہاشم اور قریش سے نسبت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہاشمی قریشی کہا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے اور فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

ازواج اور اولاد

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مُدرجبانہ میں دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی سے پیر محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی لاولد فوت ہوئے ان کا مزار دربار حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی باہر

مغرب کی طرف ایک کمرے میں واقع ہے۔ دوسری شادی سے پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور پیر عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جن سے اولاد کا سلسلہ چلا۔

مرشد کے مزار کی تیاری

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل 1327ھ (1909ء) میں اپنے مرشد سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی تعمیر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے عکس کے مطابق شروع کرا دی اور اپنے بڑے صاحبزادے پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو سجادہ نشین بھی مقرر فرما دیا' تعمیر کا یہ سارا کام پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی ہی ہو رہا تھا۔ فتح دین فقیر گجرات والا تعمیر کا کام کروا رہا تھا۔ وصال سے ایک روز قبل شام کو جس وقت تمام لوگ کام سے فارغ ہوئے تو فتح دین نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ وہ جلدی سے زیارت کے لیے آیا کہ آج پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ جس وقت وہ دربار شریف کے اندر داخل ہوا تو پیر صاحب موجود نہ تھے۔ بڑا حیران ہوا کہ اپنی آنکھوں سے پیر صاحب کو دیکھا' کہاں چلے گئے۔ علی الصبح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے مرشد سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت صفر 1328ھ میں مکمل ہو چکا تھا اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا عین بعین عکس تھا۔

خلفاء

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلیفہ اصغر تھے دونوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور پیر محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مرآۃ العارفین کی روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے پیر عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

منتقلی امانتِ فقر

وصال سے دو روز قبل 8 صفر 1328ھ (بمطابق 19 فروری 1910ء) بروز ہفتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے محرم

راز سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کو ہمراہ لے کر سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے امانتِ فقر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دی۔

وصال مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ 10 صفر 1328ھ بمطابق 21 فروری 1910ء بروز سوموار صبح کے وقت عالمِ فنا سے عالمِ بقا میں تشریف لے گئے۔

مزار مبارک

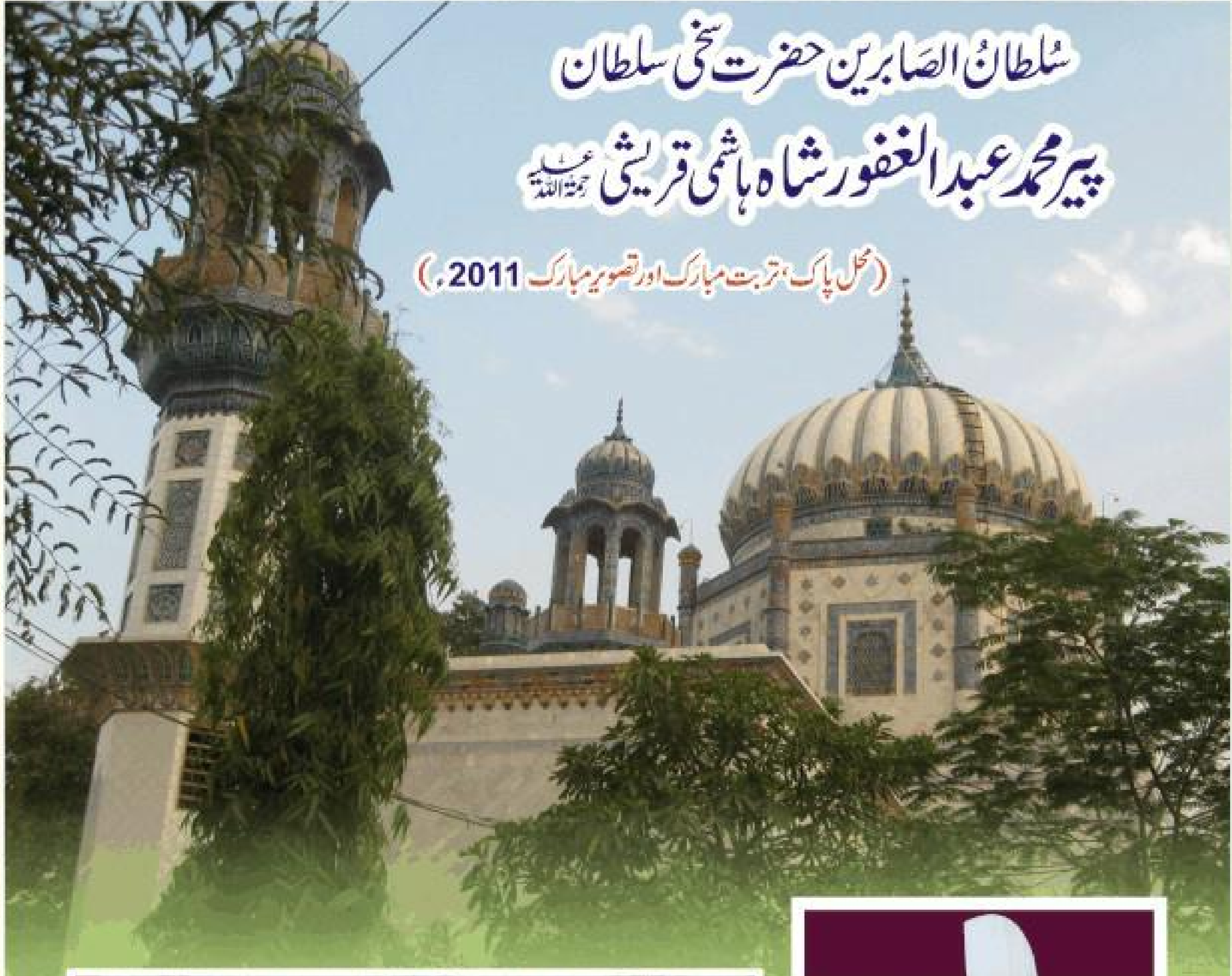
آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک گڑھ مہاراجہ (ضلع جھنگ) سے مشرق کی جانب 13 کلومیٹر کے فاصلے پر ڈ شریف میں ہے۔

عرس پاک

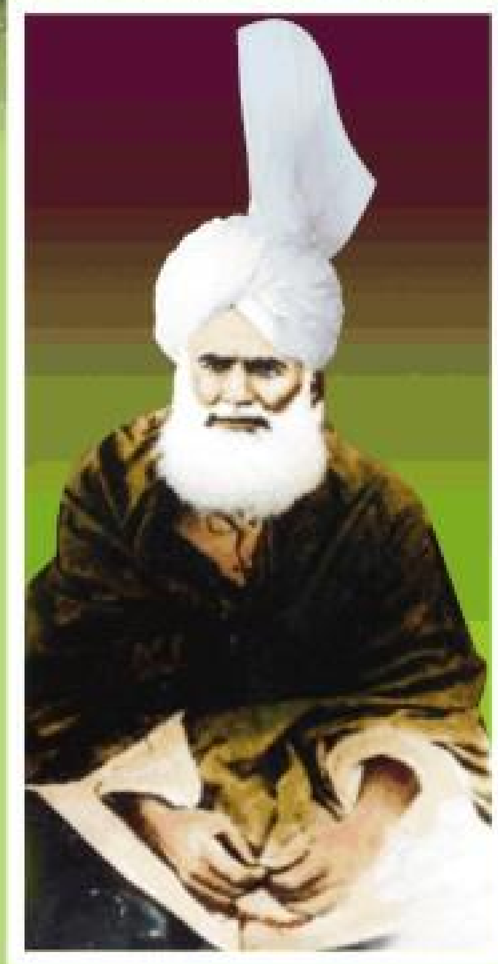
آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال 9 اور 10 صفر کو منعقد ہوتا ہے۔

سجادہ نشین

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے پیر عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ صاحب پہلے سجادہ نشین بنے، دوسرے سجادہ نشین اُن کے بڑے بیٹے محمد یوسف مقرر ہوئے۔ محمد یوسف کے تین بیٹے تھے محمد یعقوب بڑے، محمد ایوب منجھلے اور محمد الیاس چھوٹے صاحبزادے تھے ان میں منجھلے صاحبزادے میاں محمد ایوب قریشی اب سجادہ نشین ہیں۔


سُلطانُ الصابرین حضرت سخی سلطان
پیر محمد عبدالغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمۃ اللہ علیہ
(محل پاک، تربت مبارک اور تصویر مبارک 2011ء)







شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان

پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ

کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کو امانتِ فقر منتقل ہوئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ سروری قادری کے شیخِ کامل کے منصب پر فائز ہوئے۔

سلسلہ نسب

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہٗ کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا قبیلہ ایران کے شہر مشہد سے ہجرت کر کے اس وقت کے ہندوستان اور اب پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع راولپنڈی کے قریب آ کر آباد ہوا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب یہ ہے:

سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بن سیّد فتح علی بن سیّد شاہ شرف بن سیّد کمال شاہ بن سیّد گل شاہ بن سیّد محمد کریم بن سیّد فتح محمد بن سیّد محمد مالی بن سیّد محمد سجاد بن سیّد محمد ملھو بن سیّد حبیب اللہ بن سیّد محمد غالب بن سیّد عبدالرحمٰن بن سیّد محمد یوسف بن سیّد محمد بن سیّد محمد فاروق بن سیّد ریاض الدین بن سیّد شہاب الدین بن سیّد سلطان محمد فخر الدین بن سیّد غیاث الدین بن سیّد ابوالقاسم حسین بن سیّد محمد امیر بن سیّد عبدالرحمٰن بن سیّد محمد ثانی بن سیّد اسحاق ثانی بن سیّد محمد موسیٰ زاہد ابی الحسن بن سیّد شاہ عالم ابی الحسن بن سیّد قاسم علیم بن سیّد محمد اول عبداللہ بن سیّد شاہ اسحاق الموفق بن حضرت امام موسیٰ کاظمؓ بن سیّد امام جعفر صادقؓ بن سیّد امام محمد باقرؓ بن سیّد امام زید بن العابدینؓ بن سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابنِ ابی طالبؓ۔[1]

---

[1] اس سے قبل آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مختلف روایات کے مطابق حضرت بری امام رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے لکھا جاتا رہا ہے حالانکہ حضرت شاہ عبداللطیف کاظمی المعروف بری امام رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس سلسلہ میں تحقیق کے لیے دربار سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے موجودہ سجادہ نشین سیّد طالب حسین شاہ مدظلہ الاقدس کے صاحبزادے سیّد فخر سلطان مدظلہ الاقدس سے 2009ء میں رابطہ کیا گیا تو انہوں نے مندرجہ بالا شجرہ نسب عطا فرمایا اور پہلی بار مجتبیٰ آخر زمانی میں سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب شائع ہو رہا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین راولپنڈی سے ہجرت کر کے پہلے چکوال اور پھر شورکوٹ (ضلع جھنگ) سے شمال مغرب کی جانب قصبہ حسووالی میں آباد ہوئے اور کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد فتح علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صوفی منش درویش صفت اور دیندار انسان تھے اور حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور اکثر حاضری کے لیے دربار حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ولادت باسعادت

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق 16۔ اگست 1801ء (5 ربیع الثانی 1216ھ) بروز اتوار بوقتِ فجر قصبہ حسووالی تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ ابتدا ہی سے نورِ فقر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ انور سے تاباں تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی نورِ فقر کی وجہ سے اپنے بھائیوں سے علیحدہ اور ممتاز نظر آتے تھے۔

حصولِ علمِ ظاہری اور دربار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر قیام

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد فتح علی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک پر حاضری کے لیے جاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے والد کے ہمراہ ہوتے۔ انہی حاضریوں کے دوران حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی طور پر سیراب فرماتے رہے۔

دین کی طرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلچسپی اور شوق کو دیکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملتان کے مشہور عالمِ دین اور اپنے مرشد سیّد پیر مولانا محمد عبید اللہ ملتانی[1] رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد آٹھ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر ملتان روانہ ہوئے اور ملتان روانگی سے قبل حضرت

---

1. حضرت مولانا پیر محمد عبید اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں قادری سلسلہ کے بزرگ گزرے ہیں آپ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ سے لاکھوں تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان سے شرک و بدعات کا خاتمہ فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع مسجد جھنگ صدر اور دوسری جامع مسجد خیر پور ٹامیوالی بہاولپور میں تعمیر کروائی۔ ملتان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

سخی سلطان باھوؒ کے دربار پاک پر آپ کے ہمراہ حاضری دی اور سات دن دربار شریف پر قیام فرمایا۔ ان سات دنوں میں آپؒ کے والد سیّد فتح علی شاہؒ اپنے بیٹے کے لیے کرم اور مہربانی کی دعا فرماتے رہے۔ سات دن کے بعد آپؒ کے والد صاحب آپؒ کو لے کر ملتان پہنچے اور تعلیم کے لیے آپؒ کو اپنے مرشد پیر مولانا محمد عبید اللہؒ کے حوالے کر دیا اور خود واپس حسو والی تشریف لے آئے۔ اگلے دن پیر مولانا عبید اللہ شاہ صاحب نے تعلیم و تدریس کے لیے سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کو طلب فرمایا اور آپؒ کے سامنے ابتدائی قاعدہ رکھا آپؒ نے وہ قاعدہ پڑھ کر اپنے استادِ محترم کو سنا دیا۔ پھر پارہ حتیٰ کہ پورا قرآن پاک سنا دیا۔ مولانا نے سمجھا شاید بچہ گھر سے حفظ کر کے آیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے درسِ نظامی کی تعلیم دینی شروع کی مگر یہاں بھی وہی کیفیت تھی۔ مولانا جو کتاب سامنے رکھتے آپؒ کو پہلے سے ازبر ہوتی اس طرح تقریباً سترہ دنوں میں آپؒ نے تمام کتب کی تعلیم مکمل کر لی۔ سترہ دن بعد مولانا عبید اللہ شاہ صاحب نے آپؒ کے والد کو خط لکھا کہ آپ کا بیٹا تعلیم مکمل کر چکا ہے آ کر لے جائیں۔ آپ کے والد پیر سیّد فتح علی شاہؒ خط پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوئے کہ شاید میرا بیٹا اپنے استاد کے معیار پر پورا نہیں اترا یا اس سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں خط ملتے ہی آپ فوراً ملتان پہنچے۔ آپؒ کے علم کے بارے میں جب مولانا صاحب نے آپ کے والد کو بتایا تو وہ بہت حیران ہوئے۔ مولانا صاحب نے آپؒ کے والد محترم سے پوچھا کہ یہ تعلیم اس نے کہاں سے حاصل کی؟ آپؒ کے والد نے بتایا اس سے پہلے ان کو کسی مدرسہ میں داخل نہیں کروایا گیا۔ جب سیّد محمد بہادر علی شاہؒ سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جن سات دنوں میں ان کا قیام حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دربار پاک پر رہا ان دنوں میں حضرت سخی سلطان باھوؒ نے انہیں علمِ لدنی عطا فرمایا۔ یہ سن کر آپؒ کے والدِ محترم آپؒ کو ملتان سے حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار پاک پر لے آئے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے آپؒ کے والد کو خواب میں حکم فرمایا ''آپ اپنے بیٹے کو یہیں ہمارے پاس چھوڑ جائیں ہم اس کے نگہبان ہیں۔'' اس طرح آپؒ کے والد نے آپؒ کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ آپؒ نے ایک طویل عرصہ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار مبارک پر گزارا۔ 8 سال کی عمر یعنی 1809ء میں آپؒ دربار پاک پر آئے اور 1849ء تک تقریباً 40 سال دربار حضرت سخی سلطان باھوؒ پر رہے۔ 40 سال کے بعد آپؒ کو سلطان العارفینؒ کی بارگاہ سے حکم ملا کہ اب آپؒ گھر تشریف لے جائیں اور ہر ماہ پیر کو محفل میں حاضر ہو جایا کریں۔ 1861ء تک معاملات اسی طرح چلتے

رہے اور 1861ء میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دِن دربار پاک پر حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری دستِ بیعت کے لیے شورکوٹ جانے کا حکم ملا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب 1241ھ (1825ء) میں سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دربار سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچے تو سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف دربار پاک پر موجود تھے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 24 سال تھی اور پھر نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اپنے مرشد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل ہوئی (آپ کی ولادت 1216ھ میں جبکہ آپ کے مرشد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1242ھ میں ہوئی) بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے مرشد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرصہ تلقین وارشاد کے دوران دربار پاک پر موجود رہے۔ 1825ء میں جب سکھوں نے دربار پاک پر یورش دوم کی اور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد دربار پاک چھوڑ کر مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی تو اس دوران بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار پاک پر موجود تھے بلکہ جب دربار پاک قصبہ سمندری (گڑھ مہاراجہ جھنگ) سے 1336ھ میں موجودہ جگہ پر منتقل ہوا تو اس وقت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔

دربار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران فرائض

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دربار حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر قیام کے دوران مختلف قسم کے فرائض سرانجام دیئے۔ شروع کے بارہ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زائرین کے وضو کے لیے پانی بھرنے کی ڈیوٹی سرانجام دی۔ لنگر کی تقسیم، زائرین کو ٹھہرانے اور دربار پاک کی صفائی کی ڈیوٹی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عرصہ تک سرانجام دی۔

دربار پاک پر قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اہم کارنامہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے نسخہ جات کی نقل کر کے ان کو محفوظ کرنا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شمس العارفین، گنج الاسرار، کلید التوحید کلاں، کلید التوحید خورد، مجالسۃ النبی، محک الفقر کلاں، عین الفقر، عقلِ بیدار اور نور الہدیٰ کلاں کو نقل کر کے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 40 سال جو دربار پاک پر گزارے ان میں سب سے اہم معمول روزانہ ذکر و تصورِ اسمِ اللہُ ذات تھا۔

ظاہری دستِ بیعت

جب 53 سالہ ریاضت کے بعد آپؒ کی باطنی تربیت مکمل ہوگئی تو آپ کو پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کی ظاہری بیعت کا حکم دیا گیا۔ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ اپنے مرشد کے وصال کے بعد اس وقت شورکوٹ میں مقیم تھے اور سلسلہ سروری قادری کے شیخ تھے۔ سوانح عمری پیر محمد عبدالغفور شاہؒ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ سیّد محمد بہادر علی شاہؒ شورکوٹ میں پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے دستِ بیعت ہوئے اور ''ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور'' کے شمارہ اپریل 2000ء سے بھی اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ اِس شمارہ کی عبارت یوں ہے:

''سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ سروری قادری سلسلہ کے مردِ کامل کے ہاتھ پر ظاہری بیعت کریں تو آپؒ نے مؤدبانہ التماس کی کہ حضور آپؒ ہی میری راہبری فرمائیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے پیر محمد عبدالغفور صاحبؒ کا نام بتاتے ہوئے ان کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ بھی وضاحت فرمادی کہ وہ شورکوٹ شہر میں قیام پذیر ہیں۔ آپؒ یہ بشارت سنتے ہی شورکوٹ روانہ ہوگئے اور پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے ڈیرے پر پہنچے اور شرفِ زیارت کے بعد بیعت کی استدعا کی۔ پیر محمد عبدالغفور شاہؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ تم بھی حکم کے تابع ہو اور میں بھی۔ اس طرح پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحبؒ نے سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کو دستِ بیعت فرمایا۔'' (صفحہ نمبر 18)

آپؒ نے 2۔ اگست 1861ء (25 محرم الحرام 1278ھ) بروز جمعۃ المبارک کو شورکوٹ میں پیر محمد عبدالغفور شاہؒ کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی۔[1]

دستِ بیعت کے بعد جب آپ سلطان العارفینؒ کی بارگاہ میں پہنچے تو حکم ہوا کہ یہ سلطان الفقر پنجم کا خزانہ فقر ہے جو تمہیں سلطان الفقر ششم کو منتقل کرنا ہے جو میری اولاد سے ہوگا۔ یہ سب فقر کے مختارِ کل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے منظور ہو چکا ہے اور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ اس پر مہر لگا چکے ہیں۔ حضرت پیر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ نے عرض کی کہ میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟ سلطان العارفینؒ نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد میں ایک مردِ کامل پیدا ہوگا جو ختنہ شدہ اور ناف بریدہ ہوگا اس کے گھر میں سلطان الفقر ششم کی ولادت ہوگی۔

---

[1] روایت سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ سے سماعت کی۔

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ معمول تھا کہ ظاہری دستِ بیعت کے بعد دن مرشد کے پاس گزارتے اور رات حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پاک پر۔ ہر رات دربار شریف پر ایک باطنی محفل منعقد ہوتی تھی جس میں سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے تمام خلفاء اپنے مراتب کے لحاظ سے ترتیب وار نشست فرما ہوا کرتے تھے۔ ترتیب کے لحاظ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا آخری نمبر تھا اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ آخری نمبر پر بیٹھتے۔ ایک رات حاضری کے لیے دربار شریف روانہ ہوئے تو شدید آندھی اور طوفان نے آلیا۔ ملاح نے کہا کہ دریا میں شدید طوفان ہے میں اس حالت میں دریا کے پار کشتی نہیں لے جا سکتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ محفل میں غیر حاضری لگ جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی طوفان میں ہی دریا میں چھلانگ لگا دی اور طوفان میں تیر کر دریا پار کر لیا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ دربار شریف پہنچے اور محفل میں حاضری نصیب ہوئی تو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ نورنگ سلطان جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھتے تھے' سے فرمایا کہ آج پیر صاحب بڑی محنت کر کے آ رہے ہیں لہٰذا یہ جگہ ان کے لیے خالی کر دو۔ اس طرح پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مرتبہ اوّل حاصل ہو گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس دن سے سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے خزانہ فقر کا نگران مقرر فرما دیا گیا۔ اسی روز آپ کو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ''پیر صاحب'' کا لقب عطا ہوا اور لوگوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ ''حضور پیر صاحب'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ انعامات پا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانی رحمتہ اللہ علیہ

یہ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی گئی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ایک طویل منقبت کا مصرعہ ہے۔ ایک روز اپنے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے اس عاجز نے اِس مصرعہ کی شرح پوچھی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب ہیں اور محبوب سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی جاتی اِس لیے حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا تمام باطنی خزانہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرما دیا ہے۔ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''زندگی بھر مجھے ایسا طالبِ صادق نہیں ملا جسے مَیں اپنا باطنی ورثہ عطا کر دیتا''، لیکن سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے ظاہری وصال کے بعد پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ وہ واحد طالب تھے جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معیار پر پورے اُترے اِس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ تمام خزانہ انہیں سونپ دیا

اور فرمایا ''پیر صاحب آج تک جو طالبِ مولیٰ بھی میرے در پر آیا میں نے بلا واسطہ اُسے اُس کی منزل تک پہنچایا لیکن اب قیامت تک جو طالبِ مولیٰ بھی میرے پاس آئے گا وہ آپ کے واسطہ ہی سے فقر پائے گا'' یہ ہے اس مصرعہ کی شرح۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا لقب ''شہبازِ عارفاں'' ہے جو بارگاہِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا ہوا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ''پیر صاحب'' کے نام سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ ''سیّد'' خاندانِ سادات کے نسب کی وجہ سے اور ''سخی سلطان'' حضرت سلطان العارفینؒ سے امانتِ فقر کی منتقلی کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا حصہ بنا۔

فقر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے عطا ہوتا ہے

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے حکم کے مطابق اب فقر اور فقر سے متعلق تمام معاملات پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق طے پاتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہی کی مہربانی سے سالکینِ فقر کے درجات و مقامات طے ہوتے اور ان کے ظاہری اور باطنی مسائل حل ہوتے ہیں۔ ''کراماتِ عزیزیہ'' میں سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''آپ (سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر ان سے فوراً حل کروا لیتے۔''

سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اکثر حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اکیس دن قیام فرماتے آپ رحمتہ اللہ علیہ اس دورانیہ کو ''اکیہہ'' فرماتے تھے اسی طرح نوراتہ یعنی نورات کا قیام اور پنج راتہ یعنی پانچ رات کا قیام۔ یہی معمول میرے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کا رہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جس کام کا بھی آغاز کرنا ہوتا دربار حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہی کرتے۔ اس خادم کا بھی یہ معمول ہے کہ جو بھی مسئلہ راہِ فقر میں درپیش ہو فوراً سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض پیش کر دیتا ہوں۔ اس خادم کے سلسلہ میں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اور آسانی فرما دی ہے کہ ایک دن یا چند گھنٹوں میں ہی معاملہ حل ہو جاتا ہے۔

فیضِ اسمِ اَللّٰہُ ذات

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عملی شکل دینے اور ان کے فیضِ سلطانی کو عام کرنے کے لیے پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انقلابی قدم اٹھائے اور اس سلسلہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سینکڑوں کی تعداد میں سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کروائے۔ ان اسمِ اَللّٰہُ ذات کی عبارت آپ رحمتہ اللہ علیہ خود رقم فرماتے اور اس پر سونا لگانے کے لیے ملتان میں ایک سنار کے پاس بھیجا کرتے۔ اس طرح سینکڑوں طالبانِ مولیٰ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے نوازا۔ سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کروانے کا سلسلہ پھر دوبارہ میرے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے شروع فرمایا اور اس کے لیے ''حضور پیر صاحب'' کا تیار کردہ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی نمونہ بنایا گیا جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس محفوظ تھا۔

ازدواجی زندگی اور اولاد

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نکاح فرمایا۔ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معمولاتِ زندگی نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی گھریلو زندگی کو بہت متاثر کیا۔ سسرال والوں کا اصرار تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ فقر کا راستہ چھوڑ کر دنیاوی کام کاج اور کاشتکاری کریں۔ اتنے مجاہدے، محنت، ریاضت اور مشقت کے بعد فقر کی جو نعمت حاصل ہوئی تھی اس کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ آخر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے دو راستے رکھے گئے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی نے کہا کہ یا تو آپ مجھے چھوڑ دیں یا پھر وہ راستہ چھوڑ دیں جس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ چل رہے ہیں۔ تب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے بیوی کو طلاق دے دی اور دنیا سے مکمل چھٹکارا حاصل کر لیا اور باقی عمر تجرد میں گزاری۔ اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حسن و جمال اور لباس

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 132 سال 6 ماہ اور گیارہ دن کی عمر پائی لیکن زندگی کے آخری لمحہ تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نورِ حق سے روشن اور تاباں تھا۔ سر مبارک بڑا، بینی

مبارک بلند، قد درمیانہ تھا لیکن جب لوگوں میں کھڑے ہوتے تو سب سے دراز قد معلوم ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک طول و عرض میں برابر تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ریش مبارک کے بالوں کو دونوں رخساروں کی طرف اس طرح سنوارتے تھے کہ درمیان میں سیون (مانگ) بن جاتی اور بال دونوں رخساروں کی جانب برابر مڑ جاتے اس طرح داڑھی مبارک بڑی خوبصورت اور پیاری معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور مے سے بھری ہوئی معلوم ہوتیں۔ سر کے بال کانوں سے نیچے تک رہتے۔ جسم بھرا بھرا تھا۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں ریشم کی طرح نرم اور انگلیاں لمبی اور مخروطی تھیں۔ کرتہ اور تہبند استعمال فرماتے کبھی لمبا کوٹ بھی استعمال فرما لیا کرتے۔ دستار عموماً سفید استعمال فرماتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصویر موجود ہے جس میں سبز دستار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبز دستار بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ پاؤں میں کھسہ استعمال فرماتے۔

لباس کے معاملہ میں بہت سادہ مزاج تھے۔ ایک مرتبہ دربار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں بیٹھے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہے تھے کہ حضور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پیر صاحب آپ سروری قادری سلسلہ کے فقیر ہیں اور سروری قادری فقیر کو تو شاہی لباس پہننا چاہیے اور نر گھوڑے پر سواری کرنی چاہیے۔ اس فرمان کو سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین لباس پہننا شروع فرمایا۔

ہجرت

اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حسو والی سے ہجرت فرما کر دیوا سنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان کچھ عرصہ عارضی طور پر مقیم رہے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شمس العارفین کے خطی نسخہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا خطی نسخہ اِن الفاظ پر ختم فرماتے ہیں: تمام شد شمس العارفین راقم آثم خادم الفقراء بہادر شاہ سلطانی 26 رمضان المبارک سابق متوطن حسّو والی حال خانہ بدوش دیوا سنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان۔"

ترجمہ: یہ کتاب شمس العارفین 26 رمضان شریف کو اختتام پذیر ہوئی اور اِس کو لکھنے والا یہ آثم جو کہ خادم الفقراء بہادر شاہ سلطانی ہے جس کا وطن پہلے حسّو والی تھا اور اب خانہ بدوشوں کی طرح (عارضی طور پر) دیوا سنگھ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں مقیم ہے۔

لیکن جلد ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ دیوا سنگھ سے ہجرت فرما کر مستقل طور پر موضع فرید محمود کاٹھیہ (شورکوٹ سے 14 کلو میٹر کے فاصلے پر جھنگ روڈ پر اڈہ قاسم آباد سے مشرق کی جانب 2 کلومیٹر) میں آباد ہو گئے۔ اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کا نام دیا۔ جس وقت آپ موضع فرید محمود کاٹھیہ تشریف لائے تو وہاں جہالت عام تھی۔ لوگ دین اور

معرفت کے علوم سے بے بہرہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں دین کی شمع روشن کی اور لوگوں کو معرفتِ حق تعالیٰ اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم دی۔ موضع فرید محمود کاٹھیہ کے قریب جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ لگایا تھا، ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس جگہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مشن کی بنیاد رکھی۔ یہ جگہ بعد میں ''پیر دی بھنیڑی'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ازدواجی زندگی سے چھٹکارہ کے بعد اپنی زندگی اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض اور دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ ہر وقت لوگوں کا ایک جمِ غفیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد جمع رہتا۔ سالکانِ حق اور طالبانِ حق دور دور سے فقر کی دولت حاصل کرنے کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس کو بھی اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرماتے اسے خود لکھتے اور سونا لگوا کر عطا فرماتے۔ اس کے علاوہ دینِ حق کی تبلیغ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفتِ حق تعالیٰ کی دعوت کے سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے سفر کیے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سفر زیادہ تر احمد پور شرقیہ بہاولپور (مزار مبارک سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)، وہاڑی، ملتان، خانیوال اور میاں چنوں کے علاقوں کی طرف ہوا کرتے تھے۔

منتقلی امانتِ الٰہیہ (امانتِ فقر)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی خلیفہ اکبر ہیں جنہیں امانتِ فقر منتقل ہوئی۔ خلیفہ اصغر کوئی نہیں۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی زندگی میں ایک ہی ایسا طالب ملا جو دِل کا محرم اور مطلوب تھا۔ اس عظیم ہستی کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا جن کا تعلق حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تھا اور جن کے متعلق سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے ہی باطنی طور پر آگاہ کر دیا تھا ''میری اولاد میں ایک مردِ کامل پیدا ہوگا جو ختنہ شدہ اور ناف بریدہ ہوگا اور آپ کو ہماری امانتِ فقر انہیں منتقل کرنا ہوگی۔'' اس مردِ کامل سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خزانہ فقر منتقل کرنے سے امانتِ الٰہیہ دوبارہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی نسل میں واپس آ گئی۔

اس لیے سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

پُھلا وے گلاب دیا
تینوں سانبھ سانبھ رکھاں
میرے ماہیے دے باغ دیا

سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے 13۔مارچ 1932ء (6۔ ذیقعد 1350ھ) بروز اتوار بعد نمازِ عشاء سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال تھی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کے واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے! ''میرے حضور (سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) بغداد شریف جا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے۔ایک دفعہ پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بعد نمازِ عشاء دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ ظاہری دستِ بیعت حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے کروں اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد شریف جا کر دستِ بیعت کا فرض ادا کرآؤں۔اس پر حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ مزارِ مبارک سے باہر تشریف لائے اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی دائیں کلائی پکڑ لی اور فرمایا کہ آپ بغداد شریف چلے جائیں یا مدینہ شریف تشریف لے جائیں، ہوگا وہی جس کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس پر مہر لگا چکے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی بیعت سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاتھ پر ہوگی اور اس فیصلے پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بھی اپنی مہرِ تصدیق ثبت کر چکے ہیں لہٰذا ابھی اور اسی وقت آپ کی دستِ بیعت سلطان پیر محمد بہادر علی شاہ (رحمتہ اللہ علیہ) سے کرائی جاتی ہے۔ساتھ ہی حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے حضور پیر صاحب کو آواز دی کہ پیر صاحب جلدی تشریف لے آئیں آپ کا شکار ہم نے پکڑ رکھا ہے۔حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو مزار مبارک کے باہر تشریف فرما تھے تجدید وضو کیلئے تالاب کی طرف لپکے تو حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''پیر صاحب آپ کا وضو تو ازل سے قائم چلا آرہا ہے آپ تیمّم فرمالیں'' چنانچہ سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تیمّم فرما کر فوراً تشریف لے آئے حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ''پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'' حضرت سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب نے عرض کی ''حضور آپ کی اولاد ہے آپؒ خود ہی انہیں دست بیعت فرمائیں'' حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے پھر فرمایا ''پیر صاحب آپ انہیں دستِ بیعت فرمائیں'' اسی طرح جب تیسری بار حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تو حضرت سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے

سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دستِ بیعت فرمالیا۔

13۔مارچ 1932 سے 27 فروری 1934 تک یعنی اپنے مرشد کے وصال تک سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام وقت اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں گزارا۔

کرامات

یوں تو سلسلہ سروری قادری میں کرامات کو حیض و نفاس کا درجہ دیا جاتا ہے اس لئے سروری قادری عارفین سے بہت کم کرامات کا ظہور ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کرامات عارفین سے ظاہر ہو ہی جاتی ہیں، یہ اُن کی مرضی یا نفسی خواہش نہیں ہوتی بلکہ من جانب اللہ ہوتی ہیں۔

- ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خلیفہ اور دو گھوڑیاں تھیں۔ مرید بڑا غریب تھا اور اس کے پاس گھوڑیوں کی خدمت کے لئے کچھ نہ تھا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو گھوڑیوں کو باہر لے جا کر جنگلی گھاس پر رسہ باندھ کر چھوڑ دوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دے دی جب واپسی پر وہ گھوڑیوں کو لینے کے لئے اس جگہ گیا جہاں گھوڑیوں کو چھوڑا تھا تو گھوڑیاں اس جگہ موجود نہ تھیں واپس آکر رو رو کر عرض کرنے لگا حضور پیر صاحب دونوں گھوڑیاں چور لے گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقصان میری وجہ سے ہوا ہے اور یہ میری بدنصیبی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تسلی دی اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد اس مرید کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو برابر یہی جواب ملتا کہ وہ مرید اس دکھ کی وجہ سے بہت روتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ تین سال بعد اس مرید کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تُو کیوں روتا رہتا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نقصان میری بدنصیبی کی وجہ سے ہوا ہے اس لیے روتا ہوں۔ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! ذرا باہر جا اور اسی جگہ پر جا کر گھوڑیوں کو دیکھ۔ وہ مرید باہر گیا اور جا کر دیکھا تو اسی جگہ اُسی کھیت میں گھوڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ جب وہ خوشی خوشی گھوڑیوں کو لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''جا اسی تڑپ اور مرشد سے محبت کی وجہ سے تمہیں نواز دیا ہے۔''

- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر ایک آدمی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی

فرمائیں کہ خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کروں گا اور کل تمہیں بتاؤں گا۔ وہ شخص اگلے دِن پھر حاضر ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا درخواست منظور ہو گئی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مکان کو خوب پاکیزہ اور معطّر رکھو۔ وہ شخص چلا گیا اور اگلے دن آکر عرض کی کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار نصیب نہیں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں عرض پیش کروں گا تم کل آنا۔ اگلے دِن وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ مجھے تو آج بھی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تھے لیکن تیرے مکان میں حقے اور تمباکو کی بو پھیلی ہوئی تھی پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے سوال کیا کہ کیا تم حقہ پیتے ہو؟ اس نے بتایا جناب میں تو حقہ نہیں پیتا البتہ اس دِن میرے گھر میں کچھ مہمان آئے تھے وہ حقہ پیتے رہے اور حقے کا پانی گرا کر حقہ تازہ بھی کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی پلیدی کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف نہیں لائے۔ اس کے بعد اس شخص نے مکان کی صفائی کروائی اور خوشبویات کا اہتمام کیا تو اس رات اُس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے ختم شریف کے موقع پر اعلان فرماتے کہ جو اس محفل میں حقہ یا تمباکو پینے والے ہیں وہ باہر چلے جائیں تا کہ ختم شریف شروع کیا جا سکے کیونکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ عین الفقر کے باب نہم میں فرماتے ہیں: ہر کہ کشد تمباکو دود رسمِ کفاراں یہودؔ نیز بمراتب نمرود۔ ترجمہ: جو آدمی تمباکو کا دھواں (کسی بھی طریقہ سے) پیتا ہے وہ رسمِ کفار و یہود ادا کرتا ہے اور وہ مراتبِ نمرود پر ہے۔

❁ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دِل کے محرم حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید لالہ احمد خان پٹھان جو کڑی خیسور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا رہنے والا تھا' نے ایک دفعہ حضور پیر صاحب کی بارگاہ میں عرض کی کہ ہماری ایک خاندان سے دشمنی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی فرما کر صلح کروا دیں۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جائیں اور ان دونوں گروہوں میں صلح کروا دیں۔ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں خاندانوں کو اکٹھا بٹھا کر صلح کروا دی۔ مگر کچھ دنوں بعد جب حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے تھے، پیر صاحب نے اُن کو جگایا اور فرمایا کہ مخالف خاندان نے صلح نہیں مانی اور تمہارے مرید پر گولیاں چلا دیں مگر ان گولیوں کو ہم نے ہاتھ میں پکڑ لیا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مٹھی کھول کر وہ گولیاں حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ   تیر جستہ باز گرداند زِ راہ

ترجمہ: اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس موڑ لیتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدین طالبِ مولیٰ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف طالبانِ مولیٰ پر ہی مہربانی فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس پر مہربانی فرما کر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز کھولتے وہ دیدارِ الٰہی میں اس قدر گم ہو جاتا کہ ظاہری حواس معطل ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطلوب اور محرمِ راز حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو بعد میں امانتِ فقر منتقل ہوئی، رات کو ڈیرہ کے نزدیک والی چھوٹی نہر پر وضو کرنے گئے اور جب وضو کے لئے پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی انتہائی گرم تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے اور اسی حیرانی کے عالم میں پانی کے بہاؤ کی طرف چل پڑے کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے؟ دور جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں مستغرق پانی میں پاؤں ڈالے بیٹھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ جہاں وہ خلیفہ پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھا تھا اس سے پیچھے آنے والا پانی ٹھنڈا تھا اور اس کے پاؤں سے ٹکرا کر گزرنے والا پانی گرم تھا۔ یہی کیفیت لنگر والوں کی ہوتی تھی کہ وہ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں اتنے محو اور غرق ہو جاتے کہ روٹیاں اور سالن جل جاتا تھا پھر یہی جلی ہوئی روٹیاں اور سالن حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تناول فرمانا پڑتا۔ بالآخر ایک دن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلی ہوئی روٹیاں کھاتے ہیں تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ سالکین پر حسبِ برداشت مہربانی فرمائیں اور سالک کی برداشت اور وسعت کے مطابق اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز منکشف کریں ورنہ تمام کی حالت مجذوبی ہو جائے گی۔ ہاں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں پر نزع کا عالم طاری ہو تو اس وقت جتنا چاہیں اسمِ اَللّٰہُ ذات کھول دیں اور جتنا چاہیں نواز دیں۔



عارفانہ کلام



آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سالکینِ حق کے لئے ابیات اور منقبتیں بھی لکھیں۔ سلسلہ سروری قادری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات اور منقبتیں بہت مقبول ہیں۔ اس عاجز اور خادم نے اپنے مرشدِ پاک حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو ''گلدستہ ابیات و مناجات شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے جمع کر کے مکتبۃ العارفین کے زیرِ اہتمام

شائع کیا جب مکتبہ العارفین اس خادم اور عاجز کی زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی کیونکہ اس سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری سینہ بہ سینہ خواص تک محدود تھی۔ یہ کتاب ایک سرقہ نویس اور چور ایم۔اے۔ شاکر (راجن پور) پیش لفظ اور کلام کی نقل کے ساتھ ہو بہو 'عارفانہ کلیات' کلام شہبازِ عارفاں حضرت سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے بڑی ڈھٹائی سے مسلسل شائع کروا رہا ہے۔ اس خادم اور عاجز کو مکتبہ العارفین سے علیحدہ کیئے جانے کے بعد اب اس عاجز کی زیرِ نگرانی ''سلطان الفقر پبلیکیشنز'' کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کتاب کو ایک نیئے انداز سے یہ ادارہ عنقریب دوبارہ شائع کر رہا ہے۔

ایک اردو دُعا کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سارا کلام پنجابی اور سرائیکی میں ہے اور باطنی اور روحانی منازل طے کرنے والوں کے لئے مینارۂ نور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری تخیل و تصور نہیں بلکہ حقیقت اور کلامِ حق ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ بیان سیدھا اور سادہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سی حرفی کے علاوہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ، حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ، اور اپنے مرشد حضرت سیّد پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں منقبتیں بھی لکھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری اللہ تعالیٰ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق و محبت، تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مرشد کامل اکمل سے محبت و عشق کے گرد گھومتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مفصل مضمون کو صرف ایک بیت میں بند کر دیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیت کا ترجمہ کرنے کیلئے پورا ایک مضمون تحریر کرنا پڑتا ہے۔

❁ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں جو ایک دُعا لکھی وہ یہ ہے:

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے الٰہی دل میرا
کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل میرا

آ پڑا ہوں در تیرے پر ہر طرف سے ہوں ملول[1]
کیجیو یہ عرض میری اپنی رحمت سے قبول

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے
کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُر انوار سے

---

[1] اداس، رنجیدہ

آپڑا ہوں در تیرے پر میں گنہگار و اثیم
فضل کر مجھ پر الٰہی انت[1] ذوالفضل العظیم

کر میرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سربسر وحدت کا نور

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے میری
اور منوّر چشم کر روئے محمدؐ سے میری

دل سے پردۂ ہستی موہوم[2] کا معدوم[3] کر
اور حیاتِ ابدی عطا یا حیُّ یا قیُّوم کر

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ
کرو ہر دم مہربانی اے محی الدین جیلانیؓ
توں ہیں مشہور و معروفی[4]
دیہو مقصود موقوفی[5]
کھلن احوال مکشوفی[6]
وکھایو رمز نورانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

تینوں چُنیا رسول اللہ
تو سہرا ہیں ولی اللہ
کھلایو اسم ذات اللہ
کرو چا دور حیرانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

خدا قدرت دتی تینوں

---

1 انت: تو 2 موہوم: وہم 3 معدوم: نیست و نابود 4 معروفی: مقام و مرتبہ میں مشہور 5 موقوفی: مطلوبہ مقام
6 مکشوفی: سرارِ غیوب کا ظاہر ہونا

نوازش چا کریں جینوں
دیو حق الیقین[1] مینوں
ونجن خطرات گردانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

غوثِ اعظم ہیں توں بغدادی
کرو ویران کو آبادی
لین سب داد فریادی
کرو جئیں ول قدم رانی[2]
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوبِ سبحانیؓ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ عرض گزار ہیں اس منقبت کے گیارہ بند ہیں:-

سبحان اللہ سلطان صاحبؒ دا محل مقدس وادی
''ھُو'' اللہ تے ''یاھُو'' دی ہے سَدا نِدا منادی
وجدانی عرفانی دی واہ اس جا کل آبادی
فیض رسانی دا ہے قبلہ روز ازل دا ہادی
بخشے لکھ ہا گنج الٰہی خاص جمعیت شاہ دی
اکسیر نظر تے قلزم رحمت تعریف اس راہنما دی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

ملازم دفتر دا فرمایا ذات سخی سلطانیؒ
شرف الفاظ لحاظ ہووے میں گرچہ پُر عصیانی[3]
فاجر فاسق فرض کیتا پُر عیب خطا نفسانی
شان فیاض کرم سلطانیؒ ہے بے حد بے پایانی

---

[1] یقین کا آخری مرتبہ یقین کے تین مراتب ہیں علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین [2] قدم بڑھانا، مہربانی کرنا، توجہ کرنا
[3] گناہوں سے بھرا ہوا

خطا معاف فرما یا ہادی، دے پردہ نور نورانی
اے غم خانہ کاشانہ کرؒ نال مبدّل[1] شادی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

طوق غلامی دا گل تیرا روزِ ازل دا پایا
نام تیرے دا فخر کریندیاں گزر زمانہ آیا
فیض تے کرم حضور انور دا صدہا بار آزمایا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ تے کریو مدِنظر[2] دا سایہ
خِلعت[3] خاص عطا ہووے ہر ویلے غور لقا[4] دی
سن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک سی حرفی ''الف سے لے کری'' تک لکھی اس سی حرفی میں 30 ابیات ہیں جن میں سے تین ابیات درج ذیل ہیں:-

الف: آستاں سلطانؒ ہے بابِ امان' یا مطلق ہے کوہِ طور پیارے
آکھ ربِ اِرنی سُن سوف ترانی' یا صفت جمال اے نور پیارے
ہوا و ہوس ہے ڈُھوڑ بھائی' جاروب[5] دِلا ضرور پیارے
طلسم دا قسم سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ' تاں نور ویکھیں مستور پیارے

الف: اللہ نوں اپنا کر لئیسیں' سخی سلطانؒ تینوں جے منظور کیتا
ایہہ ''نور محمدیؐ'' ہی ''نور اللہ''، جس نور باھوؒ ظہور کیتا
اسم پاک باھُوؒ اَللّٰہُ ھُوْ یَاھُو، ذکر پاک محمدؐ نور کیتا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جس پکایا ورد باھوؒ،اس نوں نور خدا ضرور کیتا

ت: تصور اصل یَاھُو ہے' باھُوؒ مشہور مشہود میاں
اسماء حسنٰی نوں ویکھ بھائی' ہے اوہ ہادی اسم موجود میاں
مسجود عُشّاق ملائک دا' حق باھوؒ معبود میاں
اس دے منکر نوں شیطان جانیں، یا مردود مطرُود[6] میاں

---

[1] تبدیل کرنا [2] کششِ نظر [3] لباس [4] دیدار [5] جھاڑو [6] دھتکارا ہوا

سلطان التارکین حضرت سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر باب دوم میں گزر چکا ہے اور جن کو حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے امانتِ فقر منتقل ہوئی اور حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے خزانہ فقر کے وارث بنے، کی شان میں فیض کے لئے درخواست گزار نظر آتے ہیں یہ منقبت 10 بندوں پر مشتمل ہے اور ہر بند میں چار اشعار ہیں۔

حمد الٰہی ہر دم ہووے شامل جاودانی
لا محدود درود نبیؐ نوں ہر ویلے ورد زبانی
آل اصحاب رسول اللہ تے ہے رحمت رحمانی
حضرت پیر پیارا رب دا مظہر فیض ربانی
منور سارا عالم نوروں شمس صحیح فیضانی
سلطان الفقر فیاض دو عالم ہو محبوب سبحانیؒ
علمِ جمال اعلیٰ فرمایوس فیض باھو سلطانیؒ
تریاق[1] مزار حضور انور دا زہر ونجے نفسانی
حمد الٰہی ہووے ہر دم شامل جاودانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

عمرِ تمام خراب ہوئی جناب' گناہ وچالے
پا جھاتی اسماء صفاتی، دور ہوون سب کالے
حقیقتِ حق تحقیق ہووے بھی کنہہ کن ابہالے
دے موج وکھاوَ اَوج[2] سخی' کر دو جگ مالا مالے
نہ ویکھیں حالت میری نام تیرا لج پالے
توں امواج ہے بحرِ کرم دا' والا منصب اعلیٰ
کرم اپنے دا دان عطا کر قبلہ دوہیں جہانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

---

[1] زہر کو ختم کرنے والی دوا [2] بلندی

سامان لیاون سالک[1] تیرے نیکی تے بھلیائی
اس بندے گندے مندے تیرے ضائع عمر ونجائی
آس افضال تساڈے دی ہک آہم جھولی پائی
محویت[2] ہاویت[3] ہووے مطلق بخش خدائی
حساب نہ زیبا بادشاہاں' ادنیٰ نال گدائی
غلام کمینہ دیرینہ ہے حاضر سیس[4] نوائی
استغراق ہووے توحیدی حالت خاص عرفانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

صبح تے شام ہک نام تساڈا لیندیاں عمر گذاراں
اسم مبارک اعظم تیرا اندر باغ بہاراں
باجھ[5] تیرے نہیں ساجھ[6] کائی سر تیرے توں واراں
کر کرم تے دل نوں گرم، کر عشق لیے ہن ساراں
غیر دی سیر[7] ونجاؤ دل توں' نور ہووے انواراں
ہادی مست الست کرو ہک حرف بلیٰ[8] پکاراں
تاثیر اسم اَللّٰہُ دل وچ پا ہووے قبول سوال زبانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

عطا تاثیر بخشو جو بے انداز خزانہ
دریا فضل دا جاری ہووے بے حد بیکرانہ
عام تے خاص اٹھاون فائدہ عالَم مرد زنانہ
دنیا دے خطرے چھوڑ ونجن تے چھوڑے نفس آشیانہ
وقت مرن دے حاضر ہوویں رہے حیران زمانہ
زندہ قبر ایمان سلامت فیض کریں شاہانہ

---

[1] طالب مولیٰ [2] استغراق [3] ہاھویت [4] پیشانی۔ماتھا [5] بغیر [6] ساتھ [7] غیراللہ کے خیالات [8] ہاں (قالوا بلیٰ)

یا حضرت اس عاجز دی آ آپ کریں قل خوانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

قبض[1] تے بُسط[2] ونجاوٗ ہووے استغراق مدامی[3]
ہر ویلے تینوں حاضر ویکھاں پوے قبول غلامی
بہرہ مند فنا فی الشیخوں، ذوقوں رہاں سلامی
بُنا محقق عارف قبلہ تاں جاوے ناکامی
افعال اقوال ہک حال ہوون الہامی[4] تے اعلامی[5]
کر پختہ آوند یا خداوند باقی رہے نہ خامی
ممتاز مفخر کر یامرشدؒ دے خِلعت شاہانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

سبحان اللہ یاد آوے اکثر فیض کرم سلطانی
ہک دم طے طریقت ہووے کُھلے راز نہانی
کشف حقیقت نور نظارے مطلق عین عیانی
فرعون بنایا ناگاہ مینوں صحبت بُدھ[6] امانی
دے کر دان ولاون ناہیں شیوہ شان شاہانی
اجڑی جھوک وسایا قبلہ دے حالت وجدانی
محاق[7] مثال ضیاء خورشیدی بخشو ضو نورانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

کیا پرواہ اس نوں جس دا توں ہوویں پیر مکمل ہادی
موسیٰ وانگ وکھائیں ہر دم خاص مقدس وادی
فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ[8] فرمائش کر کے طرف خدا منادی

---

[1] بندش، سختی [2] کھلنا، نرم ہونا [3] ہمیشہ کیلئے [4] القائے باطنی [5] خبر دینا [6] بدھ مت (ایک مذہب) [7] چاند کا گھٹنا بڑھنا [8] پارہ 6 طٰہٰ آیت نمبر 12

دے جمال خوشحال کرو کر دشمن دور فسادی
تیرے سوریاں[1] غم جاون تے ظاہر ہووے شادی
ذلیل علیل جلیل ہوئے، سر پا کر چھان ہما[2] دی
ذرّی نوں خورشید بنا، نفسانی نوں نورانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

کر روشن سینہ بے کینہ، گنجینہ[3] دے الٰہی
اطہر اشہر[4] ہووے جگ وچ نام تیرے دی شاہی
فرما درخشاں فیض اویسی[5] ماہ کولوں تا ماہی
قائم اسمِ اَللّٰہُ دا کر، فرمائیو ہر دم ہمراہی
تاثیر تصرف بخشو حضرت بے حد لاتناہی
طالب نوں انوار دسیون جاوے دور سیاہی
عَما دی حالت ہووے صادر سبحانی ما اعظم شانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

حق یقین عطا ہووے تے استعداد خدا دی
باجھ یقین نہیں کجھ حاصل ہے سب ظلمت وادی
عین یقین نصیب کرو، جو چال اخص فقرا دی
توں ہوویں میں نہ ہوواں جاوے بُو ہوا دی
یا مرشد وقت آخیر ہویا، ہے غالب نفس عنادی
لِلّٰہ غور کرو، دے غیر کولوں آزادی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ تسلّی کر ہنت فضل ہوسی سلطانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی

☆☆☆☆☆

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بھی دو منقبتیں لکھیں

---

[1] یاد کرنا پکارنا [2] مبارک پرندہ مراد مرشد [3] خزانہ [4] پاکیزہ شہرت [5] باطنی رابطہ

ان دونوں منقبتوں کا ایک ایک مصرعہ آپ کے اپنے مرشد سے عشق کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے:-

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی
نَحْنُ اَقْرَبُ[1] دی سمجھ آئی
فِیْ اَنْفُسِکُمْ[2] تشریح سنائی
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا[3] ویکھ اس نوں ہرجائی
اسماء صفات انداھارا جائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

فرمایوس رکھ نگاہ ادب نوں
میرے پایاں لبھسیں رب نوں
مدِ نظر رکھ حِلم غضب نوں
میں موصوف صفات خدائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

جلال جمال اوصاف ہن میرے
خطا معاف کریساں تیرے
میتھوں بھلا پرے پریرے
رب دی اس نوں خبر نہ کائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

عمل ارشاد بموجب کیتا
فضلوں جام محبت پیتا

---

[1] پارہ 26 سورہ ق آیت نمبر 16 [2] پارہ 26 سورۃ الذاریٰت آیت نمبر 21 [3] پارہ 1 سورۃ البقرہ آیت نمبر 115

راہ اغیار دا سارا سیتا
علم لدُنیّ کھلا بھائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

فنا فقر دا راہ سکھایا
نفس خلاف طریق بتایا
مضمون ہدایت کلی پایا
غیروں دتی پیر جدائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

صفات حجاب ہن ذات خدا تے
بھل جاون بے مرشد باتے
جنہاں پیر صحیح کر جاتے
دور حجاب صفات اسمائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

مرشد شاہ ہے کون و مکاں دا
آمر امر ہے کن فکاں دا
حافظ مالک ہے سود زیاں دا
دم بدم میرے غم مٹائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

تیرا رتبہ ہے محبوبی

فرمائیں طالب نوں مطلوبی
قبلہ مثل تساڈی خوبی
سنی نہ ویکھی وچ لوکائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

مُڈ شریف[1] ہے مُڈ پرم دا
جیں پیتا اے جام کرم دا
واقف ہویا کنہہ قِدم[2] دا
نظر آیا راہ تسلیم رضائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

بشریت دے وچ عبد سدائے
بخشش وقت غفور اکھائے
جد لامکانی رتبہ پائے
پیر محمد نام دھرائے

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

اکھ بنوا جاہل بے چارا
تاں ویکھیں ایہہ نور نظارا
صفاتی ہے یا ذاتی چمکارا
ویکھے کون بجز بینائی

---

[1] مُڈ شریف آپؒ کے پیرومرشد حضرت سخی سلطان محمد عبدالغفور شاہ صاحبؒ کا ڈیرہ تھا اور اب ان کا مزار مبارک بھی وہیں موجود ہے۔

[2] قدیم۔ مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جس نے حدوث یعنی مخلوق کی صورت میں اپنا اظہار فرمایا

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

مُڈ شریف ہے خاص مدینہ
جیں روشن کیتا نوروں سینہ
نہ رہیا کبر ہوا تے کینہ
رخصت ہوئی علت غائی[1]

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

سلطان بہادر شاہ، مرشد ہے صفت خدا دی
بن آیا صورت خاص ہُما دی
خلقت طالب بوم[2] ہوا دی
در پیر دے رہ نت[3] سیس نوائی

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

☆☆☆☆☆☆

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد پاک پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان ایک اور منقبت میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہے مظہرِ انوار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

مُڈ شریف نشان جنہاں دا
مسجود ملائک جن اِنساں دا
دشمن نفس انخبث شیطاں دا

ہے مظہرِ انوار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

---

[1] مقصود و مطلوب کی پریشانی [2] نحوست [3] ہمیشہ

فیاض جہان محبوبِ الٰہی

روشن فیض از ماہ تا ماہی

علوی سفلی نامتناہی

پاون فیض جو ہن ہشیار پیر محمد سائیں

ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

ذرہ بے مقدار کمینہ

طالب اوّل دیر دیرینہ

توں صاحب اوصاف مدینہ

دے فضلوں چمکار پیر محمد سائیں

ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

مل سوہنا مینوں گل لا کے

دستور سوابق دیوچہ آکے

غم الم تمام ونجا کے

کر سینہ پُر انوار پیر محمد سائیں

ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

دے لباس مکمل نوری

فقر اخص دا خاص ضروری

دور ہووے مہجوری دوری

اغیار نہ رہے دسیوے یار پیر محمد سائیں

ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

تیں میں دے وچ فرق نہ کوئی

دم دم نال کریں دلجوئی

ضرورت دعا منگن دی ہوئی

هل من مزید ہویا نروار پی محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

اصلی حالت توں ہیں توں ہیں
اس منزل توں پہنچن سو ہیں
توں بے شبہ بیچوں ہیں
ستار تے غفار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

میں گدا تو شاہ حقیقی
جس پایا او صاحب تحقیقی
ایہ یقین ہویا تصدیقی
فضل تیرا درکار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

بن فضلوں تیرے کُل گمراہی
غیر تساڈا کُل سیاہی
تو مطلق ہیں کُل نُور الٰہی
تیرا رہے پیار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

کدیں لباس رسالت پایا
حضرت آدمؑ نوحؑ ہو آیا
کدیں خلیلؑ بُھچا[1] تے آیا
سبھ تیرے ادوار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

مُڈ شریف ہے راہ منظوری

---

[1] آگ

ہر دی حاجت ہووے پوری
نال یقین رہے معموری
ہے شیوہ ابرار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

بہادر شاہ جیں پیر پچھاتا
اُس خدا نوں صحیح کر جاتا
پورا ولی ولی سنجاتا
پا جھاتی ہو اظہار پیر محمد سائیں
ہے مخزنِ اسرار پیر محمد سائیں

☆☆☆☆☆☆

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک سی حرفی بھی لکھی جو ''الف سے ی'' تک کل تیس ابیات پر مشتمل ہے۔ پڑھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے مرشد سے عشق کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں:۔

الف: آ میاں میرے دوستا' میرے پیر دا نور ظہور ویکھو
موضع ٹڈ مشہور خبیث آہا، اج ٹڈ شریف دا نور ویکھو
ظاہر عام نوں فیض دوا دا ای، باطن صادقاں دا کوہِ طور[1] ویکھو
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ دریا ہے بخشش صحیح' صورت عبد تے معنے غفور ویکھو

☆☆☆

الف: اللہ دی خبر نہ بھلیاں نوں' بُھلے پیر توں رب توں بھل گئے
رفیق بناں طریق[2] ناہیں، اوجھڑ جنگل دے وچ رُل گئے
ہویا علم حجاب کبیر اکبر[3]، تولے نفس ہوا دے تل گئے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جنہاں پیر پا لیا' آہے جز تے ہو اوہ کُل گئے

☆☆☆

---

[1] وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ دِکھایا [2] حدیث پاک الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راہ چلو) [3] حدیث پاک العلم حجاب الاکبر (علم بہت بڑا پردہ ہے)

ب: بس بھائی بے دس[1] ناہیں ، مینوں پیر دی تس[2] بے وس کیتا
اللہ بس سکھایا جناب مینوں، باقی غیر معلوم ہوس کیتا
سرمہ پیر دے پیراں دی خاک پائی ،مصحف[3] خاص مزار دا مس[4] کیتا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جداں اکھ تیز ہوئی' دیدار خدا دا بس کیتا



ت: تار توار الست والی' سوہنے پیر دتی تعلیم مینوں
آیا کلمہ بلیٰ دا یاد بھائی' تسلیم ہوئی تعظیم مینوں
صورت عبد آداب سکھا دتے' ہادی ہو کے رب کریم مینوں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہوئے دکھ دور سارے' جد پیر کیتی تفہیم[5] مینوں



ث: ثابت صدق یقین سیتی' جیہڑے پیر دے آ مرید ہوئے
انہاں نَحۡنُ اَقۡرَب پہچان لیا' اوہ ماہر حَبۡلِ الۡوَرِیۡد ہوئے
فِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡن 'اوہ صاحب شان مزید ہوئے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ قدر ہے پیر بیلی' بے سمجھاں دے فکر بعید ہوئے



ج: جاہل جیندا پیشوا ہووے' اوہ کتھوں محمدؐ دا شان جانے
صدیق تصدیق تحقیق کیتا' جیہڑا مَنۡ رَاٰنِیۡ[6] عیان جانے
جیں اللہ ہادی پہچان لیا' اوہ علمہ البیان[7] جانے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ پیر توں بھل ناہیں' وسواس قیاس شیطان جانے



ح: حول[8] نہ کر لاحول پڑھیں' جیہڑا پیر کولوں گمراہ کرے
اوہ ہے شکل انسان تے اصل شیطان' تینوں رب توں بے وساہ[9] کرے

---

1 سبق دینا' بتانا 2 پیاس' مراد محبت 3 کتاب جس میں رسالے اور صحیفے جمع ہوں 4 چھونا 5 سمجھانا 6 حدیث پاک (جس نے مجھے دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا) 7 پارہ 27 سورۃ الرحمٰن آیت 4 8 خوف 9 بھلادے

صورت آخری ویکھ قرآن والی، خناس خدا پناہ کرے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ نہ بھلیں، بھلاوٹاں تے اللہ قسمت ظل الٰہ کرے

☆☆☆

خ: خوف نہیں طالباں صادقاں نوں، جیندا پیر اکمل دستگیر ہووے
چہرا پیر دا بدرمنیر بھائی، طالب ویکھ کے روشن ضمیر ہووے
پیر پورا کرے تروٹاں ساریاں نوں، ہر امر تے اوہ قدیر ہووے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ویکھے ہر حال تیرے، اوہ علیم، کلیم، بصیر ہووے

☆☆☆

د: دل گولیں[1] جے توں رب لوڑیں، اللہ دل اندر ڈیرہ لانوندا اِی
ہزار کعبہ کولوں ہک دل بہتر، صوفی فتویٰ علیہ فرمانوندا اِی
لَا یَسَعُنِی فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ[2]، ہور کسے نہ جاہ سمانوندا اِی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ مراد ہے دل مرشد، ظاہر عارف اللہ کہانوندا اِی

☆☆☆

ذ: ذکر تے فکر قبول تداں، دل مرشد دا رابطہ دار ہووے
حضرت عبد الغفور حضور ہووے، اغیار نہ کیوں مسمار[3] ہووے
دم دم دے نال جے پیر ویکھیں، غم دور حاضر ستار[4] ہووے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ نادان جہان سے، جہاں پیر کولوں انکار ہووے

☆☆☆

ر: رضا مند ہونونا رب دا اِی، جیکر پیر تینوں منظور کیتا
مقبول منظور مردود ہوسیں، مرشد شفقت توں جے تینوں دور کیتا
مرشد سایہ خداوند پاک دا اِی، تبدیل لباس ظہور کیتا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ مسرور[5] مغفور سے، جہاں بخش غفار غفور کیتا

☆☆☆

---

[1] تلاش [2] حدیث قدسی (میں نہ زمین اور نہ آسمان میں سماتا ہوں لیکن بندہ مومن کے دل میں سماجاتا ہوں) [3] ختم تباہ [4] اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام مبارک [5] خوش

ز: زیان کرے شیطان تنہاں، جیہڑے مرشد نوں بَہندے وِسار[1] بیلی
ہوئے غرق طوفان کنعان[2] وانگوں، کیتے نفس خبیث خوار بیلی
صورت پیر دی کشتی امان میاں ،ہو سوار نہ رکھ افکار بیلی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ رفیق تحقیق ہویا، سوہنا ہادی غفور غفار بیلی

☆☆☆

س: سِک[3] جیہڑے تن پیر دی ہے' اوہا سِک خدا قدیر جانے
اوہ راہ عرفان رحمٰن دا ای' اوہ خاص اخص تدبیر جانے
فنا فی الشیخ فنا فی الرسول ہوون' مشہود وجود ستیر[4] جانے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہدایت خاص ایہا' صورت پیر دی جے تصویر جانے

☆☆☆

ش: شک نہیں ہویا یک مینوں' پیر پوج خدا پوجار پیارے
پیر پرست خدا پرست ہوندے' ایہہ عارفاں دے نروار[5] پیارے
پیر پرستی ہے فرض پہلا' پچھے واجب ہے ذکر اذکار پیارے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہے علم گمان جنہاں' اس راہ کولوں بیزار پیارے

☆☆☆

ص: صاف طواف اطراف سارے' صورت پیر دی کعبہ خدا دا ای
پیر مَنّے[6] تاں رب منی گیا' مرشد باجھ پرست ہوا دا ای
پیر بھلیاں نوں رب بھل گیا' ایہو راہ گمراہ اغوا دا ای
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ دا راہنما ہویا' پایا خاص طریق صفا دا ای

☆☆☆

ض: ضرورت ناہیں کعبے جانونے دی' جے پیر دی صورت نصیب ہووے
ظلمات وہمات خطرات گئے' خناس دی سد[7] تخریب[8] ہووے

---

1. بھلا بیٹھنا 2. حضرت نوحؑ کے بیٹے کا نام جو طوفان میں غرق ہوا 3. محبت 4. پردے میں چھپا ہوا 5. ریت، رواج، طرز 6. راضی ہوے 7. روک تھام' دیوار 8. تباہ کاری مراد شیطانی وساوس اور خناس کی تباہ کاری کو روک دینا

روشن نور ظہور غفور کیتا' وحدت واحد دی تقریب ہووے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہے دلیل خدا ہادی' ایہہ رمز عجیب غریب ہووے

☆☆☆

ط: طلب تینوں جے خدا دی ہے' اوّل مرشد گول کمال میاں
پیر ملیا تے رب مل گیا' ایہا مثل ہے بے مثال میاں
اسمآء صفات عبارت ہن' توں معنے ویکھ جمال میاں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جے ہادی اللہ ویکھیں' ہوویں کامل صاحبِ حال میاں

☆☆☆

ظ: ظاہر نمود تے باطن وجود وچ' پیر دسے محمود بیلی
تابع امر خداوند پیر دے ہو' تاں ویکھیں ہِک معبود بیلی
مرشد ہور تے رب نوں ہور ویکھیں' ایہو دود[1] ہویا بے سود بیلی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ میاں مت ماریاں نوں ہے خالی قیام قعود بیلی

☆☆☆

ع: عین ویکھیں نہیں غین بھائی' نقطے غین بنایا ہے عین میاں
ونجیں نقطہ غین تاں عین ویکھیں' خود پردہ ہوویں مابین میاں
سلطان عبدالغفورؒ دا نور کرے' جینوں روشن وچ دارین میاں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ظلمات وہمات گئے سب' نور دسے کونین[2] میاں

☆☆☆

غ: غرق گناہ تباہ ہوئے شیطان کیتے حیران میاں
پیر بھلیاں دا پیر ابلیس ہویا' رہبر شرک اتے کفران میاں
مرشد باجھ اسلام دی ساجھ[3] گئی، ہویا دین زیان[4] ایمان میاں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جے پیر دھیان کیتا' ہویا بخش کرم غفران[5] میاں

☆☆☆

---

[1] دھند' غبار' دھواں [2] دونوں جہان [3] سوجھ بوجھ [4] ضائع [5] معافی

ف: فرق فراق نہ بھال میاں، تینوں ''میں'' دے پردے خوار کیتا
نافرمان ہویوں سوہنے پیر دا جے، شیطان بے سار گنوار[1] کیتا
باہر جگ جہان دھیان کریں، دلدار ڈیرہ دل یار کیتا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہے لاہاتے مول تنہاں، جنہاں پیر دا ہک وپار کیتا

☆☆☆

ق: قریب توں بہت بعید ہویوں، جے پیر توں ہویوں بعید بیلی
سایہ پیر دا ظل اللہ ہویا، ہویوں دور شقی پلید بیلی
سلطان عبدالغفورؒ حضور ویکھیں، ہوسیں نور مزید ازید بیلی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ نوں آسرا پیر دا ای، دُوا خالی ہے گفت وشنید[2] بیلی

☆☆☆

ک: کرم ہویا رب پاک دا جی، جیندا کامل راہنما ہویا
یداللہ فوق ایدیھم،[3] ضامن احمدؐ مجتبےٰ ہویا
لاخوف علیھم،[4] شان اس دا فرمان صحیح خدا ہویا
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہویا راضی پیر جداں، بے نوا[5] توں بانوا ہویا

☆☆☆

ل: لا الہ تینوں پیر دسے، تداں کفر تے شرک دی سار[6] ہووے
الّا اللہ پڑھیاں توحید حاصل، دل مظہر نور انوار ہووے
جاوے شرک جلی[7] خفی[8] بھائی، اغیار کولوں بیزار ہووے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ سب نور تے نور ویکھیں، سوہنا پیر جیکر نظار ہووے

☆☆☆

ل: لا نفی کر ماسویٰ، اثبات رہے ہک پیر پیارے
ونجیں رات ظلمات صفات بھائی، واحد ہادی بدر منیر پیارے

---

[1] اجڈ، جاہل، ان پڑھ [2] بات کرنا اور سننا [3] پارہ 26 سورۃ الفتح آیت 10 [4] پارہ 11 سورۃ یونس آیت 62
[5] بے سہارا [6] خبر [7] بڑا [8] چھپا ہوا

وسواس قیاس خناس ہوئے' اسماء سوا اسیر پیارے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ جے پیر دھیان کرے' کھل جاون کل زنجیر پیارے

☆☆☆

م: مجرم نوں محرم پیر کرے' بخشے جاہل نوں علم عیان بیلی
کافر فاسق تے جیکر نظر کرے' ہووے کامل اہل عرفان بیلی
وسیلہ اہلِ ایمان تے فرض ہویا' ثابت نال آیت قرآن بیلی
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ رموز تے راز کھلن' جد مرشد کرے دھیان بیلی

☆☆☆

ن: نفس شیطان نابود ہوئے' جیندا پیر ہویا معبود میاں
جہاں پیر نوں غیر خدا جاتا' مردود ہوے مطرود میاں
ابلیس صفت انکار کرن' ملکوت دا ہے مسجود میاں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ نوں رمز ایہہ پیر دی' وسجد واقترب ہو زود میاں

☆☆☆

و: ونج نہیں بوہے غیر اتے' ہو پیر دے در دربان پیارے
ایہہ باب جنان رضوان بھائی' کرے مشکل سب آسان پیارے
آئینہ انوار خزینہ اسرار' مبین[1] کن بیان پیارے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ انہاں رب پالیا' جنہاں پیر دا ہک دھیان پیارے

☆☆☆

ہ: ہدایت آپ کرے' ہو ہادی ویس وٹا[2] آوے
اسمآء حسنیٰ نوں سوچ میاں' موصوف صفات اسماء آوے
ہو عبد لباس ہدایت دا' وچ مُد شریف خدا آوے
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ ہے کفر' جے غیر ویکھیں ہادی مطلق راہنما آوے

☆☆☆

---

[1] کھلا، ظاہر [2] تبدیل

ی: یاد کریں سوہنے پیر نوں، جے تداں یاد آوے رحمٰن تینوں
ہوویں فانی فنا وچ شیخ جداں، ہووے پک تے جاوے گمان تینوں
ویکھیں پیر نوں غیر خدا بھائی، وسواس پائے شیطان تینوں
سلطان سیّد محمد بہادر شاہؒ خدا پناہ ہووے، اللہ بیلی تے حق منان تینوں

☆☆☆

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سنت والجماعت سے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار یعنی حنفی مسلک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

وصال مبارک

فقر کا یہ ماہتاب، امانتِ فقر سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرنے کے بعد 27 فروری 1934ء (14 ذیقعد 1352ھ) بروز منگل ظاہری طور پر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ''پیردی بھینڈری موضع فرید محمود کاٹھیہ'' میں ہے، جو شورکوٹ جھنگ روڈ پر شورکوٹ سے 13 کلومیٹر پر اڈہ قاسم آباد سے مشرق کی جانب دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کا عکس ہے۔ ابتدائی طور پر مسجد اور مزار کی تعمیر سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی۔ مسجد کی بیرونی اور خانقاہ کی اندرونی تزئین و آرائش کا کام مستری لالہ موجاں والا نے سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی شروع کیا۔ ابھی یہ کام جاری تھا کہ 12۔ اپریل 1981ء کو حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد مزار کی تکمیل سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ بعد میں خانقاہ کی بیرونی تکمیل اور تزئین و آرائش، گنبدوں کی تعمیر اور دربار کے صحن کی توسیع اور تعمیر موجودہ سجادہ نشین سیّد طالب حسین شاہ صاحب کے دور میں شروع ہوئی۔

مزار مبارک کے اندر اور باہر چاروں طرف نور اور رحمت برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ طالبانِ حق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری کے دوران بے پناہ قلبی سکون محسوس کرتے ہیں اور واضح طور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے اپنے قلب کو روشن ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

عرس مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال 25۔26 اور 27 فروری کو منعقد ہوتا ہے۔

سجادہ نشین

حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین بھائی تھے۔ حافظ محمد عالم شاہ، فاضل شاہ اور کمال شاہ صاحب۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی فاضل شاہ صاحب لاولد تھے۔ حافظ محمد عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سیّد عبدالقادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے سجادہ نشین ہوئے ان کا مزار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پہلو میں ہی ہے۔ ان کے بعد سیّد عبدالقادر شاہ صاحب کے بھتیجے سیّد قاسم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مقرر ہوئے ان کا مزار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ والے کمرے میں ہے اور انہی کے نام سے اڈہ قاسم آباد مشہور ہے اور اب سیّد قاسم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سیّد طالب حسین شاہ مدظلہ الاقدس سجادہ نشین ہیں۔

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک، تربت مبارک اور تصویر مبارک 2011ء)









سُلطانُ الاولیاء

حضرت سخی سلطان

محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

سلطان الاولیاء
حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امانتِ فقر سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ ہستی ہیں کہ جن سے امانتِ فقر دوبارہ خاندانِ باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کرنے کے لیے منتقل ہوئی۔

سلسلہ نسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قبیلہ اعوان سے ہے اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک سے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک سادہ مزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ ایک دِن حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک کا طور نامی خلیفہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کی خاطر مدارت کی۔ خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خود کام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا ''کیا آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو اس عمر میں آپ خود کام کر رہے ہیں''؟ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں جواب دیا۔ اس خلیفہ نے واپس جا کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں باطنی عرض گزاری کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی فرمائیں کہ اللہ پاک سلطان فتح محمد (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کو اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ اسی رات خلیفہ طور کو خواب میں بشارت دی گئی کہ سلطان فتح محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوں گے ان میں سے ایک فقیر ہوگا اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوگا اور دوسرا امیر ہوگا۔ اس دعا کی برکت سے ادھیڑ عمری میں سلطان فتح محمد کے ہاں دو بیٹے سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ

کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔

سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان غلام میراں رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔

ولادت باسعادت

حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 12 مارچ 1911ء (12۔ربیع الاوّل 1329ھ) بروز اتوار بوقتِ سحر قصبہ سمندری دربار حضرت سخی سلطان باھُو گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ یعنی جس دِن لوگ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منانے کی تیاریاں کر رہے تھے اسی رات آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کے مطابق ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

پہلی نظر دیدارِ مرشد

ولادت باسعادت کے بعد سات دِن تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آپ کے والدِ محترم سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر لے گئے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دربار شریف پر قیام پذیر تھے۔ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرا بیٹا آنکھیں نہیں کھولتا آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی فرمائیں۔ جونہی سیّد محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبد العزیز صاحب کو گود میں لیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھول دیں اس طرح گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی نظر ہی مرشد کے دیدار کے لیے کھلی۔

بچپن اور شباب

بچپن سے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایک نورانی وقار تھا۔ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

اخلاق وگفتار سے بہت متاثر ہوتا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور شباب عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔کم گو، سنجیدہ مزاج اور متین شخصیت کے مالک تھے۔فضول کھیلوں' کاموں اور گفتگو سے گریز فرماتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر وقت غور وفکر میں صرف ہوتا تھا۔

ظاہری وباطنی تعلیم

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔باطنی تعلیم آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد اپنے مرشد سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔اس سلسلے میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی کی کتب "سلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ حیات وتعلیمات" اور "مرآتِ سلطانی" سے کچھ ابہام پیدا ہوتا ہے۔ان کتب میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی سلطان، محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تعلیم، بیعتِ تلقین اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین کو سلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر کرتے ہیں جبکہ بیعتِ طریقت سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کرتے ہیں۔لیکن اس کی شہادت کہیں سے بھی نہیں ملتی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین یا بیعتِ تلقین سلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی ہو۔میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔عاجز نے اپنے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی قریبی رفاقت میں زندگی کے 6 سال گزارے اور "محرم رازِ درونِ خانہ" اور محرم رازِ درونِ مے خانہ" ہوں لیکن کبھی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت یا اُن سے تلقین یا فیض کا ذکر نہیں فرمایا۔ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے یا میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جو کچھ ملا سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ملا۔

بیعت

سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 13۔مارچ 1932ء (6۔ذیقعد 1350ھ) بروز اتوار بعد نمازِ عشاء سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال تھی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سلطان پیر بہادر

اخلاق وگفتار سے بہت متاثر ہوتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن اور شباب عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ کم گو، سنجیدہ مزاج اور متین شخصیت کے مالک تھے۔ فضول کھیلوں، کاموں اور گفتگو سے گریز فرماتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اکثر وقت غور وفکر میں صرف ہوتا تھا۔

ظاہری وباطنی تعلیم

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی طرح کوئی ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ باطنی تعلیم آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد اپنے مرشد سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی کی کتب ''سلطان محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ حیات وتعلیمات'' اور ''مرآتِ سلطانی'' سے کچھ ابہام پیدا ہوتا ہے۔ ان کتب میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی سلطان، محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی باطنی تعلیم، بیعتِ تلقین اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین کو سلطان محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ سے ظاہر کرتے ہیں جبکہ بیعتِ طریقت سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب کرتے ہیں۔ لیکن اس کی شہادت کہیں سے بھی نہیں ملتی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین یا بیعتِ تلقین سلطان محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی ہو۔ میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ عاجز نے اپنے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی انتہائی قریبی رفاقت میں زندگی کے 6 سال گزارے اور ''محرم رازِ درونِ خانہ'' اور محرم رازِ درونِ مے خانہ'' ہوں لیکن کبھی بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان محمد نواز رحمتہ اللہ علیہ کی رفاقت یا اُن سے تلقین یا فیض کا ذکر نہیں فرمایا۔ ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے یا میرے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو جو کچھ ملا سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ملا۔

بیعت

سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے 13۔ مارچ 1932ء (6۔ ذیقعد 1350ھ) بروز اتوار بعد نمازِ عشاء سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال تھی۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سلطان پیر بہادر

منتظر تھے۔ پیر صاحب نے سلطان محمد عبد العزیز صاحب کو ایک دِن اپنے ڈیرے پر ٹھہرایا اور اگلے دِن ساتھ لے کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر پہنچے یہاں پر پیر صاحب نے آپ کو بیعت کر کے خرقہ خلافت پہنایا۔''

طارق اسماعیل ساگر نے ''صاحبِ لولاک'' میں بھی بیعت کا مندرجہ بالا واقعہ درج کیا ہے اس سے اُن کی سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے قربت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فروری 2003 کے مرآۃ العارفین اور صاحبِ لولاک میں شائع ہونے والے بیعت کے اس واقعہ کے برعکس سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ کے صفحہ 8,7,6 پر وہی بیعت کا حقیقی واقعہ اس طرح اپنے مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں جس طرح ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ چونکہ شمس العارفین کا ترجمہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پاک میں ہی شائع ہو گیا تھا اس لیے اس واقعہ کا مستند ہونا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ اگر یہ غلط ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ضرور اس کی تردید فرماتے۔

شمس العارفین کے ترجمہ کے ''پیش لفظ'' میں سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور نے جو واقعہ درج کیا ہے وہ ہم ہو بہو نقل کر رہے ہیں آپ لکھتے ہیں:

''1973 میں جب میں نے حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حضرت سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ دن اُن کی خدمت میں رہا تو ایک دن میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ حضور! آپ تو سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں، آپ کو اپنے گھرانے سے باہر آکر حضرت سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو حضرت صاحب نے فرمایا ''جب سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا باطنی ورثہ عطا فرمایا تو یہ تاکید بھی فرمائی کہ یہ میری امانت ہے جو آپ کو مستقبل قریب میں میری اولاد میں سے صاحبزادہ سلطان محمد عبد العزیز صاحب کو لوٹانی ہے۔ میری عمر سات آٹھ برس تھی کہ ایک روز مَیں دربار شریف پر گیا اور حبیب سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ہم دونوں دربار شریف کے احاطہ میں جا نکلے، وہاں حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب نقل فرما رہے تھے۔ ہم دونوں اُن کے پاس پہنچے تو حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حبیب سلطان صاحب سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ حبیب سلطان صاحب نے جواب دیا کہ یہ آپ کے خلیفہ سلطان محمد عبد العزیز صاحب ہیں۔ حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اچھا تو یہ ہیں سلطان محمد عبد العزیز صاحب! اور ساتھ ہی میری آنکھوں میں

بیعت کی ایک غلط روایت

ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور نے فروری 2008ء میں ''شہبازِ عارفاں سیّد بہادر علی شاہؒ نمبر'' شائع کیا۔ اس میں سلطان احمد علی صاحب جو سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے منجھلے صاحبزادے ہیں، اپنے مضمون ''کنہہ قدم'' میں صفحہ 17 پر بیعت کا واقعہ اسی طرح بیان فرما رہے ہیں جس طرح ہم نے درج فرمایا ہے۔ لیکن اے۔ کے۔ نیازی صاحب[1] اسی شمارہ میں اپنے مضمون ''سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدیؒ'' میں صفحہ 34 پر ''انتقالِ امانتِ فقر'' کے عنوان سے اور ریاض احمد[2] پہاڑ پور والے اپنے مضمون ''مرشد شاہ ہے کون و مکان دا'' میں صفحہ 36 پر منتقلی امانت کے موضوع پر لکھتے ہوئے بیعت کا واقعہ اس طرح درج کرتے ہیں:

''ایک دفعہ سلطان محمد نواز صاحب نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی بارگاہ میں عرض کی کہ جناب مہربانی فرمائیں کہ سلطان محمد عبدالعزیزؒ صاحب کوئی مرشد پکڑ لیں۔ یہ عرض کر کے آپ مزار کے ساتھ لیٹ گئے اور خواب میں دیکھا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ صاحب ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور آپؒ کے ساتھ پیر سیّد بہادر علی شاہؒ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور وہیں حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پیر سیّد بہادر علی شاہ صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر بعد میں سلطان محمد نواز صاحب نے اپنا خواب سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ کو سنایا آپؒ خواب سن کر خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ایک دِن آپؒ اپنے مشہور گھوڑے اطلس پر سوار ہو کر پیر صاحب کی خدمت میں موضع فرید محمود کاٹھیہ پہنچے۔ آپؒ کے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سن کر سیّد محمد بہادر علی شاہؒ استقبال کے لیے باہر آگئے۔ چونکہ سلطان باھُوؒ کی طرف سے حکم ہو چکا تھا لہٰذا آپؒ

---

[1] یہ اے۔ کے۔ نیازی صاحب کون ہیں اس کے بارے میں یہ خادم لاعلم ہے کیونکہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ سے اپنی طویل سنگت کے دوران اس نام کے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا اور خاص طور پر خواص کی محفل میں۔ یہ صاحب سلطان الفقر (ششم)ؒ کے وصال کے بعد ماہنامہ مرآۃ العارفین میں لکھنا شروع ہوئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف سلطان الفقر (ششم)ؒ کے وصال کے بعد ہی کسی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ ہاں سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور آپؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور انہوں نے سلطان العارفینؒ کی کتب کے تراجم کیے انہوں نے بھی شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ میں بیعت کا وہی حقیقی واقعہ بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ [2] ریاض احمد پہاڑ پور والے کا بھی یہی حال ہے جو اے۔ کے۔ نیازی کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے اور یہ صاحب سنی سنائی باتیں لکھنے کے ماہر ہیں

آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگے۔ کافی دیر تک وہ مجھے دیکھتے رہے اور مَیں انہیں دیکھتا رہا' نہ انہوں نے آنکھ جھپکی اور نہ ہی میں نے آنکھ جھپکی' بس ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے۔ اِسی دیکھا دیکھی میں انہوں نے مجھے انوارِ باطنی سے سیراب کر دیا۔ بعد میں جب میری عمر انیس[1] (19) برس ہوئی تو ایک دن مَیں نے دربار شریف پر حاضری دی، اُن دنوں حضور پیر بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دربار پر آئے ہوئے تھے۔ مَیں محل شریف میں حاضر ہوا اور سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی ''حضور مَیں چاہتا ہوں کہ مَیں ظاہری دستِ بیعت حضور غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک سے کروں اِس لیے آپ مجھے اجازت دیں تاکہ مَیں بغداد شریف جا کر بیعت کا فرض ادا کر آؤں۔'' اس پر حضور سلطان صاحب مزار مبارک سے باہر نکل آئے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری دائیں کلائی پکڑ لی اور فرمایا ''آپ بغداد شریف چلے جائیں یا مدینہ شریف چلے جائیں، ہوگا وہی جس کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس پر مہر لگا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کی بیعت سلطان محمد بہادر علی شاہ صاحب کے ہاتھ پر ہوگی تاکہ نعمتِ فقر کا فیض آپ کے ذریعہ سے قیامت تک جاری رہ سکے۔ اِس فیصلے پر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی مہرِ تصدیق لگا چکے ہیں لہٰذا ابھی اور اِسی وقت آپ کی دستِ بیعت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرائی جاتی ہے۔'' اور ساتھ ہی آپ نے حضور پیر صاحب کو آواز دی کہ پیر صاحب جلدی تشریف لے آئیں، آپ کا شکار مَیں نے پکڑ رکھا ہے۔ حضور پیر صاحب تجدیدِ وضو کے لیے تالاب کی طرف لپکے تو حضور حق باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''پیر صاحب آپ کا وضو تو ازل سے قائم چلا آرہا ہے آپ دیر کیوں کر رہے ہیں، آپ تیمّم فرمالیں۔'' چنانچہ حضور پیر صاحب تیمّم فرما کر فوراً تشریف لے آئے، حضور سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ''آپ انہیں دستِ بیعت فرمالیں۔'' حضور پیر صاحب نے عرض کی کہ ''حضور! آپ کی اولاد ہے آپ خود ہی انہیں دستِ بیعت فرمائیں۔'' حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا کہ: ''پیر صاحب! آپ انہیں دست بیعت فرمائیں۔'' اِس طرح جب تیسری بار حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تو حضور پیر صاحب نے مجھے دستِ بیعت فرمالیا۔''[2]

---

[1] سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے وقت عمر مبارک تقریباً 21 سال تھی۔ سید امیر خان نیازی سے یہاں سہو ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1911ء اور بیعت 1932ء میں ہوئی اس لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 21 سال بنتی ہے۔
[2] شمس العارفین تصنیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم سید امیر خان نیازی بار اوّل 2002ء، ناشر انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُو سلطان پاکستان و عالمِ اسلام رجسٹرڈ دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُو۔ بار دوم دسمبر 2004ء، ناشر العارفین پبلیکیشنز 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور۔ اشاعت 2007ء ناشر العارفین پبلیکیشنز میکلوڈ روڈ لاہور۔

آپ ؒ کا لقب

آپ ؒ کا لقب ''سلطان الاولیاء'' ہے جو بیعت کے بعد آپ ؒ کو بارگاہِ غوث الاعظم ؓ سے عطا ہوا۔

آپ ؒ کا فقہی مسلک اور سلسلہ فقر

آپ ؒ مسلکاً اہلِ سنت والجماعت سے تھے اور فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کے پیروکار تھے۔ حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی ؒ کے بعد سلسلہ سروری قادری کے شیخ ہیں۔

عشقِ مرشد

آپ ؒ کا مرشد سے عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا ہمیشہ مرشد کی ہمراہی میں رہنے کی کوشش کرتے لیکن پھر بھی جب کبھی گھر تشریف لاتے اگلے ہی لمحے مرشد کے عشق میں تڑپ کر واپس مرشد کے پاس فرید محمود کا ٹھیہ چلے جاتے۔ ایک دفعہ آپ ؒ گھر سے مرشد کے پاس تشریف لے گئے وہاں سے پتہ چلا کہ پیر صاحب ٹینڈر والا چلے گئے ہیں جو کہ وہاں سے تقریباً 40 کلومیٹر دور ہے۔ آپ نے بغیر آرام کیے ٹینڈر والا کی طرف سفر شروع کر دیا۔ آپ کے پاؤں میں نیا جوتا تھا جو تنگ تھا اور کاٹتا تھا۔ جب آپ ٹینڈر والا پہنچے تو پتہ چلا کہ حضور پیر صاحب تلمبہ تشریف لے گئے ہیں۔ تلمبہ بھی ٹینڈر والا سے تقریباً 30 کلومیٹر دور ہے۔ ٹینڈر والا میں مریدین نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ ؒ یہاں آرام فرمائیں لیکن مرشد کے عشق میں آپ ؒ اس قدر بے چین تھے کہ ایک لمحہ آرام نہ کیا۔ مریدین نے جب رہائش کیلئے مجبور کیا تو آپ ؒ بہانہ سے باہر تشریف لے گئے اور اوجھل ہو گئے اور تلمبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سخت اور نئے جوتوں کی وجہ سے آپ ؒ کے پاؤں میں چھالے (آبلے) پڑ گئے اور ان سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ لیکن کوئی بھی تکلیف اور رکاوٹ آپ ؒ کو عشق کے سفر سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ادھر حضرت پیر صاحب ؒ کو کشف سے پتہ چل گیا کہ میرا عاشق اور محبوب تقریباً 100 کلومیٹر سفر طے کر کے زخمی پاؤں سے ہر رکاوٹ کو توڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ حضور پیر صاحب ؒ نے بستر لگوایا اور زخموں کے علاج کیلئے مرہم تیار کروایا۔ جب آپ ؒ حضور پیر صاحب ؒ کے پاس پہنچے تو حضور پیر صاحب ؒ نے خود قینچی سے آبلے کاٹ کر اِن پر مرہم لگایا اور آرام کرنے کا حکم دیا۔ اور مرشد

کی طرف سے یہ حکم بھی ملا کہ آئندہ جب بھی ملنے آنا ہو گھوڑے پر سوار ہو کر آنا[1] (کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی مرشد کو ملنے جاتے تو گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور عقیدتاً پیدل ہی جاتے تھے۔ اس سے بھی بیعت کے غلط روایت والے واقعہ کی نفی ہوتی ہے جب بیعت کے بعد یہ حال ہے تو جب طالب مرشد کے پاس پہلی دفعہ حاضر ہوتا ہے وہ بھی بشارت کے ساتھ تو ادب اور بھی زیادہ ہوتا ہے)۔

❁ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مرشد کی محبت اور غلامی سے سکون حاصل ہوتا تھا اور کوشش کرتے کہ مرشد کا ہر کام خود کریں۔ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑوں کا بھوسہ بڑی چھلنی سے رگڑ کر چھانا جاتا تھا۔ جب رات کو سب لوگ سو جاتے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اٹھ کر رات کو بھوسہ چھان کر رکھ دیتے۔ یہ مشہور ہو گیا کہ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑوں کا بھوسہ فرشتے چھان کر جاتے ہیں۔ ایک رات حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کسی مرید کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ رات کو نگرانی کرے اور دیکھے کہ یہ کام کون کرتا ہے۔ رات کو مرید نے دیکھا کہ یہ کام حضرت سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کرتے ہیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس مرید کی منت کی کہ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو یہ نہ بتایا جائے۔ صبح جب حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مرید سے رات کے واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تو مرید نے بتایا کہ یہ کام ساری رات سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ کام کرنے سے منع کر دیا۔

❁ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے عشق میں فنا ہوئے اور مقامِ حقیقت تک پہنچے تو بے ساختہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک پر یہ کلام آ گیا:

اَج ملے سوہنا پیر مینوں' اکھیں ویکھن کارن بے قرار ہویاں
سوہنا پیر ویکھن تاں قرار پاون' اے تاں ہر دم وچ انتظار ہویاں
سلطان بہادر شاہؒ دی صورت' ویکھ کارن ہر وقت طرف دربار ہویاں
سلطان محمد عبدالعزیزؒ دا یار سلطان بہادر شاہ ہویا' اکھیں اس جہان توں بیزار ہویاں

ترجمہ: آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کی دید و زیارت کیلئے بے تاب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں راہ تک رہی ہیں اور صورتِ محبوب دیکھنے کیلئے بیقرار ہیں۔ چونکہ پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق دربار شریف حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے ہے اس لئے میری آنکھیں بھی دربار شریف کی طرف لگ چکی ہیں اور سلطان محمد

---

[1] کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو حسو والی سے منسلک کیا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ حسو والی تشریف لے گئے پھر وہاں سے یہ سفر شروع ہوا تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جب 1932ء میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سلطان پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے تو پیر صاحب اس سے کافی عرصہ قبل فرید محمود کاٹھیہ میں رہائش پذیر ہو چکے تھے۔

بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہی میرا یار اور میرا محبوب ہے۔ اس محبوب کو میری آنکھوں نے اپنے اندر اس قدر بسا لیا ہے کہ اب وہ دنیا و جہان کی کوئی چیز بھی دیکھنے کے لئے تیار نہیں یعنی میری آنکھوں نے دنیا سے بیزاری اختیار کر لی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ تلقین اور فیضِ سلطانی اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

آؤ سہیلیو میریو نی جیں دیکھنا نور اللہ والا
ایہو اسم مبارک چا لکھ سینے میرے پیر بہادر شاہؒ والا
اللہ ھُو یاھُو جسم اسدا ایہو نور ہے خاص بارگاہ والا
سلطان محمد عبدالعزیزؒ دا یار نہیں شک بے شک جانے اسنوں نور ظہور کبریا والا

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل کی شان بتانے کیلئے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دعوت عام دیتے ہیں کہ آؤ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے نور کی ایک جھلک دیکھنی ہو وہ آجائے اور دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور کائنات کے تمام حسن کو اکٹھا کر کے میرے محبوب میں رکھ دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر دِل کی آنکھ منور ہو تو دیکھ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی اسمِ ذات ہیں اور خاص بارگاہِ الٰہی کا نور ہیں۔ پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں لیکن اس نور کی حقیقت کو وہی تسلیم کرے گا جس پر یہ ظاہر ہو گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اٹھیا شعلہ نوری حُسنُو والیو وچ نہنگ دے آیائی
کالی رات جہالت اندر آکر چانن لایائی
اول سب تھیں صفت خدا دی
پچھے نعت رسول ہدیٰؐ دی
آئے جو اساں ول ہادی
مولا کرم کمایائی
اوس[1] شعلے نور خدائی
کر انسانی شکل وکھائی
چار چوفیروں[2] ہوئی روشنائی

---

[1] اُس [2] اردگرد، چاروں طرف

جلوہ حسن وکھایائی

بہادر شاہؒ سدائس نانواں[1]

دین دُنی[2] وچ پائس نانواں

وانگوں یوسف وچ بھرانواں

کیتا رب سوایائی

صورت سوہنی خوش گفتاراں

شعلے نور پوون رخساراں

داڑھی وال تلے دیاں تاراں

روغن حسن چڑھایائی

کھلا متھا خوش پیشانی

چمکے جیونکر چن اسمانی

گوڑھے نین مریندے کانی

دنداں رُوپ سوایائی

قد سرو دے وانگ دسیوے

صورت دی کیا صفت کچیوے

ویکھن والا صدقے تھیوے

ہر کوئی گھول گھمایائی

عالم فاضل کامل قاری

عابد زاہد ولی غفاری

کامل عامل راہبر قاری

لکھ بھلیاں راہ لایائی

سوہناں چہرہ نور چمکدا

جیونکر روشن چن فلک دا

---

[1] نام [2] دنیا

صاحب حلم احسان خُلق دا
جس نے ملک رجھایائی[1]

ہر صفتوں موصوف کمالی
تاریا جنہیں نوں سلطان باھُوؒ عالی
ڈھیا[2] حضوروں منصب عالی
مولا تخت بہایائی

جاں سوہنا تشریف لے آیا
ہک پل ہویا عین سوایا
سارا جگ سلامی آیا
مرشد رب ملایائی

بخت کاٹھیاں[3] دے رب تارے
آگئے جس دم لعل سوہارے
وچ جہالت جنگل بارے
دینی باغ لگایائی

خبراں ملیاں ہر ہر تھائیں[4]
چار چوفیرے شہر گرائیں[5]
خاص نہنگ والیاں' تے رب سائیں
رحمت مینہہ برسایائی

کہن مرید چمن دا مالی
گھلیا[6] سانوں پیر مُد سیالی
جیوں ملیا شان کمالی
مولا قرب ودھایائی

---

1 رغبت' توجہ 2 ملا، حاصل ہوا 3 مراد موضع فرید محمود کاٹھیہ جہاں آپؒ حسو والی سے ہجرت کرکے آباد ہوئے 4 جگہ
5 اردگرد، ہمسایہ 6 بھیجا

کھڑیا باغ ٹُلی خوشبوئی
وچ بھینی[1] دے رونق ہوئی
دوروں آون لگا ہر کوئی
ملکیں نام پایائی

بلبل کوئلاں بن کئی ڈاراں[2]
بھج بھج آون بنھ قطاراں
سوہنا باغ لگایا یاراں
بھوراں جھرمٹ پایائی

جو آون سو فیض اٹھاون
باغ سجن تھی خوشبو پاون
اس سوہنے تھی صدقے جاون
جس اے گلشن لایائی

کجھ دن سوہنی رونق لا کے
چھوڑ گئے پھر دل چرا کے
مگروں عاشق روون آ کے
کیوں جانی چت[3] چایائی

گھلی وا[4] وچھوڑے[5] والی
چلے چھوڑ چمن دے والی
سنجاں باغ گئے کر خالی
ہر شَے رنگ وٹایائی

جس دم جانی چھوڑ سدھائے
ڈِگے پتے پھل کُرمائے[6]
بلبل کوئلاں رونے پائے

---

1 بیٹھک ڈیرہ 2 قطار 3 دل 4 ہوا 5 دوری، ہجر 6 پریشان ہوئے

بھوراں شور مچایائی

رووں عاشق سب مشتاقی
کر کر سوز آواز فراقی
چھپ گئے جام وصل دے ساقی
ہر دا دل ترہایائی

خلافت پیر بہادر شاہ والی
پیر عبدالقادر[1] شاہؒ سمہالی[2]
صاحبِ صورت حسن کمالی
نوروں نور لگایائی

عبدالقادر شاہؒ پیر پیارا
بخشیا مولا نور ستارا
حضرت وانگوں چہرہ سارا
سگویں[3] شکل لیایائی

شکر ہے مولا کرم کمایا
جس اے سوہنا بوٹا لایا
آ چاچڑ دا باغ سوہایا
رونق رنگ سجایائی

عالم فاضل کیتا مولے[4]
صاحبِ خُلق مِٹھا منہ بولے
سارے طالب جاون گھولے
ہر اک سیس نوایائی

یا رب صاحبزادیاں تائیں
بخشیں لمی[5] عمر خوشائیں

---

[1] پہلے سجادہ نشین سیّد عبدالقادر علی شاہؒ [2] سنبھالی [3] ویسی [4] مولا [5] لمبی

نالے اگوں[1] بوٹا لائیں
رکھ رحمت دا سایائی
شالا ایہہ گھر فیضاں والا
آخر نوری رہے اجالا
جس تھیں جگ ہویا خوشحالا
لکھاں فیض اٹھایائی
پیر قاسم[2] شاہؒ دی واری آئی
چاچڑ دی گدی سوہائی
عالم فاضل نور الٰہی
کل مریداں شکر بجایائی

محبوبِ مرشد

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد سے عشق تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مرشد کے محبوب تھے حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ''حضرت صاحب'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور ہمیشہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سینے سے لگاتے تو فرماتے:

پُھلا وے گلاب دیا
تینوں سانبھ سانبھ رکھاں
میرے ماہیے دے باغ دیا

''کراماتِ عزیزیہ'' میں سلطان محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر ان سے فوراً حل کروا لیتے یہ آپ کی شانِ محبوبیت ہے۔''

---

[1] آگے [2] دوسرے سجادہ نشین سیّد قاسم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے وصال کے بعد اکیس اکیس دِن وہاں قیام فرماتے اور اس دورانیہ کو ''اکیہہ'' فرماتے تھے اسی طرح ''نوراتہ'' یعنی نو رات کا قیام ''پنج راتہ'' پانچ رات کا قیام ''تن راتہ'' تین رات کا قیام فرماتے۔ سیّد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں تین کمرے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لیے بنوائے تھے جہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہ کمرے پہلے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ استعمال رہے۔ اس کے بعد میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ استعمال رہے۔ فروری، مارچ 2001ء میں انہیں گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا اور اب سلطان محمد علی صاحب کے زیرِ استعمال ہیں۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پاک کے سجادہ نشینوں کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ 1934ء سے لے کر آج تک انہوں نے نہ تو کبھی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد پاک میں سے کسی کو دربار پاک پر آنے سے روکا اور نہ ہی وہ کمرے دوبارہ واپس لیے۔

ازدواجی زندگی اور اولاد

خاندان کے بزرگ اور رشتہ دار جب بھی شادی کیلئے سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو مجبور کرتے آپ رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ خاموشی اختیار فرماتے۔ آخر خاندان کے تمام بزرگ حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی شادی کیلئے عرض کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خاموشی اختیار فرمائی۔ رات کو حضور پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود نکاح پڑھا رہے ہیں تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو شادی کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں 1933ء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انگہ شریف (خوشاب وادی سون) میں اپنی ہم کفو خاتون محمودہ بیگم سے نکاح فرمایا۔ اولادِ نرینہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے ہوئے:

۱۔ سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ [۱]

۲۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ۔ [۲]

۳۔ سلطان محمد فاروق صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ [۳]

---

[۱] سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور نے صراط الصالحین جلد اوّل میں سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 13۔ نومبر 1986 جبکہ سلطان الطاف علی نے مراتِ سلطانی (باھُوؒ نامہ) میں 28۔ اکتوبر 1986 درج کی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے بائیں طرف (جانبِ غرب) قدموں کے قریب دفن کیا گیا۔ [۲] سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات وحیات کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ششم

[۳] سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ کا وصال پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں 17۔ جولائی 2000 کو ہوا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو 18 جولائی 2000ء کو سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر نمازہ جنازہ کی ادائیگی کے بعد دربار سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے اندر مشرقی دیوار کے ساتھ دفن کیا گیا۔

۴۔ سلطان محمد معظم علی مدظلہ الاقدس۔[1]

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ خود باطنی تعلیم و تلقین سے نوازتے رہے اور سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو دینی درسگاہ میں تعلیم کے حصول کیلئے داخل فرمایا جہاں سے دونوں صاحبزادگان نے قرآنِ پاک حفظ کیا پھر سلطان معظم علی صاحب نے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔

ہجرت

27 فروری 1934ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت پیر محمد بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سمندری (گڑھ مہاراجہ جھنگ) سے حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے شمال مشرق کی طرف نصف کلومیٹر کے فاصلے پر منتقل ہو گئے جو اب آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہے اور اس منتقلی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہجرت'' کا نام دیا۔ یہاں آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پکے مکانات کی بجائے ''چھپڑ'' (جھونپڑے) بنا کر رہائش اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اپنے بہترین گھروں کو چھوڑ کر ''چھپڑوں'' (جھونپڑوں) میں رہائش اختیار کرنا عجیب ہے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر کیلئے مکان ضروری نہیں ہے۔

وظائف اور روزانہ مصروفیات

پابندی وقت کا یہ عالم تھا کہ ایک لحہ کی کمی بیشی بھی طبیعت پر گراں گزرتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح تین بجے اُٹھ کر چائے پیتے اور وظائف پڑھتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور نمازِ فجر کے بعد ایک گھنٹہ کیلئے تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد ملاقاتیں اور طالبانِ مولیٰ کو تلقین وارشاد فرماتے۔ پھر دن کے معمولات جاری رہتے۔ وقت کی اس قدر پابندی اور کبھی نماز قضا نہ ہونے دینا ایک کرامت سے کم نہیں۔ صبح وشام کے وقت طویل چہل قدمی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمول میں شامل رہی اس چہل قدمی میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ ہوا کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں عین الفقر، نور الہدیٰ اور شمس العارفین کا درس دیا کرتے تھے۔

---

[1] بقیدِ حیات ہیں

تلقین وارشاد

آپؒ کے پاس ہر طرح کے لوگ آتے اور آپؒ ان کو ان کی طلب کے مطابق فیض عطا فرماتے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین فرماتے۔ مگر آپؒ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپؒ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہر کسی کو عطا نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف خاص طالبانِ مولیٰ کو عطا فرماتے تھے۔

آپؒ کا تلقین وارشاد کا انداز بھی روایتی طریقے سے ہٹ کر تھا۔ آپ جس کسی کو بھی کوئی بات سمجھانا چاہتے اس حکمت سے سمجھاتے کہ وہ سمجھ بھی لیتا اور مشکور بھی رہتا۔ بیعت کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ ابھی پیر محمد بہادر علی شاہؒ سے تعلیم وتلقین حاصل کر رہے تھے کہ ایک مسئلہ پیر صاحب کے ہاں پہنچا۔ ان دنوں دربار سلطان العارفینؒ کے سجادہ نشین صاحبزادہ حبیب سلطان[1]ؒ نے سلطان العارفینؒ کی کتاب ''عین الفقر'' کے ترجمہ کیلئے حافظ محمد رمضان[2] خطیب دربار سلطان باھوؒ کو حکم دیا۔ وہ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے جب اس فقرہ تک پہنچے ''مرشد ابتدائی مقام پر ہو اور طالب انتہا پر تو مرشد اپنے طالب کو اعلیٰ مقام تک لے جاتا ہے۔'' یہ فقرہ پڑھ کر حافظ صاحب پریشان ہوئے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے اس فقرہ کو صاحبزادہ حبیب سلطانؒ کے سامنے پیش کر کے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ کتابت کی غلطی ہے تو اسے کاٹ دیتے ہیں۔ یہ فقرہ پڑھ کر صاحبزادہ حبیب سلطانؒ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر حافظ صاحب کو سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کے پاس بھیج دیا۔ جب حافظ صاحب نے حضور پیر محمد بہادر علی شاہؒ کے پاس پہنچ کر مسئلہ پیش کیا تو آپ نے سلطان محمد عبدالعزیزؒ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس فقرہ کا مطلب بتایئے تو سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے جواب دیا کہ مرشد ابتدا یعنی مقامِ ازل پر ہوتا ہے جہاں صرف وحدت ہی ہوتی ہے۔ اس وحدت ہی سے تمام کثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور موجودہ جہان یعنی کثرت اس وحدت کی

---

[1] صاحبِ لولاک میں اور بعض رسائل میں یہاں سجادہ نشین کا نام امیر سلطان تحریر کیا گیا ہے امیر سلطان صاحب 1338ھ تا 1350ھ (1920ء تا 1931ء) تک سجادہ نشین رہے اس وقت تک تو سلطان محمد عبدالعزیزؒ سیّد محمد بہادر علی شاہؒ کے دستِ مبارک پر بیعت بھی نہیں ہوئے تھے۔

[2] بعض روایات میں یہاں مترجم کا نام مولوی نظام الدین لکھا گیا ہے اور صاحب لولاک میں بھی یہی تحریر ہے لیکن درست نام حافظ محمد رمضان ہے کیونکہ حافظ محمد رمضان صاحب نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تمام کتب کے تراجم کیئے اور انہیں دربار سلطان العارفینؒ سے شائع کیا تھا۔

آخری صورت اور انتہا ہے۔ اور طالب اس انتہائی منزل عالمِ کثرت میں ہوتا ہے۔ اب یہ مرشد کا کمال ہے جو اپنے اس طالب کو مقامِ دنیا، جو آخری مقام اسفل سافلین ہے، سے نکال کر اعلیٰ مقام وحدت تک لے جائے۔

حُسن اور صورت و سیرت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور صورت مبارکہ اس قدر جامع اور دلکش تھی کہ جو کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا اور زیارت کرتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دامِ غلامی میں آجاتا تھا۔ آپ کے منور چہرہ مبارک کو کوئی ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھ سکتا اور نہ کسی کو بات کرنے کی جرأت ہوتی یعنی بات حلق میں اٹک جاتی حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود پوچھ لیتے۔ ریش مبارک گھنی تھی اس کو طول و عرض میں برابر رکھتے تھے اور اس میں کنگھی اس طرح فرماتے کہ بال کانوں کی دونوں لوؤں کی طرف ہو جاتے اور درمیان میں سیون (مانگ) بن جاتی اس طرح ریش مبارک بہت دلکش اور خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر رقیق القلب اور نرم خو تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو بھی حاجت مند آجاتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے خالی نہ لوٹاتے بلکہ ہر حال میں اسے خوش کرنے کی پوری کوشش کرتے اور اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو گھر سے کپڑے وغیرہ لا کر اسے دے دیتے۔ کئی دفعہ اپنے غلاموں اور حاجت مندوں کو خود کھانا کھلاتے اور انہیں خوش کرنے کیلئے ہلکا سا مزاح بھی پسند فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سفید تہمد اور کرتہ استعمال فرمایا کرتے تھے سر پر سفید دستار اور پاؤں میں کُھسہ استعمال فرماتے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں رہتے تھے اور خاص طور پر گرمیوں میں کوئٹہ کی طرف جانا آپ کا معمول تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان سے قبل دہلی اور کابل کا سفر بھی فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اکبر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی اور پانچ خلفاء اصغر ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

1۔ سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ

پہلے خلیفہ اصغر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

2۔ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (جنوبی افریقہ)

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کھوہار (ضلع جہلم) تشریف لے گئے وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے عرض کی کہ حضور میرا ایک بیٹا غلام محمد ہے جو اس وقت جنوبی افریقہ میں مقیم ہے۔ میں نے اسے بار ہا کہا کہ تو کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہو جا مگر وہ ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہاں پاکستان میں آ کر بیعت نہیں ہونا اگر کوئی مرشد کامل ہے تو وہ مجھے پاکستان سے ہی افریقہ میں بیعت کر لے۔ میں اسے ہی اپنا مرشد تسلیم کروں گا۔ یہ بات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ غلام یٰسین صاحب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تلقین فرمائی اور اپنے مرید سے فرمایا مبارک ہو ہم نے تمہارے بیٹے غلام محمد کو بیعت کر لیا ہے۔ پھر یہ وقت اور دن اپنے دوسرے خلیفہ ولایت شاہ کو حکم دے کر لکھوایا۔ کئی دن بعد غلام محمد صاحب کا افریقہ سے خط آیا جس میں اس نے دن، وقت اور اپنے مرشد کی صورت کی علامات لکھیں اور لکھا ''میں پریشان بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ آج نماز پڑھوں۔ پھر نماز کیلئے وضو کر کے مسجد گیا نماز سے جب فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ ہیں اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بیعت کرتے ہیں اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے متعلق تلقین کر کے چلے جاتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایسی صورت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔''

جب کچھ عرصہ بعد غلام محمد صاحب پاکستان آئے تو اس کے والد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملوانے کیلئے دربار شریف لے آئے لیکن پہلے وہ غلام محمد صاحب کو جان بوجھ کر دوسرے صاحبزادوں کے پاس لے جاتے رہے جنہیں دیکھ کر وہ کہتا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ پھر آخر میں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا جونہی اس نے آپ کی صورت مبارک دیکھی تو پکار اٹھا یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے بیعت فرما چکے ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر موجود تھے اسی مرید غلام محمد نے عرض کی کہ افریقہ میں تبلیغِ اسلام کی بہت ضرورت ہے یا تو خود تشریف لے چلیں یا اپنے کسی خلیفہ کو مقرر فرمائیں۔ اس اپیل پر آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا کل کسی کو خلیفہ بنا دیں گے۔ اب خلفاء سوچنے لگے کہ کل کس کی ڈیوٹی افریقہ میں لگے گی صبح جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے بعد وظیفہ سے فارغ ہوئے تو غلام محمد کو مزار کے اندر بلا لیا اور انہیں مزار پاک پر ہی بیعت فرما کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

3۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

تیسرے خلیفہ اصغر کھوہار (جہلم) کے حضرت عبداللہ صاحب ہیں۔

4۔ پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

چوتھے خلیفہ اصغر کھوکھراں تحصیل دینہ ضلع جہلم کے پیر سید ولایت شاہ صاحب ہیں۔ سیّد ولایت شاہ صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ ایامِ محرم قریب تھے اور دربار سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اور قصبہ سمندری کے راستہ میں ایک بہت بڑا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادمین اور مریدین سے فرمایا کہ یہ گڑھا بھر دیا جائے تو آنے جانے میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے اور کوئی آنے جانے والا اس میں گر کر زخمی نہ ہو جائے۔ دو دِن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو گڑھا اسی طرح موجود تھا۔ جب وہاں سے گزرتے ہوئے ولایت شاہ صاحب نے اپنے مرشد کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے تاثرات دیکھے تو رات کو کسی کو بتائے بغیر گڑھا بھر دیا۔ اگلے دِن حضرت صاحب جب وہاں سے گزرے تو یہ معاملہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ سب لوگ خاموش رہے تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد ولایت شاہ صاحب نے آگے بڑھ کر عرض کیا حضور اس ناچیز نے یہ گڑھا بھرا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو پھر سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں بھر دیا ہے اور انہیں سینے سے لگا کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

5۔ میاں جیون رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں خلیفہ اصغر جنڈانوالہ (جھنگ) کے میاں جیون رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

انتقالِ امانتِ فقر

13۔ اپریل 1979 (6 جمادی الاوّل 1399ھ) بروز جمعتہ المبارک اپنے وصال سے صرف دو سال قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب بیٹھ کر اپنے دائیں طرف سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بائیں طرف سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا اور مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت فرمایا اور اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا اور شورکوٹ سے دستار منگوا کر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو

پہنائی اور امانتِ فقر منتقل فرمائی۔ چونکہ امانت (فقر) دِل (باطن) میں منتقل کی جاتی ہے اور دستار ظاہری خلافت یا نظام چلانے کے لیے سر پر سجانے کے لیے ہوتی ہے اس لیے سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سر کی ظاہری دستار سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی جبکہ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو رازداری سے امانت منتقل فرمائی اور اس منتقلی کے راز کو عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ان کو اپنے سر کی دستار عطا کرنے کی بجائے ان کے لیے دستار شور کوٹ سے منگوائی۔

کرامات

ایک دن آپ بارہ ٹالیاں (جھنگ) میں تشریف فرما تھے اور اپنے ایک مرید غلام محمد عرف دھوتو کو دربار شریف بھیجا کہ وہ گھوڑے کی زین وغیرہ لے آئے۔ جب دھوتو فقیر بارہ ٹالیاں سے چلا تو اس وقت دن ڈھل رہا تھا دھوتو فقیر مغرب سے پہلے دربار شریف پہنچا اور وہاں گھر سے زین وغیرہ سر پر اٹھا کر چل پڑا اور سوچنے لگا اب تو سواری نہیں ملے گی کیونکہ اس زمانہ میں مغرب کے بعد اس روڈ پر ٹریفک بند ہو جاتی تھی۔ پھر یہ فیصلہ کیا کہ دریا کے راستے شور کوٹ چلا جائے لیکن دریا کے قریب پہنچا تو پریشان ہو گیا کہ یہاں تو کشتی بھی نہیں ہے اور دریا میں پانی بھی گہرا ہے۔ پھر یہ سوچتے ہوئے کہ دریا میں پانی برابر نہیں ہوتا گہرے پانی میں تیر لوں گا اور کم گہرے پانی میں دریا چل کر عبور کر لوں گا، سامان اور کپڑوں کی گٹھڑی سر پر رکھ کر دریا میں چھلانگ لگا دی ابھی چند قدم ہی دریا میں چلا تھا کہ ڈوبنے لگا پھر کوشش کر کے دریا سے باہر نکل کر کنارے پر بیٹھ کر رونے لگا کہ آج یہ مجھ پر کیسا امتحان ہے۔ کافی دیر تک گریہ زاری کرتا رہا پھر دل کو مضبوط کر کے یہ فیصلہ کیا کہ میرا مرشد کامل ہے مجھے اس نے حکم سے دربار شریف بھیجا ہے اب میرے پاس ان کا سامان بھی ہے۔ میری موت دریا میں ہے تو ہو میں مرشد کے حکم کو درمیان میں نہیں چھوڑوں گا بیشک مر جاؤں۔ یہ سوچ کر وہ دوبارہ دریا میں داخل ہو گیا اس بار وہ پورا دریا پار کر گیا اور پانی پنڈلیوں سے بھی نیچے رہا۔ پھر رات تقریباً 12 بجے بارہ ٹالیاں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت صاحب مسکرا دیئے اور فرمایا دھوتو اگر تو پہلی بار کامل یقین اور توکل کے ساتھ چلا آتا تو تب بھی پار ہوتا لیکن تجھے اس وقت دریا کا گہرا پانی خوف دلا رہا تھا اس لئے ڈوب گیا جب تو نے یقین کامل کر کے مکمل توکل اور بھروسہ کیا تو کامیاب ہو گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ قادری فقیر کامل تصرف کا مالک ہوتا ہے اس کی نگاہ نشانہ پر لگنے والے تیر کی مثل ہوتی ہے یعنی جتنا بھی بڑا مجمع ہو وہ جس کو چاہے فیض سے نواز دے اسے حجروں میں چھپنے کی ضرورت

نہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والے ہزاروں لوگ ہوتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ دلوں کے حال دیکھ کر خاص بندوں پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے دربار شریف پر تشریف فرما تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لالہ احمد خان پٹھان کڑی خیسور (ڈیرہ اسماعیل خان) آکر گریہ کرنے لگا ''جناب والا! ہماری دوسرے خاندان سے دشمنی ہے اور وہ بہت طاقتور ہیں انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم چند دنوں میں حملہ کے لیے آئیں گے اور تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔آپ مہربانی فرمائیں ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔اللہ ہمیں دشمن سے محفوظ رکھے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ انشاء اللہ میرے مرشد پاک کے وسیلہ سے تم لوگ خیریت سے رہو گے۔پھر اگلے دنوں جب دشمنوں نے لالہ احمد خان پر کڑی خیسور میں حملہ کیا اور لالہ احمد پر سیدھے دس فائر کر کے چلے گئے لیکن لالہ احمد مکمل امن وامان سے رہے اور انہیں یہ گولیاں کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔کچھ دنوں بعد سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے وہاں سلطان سیدّ محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان دس گولیوں کے سکے دے کر فرمایا کہ یہ گولیاں ہم نے اپنے ہاتھ پر روکیں ہیں۔یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو ثابت کر دیا ہے:

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ   تیرجستہ باز گرداند زِ راہ

یعنی اولیاء کاملین کو بارگاہِ الٰہی سے وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس موڑ لیتے ہیں۔ اس طرح ہی پیر صاحب نے کیا۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کی طرف جا رہے تھے کہ ہاتھی خیل میانوالی سے رب نواز خان اپنی کار سے اتر کر دوڑتا ہوا آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں سر رکھ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا بتاؤ بھائی خیریت تو ہے؟ تو رب نواز خان نے رو رو کر عرض کی جناب میرا بیٹا قتل کے ایک جھوٹے کیس میں ملوث ہے اگلے دِن صبح اس کی آخری تاریخ ہے دعا کریں کہ اسے رہائی مل جائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبر کرو میں اپنے مرشد حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔خان صاحب مزار شریف کے دروازے پر بیٹھ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ دروازہ بند کر کے مزار مبارک کے اندر تشریف لے گئے۔جب آپ حاضری دے کر واپس آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رب نواز سے فرمایا ''حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے تمہارا لڑکا بری ہو گیا ہے لیکن نقرہ گھوڑہ شیرینی میں لگے گا۔'' رب نواز نے عرض کیا ''جناب ایک گھوڑا یا نو۔'' تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''آپ نے دینا تو ایک بھی نہیں'' لیکن یاد رکھو اگر عدالت جانے سے پہلے تیرے بیٹے عادل کی ہتھکڑی کُھل کر نیچے گر جائے تو سمجھنا میرے مرشد کی دعا ہے اور اگر نہ گرے تو سمجھنا

نہیں۔ اگلے دِن جب اسے پیشی کے لیے پولیس والے لے گئے تو اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھل کر گر پڑیں۔ پھر جب وہ عدالت میں پیش ہوا تو بری ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گرا کوڈ جو ٹانک (ڈیرہ اسماعیل خان) کے قریب ہے تشریف لے گئے۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید ملک عمر دراز نے آپ کے پاس آ کر عرض کی! جناب میری اولاد نہیں ہے دعا فرمائیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے عمر دراز اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا کرے گا ایک کا نام عمر حیات اور دوسرے کا نام خضر حیات رکھنا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دو بیٹوں سے نوازا۔

مارچ 1979ء کے آخری دنوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گردوں کی شدید تکلیف ہوئی۔ آپ بارہ ٹالیاں جو کہ بھکر روڈ جھنگ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مہر احمد خان[1] مگھیانہ کے ڈیرہ پر ڈاکٹر محمد یوسف سرجن کے زیرِ علاج رہے۔ ایک دِن تکلیف زیادہ ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے دِن صبح سویرے سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ کل ڈاکٹر صاحب نے میری صحت کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے لیکن آپ مایوس نہ ہوں بلکہ آپ فوراً میرے مرشد پاک پیر بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ پر حاضر ہوں اور وہاں مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر ان کی بارگاہ میں عرض کریں اور میری صحت کا سوال کریں اور پھر وہ ہاتھ کسی چیز کو لگائے بغیر واپس آجائیں۔ سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً حضور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر تشریف لے گئے اور دربارِ عالیہ پر حاضر ہو کر مزار پاک پر ہاتھ رکھا اور والد محترم کی صحت کا سوال عرض کیا پھر اسی حکم کے مطابق اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہوئے جب واپس پہنچے تو سلطان محمد عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگایا اور پھر گردوں کے مقام پر پھیرا اس سے یہ اثر ہوا کہ فوراً تکلیف رفع ہو گئی۔

وصال مبارک

اپریل 1981ء کے آغاز میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آنکھوں کے آپریشن کیلئے لاہور میو ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 8 اپریل 1981ء کو فرمایا کہ مجھے آپریشن کی ضرورت نہیں کل 9 اپریل کو سلطان

---

[1] مہر احمد خان مگھیانہ ساکن بارہ ٹالیاں ضلع جھنگ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے پہلے شخص ہیں۔

العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہے میں اس میں ضرور شامل ہوں گا آپ لوگ مجھے گھر لے چلیں۔ سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اصرار کیا کہ آپریشن کرا کر ہی چلیں گے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یاد رکھیں کہ میری موت لاہور میں لکھی جا چکی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اصرار پر سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو واپس لے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تیاری کر کے 9 اپریل کو عرس مبارک میں شمولیت کیلئے دربار شریف پر حاضری دی۔

11 اپریل کو تکلیف بڑھ گئی تمام برادری نے مجبور کیا کہ لاہور چلے جائیں۔ جب آپ کو لاہور کیلئے لیکر چلنے لگے تو آپ نے فرمایا ''چلو رب کی رضا اسی طرح ہے''۔ آپ کو 12 اپریل کو صبح سات بجے لاہور میو ہسپتال دوبارہ داخل کروا دیا گیا۔ اچانک آپ رحمتہ اللہ علیہ پر غشی طاری ہوگئی دن کے وقت ایک بج کر پندرہ منٹ پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی اور پوچھا کہ وقت کیا ہے؟ ایک مرید نے بتایا سوا ایک بج چکا ہے۔ استفسار کے انداز میں فرمایا کہ نماز کا وقت ہے۔ اس مرید نے عرض کی کہ ابھی کچھ دیر ہے۔ پھر فرمایا ہماری نماز کا ٹائم ہو چکا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اشاروں سے تیمّم فرمایا پھر ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اسمِ اَللّٰہُ ذات لے آؤ تا کہ وظیفہ پڑھ لوں۔ جس پر یہ کہا گیا کہ وہ تو جلدی میں گھر رہ گیا ہے۔ اسی حالت میں 12 اپریل 1981ء بمطابق 7 جمادی الثانی 1401ھ بروز اتوار بعد نمازِ ظہر وصال فرما گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں اتوار کا دِن بہت اہمیت رکھتا ہے آپ کی ولادت، بیعت اور وصال اتوار کے دِن ہی ہوئے۔

وصال کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر 70 سال ایک ماہ تھی۔ وصال کے بعد 13 اپریل کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ادا کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کو موجودہ مزار کی جگہ پر سپردِ خاک کیا گیا۔

مزار مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے شمال مشرق کی جانب تقریباً نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ہے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد میرے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں ہی مکمل ہو چکی تھی۔ مسجد اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کا عکس ہے۔

سُلطانُ الاولیاء حضرت سخی سلطان **محمد عبد العزیز** رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک، تربت مبارک اور تصویر مبارک 2011ء)







سجادہ نشین

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پاک کے پہلے سجادہ نشین آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ اُن کے وصال کے بعد میرے مرشد پاک سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ متفقہ طور پر دوسرے سجادہ نشین مقرر ہوئے اب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس سجادہ نشین ہیں۔

عرس پاک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پاک پر سال میں دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا عرس پاک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی ہجری تاریخ کے مطابق سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک یعنی جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کے بعد پہلے اتوار اور سوموار کو منعقد ہوتا ہے۔ اور دوسرا بڑا اجتماع میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی عیسوی تاریخ 12، 13 اپریل کو ہر سال منعقد ہوتا ہے۔



سُلطانُ الفقر (ششم)

حضرت سخی سلطان

محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

فصل 1

سلطان الفقر (ششم)
حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ روحی شریف میں پانچ سلطان الفقر کے ناموں کا انکشاف فرما دیا تھا جو آپ باب اوّل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں پڑھ چکے ہیں دو دیگر ارواح کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ودو روح دیگر اولیاء۔ بحرمتِ یمنِ ایشان قیامِ دارین تا آنکہ آں دو روح از آشیانہء وحدت بر مظاہرِ کثرت نخواہند پرید' قیامِ قیامت نخواہد شد۔

ترجمہ: اور دو ارواح دیگر اولیاء کی ہیں۔ اِن ارواحِ مقدسہ کی برکت وحرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانہ سے نکل کر عالمِ کثرت میں نہیں آئیں گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

ان دو ارواح میں سے روحِ ششم عالمِ احدیت سے 1947ء میں عالمِ ناسوت میں جلوہ فگن ہوئی اور 2003ء تک اِس عالمِ بشریت میں جلوہ گر رہی اور لوگوں کی کثیر تعداد اس کے نور سے منور ہوئی۔ عالمِ بشریت میں روحِ ششم کا اسمِ گرامی ''حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ'' ہے۔

ولادت باسعادت

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 14۔اگست 1947ء

(27 رمضان المبارک 1366ھ) بروز جمعتہ المبارک بوقتِ سحر قصبہ سمندری گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بن سلطان فتح محمد بن سلطان غلام رسول بن سلطان غلام میراں بن سلطان ولی محمد بن سلطان نور محمد بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ۔

بچپن

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو ازل سے سلطان الفقر کا مرتبہ حاصل ہے اس لیے بچپن ہی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نورِ حق سے منوّر تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ حسن و جمال کا منبع اور تمام بھائیوں سے حسین اور جُدا نظر آتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس حُسنِ بے مثال کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد مرشد آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے ''چَن'' (چاند) کے لقب سے مخاطب فرماتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پرائمری تک گڑھ مہاراجہ میں تعلیم حاصل کی پھر جھنگ کے اسلامیہ سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور نوشہرہ وادی سون ضلع خوشاب سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

میٹرک کے امتحان کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر مبارک سترہ سال تھی۔ اس دنیاوی تعلیم کے دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد سے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''عین الفقر اور شمس العارفین'' کی تدریس بھی مکمل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ تقویٰ کر کے راہِ فقر اختیار کی۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی بھی اپنے مرشد کے وصال تک ان سے جدا نہ ہوئے اور ہر لمحہ ہر آن اُن کے ساتھ رہے۔ بس چند دِن کمالیہ میں مرشد کے حکم پر ٹھیکیداری کا کام کیا اور چند دِن بعد ہی مرشد پاک کے حکم کے مطابق ٹھیکیداری کا یہ جھنجھٹ چھوڑ دیا اور خود کو مرشد پاک کے لیے وقف کر دیا۔

فصل 2

عشقِ مرشد

اگر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو 'طالبِ مولیٰ' کے طور پر دیکھا جائے تو طالبِ مولیٰ کی جو صفات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں وہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ اُتّم موجود تھیں۔ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد تو تھے ہی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر اپنے والد کو والد نہیں مرشد سمجھ کر ایک طالبِ مولیٰ کی طرح اُن کی اطاعت اور خدمت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو اطاعتِ مرشد سے خالی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سے عشق کا یہ حال تھا کہ کسی بھی لمحہ مرشد سے جدا رہنا آپ رحمۃ اللہ علیہ گوارا نہیں فرماتے تھے، مرشد پاک کے وصال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر لمحۂ زندگی مرشد کے ساتھ رہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد کی ذات سے عشق تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی مرشد کے محبوب تھے مرشد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے اس بات کی تصدیق ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کی مندرجہ ذیل دو عبارات سے ہوتی ہے:

1 سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر سفر میں رہا کرتے تھے اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں رہتے تھے۔[1]

2 مریدین کے اصرار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ (سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیر قاسم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ[2] کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خود پڑھاتے رہے اور بعد میں سلطان محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان محمد معظم علی صاحب کو دینی درسگاہ

---

[1] مضمون ''سلطان صفدر علی صاحب'' صفحہ نمبر 29۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور شمارہ جون 2001 [2] سجادہ نشین دربار پاک سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر باب چہارم میں گزر چکا ہے۔

میں تعلیم کے حصول کے لیے داخل کروایا جہاں سے دونوں صاحبزادوں نے قرآنِ پاک حفظ کیا پھر سلطان محمد معظم علی صاحب نے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔[1]

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک بھی ہر لمحہ ہر آن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے اور یہی ہوا دونوں محبّ اور محبوب ہمیشہ ساتھ رہے اور آج بھی مزار مبارک میں ساتھ ساتھ آرام فرما ہیں۔

مرشد طالب کو مختلف فرائض یا ڈیوٹیاں تفویض کر کے آزماتا ہے۔ اصل میں مرشد کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب کو پرکھ لے کہ وہ یہ تفویض کردہ ڈیوٹی بہ امرِ مجبوری کر رہا ہے، بے دلی سے کر رہا ہے یا خلوص اور صدق کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے یا مرشد کی ڈیوٹی سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ڈیوٹی ادا کرتے وقت جتنا دِل میں خلوص اور صدق ہوتا ہے اسی کے مطابق فیض ملتا ہے۔

ایک دفعہ اس خادم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور اگر مرشد باپ ہو تو فقر کے سفر میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا نہیں ہے یہاں امتحان اور آزمائشوں کا طریقہ سب کے لیے یکساں ہے۔ اگر میں صاحبزادہ بنا رہتا تو کبھی بھی اس مقام تک نہ پہنچتا۔ جب میں نے اپنے اندر سے صاحبزادگی کو نکال دیا تو میں نے منزل کو پالیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا خواجہ حسن بصریؒ، داود طائیؒ، شیخ حبیب عجمیؒ یا پھر سیّد محمد عبد اللہ شاہؒ، سیّد محمد عبد الغفور شاہؒ اور سیّد پیر بہادر علی شاہؒ کو فقر وارثت کی وجہ سے ملا تھا؟ بھائی نجیب الرحمٰن یہاں تو سب کو ایک ہی راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ مرشد کے چند واقعات درج ذیل ہیں:-

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو فجر کی نماز باجماعت ادائیگی کے فوراً بعد گرم گرم چائے پینے کی عادت تھی ایک دفعہ ایک طالب جو سیّد تھا، سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مہربانی کی التجا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چائے کی ڈیوٹی اس کے ذمہ لگا دی لیکن وہ سیّد صاحب اس ڈیوٹی کے اسرار و رموز کو نہ سمجھ سکے۔ وہ روزانہ نماز باجماعت پڑھنے کی غرض سے سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نماز باجماعت میں شامل ہو جاتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد نماز سے واپس تشریف لاتے اور چائے طلب فرماتے تو شاہ صاحب کہتے کہ حضور ابھی تیار کر کے حاضر کرتا ہوں۔ یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چائے میں تاخیر ہو جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نوش نہ فرماتے۔ سب مریدین یہ بات محسوس کر رہے تھے لیکن عرض کرنے کی کسی میں بھی ہمت نہ تھی آخر ایک دِن سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور چائے کی ڈیوٹی کے لیے عرض کی۔ انہوں نے فرمایا ''چن

---

[1] صفحہ نمبر 26۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور، شمارہ ستمبر 2000 مضمون ''سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ''

اصغر آپ بہت نفیس طبیعت کے مالک ہیں آپ یہ مشکل کام کیسے ادا کریں گے۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توفیقِ مرشد حاصل رہی تو کامیاب ہو جاؤں گا۔ مرشدِ پاک کی طرف سے یہ ڈیوٹی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو عطا کر دی گئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ رات کو ہی چائے کا سارا انتظام مکمل کر لیتے اور ساری رات جاگ کر گزارتے کہ کہیں آنکھ لگ گئی تو چائے میں دیر نہ ہو جائے۔ جیسے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک نماز کی ادائیگی کے بعد واپس تشریف لاتے آپ رحمتہ اللہ علیہ فوراً چائے اُن کی بارگاہ میں پیش کر دیتے یہ ڈیوٹی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دو دن نہیں سالہا سال ادا کی اس کے علاوہ مرشد پاک کے لیے کھانا بنانے کی ذمہ داری بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے لمبے عرصہ تک ادا کی۔

❁ مرشد پاک نے جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ڈیوٹی گھوڑوں کی دیکھ بھال پر لگائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ ڈیوٹی اتنے احسن طریقے سے ادا کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے گھوڑوں کی تمام بیماریوں اور اُن کے علاج کا علم حاصل کیا۔ گھوڑوں کی نسلوں کے متعلق آگاہی حاصل کی بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ گھوڑوں کی لید بھی خود اپنے ہاتھوں سے صاف فرماتے تھے۔ جب مریدین مدد کے لیے عرض کرتے تو فرماتے یہ میری ڈیوٹی ہے اور مجھے ہی ادا کرنی ہے۔

❁ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ڈیوٹی لنگر پاک پر لگائی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ ڈیوٹی بھی احسن طریقہ سے ادا کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی نگرانی میں لنگر پکواتے اور خود لنگر تقسیم فرماتے اور خود ہی برتنوں کی صفائی فرماتے۔

❁ ایک بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک میانوالی کے نزدیک واں بھچراں کے علاقہ تھل میں سفر میں تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی حسبِ معمول اپنے مرشد کے ہمراہ تھے۔ اس زمانہ میں دیہاتوں تو کجا شہروں میں بھی بجلی کا تصور محال تھا۔ ایک گاؤں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک کا گرمی کی وجہ سے بڑا بُرا حال ہے اور پھر قارئین جانتے ہیں صحرائی علاقہ کی گرمی ہوتی بھی کتنی شدت کی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ یہ دیکھ کر مرشد پاک کی بارگاہ میں تشریف لے گئے اور دو دِن کی چھٹی کی درخواست کی اور عرض کیا کہ ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد پاک نے اجازت دے دی آپ رحمتہ اللہ علیہ بڑی تیزی سے لاہور تشریف لائے اور اپنی گاڑی فروخت کر کے ایک پیڈسٹل فین اور ایک جنریٹر خرید کر بذریعہ بس واپس پہنچے اور مرشد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پیڈسٹل فین سے ہوا جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد کو پہنچی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سکون کی دولت پالی۔ مرشد پاک نے پوچھا ''چن اصغرؒ! گاڑی کہاں ہے؟'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''حضور اس کو بیچ کر اس کی رقم بڑی احسن جگہ لگائی ہے۔''

❁ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور مسجد تعمیر کروا رہے تھے کہ رقم ختم ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک نے کہا اگر دو ڈھائی لاکھ روپیہ ہوتا تو کام مکمل ہوجاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو لاہور تشریف لے گئے اور اپنی دوسری گاڑی بھی فروخت کر کے رقم لا کر مرشد پاک کی بارگاہ میں پیش کر دی اور فرمایا کہ حضور آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار اور مسجد مکمل فرمائیں۔ مرشد پاک نے پوچھا ''چن اصغر گاڑی کے بغیر کیا کرو گے؟'' فرمایا! ''حضور گزارہ ہو جائے گا۔'' یہ سنت اس خادم کو بھی ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جب حج 2001 کے موقع پر اس خادم نے اپنی کار فروخت کر کے حج کے اخراجات کا انتظام کیا۔

❁ یہ مارچ 1979ء کا واقعہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو گردوں کی شدید تکلیف ہوئی۔ وہ بارہ ٹالیاں جو کہ بھکر روڈ جھنگ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مہر احمد خان مگھیانہ کے ڈیرہ پر ڈاکٹر محمد یوسف کے زیرِ علاج تھے۔ ایک دِن تکلیف زیادہ ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد مایوسی کا اظہار کیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک نے اگلے دِن صبح سویرے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''کل ڈاکٹر صاحب نے میری صحت کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے لیکن آپ مایوس نہ ہوں بلکہ آپ فوراً میرے مرشد پاک کے دربارِ عالیہ پر حاضر ہوں اور وہاں اُن کے مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر اُن کی بارگاہ میں میری صحت کا سوال عرض کریں اور پھر وہ ہاتھ کسی چیز کو لگائے بغیر میرے پاس واپس آجانا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً حضرت پیر بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور دربارِ عالیہ پر حاضر ہو کر مرشد پاک کی صحت کا سوال عرض کیا پھر اسی حکم کے مطابق اپنے ہاتھ بند رکھتے ہوئے اور کسی چیز کو چھوئے بغیر ایک لمبا سفر طے کرتے ہوئے اپنے مرشد پاک کے پاس پہنچے تو سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان الفقر محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگایا اور پھر گردوں کے مقام پر پھیرا تو سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فوراً صحت مند ہو گئے۔

یہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ مرشد کے چند ایک واقعات ہیں، اصل میں حق تو یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جتنا عرصہ بھی اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں گزارا طالبِ مولیٰ بن کر گزارا یہ الگ بات ہے کہ آپ اپنے مرشدِ پاک کے محبوب تھے یعنی طالب بھی مطلوب بھی۔ مریدین اور خلفاء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اپنی عرضیاں اور درخواستیں سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دستِ مبارک سے اپنے مرشد پاک کو وضو کراتے، جائے نماز خود بچھاتے، گھوڑے پر خود سوار کرواتے۔ مرشد پاک کی صحت کا خیال خود رکھتے بیمار ہونے

پر ہسپتال لے کر جاتے اور ساتھ ساتھ رہتے۔ جب مرشد پاک کی صحت گھڑ سواری کے قابل نہ رہی تو ایک کار نمبر 422 مرشد پاک کی خدمت میں خرید کر پیش کی۔ یہ سنت اس خادم کے حصہ میں بھی آئی جب اس خادم نے 1999 میں ایک ڈبل کیبن ہائی لکس نمبر LXM-422 خرید کر اپنے مرشد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرت اور صورت دونوں میں مرشد کی ذات میں اس قدر فنا ہو گئے تھے کہ انہی کی تصویر بن گئے۔



فصل 3

منتقلی امانتِ فقر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو منتقلی امانتِ فقر کے بارے میں اب تک تین روایات موجود ہیں اور تینوں کے راوی سید امیر خان نیازی[1] مرحوم و مغفور ہیں۔ ان روایات کو پڑھنے سے قبل یہ ذہن میں رکھیے کہ یہ بیعتِ انتقالِ امانتِ فقر ہے اور سلطان الاولیاء سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے دو سال قبل حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بیعت فرمائی کیونکہ بیعتِ توبہ و تقویٰ تو پہلے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ 16 سال کی عمر میں کر چکے تھے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر و تصور سے کامل ہو چکے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 1947 سے 1979 تک آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہی نہ ہوئے ہوں کیونکہ بیعت کے بغیر تو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور اور ذکر اسمِ اعظم ھُو کا خیال بھی محال ہے لیکن نیازی صاحب اپنی روایات میں ان کو بیعت یا بیعتِ خلافت ہی فرماتے ہیں۔ نیازی صاحب نے وہ روایات اس طرح تحریر فرمائی ہیں:

ا۔ 1979ء میں ایک مرتبہ حضرت صاحب (سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) اپنے مرشدِ پاک حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر تشریف فرما تھے مَیں بھی ساتھ تھا۔ ہفتہ کے بعد میں چھٹی لے کر گھر چلا آیا، ہفتہ گزار کر میں دوبارہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گیا۔ جونہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ''سید امیر خان! تمہیں مبارک ہو کہ سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو میرے مرشدِ پاک حضور سلطان محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دستِ بیعت فرما لیا ہے۔ اور انہیں اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرما دی ہے۔''

---

[1] سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے اور ان کے وصال کے بعد حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی رہے۔ 11 جولائی 2011 کو انتقال فرما گئے۔

مَیں بہت خوش ہوا اور عرض کی ''حضور! خیر مبارک! یہ کب اور کیسے ہوا؟'' فرمایا ''گزشتہ منگل کے روز میں محل شریف کے اندر گیا تو حضور پیر محمد بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''حضرت صاحب جمعہ کے روز رات کو سلطان محمد صفدر علی صاحب اور سلطان محمد اصغر علی صاحب کو دستِ بیعت کرنا ہے آپ تیار رہیں۔'' سلطان محمد اصغر علی صاحب تو میرے پاس موجود تھے لیکن سلطان محمد صفدر علی صاحب اپنے گھر دربار حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر تھے، چونکہ پیر صاحب نے دونوں کو دستِ بیعت کرنے کا فرمایا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ آپ باطنی تصرف سے سلطان محمد صفدر علی صاحب کو بھی بلا لیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جمعہ کے روز سلطان محمد صفدر علی صاحب بھی صبح سویرے خود بخود پہنچ گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جب مَیں سلام کرنے محل شریف کے اندر داخل ہوا تو حضور پیر صاحب نے فرمایا کہ ''آؤ اب صاحبزادگان کو دستِ بیعت کر لیں۔'' چنانچہ بظاہر تو مَیں نے دونوں صاحبزادوں کے ہاتھوں کو اپنے مرشد پاک حضرت سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر رکھوا کر اُن کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور ایک ہی نظر میں دونوں کو واصل باللہ، فنا فی اللہ، بقا باللہ کر دیا لیکن بباطن یہ سب کچھ حضور پیر صاحب نے خود کیا اور انہیں اپنی خلافت بھی عطا فرما دی۔'' میں نے حیران ہو کر حضرت صاحب سے پوچھا کہ ''حضور کیا ایک ہی دم میں تمام مراتب طے کرا دیئے آپ نے؟'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو اور کیا؟ میں انہیں راستے میں چھوڑ دیتا؟''[1]

۲۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارکہ پر ایک مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دنیاوی تعلیم کے حصول کا ذکر کرنے کے بعد سید امیر خان نیازی لکھتے ہیں ''اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ (سلطان الفقر ششم) نے اپنے والد (سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ) صاحب سے باطنی سلک سلوک کی منازل طے کیں اور علومِ باطنیہ میں کمال حاصل کر کے 1981 میں مسندِ ارشاد سنبھالی۔[2]

۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ (سلطان الفقر) کے مرشدِ کریم حضور قبلہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخر ایام میں اپنے دونوں بڑے صاحبزادوں حضرت سخی سلطان محمد صفدر علی صاحب اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب کو حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر فرمایا اور حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں وہ وعدہ پیش فرمایا جس میں حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کا خزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو خود منتقل کرنے کا عہد کیا تھا۔ مزار مبارک کے دائیں طرف حضور سلطان محمد صفدر علی

---

[1] صفحہ 10-11 پیش لفظ ''شمس العارفین'' مترجم سید امیر خان نیازی۔ پہلا ایڈیشن 2002ء میں انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُو سلطان دعالم اسلام دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھُو نے شائع کیا اور بعد میں اس کتاب کو العارفین پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا۔

[2] صفحہ 15، ماہنامہ مرآۃ العارفین شمارہ دسمبر 2004۔

نوٹ: بریکٹ میں الفاظ میرے ہیں جو میں نے قارئین کو سمجھانے کی غرض سے درج کیے ہیں۔

صاحب کو اور بائیں طرف سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بٹھایا۔ والد صاحب نے اپنے سر مبارک والی دستار حضور سلطان محمد صفدر علی صاحب کے سر مبارک پر رکھ کر خلافت عطا فرمائی اور مائی باپ کے شہر شورکوٹ سے ایک سپیشل دستار منگوا کر حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور دونوں کو حضور پیر بہادر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین شمارہ نومبر 2007۔ صفحہ 75)

بیعت کا حقیقی واقعہ اس طرح سے ہے کہ سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ 11۔اپریل 1979ء (12۔ جمادی الاوّل 1399ھ) بروز بدھ اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ مقدس پر پہنچے۔ 13۔اپریل 1979ء (16 جمادی الاوّل 1399ھ) بروز جمعتہ المبارک سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ بعد ادائیگی نماز اپنے دونوں صاحبزادوں سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندر تشریف لے گئے اور تُربت مبارک کے قریب بیٹھ کر اپنے دائیں طرف سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اور بائیں طرف سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو بٹھا کر اپنے دستِ مبارک مرشد پاک کے مزار مبارک پر رکھ کر دونوں صاحبزادگان کے ہاتھوں کو اپنے دستِ مبارک پر رکھا اور بیعت فرمایا۔ سلطان صفدر علی صاحب کے سر مبارک پر اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر رکھی اور خلافت عطا فرمائی اور شورکوٹ شہر سے منگوائی گئی نئی دستار سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر منتقل فرمائی۔

یاد رکھیے امانت دِل (باطن) میں منتقل کی جاتی ہے اور دستار تو صرف سر پر سجانے کے لیے ہوتی ہے۔ امانتِ الٰہیہ دستار کی محتاج نہیں ہے یہاں پر سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہر کو ظاہر سے اور باطن کو باطن سے ملا دیا۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ۔

مسندِ ارشاد

مسندِ ارشاد کا ذکر کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بیعت کے سلسلہ میں بیان ہونے والی سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور کی مندرجہ بالا تینوں روایات سے پیدا ہونے والے شبہات کو دور کر لیا جائے۔ یہ بات تو

درست ہے کہ سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شہبازِ عارفاں سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا اور یہ روایت میں نے خود سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت کی ہے۔ لیکن کچھ باتوں کی وضاحت ضروری ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک 12۔ اپریل 1981ء کو ہوا اور سلطان محمد صفدر علی صاحب کا وصال مبارک 13۔ نومبر 1986ء[1] کو ہوا یعنی اپنے مرشد سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے تقریباً پانچ سال بعد تک سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ حیات رہے۔ اب ان روایات میں موجود تضادات کا ذکر کرتے ہیں:

ا۔ جہاں تک پہلی روایت کا تعلق ہے سید امیر خان نیازی صاحب کا کہنا ہے کہ یہ روایت انہیں سلطان محمد عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بتائی ہے اور سینہ بہ سینہ یہ روایت ہمیشہ مریدین میں موجود رہی ہے اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نیازی صاحب کو بلاتے کہ بیان فرمائیں۔ نیازی صاحب اسے ہمیشہ یوں ہی بیان فرماتے۔ پہلی بار اسے تحریری شکل میں 2002ء میں شمس العارفین کے ترجمہ کے پیش لفظ میں درج کیا گیا۔ لیکن اس روایت پر غور کرتے وقت یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ بیعت کے وقت کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سلطان الفقر (ششم) کے مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ کیونکہ بیعت کا واقعہ 1979 کا ہے اور ان کے سلطان الفقر کے مرتبہ کا اعلان 1997 یعنی پورے 18 سال بعد ہوا اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سروری قادری مرشد قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا ہے اور وہ کوئی بھی راز قبل از وقت عیاں نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اللہ کے رازوں سے آگاہ کرتا ہے، سوائے دِل کے محرم (محرمِ راز) کے، تاکہ معین وقت تک کسی بھی فتنہ وغیرہ سے بچا جا سکے۔ یہ راز سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا یا پھر محرم راز سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو، کیونکہ کوئی بھی راز محرمِ راز سے پوشیدہ نہیں رکھا جاتا۔ چونکہ قبل از وقت اس راز کو افشاں نہ کرنا ہی حکمت تھی اس لیے جتنی اس وقت ضرورت تھی اتنی بات سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور کو بیعت کے وقت بتا دی گئی۔ سید امیر خان نیازی اس کو اصلاحی جماعت اور مریدین میں روایت کرتے رہے اور یہ اُن کے توسط سے روایت در روایت ہوتی رہی۔ لیکن جو بات بیان کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اِس روایت میں یہ عبارت

---

[1] سیّد امیر خان نیازی مرحوم نے صراط الصالحین جلد اوّل میں سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 13۔ نومبر 1986ء جبکہ سلطان الطاف علی نے مرآتِ سلطانی (باھُو نامہ) میں 28 اکتوبر 1986ء درج فرمائی ہے۔

موجود ہے ''دونوں صاحبزادگان کو فنافی اللہ بقاباللہ کر دیا۔'' اب ''فنافی اللہ بقاباللہ'' وہ مقام ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہوتا ہے اور انسانِ کامل دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ انسانِ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

۱۔ انسانِ کامل، اکمل موجودات ہے۔

۲۔ واحد مخلوق ہے جو مشاہدے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتی ہے۔

۳۔ صفاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہے۔

۴۔ مرتبہ حدِ امکان سے بالا اور مقامِ خلق سے بلند ہے۔

۵۔ حادث ازلی اور دائم ابدی اور کلمہ فاضلہ جامعہ ہے۔

۶۔ حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو آنکھ کو پتلی سے ہے۔

۷۔ عَالَم کے ساتھ اس کی نسبت انگشتری میں نگینے کی مانند ہے۔

۸۔ رحمت کی جہت سے اعظمِ مخلوقات ہے۔

۹۔ انسانِ کامل عَالَم کی روح ہے اور عَالَم اس کا قالب۔

۱۰۔ انسانِ کامل ربوبیّت اور عبودیت کا جامع ہے اگر اللہ واحد ہے تو اس کا خلیفہ (انسانِ کامل) بھی (دنیا میں) ''واحد'' ہے۔

۱۱۔ عالَم میں ہر موجود حق تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے اور وہی اسم اس کا ربّ ہے اور انسانِ کامل حق تعالیٰ کے اسمِ جامع اسمِ اَللّٰہُ کا مظہر ہے جو سب اسماءِ الٰہی کا ربّ ہے پس رب الارباب ہے پس رب العالمین ہے۔

۱۲۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانِ کامل کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا دونوں ہاتھوں سے مراد دونوں صفات جلال اور جمال کی ہیں پس حضرت انسانِ کامل جو مدبّرِ عالم ہے، عالم کی روح ہے لہٰذا غائب ہے اگرچہ خلیفہ سے خارج میں موجود ہے لیکن سوائے خاص اولیاء کے اس کو کوئی نہیں پہچانتا لہٰذا غائب ہے۔ خلیفہ سے مراد قطبِ زماں ہے اور وہ اپنے وقت کا سلطان ہے (یہاں خلیفہ سے مراد اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)۔

۱۳۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ رسول جو نئی شریعت لائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں ''ایک'' ایسا فردِ کامل رہے گا جس میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو گا

اور وہ فنا فی الرسول کے مقام سے مشرف ہوگا وہ فردِ کامل قطبِ زمان ہے اور ہر زمانہ میں ''ایک'' ولی اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ (فصوص الحکم والایقان) [1]

۱۵۔ چونکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات جامع جمیع صفات و منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عین ثانیہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے وہ بالکل بے ارادہ تحتِ امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اسکے توسط سے کرتا ہے۔ (فصوص الحکم) [2]

❁ حضرت شیخ موید الدین جندی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں سورہ فاتحہ کی شرح کرتے ہوئے اسمِ اَللّٰہُ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

''اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے وہ حقیقتاً و معناً عالمِ حقائق اور معنی سے ہے اور صورۃً و لفظاً عالمِ صورت و الفاظ سے ہے۔ جمیع حقائقِ کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کی صورت ولی کامل (انسانِ کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔'' [3]

❁ حضرت سیّد عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:-

''وجودِ تعینات میں جس کمال میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی شخص متعین نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ ان کمالات میں منفرد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانِ کامل ہیں اور باقی انبیاء و اولیاء اکمل صلوٰۃ اللہ علیھم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک ہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالاتفاق انسانِ کامل ہیں۔''

مزید فرماتے ہیں۔ ''انسانِ کامل وہ ہے جو بمقتضائے حکمِ ذاتی بطورِ ملک و اصالت اسماء ذاتی و صفاتِ

---

[1] فصوص الحکم والایقان۔ فتوحات مکیہ [2] فصوص الحکم ترجمہ مولانا عبدالقدیر صدیقی ناشر نذیر سنز لاہور [3] تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ نمبر 41 ترجمہ مولانا فیض محمد اویسی ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

الٰہی کا مستحق ہو۔حق کیلئے اس کی مثال آئینے کی سی ہے کہ سوائے اس کے کہ کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا ورنہ اس کیلئے ممکن نہیں کہ سوائے .... اسمِ اَللّٰہُ کے آئینہ کے، کہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے اور انسانِ کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ سوائے انسانِ کامل اپنے اسماءِ صفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے۔یہی امانتِ الٰہیہ کا حامل ہے یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے:

''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا''۔(ترجمہ: ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔بے شک وہ اپنے نفس کے لیے ظالم اور نادان ہے۔)

آپ رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انسانِ کامل قطبِ عالم ہے جس سے اوّل سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابد الاباد تک ایک ہی شے ہے پھر اس کے لیے رنگا رنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس کے اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے اور دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم اور اس کا وصف عبداللہ ہے اور اس کا لقب شمس الدین ہے پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لائق ہوتا ہے۔۔۔۔

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانہ میں اس زمانہ کے اکمل کی صورت میں اُس زمانہ کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے یہ انسانِ کامل اپنے زمانہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔(ترجمہ فضل میراں ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں سید امیر خان نیازی مرحوم ومغفور کی روایات کے مطالعہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دونوں صاحبزادگان بیک وقت ''انسانِ کامل'' تھے۔''انسانِ کامل تو دنیا میں ایک ہوتا ہے'' اور کیا دونوں بیک وقت تلقین وارشاد کی مسند پر فائز تھے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ سلطان الفقر تو ازل سے فنافی اللہ بقاباللہ ہے یعنی امانتِ الٰہیہ کا حامل یا امانتِ فقر کا وارث ہوتا ہے اور اس کا قدم تمام غوث وقطب اور اولیاء کے سر پر ہوتا ہے۔

اگرچہ 1997ء میں سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ ''سلطان الفقر'' کے اعلان سے قبل سید امیر خان نیازی مرحوم ومغفور ان کی حقیقت اور مرتبہ سے ناواقف تھے اسی لیے یہی روایت

لوگوں سے بیان کرتے رہے لیکن 2002ء میں شمس الفقراء میں سلطان الفقر کی بیعت کے واقعہ کو تحریری شکل دیتے وقت تو نیازی صاحب کو علم تھا کہ ساری دنیا کو حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں علم ہے۔ وہ اپنی پہلی زبانی بیان کردہ روایات اور مشاہدات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ذہن پر زور دیتے تو اس روایت کی تصحیح کر سکتے تھے۔

باقی دونوں روایات میں سید امیر خان نیازی صاحب نے وہ بات تسلیم کر لی جو ہم اوپر درج کر چکے ہیں یا بیان کرنا چاہتے ہیں یا جو حق ہے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے وصال کے فوراً بعد 1981ء میں ہی مسند تلقین و ارشاد سنبھال لی تھی اور اِن روایات میں سید امیر خان نیازی اس خادم سے متفق نظر آتے ہیں۔ یہ بات سو فیصد درست ہے۔ لیکن اُن کی تیسری روایت پھر بھی شبہات اور اشکالات کو جنم دیتی ہے کہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سر سے اپنی دستار اتار کر سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور شورکوٹ سے ایک دستار منگوا کر سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر باندھی گئی۔ جیسا کہ آپ مندرجہ بالا سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ دنیا میں ایک وقت میں ایک ہی انسانِ کامل یا امام الوقت ہوتا ہے۔ اب ظاہری دستار تو سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک پر چلی گئی اور حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے لیے شورکوٹ سے دستار منگوائی گئی۔ چنانچہ بعد ازاں سلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ پانچ سال تک خاندان کے سربراہ، آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور ظاہری طور پر سلسلہ سروری قادری کے سربراہ رہے اور بیعت فرماتے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی عطا فرماتے رہے۔ لیکن اس دوران سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بھی بیعت فرماتے رہے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرماتے رہے اس بات کی تصدیق سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور صاحب کی ہی تحریر سے ہوتی ہے:

وصالِ مرشد کے دن (12 اپریل کو وصال ہوا 13 اپریل کو دفن کیا گیا) سے لے کر 25 دن بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ (سلطان الفقر ششم) جب باہر تشریف لائے تو پہلا خوش نصیب شخص ملک محمد صفدر حسین آف چکوال بیعت کے لیے حاضر ہوا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو بیعت فرما کر مسندِ ارشاد کا آغاز فرمایا۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007ء۔ صفحہ 75۔ بریکٹ میں الفاظ اس خادم کے ہیں)

اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ظاہری طور پر خلافت، سجادہ نشینی، 13 اپریل 1981ء سے 13 نومبر 1986ء[1] تک ضرور سلطان محمد صفدر علی صاحب کے پاس رہی اس کی وجہ یہ ہے کہ خاندانی رسم و رواج کے مطابق بڑا بیٹا ہی وارث بنتا ہے۔ فقیر ظاہری خلافت اور سجادہ نشینی کا محتاج نہیں ہوتا اور پھر اگر سلطان صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ کی

---

[1] مرآتِ سلطانی کے مطابق تاریخ وصال 28 اکتوبر 1986ء ہے

موجودگی میں سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری طور پر بھی ظاہری خلافت عطا کر دی جاتی تو خاندان اسے قبول نہ کرتا اور کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہوتا اور یہ خاندانی رواج کے بھی خلاف ہوتا اس لیے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ورنہ امانتِ الٰہیہ اور امانتِ فقر کے ازل سے وارث سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے یا دوسرے الفاظ میں باطنی خلافت (امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر) آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے پاس تھی اور ظاہری خلافت سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھی۔

ظاہری اور باطنی خلافت (امانتِ الٰہیہ) میں کیا فرق ہے اس کے بارے میں سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت بیان کیا کرتے تھے جو کہ انہوں نے مریدین اور جماعت کے لوگوں میں صرف ایک بار بیان کی اور بعد میں خاموشی اختیار فرمالی۔ سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے ''جنوری 2003 میں وہ ایک مرتبہ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھے اور گاڑی کی پچھلی نشست پر اُن کے ساتھ ملک شیر محمد اور ایک اور صاحب بھی تھے کہ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''نیازی صاحب ہم نے ایک ظاہری خلافت عطا کرنی ہے اور ایک باطنی خلافت (امانتِ فقر)۔'' نیازی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے ناموں کے متعلق پوچھا کہ کس کو ظاہری خلافت عطا کرنی ہے اور کس کو باطنی؟ تو سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ نیازی صاحب کے خیال میں دوسرے لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار فرمالی اُن کا خیال تھا کہ اگر دوسرے لوگ موجود نہ ہوتے تو اُن کو ناموں کا پتہ چل جاتا۔ حالانکہ نیازی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ایسے راز ظاہر نہیں کیے جاتے۔

جب 13 نومبر 1986ء[1] کو سلطان محمد صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری طور پر بھی مسندِ ارشاد سنبھال لی۔ لیکن یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ 13 اپریل 1981ء سے 13 نومبر 1986ء کے عرصہ کے دوران جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری طور پر خاموشی کا زمانہ گزار رہے تھے اس دوران بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوئی۔ اس کو ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ سلطان صفدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''صاحبِ اسم'' مرشد تھے اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ تھے۔ صاحبِ اسم اور صاحبِ مسمّٰی مرشد میں فرق کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے عین الفقر میں یوں بیان فرمایا ہے:

❁ صاحبِ اسم صاحبِ ذکر ہے اور صاحبِ اسم ''مقامِ خَلق'' (مخلوق، یا مقامِ ناسوت) پر ہوتا ہے اور

---

[1] مرآتِ سلطانی کے مطابق 28 اکتوبر 1986

صاحبِ مسمّٰی صاحبِ استغراق ہے۔ اور صاحبِ مسمّٰی مقامِ ''غیر مخلوق'' (مقامِ احدیت) پر ہوتا ہے۔ صاحبِ مسمّٰی پر ذکر حرام ہے کہ وہ ظاہر باطن میں ہر وقت غرق فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

صاحبِ مسمّٰی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

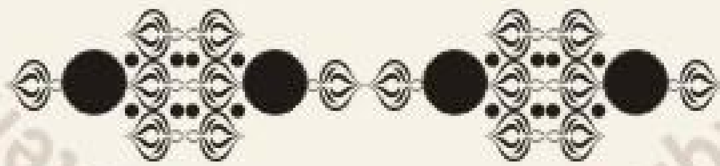
''اس راہ (فقر) کا تعلق عرف (شہرت، نام و ناموس) سے نہیں عرفانِ حق سے ہے اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسمّٰی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہِ معرفت و مسمّٰی کا تعلق گفتگو سے نہیں عطائے الٰہی سے ہے اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہچانتا ہے۔

مسمّٰی آں کہ باشد لازوالی ۔۔۔ نہ آں جا ذکر و فکر نہ وصالی

بود غرقش بہ وحدت عین دانی ۔۔۔ فنا فی اللہ شود سِرِّ نہانی

ترجمہ: مقامِ مسمّٰی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر، فکر و وصال کی گنجائش نہیں اس مقام پر پہنچ کر طالبِ اللہ فنا فی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اُس پر رازِ پنہاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

اب سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسندِ ارشاد سنبھالنے کی طرف آتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر کے حقیقی وارث تھے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسندِ ارشاد اپنے مرشد کے وصال کے فوراً بعد 13۔ اپریل 1981ء کو ہی سنبھال لی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر کے رہتا ہے۔



فصل 4

مرشد کامل اکمل

مرشد کامل اکمل[1] نور الہدیٰ کی جو صفات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں بیان فرمائی ہیں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ان کی مکمل اور جامع تصویر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ سلطان الفقر پر فائز ہیں۔ جو سلطان الفقر کی شان ہوتی ہے وہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان ہے اور سلطان الفقر کی تعریف رسالہ روحی شریف میں یہ فرمائی گئی ہے:

''ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے جس طالب پر اُن کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدہ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا پورا وجود نورِ مطلق بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد و وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان الفقر کی اسی صفت کا مظہر تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو ریاضتوں، وظائف، چلہ کشی کی مشقت میں نہیں ڈالا محض اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور، اپنی صحبت اور نگاہِ کامل کی تاثیر سے لوگوں کے زنگ آلود قلوب کو نورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے منور فرمایا۔ اس عاجز اور خادم کا مشاہدہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بار کی توجہ ہزار ہا ورد و وظائف سے بہتر تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ نور تھی جس پر یہ کیمیائی نگاہ پڑی وہ نورِ مطلق بن گیا۔ اس عاجز نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھی گئی ایک منقبت میں اس کا اظہار یوں کیا ہے:

❁ آپؒ کی نگاہِ کامل سے ناقصوں کو کمال ملا
ملا سب کو عشق مگر خواص کو مانندِ بلالؓ ملا
❁ وہ محفلِ عشاق میں آپؒ کا دبے پاؤں آنا

---

[1] باب اول فصل 8 ملاحظہ فرمائیں۔

عاشقوں سے نگاہیں ملا کے وہ نگاہوں کا جھکانا
ہلکے سے تبسم سے وہ دِلوں کو گرمانا
دید میں تڑپتی روحوں کو ایک نظر سے دیوانہ بنانا
نجیب ہوا انہی اداؤں سے گھائل دلبر جانی
سلطان محمد اصغر علیؒ مظہر ذات ربانی

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جتنے بھی مشائخ سروری قادری یا سروری قادری سلسلہ میں جو بھی فقراء اور خلفاء گزرے ہیں انہوں نے لوگوں کو صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر کی پہلی منزل ''اَللّٰہُ ھُو'' عطا فرمائی لیکن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ ذات ہیں کہ جس نے سلطان الاذکار ''ذکرِ یاھُو'' کو خواص کی بجائے عام لوگوں میں عام کیا اور خاص الخاص طالبانِ مولیٰ کو سونے کا اسمِ ذات عطا فرمایا جو حقیقی اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے لوگ حُبِّ دنیا اور تصورِ مادیت میں غرق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظلمت و گمراہی کے دور میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور عطا کر کے مشاہدہ سے کمال بخشا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک فیض پہنچانے کے لئے طالبِ مولیٰ کیلئے یہ مشکل بھی آسان کر دی کہ برسوں کی محنت و مشقت کی بجائے پہلے ہی دن اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرما دیتے بلکہ بغیر بیعت کے بھی عطا فرما دیا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں سے ریاضت کرانا چاہی انہیں جنگل و غار میں رہنے کی بجائے تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور صحبتِ مرشد اور مرشد کے لیے مختلف فرائض کی انجام دہی کا حکم دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالبوں اور مریدین پر اس قدر مہربان اور شفیق تھے کہ ایک طالبِ مولیٰ کی غلطی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بیٹا مرشد کامل اپنے طالب (طالبِ صادق) پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ جو مرشد اپنے طالب (طالبِ صادق) پر ناراض ہوتا ہے تو اس میں خود نقص ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملک بھر میں سفر کر کے لوگوں کو گھروں میں جا کر فیض یاب فرمایا۔ ایسے ہزاروں لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ تک نہیں پہنچ سکے مگر وہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض سے مستفیض ہوئے اور باطن کو منور کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طالب کو ہر ظاہری و باطنی طریقے سے محبت کے انداز میں تلقین فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مہربان اور شفیق انداز سے محسوس ہوتا کہ طالب، طالب نہیں بلکہ مطلوب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں لوگوں کو واصل باللہ اور عارف باللہ بنایا اور ہزاروں خوش نصیبوں کو دریائے توحید میں غوطہ دے کر فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی توجہ ایک نکتہ پر مرکوز کراتے۔ جب وہ نکتہ سمجھ آجائے تو پھر تفاسیر میں پڑنے کی حاجت نہیں رہتی۔ اور وہ نکتہ ذکر و تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ یہ ایسا طریقہ ہے جسے عارفین نے پہلے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت بابا بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پھڑ نکتہ چھڈ کتاباں نوں ۔۔۔۔۔ کر بند کفر دیاں باباں نوں

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علم بہت کثیر ہے مگر بندہ کی عمر بہت قلیل ہے لہٰذا اس مختصر عمر میں وہ علم حاصل کر جو معلوم تک پہنچادے۔''

گویا آپ نے کثرت والے علم سے بچا کر وحدت (توحید) کے ایک نکتہ پر مرکوز ہونے کی تعلیم دی جس سے ہزاروں لوگ آسانی سے رازِ حقیقت سے باخبر ہوئے۔

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ کامل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مرشدانِ کامل دنیا میں بہت پائے جاتے ہیں اور مرشدِ کامل طالبِ خالص کو سات دن کی توجہ سے واصل باللہ کرتا ہے۔ مرشدانِ مکمل دنیا میں چند پائے جاتے ہیں اور مرشدِ مکمل طالب خالص کو لگا تار چوبیس گھنٹے کی توجہ سے واصل باللہ کرتا ہے اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ دنیا میں صرف ایک وقت میں ایک ہوتا ہے جو مظہرِ ذاتِ الٰہی اور امام الوقت اور خلیفۂ وقت ہوتا ہے اس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اذا تم الفقر فھو اللّٰہ (فقر جب کامل ہوتا ہے وہیں اللہ ہوتا ہے) اور ایسے مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی ایک نگاہِ کیمیا اثر ہی طالب کو رازِ فقر تک پہنچا دیتی ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل اکمل تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک اسمِ اَللّٰہُ ذات کا مظہر تھا۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ راہِ فقر میں مرشد کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی سروری قادری کی راہنمائی اور راہبری لازمی قرار دیتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو لوگ مرشد کامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت' فقر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا ممکن نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود راہِ سلوک کی منازل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی میں پہنچ گیا ہو۔
- میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل کامل مرشد نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی' فریبی' دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھائی اگر تم دنیا اور عقبیٰ کے لئے جاؤ گے تو انہی لوگوں کے ہتھے چڑھو گے۔ کوئی طالبِ صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلسازوں کے ہتھے نہیں چڑھتا کیونکہ

اس کا نگہبان وہ (اللہ) ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے اپنی طلب کو دیکھ اور درست کر۔ پھر مرشد کی تلاش کر تجھے منزل مل جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے اس کی پہچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان مردار دنیاداروں سے اپنے آپ کو چھپالیا۔ میں پھر کہتا ہوں صادق دل اور خلوصِ نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر تلاش کر تجھے اپنی منزل مل جائے گی ابو جہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ پہچان سکے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے طلبِ صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے پہچان لیا۔

❁ مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف نہیں کرواتا بلکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ کی راہ جانتا ہے اور طالب کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا دائمی ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ مُحَمَّدٌ کا سنہری نقش عطا کرتا ہے اور مشقِ مرقوم وجودیہ کی راہ دکھا کر اسے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ طریق ہے جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔ مرشدِ کامل ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے ربّ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ جو مرشد یہ نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔

❁ مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون سا دوست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث بنے''۔

❁ طالب کو چاہیے کہ مشاہدۂ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشقِ مرقوم وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات یا تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ (جیسا مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی صحبت اور مجلس ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں زنگ آلود قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نورِ ایمان داخل کیا جاتا ہے مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا۔ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی مجلس میں صدق اور یقین کے ساتھ حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور مجلس میں حاضری کے بغیر اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی دل میں قرار نہیں پکڑتا۔

❁ مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں اوّل کامل، جو مرغی کی مثل ہوتا ہے۔ جس طرح مرغی کے نیچے جو انڈے آجائیں ان سے بچے نکل آتے ہیں اور جو انڈے باہر رہ جائیں ان سے بچے نہیں نکلتے اسی طرح جو مرید مرشدِ کامل کی صحبت میں بیٹھے رہیں وہ مرشد کی نظر میں ہوتے ہیں اور جو اس کی محفل سے نکل جائیں وہ اس کے تصرف سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مرشد مکمل جو کچھوے کی مثل ہوتا ہے۔ کچھوا انڈے خشکی پر دیتا ہے لیکن خود پانی میں رہتا ہے اور وہیں سے نگاہ کرتا ہے اور بچے نکل آتے ہیں لیکن اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے جہاں تک نگاہ اثر کرتی ہے۔ سوم مرشدِ کامل اکمل کونج کی مثل ہوتا ہے۔ کونج مشرق میں انڈے دیتی ہے اور مغرب میں جا کر نظر کرتی ہے تو بچے نکل آتے ہیں اس کی نظر کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اصل مرشد وہی ہوتا ہے۔ جس کی نظر ہر وقت طالب پر رہے چاہے طالب مشرق میں ہو یا مغرب میں۔

❁ مرشد کامل سروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے بس طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔

❁ ابتدا میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے غور و فکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا کر رہا ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک کی طرف منتقل ہو کر اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔

❁ مرشد کامل کی نگاہ راہِ فقر کے تمام امراض لالچ، حسد، تکبر، کینہ، انانیت، ہوس، بغض، حبِ دنیا اور حبِ عقبیٰ کو ختم کر دیتی ہے۔

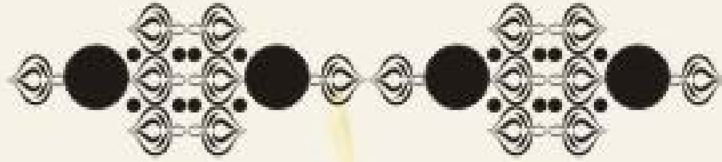
❁ مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی گئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن مشاہدۂ حق تعالیٰ، حضورِ قلب، اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قربِ الٰہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

❁ مرشد کامل فقر کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاصلہ دنوں میں طے کرا دیتا ہے جو مرشد کامل کے بغیر اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے ''جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔''

❁ مرشد کے بغیر راہِ فقر پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس راہ پر سفر کی ابتدا بھی نہیں ہوسکتی۔

تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تجلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کشمکش و بے یقینی میں مبتلا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کو تصورِ اسمِ محمد ﷺ عطا کرے کیونکہ اسمِ محمد ﷺ صراطِ مستقیم ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔''

اس عاجز اور خادم نے اپنی پوری زندگی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک سے زیادہ پُرنور چہرہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ سے حسین و جمیل کسی کو دیکھا۔ جو سعید قلب آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دیدار کرتا بس آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار میں محو ہو جاتا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہی ہو کر رہ جاتا۔ وصال کے بعد بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض جاری ہے کیونکہ سلطان الفقر کو جاودانی زندگی حاصل ہے۔



فصل 5

فیض اسمِ اَللّٰہُ ذات

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کا فیض جتنا عام کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی اور نے نہیں کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاءِ کرام کا یہ قول کہ اسمِ اعظم کا چھپانا لازم اور ظاہر کرنا حرام ہے الٹ کر اسمِ اعظم کا چھپانا حرام اور ظاہر کرنا لازم' کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے میں گزری اور اس کے لیے شہر شہر اور گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کو معرفتِ الٰہی کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی دعوت دیتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر آنے والے کو ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کا ذکر و تصور اور مشق مرقومِ وجودیہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' (اَللّٰہُ ، لِلّٰہِ ، لَہٗ ، ھُو) اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ نُور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محرمِ راز ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ ''اسمِ اعظم'' طالب کو کسی مرشدِ کامل صاحبِ مسمّٰی سے حاصل ہوا ہو۔

- تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات تمام باطنی علوم کا منبع ہے اس کے ذکر اور تصور سے باطن میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام، دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے ذکر' فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کبڑی ہو جائے۔

- انسان کو اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کی پہچان صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے کوئی دوسرا ذکر' فکر یا عبادات انسان کے باطن کے بند دروازے کے قفل کو نہیں کھول سکتی۔

- اسمِ اَللّٰہُ ذات دل کی کنجی ہے۔
- اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دل کے آئینہ سے زنگ اتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور دل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے کہ جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصہ میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے اسی طرح ٹیکہ بازو میں لگتا ہے جبکہ زخم اگر پاؤں پر ہو تو ٹھیک ہو جاتا ہے جب انسان اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر سانسوں سے کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔
- اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی اسمِ اعظم ہے یہ اس وقت اثر کرتا ہے جب یہ کسی صاحب راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔
- جس نے ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اپنے قلب (باطن) کو زندہ نہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔
- اسمِ ذات ''ھُو'' سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہی سلطان ہے۔
- جو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات طلب کرے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی کی تلقین فرمائی اور ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کو زنگ آلود قلوب کو منور کرنے کا نسخہ اور باطن کی کنجی قرار دیا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ساتھ مشقِ مرقومِ وجودیہ بھی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ مشقِ مرقومِ وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- قیامت کے دِن سب لوگ اللہ پاک کی بارگاہ میں فطری لباس میں پیش ہوں گے لیکن مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کرنے والا شخص جب اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اس کا لباس ہی نورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہوگا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے جسم کو قبر کی مٹی نہیں کھاتی اور اس کا جسم قیامت تک محفوظ رہتا ہے اور موت کے بعد اس کی قبر زندہ ہو جاتی ہے۔

نام فقیر تنہا دا باھُوؒ قبر جنہاں دی جیوے ھُو

ترجمہ: اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جن کی موت کے بعد بھی اُن کی قبر سے لوگوں کو روحانی فیض ملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی لاکھ انسانوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرمایا اور بھولے بھٹکے راہی اپنی نگاہِ اکمل سے صراطِ مستقیم

کے مبلغ بنا دیئے۔ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں اسم اَللّٰہُ ذات کا فیض جاری وساری فرمایا جو قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارک کے آخری ایام میں جتنا سفر فرمایا ہے اس میں ان گنت طالبانِ مولیٰ کی بے مثال رہنمائی فرمائی۔ اس دوران آپ رحمتہ اللہ علیہ سورہ احزاب کی آیت نمبر 72 اکثر تلاوت فرما کر ساتھ ساتھ ترجمہ اور مفصل طریقے سے تفسیر بھی بیان فرماتے۔

❁ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا O

''ہم نے اپنی امانت آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر پیش فرمائی تو تمام چیزیں عاجز آ گئیں اور ڈر گئیں لیکن انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ اے انسان تو اپنے نفس کے لئے ظالم اور نادان ہے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے کہ وہ امانت کیا ہے؟ وہ امانت اسم اَللّٰہُ ذات ہے جو ہر انسان کے سینے میں موجود ہے جسکی وجہ سے ہر انسان فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے چاہے اس بچے کے والدین غیر مسلم کیوں نہ ہو۔ اور پھر کل بروز قیامت اس امانت کو صحیح سلامت لے جانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ قرآن مجید کی یہ آیت مبارک تلاوت فرمایا کرتے تھے:

❁ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ O اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ O

''کل قیامت کے دن نہ تمہارا مال کام آئے گا اور نہ اولادیں بلکہ سلامتی والا دل کام آئے گا۔''

پھر اس کی وضاحت فرماتے کہ چونکہ دل کے اندر اسمِ اَللّٰہُ ذات پاک بطورِ امانت موجود ہے اور جب تک ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات نہ کیا جائے تو نہ دل پاک ہوتا ہے اور نہ وہ امانت بندہ صحیح سلامت واپس لے جا سکتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور نہ سکونِ قلب ملتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ خاص الخاص طالبانِ مولیٰ کو تصور کے لئے سونے سے لکھا ہوا اسمِ اَللّٰہُ ذات اور سلطان الاذکار اسمِ ھُو کا ذکر عطا فرماتے اور انہیں مشق مرقومِ وجودیہ بتائی جاتی جس پر عمل سے وہ دائمی حضوری کا شرف حاصل کرتے۔ ابتدا میں طالبوں کو چھپا ہوا (Printed) اسمِ اَللّٰہُ ذات تصور کے لیے اور ذکرِ اَللّٰہُ عطا کیا جاتا۔ اس خادم کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک چھپے ہوئے (Printed) اور سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کروانے کا شرف حاصل رہا ہے اور سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کروانے کی ڈیوٹی ایسا شرف تھا کہ وہ شروع ہی اس خادم سے ہوئی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک جاری رہی جیسا کہ طارق اسماعیل ساگر صاحبِ لولاک کے

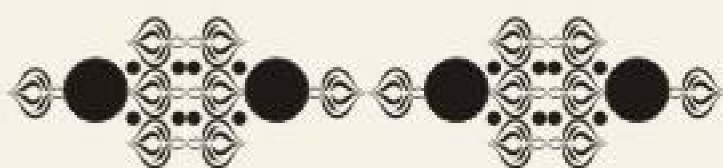
بارِ اوّل (اپریل 2004) میں سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خالد کی زبانی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ (سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ) نے آخری لمحات میں ہمارے ساتھی نجیب الرحمٰن صاحب سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کے متعلق پوچھا جو لاہور میں سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات تیار کرواتے تھے۔ اِن دنوں آپ کے گھر سے اپنے والد مرشد کے زمانے کے دو پرانے اسمِ اَللّٰہُ ذات ملے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نجیب الرحمٰن صاحب سے کہا کہ اس طرح کے اسمِ اَللّٰہُ ذات ہمارے لیے بھی تیار کروائیں۔ پھر پوچھا کتنے دِن لگیں گے۔ [1]''

یاد رکھیئے کہ ہر سلطان الفقر نے اسمِ اعظم اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرمایا لیکن اسمِ اعظم اسمِ اَللّٰہُ ذات کو جس قدر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عام فرمایا ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعلان مخصوص لوگوں کے لئے نہیں تھا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:- ''ملک بھر میں تمام لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی دعوت دو انہیں بلاؤ اللہ کی طرف کیوں کہ اسی میں ان کی فلاح ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ ذات ہیں جنہوں نے سلطان الاذکار ''ذکرِ یاھُو'' کو عام کیا۔ اس سے پہلے مشائخ سروری قادری صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات کی پہلی منزل کا ذکر عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر جب اسمِ اَللّٰہُ ذات اس عاجز کے سپرد فرمایا تو وصیت فرمائی ''بھائی نجیب الرحمٰن آپ ابتدا میں ہی ذکرِ ھُو عطا کر دیا کرو کیونکہ اب اس پُرفتن، مصروفیت اور مادیت پرستی کے دور میں انسان کے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ وہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی چاروں منازل سے گزر سکے اور مشقت برداشت کر سکے اور اسمِ محمد ﷺ کے فیض کو عام کرنے کا بھی حکم فرمایا۔'' یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت تک سروری قادری مشائخ پر ابتدا میں ہی بیعت کے بعد ذکرِ یاھُو عطا کرنا لازم کر دیا یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان الاذکار اسمِ یاھُو کا فیض قیامت تک عام فرما گئے۔

[1] صفحہ نمبر 273 تا 274۔ سن اشاعت اپریل 2004ء۔ پہلا ایڈیشن ناشر مکتبہ العارفین لاہور۔ بعد کے ایڈیشن جو العارفین پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیے ان میں سے یہ پیرا نکال دیا گیا ہے۔



فصل 6

دعوتِ فقر کے لیے جدوجہد اور مساعی

ا۔ اصلاحی جماعت کا قیام

صاحبزادہ سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے یکم جنوری 1986 کو ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام ''انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُوؒ سلطان پاکستان وعالمِ اسلام'' رکھا۔ اس انجمن کے قیام کا بنیادی مقصد صرف آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ مریدین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا تھا۔ 13 نومبر[1] 1986ء کو صاحبزادہ سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ظاہری طور پر بھی سلسلہ سروری قادری کی امامت کو سنبھال لیا اور ''اصلاحی جماعت'' کے نام سے ایک نئی جماعت 27 فروری 1989 کو قائم کی۔ اصلاحی جماعت کا اپنا منشور اور پرچم تھا اس جماعت کا مقصد اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنا اور طالبانِ مولیٰ کی باطنی تربیت اور تزکیۂ نفس کرنا تھا۔

سلسلہ سروری قادری کی امامت ظاہری طور پر سنبھالتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ علماء صرف ظاہر پر توجہ دے رہے ہیں باطن کی طرف اُن کی نظر نہیں ہے اور اسلام کی عبادات روح سے خالی ہو چکی ہیں۔ مسلمان ظاہر پر توجہ کی شدت سے مختلف فرقوں اور مسلکوں میں تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات فرقہ

---

[1] سید امیر خان نیازی نے صراط الصالحین جلد اوّل میں تاریخ وصال 13 نومبر 1986ء اور سلطان الطاف علی نے مرآتِ سلطانی میں 28 اکتوبر 1986ء درج فرمائی ہے۔

پرستی کے اندھیروں میں گم ہوتی جارہی ہیں لہٰذا ایک ایسی جماعت ہو جو ظاہر کے ساتھ باطن میں بھی لوگوں کی تربیت کرے۔اس لیے ''اصلاحی جماعت'' کو اللہ تعالیٰ کے اس آفاقی حکم کے تحت وجود میں لایا گیا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ آلِ عمران 104)

ترجمہ: ''اورتم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے انہیں معرفتِ حق تعالیٰ کی تلقین کرے اور برائی سے روکے اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔''

''معروف'' سے مراد ''واقف ہونا'' ہے۔ ''امر بالمعروف'' کے معنی اللہ سے واقف ہونے یا اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا حکم دینے کے ہیں۔ ''نہی عن المنکر اور امر بالمعروف'' ہر صاحبِ صدق مسلمان پر فرض ہے۔امر بالمعروف یا معرفت کی راہ، فقر کی راہ ہے۔

چونکہ انسان کی زندگی کا مقصد معرفتِ حق تعالیٰ کا حصول ہے اور اس ذات کی معرفت کیلئے اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طلب وتلاش شرط ہے۔ جسے اسمِ اَللّٰہُ ذات مل جاتا ہے اسے دوجہان کی روشن ضمیری حاصل ہو جاتی ہے اس کا دل باصفا اور روشن آئینہ بن جاتا ہے۔ اور وہ دل میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار وتجلیات کے مشاہدہ سے معرفتِ حقیقی پالیتا ہے، اس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہوجاتا ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے اس کی جملہ صفات ذاتی اسم میں مجمل ہیں۔ جب یہ اسمِ مجمل کسی صاحبِ راز کے سینہ میں منور ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی کتاب مفصّل ہوجاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے ''وفی انفسکم افلا تبصرون'' (ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم نہیں دیکھتے) جس کا دل کتابِ مفصّل ہو وہ صاحبِ اسم با مسمّٰی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے اسمِ ذات (اقرا باسم ربك الذی خلق (پڑھ اپنے رب کے نام (اَللّٰه) سے جس نے تجھے پیدا کیا) کی تعلیم دی پھر دوسروں کے تزکیہ وتعلیم کا حکم فرمایا '' یزکیھم یعلمھم الکتاب والحکمۃ''۔ اور انہیں پاک کیجئے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرئیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نگاہِ پاک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو پاک فرمایا۔ ذکرِ اَللّٰہُ سے وحدت کی تعلیم دی اور فکری ونظری ارتکاز بخشا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت مبارکہ اور ہر قول وفعل نکتۂ وحدت پر ارتکاز کی تعلیم دیتا ہے۔ جبکہ شرک کی وضاحت جو اللہ پاک نے قران مجید میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے ''کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو الہٰ (معبود) بنالیا ہے۔'' چونکہ نفس کا تعلق عالمِ خَلق سے ہے اس لئے اس کی خواہشات تصورِ حقیقی سے ہٹ کر مادی تصورات میں الجھ جاتی ہیں اسی مادیت

اور اس کے تصور کو دنیا، پردہ اور بشریت کہتے ہیں جس کی نفی لازم ہے۔

مرشد کامل اکمل سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کا فیض عام فرما کر دلوں میں اللہ کا نام نقش کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات واضح کر دی کہ تمام مادی تصورات کی نفی "لا الہ" کر کے ذاتِ واحد "الا اللہ" کا تصور دل میں قائم کرنا انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ یہ عین حقیقت ہے کہ جس چیز کو فنا ہے اس کا تصور بھی غیر حقیقی اور فانی ہے جبکہ تمام مخلوق فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بقا ہے اس لئے عقل مند وہ ہے جو اپنے دل کو غیر اللہ سے پاک کر لے اور غیر محبتوں کو کدورت سمجھتے ہوئے ان کے تصوراتی بتوں کو توڑ دے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور دل میں نقش کر لے۔

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ کامل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے۔ اصلاحی جماعت تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی طرف متوجہ و مائل کر کے انہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کر کے معرفتِ الٰہیہ سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کرتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ لوگوں کو طلبِ دنیا سے ہٹا کر طالبِ مولیٰ بناتے رہے اور انہیں خواہشاتِ نفس و دنیا سے ہٹا کر قربِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتے رہے اور لوگوں کو خصائلِ رذیلہ سے پاک کر کے خصائلِ حمیدہ سے مزین کرتے رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی لاکھ انسانوں کو "اسمِ اَللّٰہُ ذات" عطا فرمایا اور بھولے بھٹکے راہی اپنی نگاہِ کامل سے صراطِ مستقیم کے مبلغ بنا دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دس ہزار[1] کے قریب سونے سے بنے ہوئے اسمِ اَللّٰہُ ذات خاص الخاص لوگوں کو عطا فرمائے اور ان اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تیاری کا اعزاز اس خادم کو نصیب ہوا۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارک ہی اصلاحی جماعت تھی اس لیے اصلاحی جماعت کے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی سرپرست تھے اور آخری لمحہ تک اس جماعت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اپنا کنٹرول رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی زیرِ نگرانی صدور (مبلغین) کو تبلیغ کے لیے روانہ فرماتے لیکن 2001 میں حج کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محرم راز مل جانے کے بعد اس طرف توجہ دینی بند کر دی تھی اور سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی مدظلہ الاقدس کے وصال کے ساتھ ہی اصلاحی جماعت کے جسد سے بھی روح نکل گئی۔

۲۔ عالمی تنظیم العارفین

عالمی تنظیم العارفین کے قیام کا ذکر کرنے سے قبل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سلطان الفقر (ششم)

---

[1] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور شمارہ فروری 2004

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اس نظریہ کے قائل تھے کہ ریاست کی حفاظت اور جہاد کی ذمہ داری ریاست اور فوج کی ہے کسی تنظیم یا جماعت کی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں مختلف فرقوں اور مسلکوں پر قائم کی گئی تنظیموں اور جماعتوں کو مسلح تربیت دینا اور انہیں مسلح کرنا ملک میں خانہ جنگی' فساد اور انارکی کا باعث بن سکتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر امن جدوجہد کے قائل تھے اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک نہ ہوتا تو 1989 میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اصلاحی جماعت کی بجائے جہادی تنظیم قائم فرماتے کیونکہ اس وقت تو افغان اور کشمیر جہاد اپنے عروج پر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد جدید اسلامی فلاحی ریاست کا قیام تھا۔ کیا آج تک کہیں بھی صرف ظاہری جہاد کے ذریعے فلاحی ریاست قائم ہوئی ہے؟ اور پھر آج کے جدید دور میں ایسا کیسے ممکن ہے۔ فلاح کے لیے ظاہری جہاد سے زیادہ باطنی جہاد کی ضرورت ہے یعنی نفس کے خلاف جہاد کی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔ حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر مساعی اسی مقصد کے لیے وقف تھیں کہ امت کو اس جہادِ اکبر کے ذریعے فلاح کی راہ پر گامزن کر کے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جا سکے۔

اُس دور میں ظاہری جہاد میں مال' نام اور شہرت بہت تھی جہاد کی وجہ سے بہت سی گمنام جماعتیں اور لوگ چند سالوں میں ملک کی امیر ترین' نامور اور مشہور جماعتیں بن گئی تھیں۔ جن کے پاس سائیکل تھے وہ لینڈ کروزروں میں گھوم رہے تھے اس صورتحال کو دیکھ کر اصلاحی جماعت کے اندر بھی ایک گروپ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جماعت میں ''جہادی شعبہ'' قائم کرنا چاہتا تھا۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اس کی اجازت نہ دے رہے تھے کیونکہ اصلاحی جماعت کی اپنی ایک پہچان تھی جو کہ مدّتوں کی جدوجہد اور ریاضت سے قائم ہوئی تھی اور اصلاحی جماعت کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ عام لوگوں یا عوام الناس سے چندہ یا فنڈ وصول نہیں ہو سکتا تھا صرف مریدین سے چندہ یا فنڈ لینے کی اجازت تھی۔

ڈاکٹر رفاقت سلطان صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک علیحدہ تنظیم قائم کرنے کی درخواست پیش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''قائم کر لو۔'' یوں 26 دسمبر 1999ء کو ''عالمی تنظیم العارفین'' کے نام سے نئی تنظیم وجود میں آ گئی اس کا پرچم' منشور اصلاحی جماعت سے علیحدہ تھا۔ سلطان محمد علی سرپرست، میاں ضیاء الدین صاحب صدر، عنائیت اللہ قادری نائب صدر اور ڈاکٹر رفاقت سلطان جنرل سیکرٹری مقرر ہو گئے۔ سلطان الفقر (ششم) رحمۃ اللہ علیہ اصلاحی جماعت کے سرپرستِ اعلیٰ تھے بلکہ خود ہی اصلاحی جماعت تھے اِس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ''عالمی تنظیم العارفین'' سے علیحدہ رکھا۔ جب اس جماعت کے عہدیداروں کی حرکات کی وجہ سے ''اصلاحی جماعت'' کی ساکھ بھی متاثر ہونے لگی اور جماعت میں انتشار پیدا ہونے لگا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے 26۔اپریل 2000 کو داروغہ والا لاہور میں جماعت کے تمام عہدیداران کو برخاست کر دیا اور کچھ عرصہ بعد رانا تجمل حسین کو اس کا سربراہ بنایا لیکن پھر محمد شہباز کو اس کا انچارج مقرر کیا گیا۔ محمد شہباز نے چند ساتھیوں کو فوجی تربیت دلائی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حتی المقدور ان کو کسی فوجی کاروائی میں حصہ نہ لینے دیا لیکن اکتوبر 2001[1] میں عالمی تنظیم العارفین نے کشمیر میں ایک کاروائی میں حصہ لیا۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اِن لوگوں کو اپنی جماعت کے پروگراموں کی سیکورٹی پر لگا دیا یوں ''عالمی تنظیم العارفین'' کوئی جہادی کام نہ کر سکی البتہ معرفتِ الٰہیہ کی دعوت کا کام اصلاحی جماعت نے سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک جاری رکھا۔

۳۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کا اجراء

دسمبر 1999 میں سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے اس خادم کو فقر کی تعلیمات اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ میں چونکہ سرکاری ملازم تھا اور سرکاری ملازم کو اور کوئی کام کرنے کی قانونی طور پر اجازت نہیں ہوتی اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے ابوالمرتضیٰ کی کنیت سے اس رسالہ کا چیف ایڈیٹر مقرر فرمایا۔ دفتر اصلاحی جماعت داروغہ والا لاہور میں اس کا دفتر قائم کیا گیا۔ اپریل 2000ء میں مرآۃ العارفین لاہور کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ عالمی تنظیم العارفین کے عہدیداران کی مداخلت سے تنگ آکر ستمبر 2000ء میں اس عاجز نے ماہنامہ مرآۃ العارفین کا دفتر داروغہ والا کے دفتر سے اپنے ملکیتی گھر 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور منتقل کر لیا۔ اور اکتوبر 2000ء کا شمارہ یہاں سے شائع ہوا یہ اصلاحی جماعت کا دفتر تھا اور اس عاجز کی زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا۔ اس کا افتتاح سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے 18 نومبر 1998 (28 رجب 1419ھ) بروز بدھ شام 4 بجے پرچم لہرا کر فرمایا تھا۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کو یہ عاجز فقر کی تعلیمات کے مطابق سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک شائع کرتا رہا۔ لیکن سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس ماہنامہ کا انتظام سلطان احمد علی صاحب نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آخر کار اگست 2004 میں اِس خادم کو اس رسالہ سے فارغ کر دیا گیا اور طارق اسماعیل ساگر صاحب کو ایڈیٹر مقرر کر دیا گیا۔

سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس عاجز نے مسندِ تلقین و ارشاد کا آغاز 14 اگست 2005ء

---

[1] ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور شمارہ نومبر 2001

میں اور ’’ماہنامہ سلطان الفقر لاہور‘‘ کا اجراء اگست 2006ء میں اپنے گھر المرتضیٰ مصطفیٰ ٹاؤن لاہور سے کیا۔ جولائی 2009ء میں اس خادم کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ A/4 ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور کے دفتر کو دین کی بجائے ’’ناشر‘‘ ماہنامہ مرآۃ العارفین دنیاوی اور کاروباری مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے تو یہ جگہ 3۔اگست 2009ء کو مرآۃ العارفین کے ’’ناشر‘‘ سے خالی کروالی گئی یعنی سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کے وصال 26۔دسمبر 2003 سے لے کر 3۔اگست 2009 تک 5 سال سات ماہ اور سات دِن یہ عمارت ان کے استعمال میں رہی اور اس عاجز نے اُس کی واپسی کا کبھی مطالبہ تک نہ کیا۔ستمبر 2009ء میں ماہنامہ سلطان الفقر لاہور کے دفاتر یہاں منتقل ہوگئے اور اکتوبر 2009 کا شمارہ A/4۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور سے شائع ہوا یعنی تاریخ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرایا۔اب یہی جگہ سلسلہ سروری قادری کی خانقاہ ہے اور یہیں پر تحریک دعوتِ فقر، ماہنامہ سلطان الفقر اور سلطان الفقر پبلیکیشنز کے دفاتر ہیں یعنی حق اپنے مقام پر واپس آچکا ہے۔

۴۔ مکتبہ العارفین کا قیام

اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے 1994 میں سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے اصلاحی جماعت کا شعبہ نشر و اشاعت قائم کیا اور سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور کو اس کا انچارج مقرر فرمایا۔سب سے پہلے اس شعبہ سے اردو ترجمہ کے ساتھ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب عین الفقر شائع ہوئی جس کا ترجمہ خود سید امیر خان نیازی نے کیا تھا۔اس کے بعد اس شعبہ کے تحت کئی تراجم اور کتب شائع ہوئیں۔تراجم میں کلید التوحید (خورد، کلاں) ’نور الہدیٰ (کلاں)‘شمس العارفین‘ مجالسۃ النبی اور کتب میں صراط الصالحین (حصہ اوّل و دوم) شامل ہیں۔ عالمی تنظیم العارفین کے قیام کے بعد تنظیم کے عہدیداروں نے مکتبہ العارفین قائم کیا جس کے دو جگہ دفاتر تھے۔ لاہور میں عامر طفیل صاحب اور جوہر آباد میں حمید سلطان صاحب اس کے انچارج تھے۔دونوں جگہوں سے اس کا کام ہو رہا تھا جب ’’عالمی تنظیم العارفین‘‘ کا کام سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ نے 26 اپریل 2000ء کو بند فرمادیا تو یہ شعبہ بھی بند ہوگیا۔19 نومبر 2001ء میں حاجی محمد نواز صاحب نے لاہور میں اس عاجز کے گھر سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی ’’مکتبہ العارفین کی شائع کردہ مختلف اشیاء لاہور اور جوہر آباد میں بند پڑی ہیں اور اس شعبہ کا کام بھی بند ہے آپ حکم فرمائیں تو اِس شعبہ کو ایک جگہ لاہور یا جوہر آباد میں قائم کردیا جائے تاکہ مرکز ایک ہو، بہتر تو یہ ہے کہ یہ شعبہ لاہور میں عامر طفیل صاحب کے پاس رہے کیونکہ یہاں نشر و اشاعت کے

وسیع مواقع میسر ہیں۔'' سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا ''اس شعبہ کو بھائی نجیب الرحمٰن کے حوالہ کر دیا جائے'' اور یوں یہ شعبہ اس عاجز کے سپرد کیا گیا اور اس کا دفتر ماہنامہ مرآۃ العارفین کے دفتر 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں ہی قائم کیا گیا۔ اس شعبہ کے تحت سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک بہت سی کتب منظرِ عام پر آئیں جن میں گلدستہ ابیات وتعلیمات حضرت سخی سلطان باھُوؒ، حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات۔ شان سلطان الفقر مع رسالہ روحی شریف، مرشدِ کامل، طریقت کیا ہے؟ ابیات وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھُوؒ، گلدستہ ابیات و مناجات حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ اور دیگر بہت سے پمفلٹ، بیجز، ڈائریاں، کیلنڈر اس میں شامل ہیں[1]۔ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس شعبہ سے بھی اس عاجز کو علیحدہ کر دیا گیا اور اس کا نام بدل کر العارفین پبلیکیشنز کر دیا گیا اور سلطان احمد علی صاحب نے اس کا انتظام سنبھال لیا۔ جس کا اشارہ مجھے یوں دیا گیا ''صاحبِ لولاک'' کتاب سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال دسمبر 2003ء کے تین ماہ بعد 12 اپریل 2004ء کو منظرِ عام پر آئی۔ اس کی تیاری اور مواد کے لیے نہ تو مجھ سے رابطہ کیا گیا اور نہ ہی اس کی اشاعت کے لیے کوئی مشورہ کیا گیا۔ اب اس خادم نے سلطان الفقر پبلیکیشنز کی بنیاد رکھی ہے جس کے تحت بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات، مرشد کامل اکمل، سلطان الوھم ترجمہ (تصنیفِ لطیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ)، مرآۃ العارفین ترجمہ وشرح (تصنیفِ لطیف امام الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)، سوانح حیات سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ روحی شریف ترجمہ وشرح (تصنیفِ لطیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ)، شمس الفقرا، حقیقتِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حیات وتعلیمات غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خلفائے راشدین، فضائلِ اہلِ بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور زیرِ نظر کتاب مجتبیٰ آخر زمانی شامل ہیں اور بہت سی کتب ابھی زیرِ طبع ہیں۔

---

[1] ان کتب میں سے گلدستہ ابیات وتعلیمات حضرت سخی سلطان باھُوؒ (۲) حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات (۳) ابیات وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھُوؒ (۴) شان سلطان الفقر مع رسالہ روحی شریف (۵) گلدستہ ابیات ومناجات پیر بہادر علی شاہؒ اس عاجز کی تالیف تھیں۔ ان میں سے حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کو ''چنبے دی بوٹی اسمِ اَللّٰہُ ذات''، ابیات باھُو وسوانح حیات حضرت سخی سلطان باھُوؒ کو ''ابیاتِ باھُوؒ'' اور گلدستہ ابیات ومناجات پیر بہادر علی شاہؒ کو ''کلیات عارفانہ کلام شہبازِ عارفاں سیّد بہادر علی شاہؒ، سلطان الاولیاء حضرت سلطان محمد عبدالعزیزؒ، سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے ہو بہو سرقہ اور نقل کر کے ایم۔ اے۔ شاکر۔ راجن پور والے نے العارفین پبلیکیشنز سے اپنے نام سے شائع کروایا اور پہلے ایڈیشن میں جو اغلاط رہ جاتی ہیں بیچارہ اُن کو بھی درست نہ کر سکا۔ کیونکہ اس نے تو کسی کے نام پر اپنا نام چمکانا تھا اور چونکہ تحریریں اس کی تھی ہی نہیں اس لیے وہ تصحیح کیسے کر سکتا تھا۔ یہ سند اً تحریر کیا ہے تا کہ تاریخ میں یہ بات محفوظ رہے۔

۵۔ تعلیم و تلقین

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی طالبانِ مولیٰ کی تعلیم و تلقین میں گزری۔ دن میں کئی مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں آ کر لوگ بیٹھتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کامل سے فیض یاب ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ان محافل سے بڑے بڑے عارف ہوئے۔ ملک کے دور دراز حصوں سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے آتے اور ان محافل میں شرکت کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا فرما کر اس کے ذکر اور تصور کا حکم فرماتے۔ نمازِ پنجگانہ ادا کرنے اور ہر نماز کے بعد ایک تسبیح درود شریف ایک تسبیح کلمہ شریف اور روزہ و تراویح کا محبت کے ساتھ اہتمام کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

۶۔ تقریبات کا اہتمام

آپ رحمۃ اللہ علیہ پورا سال ملک بھر میں محافلِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد فرماتے تا کہ لوگوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہو۔ اور خاص طور پر ہر سال آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر 13-12 اپریل کو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت بڑا اہتمام فرماتے تھے یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کے وصال کی عیسوی تاریخ بھی ہے۔ اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دوسرا پروگرام ہر سال اوائل ستمبر میں وادی سون میں اوچھالی شریف یا انگہ شریف کے مقام پر ہوتا ان پروگراموں میں شریک ہو کر لوگ فیوض و برکات حاصل کرتے۔ ان تقریبات کے اہتمام کا مقصد اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنا ہوتا۔ ان تقریبات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر سینکڑوں لوگ بیعت ہوتے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی نعمت حاصل کرتے۔ تقریبات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وسیع اور عالیشان لنگر (طعام) کا اہتمام کیا جاتا جو ہر خاص اور ادنیٰ کے لیے عام ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سارا سال جہاں بھی جاتے اور بیٹھتے وہیں محفلِ میلاد شروع ہو جاتی ان محافل میں حمد و نعت، منقبتیں پڑھی اور شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کی جاتی۔ محافلِ میلاد کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی کسی دوسرے موضوع پر محفل منعقد نہیں فرمائی۔ میلادِ پاک کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہماری خواہش ہے کہ ساری زندگی اپنے آقا و مولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و نعت سنتے رہیں اور یہی ہماری زندگی ہے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر زندگی فضول ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا

کہ بھائی نجیب! یہ جو ہم زمین پر چل پھر رہے ہیں اور اتنے لوگ ہماری پیروی کر رہے ہیں ہمارا احترام اور عزت کرتے ہیں، ہمارے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بعض تو احترام میں پاؤں تک کو بوسہ دینے لگتے ہیں یہ صرف اور صرف میرے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم اور ان کی غلامی کی وجہ سے ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے؟ مجھے نصیحت فرمائی کہ ”تم بھی گفتار میں، تحریر میں، تقریر میں جو بھی اللہ تعالیٰ ہنر عطا فرمائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کو بیان کرنا اور دینِ حق کو ہی عام کرنے کی کوشش کرنا پھر دیکھنا اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی“۔

۷۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے معمولاتِ سفر

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا: حضور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ”سروری قادری فقیر کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک جگہ بیٹھ جائے بلکہ سروری قادری فقیر کے لئے لازم ہے کہ چل پھر کر روئے زمین پر لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات سکھائے اور لوگوں کو معرفتِ الٰہیہ کی دعوت دے۔“

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے اسی حکم کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ سال بھر سفر میں رہتے۔ جہاں میلاد پاک کے اہتمام سے لوگوں کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معرفتِ الٰہیہ کی دعوت دی جاتی اور اسمِ اَللّٰہُ ذات سکھایا جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملکی سفر کے علاوہ سعودی عرب کے سفر بھی کئے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ تین بار عمرہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔ اور پھر 28 فروری 2001ء تا 28 مارچ 2001ء آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حج مبارک ادا فرمایا اس حج میں یہ خادم بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔

فروری کے اواخر سے اپریل کے اوائل تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک باقاعدہ ملک بھر کا سفر ہوتا جس میں بالترتیب مریدین شہر و دیہات میں محافلِ میلاد کا اہتمام کرتے۔ اور پھر 12-13 اپریل کو عظیم الشان میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہتمام آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے۔ جس میں شمولیت کے لئے ملک بھر کے تمام مریدین کو دعوت دی جاتی۔ اس کے علاوہ سال میں دو سفر جو معمولاتِ زندگی میں شامل تھے، وہ یہ کہ اپریل کے بعد آپ کا قافلہ پیدل آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نزد دربار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ گڑھ مہاراجہ جھنگ سے اوچھالی نوشہرہ وادیٔ سون سکیسر ضلع خوشاب پہنچتا اسے گرمیوں کا سفر بھی کہا جاتا تھا کیونکہ گرمیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ اوچھالی وادیٔ سون سکیسر میں گزارا کرتے تھے۔ اور پھر دوسرے سفر کا آغاز موسم سرما کی ابتدا ستمبر میں

اوچھالی سے ہوتا اور وہاں سے قافلہ اور ڈیرہ واپس دربار شریف کی طرف روانہ ہوتا۔ اس قافلے میں گھوڑے ،اونٹ وغیرہ بھی شامل ہوتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزدگان اس قافلہ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ سال میں ان دوسفروں کے راستے متعین تھے۔ دربار شریف سے اوچھالی وادی سون جاتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں پہاڑ پور' سیدو والی' کڑی حسیو راٹھک سے گزر کر ضلع میانوالی کے علاقوں پپلاں' ڈیرہ تلوکراں' واں بچھراں' کباڑی' کچھی' چک نمبر 4MB/3MB/2MB، ڈنگہ والا ڈیرہ ججا' ادھی سرگل اور بھکر کے علاقوں کلورکوٹ' ذے والی اور پھر میانوالی کے دیگر علاقوں سے گزر کر اوچھالی شریف پہنچتا۔

اوچھالی سے دربار شریف آتے ہوئے قافلہ وادی سون سکیسر کے علاقوں دھڈر' کھبلی' حافظ والا ڈھوک' ریشم والا ڈھوک' غلام پڑے والا ڈھوک' جھاٹلہ' نگری' میرا' حطار' مرید اور اڈووال سے گزر کر چکوال اور چکوہہ میں داخل ہوتا وہاں سے ضلع جہلم کے علاقوں ڈینہ' دادووال' بوڑھا جنگل' نئی کلاں' کھمبی' خرقہ' گوڑا' کھوہار سے گزر کر قافلہ جھنگ کے علاقوں صاباں والا پل اور بارہ ٹالیاں سے ہوتا ہوا دربار شریف واپس پہنچتا۔ ہر سال سفر کی ترتیب میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی جن علاقوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان علاقوں میں قافلہ کا قیام ہوتا تھا لیکن اس کے علاوہ اردگرد گاؤں اور علاقوں کے لوگ سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کی نہ صرف زیارت کو آتے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت بھی کرتے بلکہ تمام قافلہ کی دعوت ہوتی۔ سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے ان لوگوں کا اپنی نگاہِ پاک سے تزکیہ فرماتے جہاں قافلے کا پڑاؤ ہوتا وہاں محافلِ میلاد محافلِ نعت کا بھی انعقاد ہوتا اور یوں لوگ اِن روحانی محافل سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے۔

۸۔ معمولاتِ سفرِ لاہور

اس کے علاوہ سارا سال آپ رحمتہ اللہ علیہ مختلف اوقات میں پاکستان کے مختلف شہروں اور قصبات میں تشریف لے جاتے۔ اکثر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سفر لاہور کا ہوا کرتا تھا۔ مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ضرور لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی تبلیغ کے لیے، کبھی تنظیمی سلسلے میں اور کبھی علاج کے سلسلہ میں' آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو سب سے پہلے حسبِ روایت داروغہ والا میں بھائی محمد الیاس کے گھر تشریف لے جاتے کیونکہ میرے بیعت ہونے سے قبل بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہی معمول تھا۔

27 اپریل 1999 (10 محرم الحرام 1418ھ) بروز منگل ایجوکیشن ٹاؤن لاہور والے گھر سے مصطفیٰ ٹاؤن

والے گھر میں یہ عاجز منتقل ہوا۔اس گھر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے لیے ایک کمرہ خصوصی طور پر کروایا گیا۔اس کے بعد سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول بن گیا کہ لاہور تشریف لاتے تو ایک دِن رات کے لیے داروغہ والا تشریف لے جاتے اوراس کے بعداس خادم کے گھر تشریف لاتے۔ پھر جتنے دِن لاہور میں قیام ہوتا اس خادم کے گھر میں ہی ہوتا۔سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا''ہمیں یا تو دربار پاک پر سکون ملتا ہے یا پھر بھائی نجیب الرحمٰن کے گھر میں اپنے اس کمرے میں۔''



فصل 7

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب اور مرتبہ سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''سلطان الفقر'' ہے جو بارگاہِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا اور مرتبہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ''سلطان الفقر'' ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب اور مرتبہ ایک ہی ہے۔[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ کا اعلان

فقر میں یہ طریق ہے کہ جب کسی ہستی نے دنیا میں فیضِ فقر عام کرنا ہوتا ہے تو باقاعدہ اس کے مرتبہ کا اعلان ہوتا ہے جیسے غوث الاعظم محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک دن بغداد سے باہر گئے تو راستے میں ایک بیمار اور خستہ حال شخص کو دیکھا جو ضعف اور لاغری کے سبب چلنے سے قاصر تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا یا شیخ مجھ پر توجہ فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی صحت یابی کے لیے دعا مانگی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی نقاہت اور لاغری دور ہوگئی اور وہ تندرست اور توانا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں تمہارے نانا کا دین ہوں، ضعف کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے مجھے نئی زندگی دی ہے اور تو ''محی الدین'' ہے۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس شخص کو چھوڑ کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے تو ایک شخص ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا اور پکارا ''سیّدی محی الدین''۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا پھر مسجد میں لوگ انبوہ در انبوہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے اور ''محی الدین، محی الدین'' کے فلک شگاف نعرے لگانے لگے اور یوں آپ رضی اللہ عنہ محی الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

---

[1] مرتبہ سلطان الفقر کے بارے میں باب اوّل فصل 5 ملاحظہ فرمائیں۔

اِسی طرح اگست 1997 میں او چھالی (وادیٔ سون سکیسر ضلع خوشاب) میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوران ونہار ضلع چکوال کے ایک درویش محمد الیاس مرحوم ومغفور نے سٹیج پر اجازت لے کر رسالہ روحی شریف پڑھ کر سنایا اور خوشخبری دی کہ مجھے غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی محفل پاک سے حکم ہوا ہے کہ لوگوں میں عام اعلان کروں کہ سلطان محمد اصغر علی صاحب ''سلطان الفقر'' کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور یوں سلطان الفقر ششم کا ظہور ہوا اور مخلوق کو حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کا علم ہوا اور پھر کثیر طالبانِ مولیٰ کو خواب میں اور باطنی بشارتیں دی گئیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان الفقر کے لقب سے مشہور ہو گئے۔



فصل 8

حُسن و جمال

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی کو اللہ تعالیٰ نے حُسن و جمال باطنی کے ساتھ کمال درجہ کے ظاہری حُسن و جمَال سے بھی متصف فرمایا تھا۔ہم نے زمانے میں اپنے حضور جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا۔ آپ بے حد حسین و جمیل تھے۔آپ کے جسم مبارک کا ایک ایک عضو حُسنِ ازلی کا مظہر تھا اور آپ کا وجود مسعود ہر قسم کے ظاہری عیب سے پاک اور منزّہ تھا۔اس عاجز کا 12۔اپریل 1998ء کی شام سے لے کر 26۔دسمبر 2003ء کی صبح تک نہ صرف ساتھ رہا بلکہ یہ عاجز آپ کا محرمِ راز بلکہ محرمِ رازِ درونِ خانہ اور محرمِ رازِ درونِ مے خانہ رہا ہے اور جو کچھ آپ کا حُسن وجمال دیکھنا نصیب ہوا اس کو بیان کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔

قد مبارک

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی نہ طویل قامت اور نہ پست قد تھے بلکہ میانہ قد کے مالک تھے آپ کا قد مبارک تقریباً 5 فٹ گیارہ انچ تھا۔لیکن عام لوگوں کے مقابلے میں آپ قد اور رعنائی میں حُسنِ مجسم تھے۔میرا مشاہدہ یہ ہے کہ آپ تنہائی میں ہوتے تو قد مبارک متناسب معلوم ہوتا اور اگر کسی کے ساتھ یا ہجوم میں کھڑے ہوتے تو قد میں سب سے بارعب اور ممتاز نظر آتے۔آپ کی شخصیت کا اُس زمانہ میں کوئی مقابلہ اور موازنہ نہ تھا۔یہ عاجز بڑے بڑے انتظامی اور سیاسی عہدوں پر متمکن لوگوں حتیٰ کہ اُس وقت کے وزیرِاعظم تک کی محفل میں آپ کے ہمراہ گیا لیکن یہ تمام شخصیات تمام تراعلیٰ ملبوسات، گول مٹول

اور سرخ چہروں کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے سحر میں دب کر رہ گئیں اور چاند کے سامنے اُن کا حُسن اور رعب ماند پڑ گیا حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم مبارک پر کثرت سے سرخ، بھورے اور سیاہ تِل تھے جو حسین جسم پر بے حد خوبصورت لگتے تھے ایسے لگتا تھا کہ جیسے نگینے جڑے ہوئے ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ریڈی میڈ (Readymade) کپڑے خریدے جاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑوں کا سائز ایکسٹرا لارج (Exl) ہوتا تھا۔

سر مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک بڑا تھا مگر دیکھنے سے محسوس نہیں ہوتا تھا اور جسم کے ساتھ متناسب اور خوبصورت لگتا تھا۔ عام لوگ اس کو محسوس نہ کر سکتے تھے۔ اگر ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک کے لیے سندھی ٹوپی خریدنا پڑ جاتی تو بڑی مشکل میں پڑ جاتے کیونکہ سب سے بڑے سائز کی ٹوپی کم طلب کی وجہ سے ہر دکان پر موجود نہیں ہوتی تھی۔

سر کے مبارک بال

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر کے مبارک بال سیدھے، گھنے اور سخت تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بال مبارک کانوں کی جڑ تک رہتے تھے لیکن کانوں کے اوپر کے بال سر کے مقابلے میں اتنے ہلکے ہوتے تھے کہ کان مبارک صاف نظر آتے تھے۔ اس سے بال بڑھ جاتے تو کٹوا لیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سر کے بالوں کو بغیر مانگ نکالے پیچھے کی طرف سنوارتے یا کنگھی کرتے تھے۔ سر میں ہمیشہ سرسوں کا تیل اور برل ہیئر کریم (Bryl Hair Cream) استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سر پر ہمیشہ سندھی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے، سفید دستار شملہ کے ساتھ اور سبز دستار بغیر شملہ کے استعمال فرماتے، اس کے علاوہ سیاہ اور سنہری مُشدّی (دستار) بھی کبھی کبھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ سخت سردیوں میں گرم اونی ٹوپی استعمال میں رہتی تھی۔

جبیں مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کشادہ اور فراخ تھی اور نورِ بصیرت رکھنے والوں کو ہمیشہ اس میں سے نورِ اسمِ ذات کی تجلّیاں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔

ابرو مبارک

آپؒ کے ابرو مبارک ہلکے سیاہ، گھرے اور گنجان تھے اور کمان کی طرح اس طرح خمیدہ تھے کہ پیشانی کے پاس سے گنجان شروع ہوتے اور آہستہ آہستہ آنکھ مبارک کے آخری سرے تک خمیدہ ہوتے چلے جاتے دونوں ابروں کے درمیان بال نہیں تھے بلکہ ہلکے ہلکے روئیں تھے جو سرسری نظر سے دیکھنے سے محسوس نہیں ہوتے تھے جو طالب ہر لحہ آپؒ کے دیدار مبارک میں منہمک رہتے تھے ان کو ہی وہ ہلکے ہلکے بالوں کے روئیں نظر آتے تھے۔

مبارک آنکھیں

آپؒ کی مبارک آنکھیں سرمگیں، نورِ معرفت سے لبریز، کشادہ، سیاہ اور پرکشش تھیں۔ پتلیوں کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا صرف دونوں آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخ دھاریاں نظر آتیں جو مراقبہ یا سو کر اٹھنے کے بعد بہت گہری محسوس ہوتی تھیں۔ آپؒ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا تقریباً ناممکن تھا اور آپ خود بھی شرم وحیا کا پیکر تھے کسی کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ محفل میں آپؒ کی آنکھیں ہر وقت حیا کی وجہ سے نیچے جھکی رہتی تھیں کسی کو دیکھنا ہوتا تو گوشۂ چشم سے دیکھتے اور جس طالب پر یہ نگاہِ معرفت پڑ جاتی اس کے قلب کی حالت بدل جاتی۔ یہ عاجز بھی پہلے روز ہی نگاہ کی اسی ادا سے گھائل ہوا۔ آنکھوں کی پلکیں دراز اور خوبصورت تھیں۔ آنکھوں میں کبھی کبھی سرمہ بھی لگاتے تھے۔ آپؒ گرمیوں میں سخت دھوپ میں دھوپ کا چشمہ بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ آپؒ کی دور کی نظر بالکل درست تھی لیکن مطالعہ کے وقت نزدیک کی نظر کی عینک استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ وصال سے دو ماہ قبل آپؒ کی نزدیک کی نظر کے لیے جو عینک تیار کروائی گئی اس کا نمبر 2 تھا۔ آپؒ آنکھوں کا معائنہ ہمیشہ لاہور میں پاکستان کے مشہور آئی سرجن ڈاکٹر راجہ ممتاز علی مرحوم سے کروایا کرتے تھے راجہ ممتاز علی[1] مرحوم کا گھر اور کلینک اِس عاجز کے گھر کے قریب

---

[1] پروفیسر (ر) ڈاکٹر راجہ ممتاز علی کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور کے شعبہ امراضِ چشم کے سربراہ رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 8/A ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہوئے اور پرائیویٹ پریکٹس کرتے رہے سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ انہی سے اپنی آنکھوں کا معائنہ اور علاج کروایا کرتے تھے۔ اسی سنت کی اتباع میں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ تمام حیات انہی سے اپنی آنکھوں کا معائنہ کرواتے رہے۔ اپنے وصال سے چند روز قبل 7۔دسمبر 2003 کو آپؒ آشوبِ چشم کے معائنہ کے لیے ڈاکٹر راجہ ممتاز علی صاحب کے پاس تشریف لائے اور معائنہ کے بعد اس عاجز کے گھر 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ اس عاجز کا بھی ڈاکٹر راجہ ممتاز علی صاحب سے ایجوکیشن ٹاؤن میں رہائش کے دوران گہرا تعلق رہا ہے۔ ڈاکٹر راجہ ممتاز علی صاحب 7۔مئی 2010ء بروز جمعتہ المبارک انتقال فرماگئے۔

ایجوکیشن ٹاؤن لاہور میں ہی تھا۔

رخسار مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رخسار مبارک نہ تو اندر کو دھنسے ہوئے اور نہ ہی ابھرے ہوئے تھے بلکہ بالکل ہموار تھے رنگ گندمی تھا۔

ہونٹ مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہونٹ مبارک پتلے، دلآویز اور گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے حُسن کو دوبالا کرتے تھے۔ نچلے والے ہونٹ کے نیچے دائیں طرف زخم کا ایک نشان باریک متوازی لکیر کی صورت میں تھا جو حُسن کو اور خوبصورت بناتا تھا۔

دندان مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دندان مبارک ہر قسم کی آلائش سے پاک اور موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ سامنے کے دندان مبارک کے درمیان ہلکا سا خلا تھا جو تبسم کے وقت بڑا خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔

آواز مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز مبارک محبت، حلاوت اور چاشنی کا ایک خوبصورت مرقع تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر اِس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ بات دِل میں اتر جاتی لیکن اس طرح بات کرتے ہوئے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آواز میں ایک قسم کا دبدبہ ہوتا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی چیخ کر یا بلند آواز میں گفتگو نہیں فرمائی۔

پہلی بار آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں جو حاضر ہوتا آپ رحمتہ اللہ علیہ تین بار وقفہ وقفہ سے اس کا اور اس کے اہلِ خانہ کا حال بڑی محبت اور شفقت سے دریافت فرماتے۔

مبارک کان

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے کان مبارک بھی خوبصورتی میں بے مثال تھے نہ زیادہ بڑے نہ زیادہ چھوٹے۔ موزونیت

اوراعتدال کے ساتھ خوبصورت۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک کے اوپر والے کنارے درمیان سے ہلکے سے اندر کی طرف مڑے ہوئے تھے۔

چہرہ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور پر چمکتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی زیارت ہی سے یہ یقین کامل ہو جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحبِ مسمّٰی عارف کامل مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں۔ عاشق ہر لمحہ دیدار کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نظریں جمائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جلد ہی چہرۂ انور کے انوار و تجلیات انہیں نگاہیں جھکانے پر مجبور کر دیتے تھے۔اس عاجز نے اپنی زندگی میں اس سے خوبصورت چہرۂ انور نہیں دیکھا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں: ''سروری قادری مرشد مجمل و جامع ہوتا ہے وہ ظاہر و باطن میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبِ مولیٰ کے لیے کُتب الا کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔جس کے مطالعہ سے طالب اس شان سے فنافی اللہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اس کتاب (سروری قادری مرشد) کو جو طالب صِدق، اخلاص، اعتقاد اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ جلد ہی اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔''

اس کتاب (سروری قادری مرشد) کے مطالعہ سے مراد سروری قادری مرشد کے چہرہ مبارک کا مطالعہ ہے اور سروری قادری مرشد کے رُخِ انور کے مطالعہ کی جو طالب استعداد حاصل کر لیتا ہے پھر نہ وہ طالب زبان ہلاتا ہے اور نہ مرشد۔سروری قادری مرشد کے چہرۂ انور کا مطالعہ ہی طالب کے صدق اور اخلاص کی کسوٹی ہے۔ اس عاجز کا یہ مشاہدہ ہے کہ عام محفل میں سروری قادری مرشد ظاہری طور پر زبان سے کچھ اور فرما رہا ہوتا ہے لیکن اپنے رُخِ انور سے خواص کو کچھ اور پڑھا رہا ہوتا ہے اور جو سروری قادری مرشد کے چہرۂ انور کی تحریر کو جتنا زیادہ سمجھتا ہے وہ اتنی ہی جلد فنافی اللہ اور بقاباللہ کی منزل تک پہنچتا ہے۔ظاہر داری تو اس راہ میں لنگڑا گھوڑا اور محض رسم و رواج ہے۔

مبارک ناک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلند تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر یہ ناک بہت خوبصورت اور موزوں

محسوس ہوتی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بینی مبارک خاص آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے لیے بنائی ہے۔ بینی مبارک پر نتھنوں سے تھوڑا اوپر دونوں طرف ایک ایسی چمک تھی کہ نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا پھر ناک مبارک کے دائیں جانب درمیان میں ایک باریک بھورا تل بینی مبارک کو اور خوبصورت بناتا تھا۔

ریش مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ریش مبارک گھنی اور طول وعرض میں برابر تھی۔ داڑھی مبارک کے بال نہ سخت تھے اور نہ زیادہ نرم۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ریش مبارک کے بالوں کو دونوں رخساروں کی طرف اس طرح سنوارتے تھے کہ درمیان میں مانگ (پنجابی زبان میں سیون) بن جاتی اور بال برابر برابر دونوں رخساروں کی طرف مڑ جاتے اس طرح ریش مبارک کی بڑی خوبصورت صورت بن جاتی تھی۔ مونچھیں باریک اور ہونٹوں کے برابر لمبی رہتی تھیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سر، داڑھی اور مونچھوں پر مہندی کا استعمال فرمایا کرتے تھے اور یہ مہندی خاص طور پر کالی اور سرخ مہندی کو ملا کر تیار کی جاتی تھی۔

گردن مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی گردن مبارک نہ زیادہ طویل تھی اور نہ زیادہ چھوٹی اور نہ ہی فربہی مائل۔ بلکہ موزونیت کے اعتبار سے بہت خوبصورت تھی گردن کی رنگت سفید اور چاندی کی طرح چمکتی تھی۔

دستِ مبارک

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ہتھیلیاں کشادہ، پُر گوشت، ریشم کی طرح نرم اور ملائم اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ یہ عاجز جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دست بوسی کرتا تو یوں محسوس ہوتا کہ اِن ہتھیلیوں سے زیادہ نرم اور ملائم شے دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ ہتھیلیوں کی پشت پر کہیں کہیں باریک باریک اور ہلکے بھورے بال تھے دائیں ہتھیلی کی پشت مبارک پر دو باریک بھورے تل تھے ایک انگشت شہادت سے دو انچ کے فاصلہ پر اور دوسرا بالکل اس کی سیدھ میں کلائی کے قریب۔ اسی طرح بائیں ہتھیلی کی پشت کے درمیان میں کلائی سے ذرا اوپر ایک باریک بھورا تل تھا۔

مبارک انگلیاں

آپ ؒ کے مبارک ہاتھوں کی انگلیاں لمبی، مخروطی اور خوبصورت اتنی تھیں کہ چاندی کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ آپ ؒ کے دونوں مبارک ہاتھوں کی انگلیوں کی خصوصیت یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی آخری حصہ میں درمیان سے باریک اور سرے مخروطی شکل اختیار کر لیتے تھے اور آپ ؒ کی انگلیوں کی یہ ساخت بڑی خوبصورت' دلکش اور منفرد نظر آتی تھی۔

بغل مبارک

آپ ؒ کسی غیر محرم کے سامنے کپڑے بالکل نہیں اتارتے تھے لیکن اس عاجز کو آپ ؒ کے کپڑے کئی دفعہ تبدیل کروانے کا شرف حاصل ہوا اور سر اور داڑھی کے بال بنواتے وقت بھی آپ ؒ کے بدن مبارک کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح اس عاجز نے آپ ؒ کے جسمِ اطہر کو جس طرح دیکھا اسی طرح بیان کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

آپ ؒ کی بغلیں چاند کی چاندنی کی طرح سفید اور خوبصورت تھیں جن میں ہلکے ہلکے بھورے رنگ کے بال ہوتے تھے جنہیں آپ ہر ہفتہ جمعہ کے دِن صاف کروایا کرتے تھے جب بال صاف کر کے ٹیلکم پاؤڈر لگایا جاتا تو اور حسین معلوم ہوتی تھیں۔

دوش مبارک

آپ ؒ کے دونوں شانے مضبوط، پُر گوشت اور متوازن تھے اور اُن کے درمیان یکساں فاصلہ تھا۔ بائیں شانے کے درمیان ایک سرخ تِل تھا۔

سینہ مبارک

آپ ؒ کا سینہ مبارک فراخ، کشادہ، ہموار، پُر گوشت اور متناسب تھا آپ ؒ کے سینہ مبارک پر بال نہ تھے بلکہ سینہ مبارک کے درمیان سے ناف تک جو لائن جاتی ہے اس کے اندر ہلکے ہلکے بال تھے جو نہ تو سیاہ اور نہ ہی بھورے رنگ کے تھے۔ اِس عاجز نے آپ ؒ کے سینہ مبارک پر دو تل دیکھے۔

بطن مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بطن مبارک سینہ مبارک سے ہلکا سا بڑھا ہوا تھا۔ پیٹ کا یہ بڑا ہونا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مزید پُر رعب اور خوبصورت بناتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پیٹ ریشم کی طرح ملائم' چاند کی طرح سفید اور چمکتا ہوا تھا۔ پیٹ کے درمیان متناسب ناف بطن مبارک کے حسن میں اور اضافہ کرتی تھی ایسا حسین پیٹ میری نظر سے نہیں گزرا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ مبارک پر ناف کے دائیں جانب دو اور بائیں جانب بھورے رنگ کا ایک تل تھا۔

پشت مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پشت مبارک کشادہ، خوبصورت اور چاندی کی طرح چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پشت مبارک پر بال بالکل نہیں تھے۔ میں نے ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بنیان پہناتے ہوئے آپ کی پشت مبارک پر پانچ تل گنے۔

مبارک ٹانگیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ٹانگیں بھی باقی جسم کے حساب سے متناسب تھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک پنڈلیاں چاندی کی طرح چمکدار اور خوبصورت تھیں اور پنڈلیوں کے اوپری حصہ پر ہلکے ہلکے رنگ کے کالے بال تھے۔

پاؤں مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پُر گوشت، لمبے اور پتلے تھے پاؤں کی انگلیاں بھی لمبی اور پتلی تھیں۔ بائیں پاؤں کے انگوٹھے کے شروع میں ایک بڑا تل تھا جو خوبصورت پاؤں پر بڑا ہی حسین معلوم ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر سنہری تِلّے والا کھسہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں پورا آنے والے کھسے کا نمبر بناوٹ کے لحاظ سے کبھی 9½ اور کبھی 10 ہوتا تھا جسے اس زمانہ میں 9 نمبر کچا اور 9 نمبر پکا سے بھی پکارا جاتا تھا۔

داستانِ حُسنِ یار کبھی تمام نہیں ہو سکتی اس عاجز نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حُسنِ کامل کا احاطہ نہیں کر سکا کیونکہ تحریر دید یا دیدار کا مقابلہ نہیں کر سکتی. میں اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ عاجز نے جو کچھ دیکھا اس کو اب بھی صحیح معنوں میں بیان نہ کر سکا اور شاید کبھی کر بھی نہ سکوں۔

فصل 9

سلطان الفقر (ششم) کی شخصیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی قرآن وحدیث کا مکمل نمونہ تھی ۔ بلکہ قرآنِ پاک اور حدیث پاک کی عملی تفسیر آپ کی ذات تھی ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اتنی پُرکشش اور مسحور کن تھی کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کی ذات یاد آتی ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اِذَا رَاہُ ذُکِرَ اللّٰہ ۔

آپکی زیارت کرنے والے کو نور ہی نور محسوس ہوتا۔ گویا آپ کی صورت پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ۔138)

ترجمہ:۔ ''اللہ کا رنگ ہے بھلا اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوسکتا ہے''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چال عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان۔63)

ترجمہ:۔''رحمٰن کے بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ زمین پر آہستہ (پُروقار) چلتے ہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ (الفرقان۔63)

ترجمہ:۔''جب ان کا جاہلوں سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو (ٹکرانے یعنی بحث ومباحثہ میں الجھنے کی بجائے) سلام کہتے ہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ'' (الذّریٰت۔50) ترجمہ:۔''پس دوڑو اللہ کی طرف۔''

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ23۔ص۔26)

ترجمہ:- ''اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام سلطان الفقر اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ ''فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ ''اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو جاؤ'' کے مصداق۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا بِاَنْفُسِھِمْ

ترجمہ:- ''بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔''

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ (سورہ النجم۔39) ترجمہ:- ''انسان کچھ نہیں مگر اس کے ذمہ کوشش ہے''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَO تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور انہیں معرفت کا حکم کرے۔ (آل عمران۔104)

کامیابی و مہربانی کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ (البقرہ۔249)

ترجمہ:- ''بعض اوقات چھوٹی سی جماعت بہت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے اللہ کے حکم سے''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًاO لا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًاO

(الاحزاب۔42۔41)

ترجمہ:- ''اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو اور کثرت سے ذکر کرو۔ اور صبح و شام کرو''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کا طریقہ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً (الاعراف۔205)

ترجمہ:- ''اپنے رب کا ذکر سانسوں کے ساتھ خفیہ طریقے سے اور عاجزی کے ساتھ کرو''

اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ:- ''سانس گنتی کے ہیں جو سانس بھی ذکر اَللّٰہُ کے بغیر گذرے وہ مردہ ہے''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خلوت وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا۔ (المزمل۔8)

ترجمہ:- ''اپنے ربّ کے اسم (اسمِ اَللّٰہُ) کا ذکر کرو اور ہر طرف سے رُخ موڑ کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

فصل 10

محاسن و اخلاق

آپ رحمۃ اللہ علیہ بے حد منکسر المزاج، کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے۔ غربا پر بے حد شفقت فرماتے، شگفتہ رو، فراخ دست، بلند اخلاق، عالی نسب اور سخی تھے۔

توکّل و استغناء: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے توکّل و استغنا کا عالم یہ تھا کہ ساری عمر کسی حکمران، وزیر یا حاکم کے ہاں تشریف نہیں لے گئے اور نہ کبھی ان کے عطیات قبول کئے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی حاکم امیر یا وزیر کی آمد ہوتی تو قصداً اُٹھ کر باہر تشریف لے جاتے۔ یہ اس لئے تھا کہ ان کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تعظیماً کھڑا نہ ہونا پڑے۔ جہاں تک ممکن ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیاداروں سے اجتناب فرماتے۔

زندگی میں صرف ایک مرتبہ 8۔نومبر 1998ء (17۔رجب 1418ھ) بروز اتوار آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کے گھر (رائے ونڈ) میاں محمد شریف مرحوم کی دعوت پر تشریف لے گئے مقصد صرف معرفتِ الٰہی کی دعوت دینا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد نواز شریف کی والدہ کی التجا پر اپنی دستار مبارک اتار کر میاں محمد نواز شریف کے سر پر رکھی۔ اس ملاقات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس خادم کے ذریعے پوری شریف فیملی کے لئے سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات بنوائے تاکہ اس خاندان پر مہربانی کی جا سکے۔ نوید شوکت صاحب اور حاجی محمد نواز صاحب یہ اسمِ اَللّٰہُ ذات لے کر اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دینے کے لئے شریف فیملی کے گھر رائے ونڈ گئے۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر میاں محمد شریف مرحوم نے ملنے سے انکار کر دیا اور مین دروازے پر ہی کہلوا دیا کہ ہمیں اسمِ اَللّٰہُ ذات کی ضرورت نہیں ہے جب ضرورت ہوگی منگوالیں گے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بس اتنا فرمایا کہ یہ شاید

ان کی قسمت میں نہیں تھا۔[1]

عجز وانکساری عجز وانکساری کی دو اقسام ہوتی ہیں ایک عجز وانکسار تو رب العزت کے حضور ہوتا ہے اور دوسرا معمولاتِ زندگی میں۔ ربّ العزت کے حضور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عجز وانکسار کی کوئی تمثیل ہی نہ تھی ہر لمحہ اپنے خالق کے حضور سر بسجود رہے اور اس کی رحمت و بخشش کے طلب گار رہے۔ عام معمولاتِ زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عجز وانکسار کا یہ عالم تھا کہ کوئی عام آدمی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر بات کرتا تو ہمہ تن گوش ہو جاتے اور بڑی محبت اور توجہ سے اس کی بات سنتے۔

بسیار گوئی سے پرہیز آپ رحمۃ اللہ علیہ بسیار گوئی سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ خاموش رہنا بہت پسند کرتے تھے اور ضرورت کے سوا کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالتے تھے۔

غریبوں پر شفقت غریبوں اور مسکینوں کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ مجسم رحمت تھے ان لوگوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مندوں کی اکثریت غربا پر مشتمل ہے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مال و دولت کو پیار نہیں کرتا بلکہ اسے تقویٰ پسند ہے۔ کئی خستہ حال لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو راستہ میں روک لیتے اور دعا کی درخواست کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ خندہ پیشانی سے ان کے لئے دعا فرماتے۔

ایثار وسخاوت آپ رحمۃ اللہ علیہ مجسم ایثار وسخاوت تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا جہاں سے ہر روز سینکڑوں لوگ کھانا کھاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لنگر کا انتظام خود فرماتے اور مہمانوں کے لئے عالی شان اور پر تکلف کھانوں کا اہتمام فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سائل کے سوال کو رد نہ کرتے اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی سائل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر سوال کرے اور خالی لوٹ جائے۔

عفو و کرم آپ رحمۃ اللہ علیہ عفو و کرم کا پیکرِ جمیل تھے۔ اس خادم نے اپنی رفاقت کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی جلال میں آتے نہیں دیکھا۔ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر درگزر فرماتے اگر کوئی شخص کسی معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے قسم کھا بیٹھتا تو خواہ حقیقتِ حال کچھ بھی ہو مان لیتے۔ دوسروں کے عیوب کی تشہیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخت ناپسند تھی۔ تعلقات کا بے حد پاس اور لحاظ فرماتے۔ سلام

---

[1] یہ سب کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد نواز شریف پر کرم اور مہربانی کے لیے کیا تا کہ اُن کے ذریعے پاکستان کو فلاحی اسلامی مملکت میں تبدیل کیا جا سکے۔

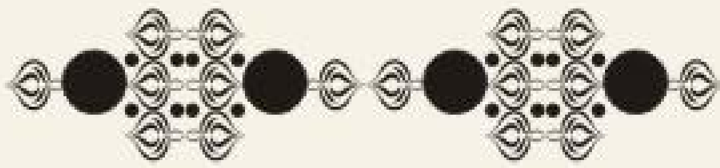
میں ہمیشہ سبقت فرماتے۔

رقتِ قلب آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت رقیق القلب تھے اس خادم نے 2001ء میں حج کے سفر کے دوران روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو ہی دیکھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جب بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر فرماتے تھے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔

حیا آپ رحمتہ اللہ علیہ میں کمال درجہ کی حیا تھی فحش اور بے حیائی کی باتوں سے ہمیشہ روکتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی غیر مہذب بات نہ نکلی۔ کبھی بھی کپڑوں کے بغیر غسل نہ فرمایا ہمیشہ تہمد پہن کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ تنہائی میں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی کپڑے نہ اتارے۔ خواتین جب ملنے آتیں تو ہمیشہ آنکھوں کو جھکا کر ان سے بات کرتے۔

ہیبت وجلال اگرچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ خوش گفتار خوش اطوار اور پیکرِ حلم وحیا تھے لیکن ہیبت جلال کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مجالس میں انتہائی نظم وضبط اور سکوت وسکون ہوتا تھا لوگوں کی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مجلس میں کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر اُدھر جائے یا کوئی بات یا سرگوشی کرے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ کسی راستے سے گزرتے تو لوگ سراپا احترام بن کر دو رُویہ کھڑے ہو جاتے۔

عظمت واحترام آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علما اور مشائخ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں بڑے عزت واحترام سے حاضر ہوتے۔ میں نے بڑے بڑے علما اور مشائخ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بڑے ادب واحترام سے نگاہ جھکائے ہوئے بیٹھے دیکھا ہے۔



فصل 11

معمولات ومشاغل

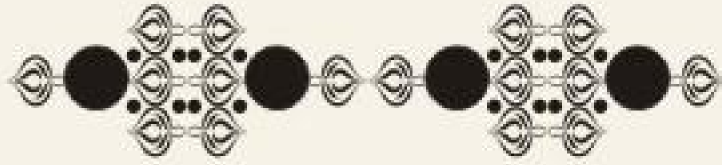
لباس: پہلے پہل آپ رحمۃ اللہ علیہ شلوار کرتہ زیب تن فرمایا کرتے تھے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تہبند اور کرتہ کا استعمال شروع فرما دیا۔ کرتہ کے نیچے ہمیشہ بنیان زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ گرمیوں میں کرتہ کے اوپر ویسٹ کوٹ اور سردیوں میں اونی جرسی (Cardigan) استعمال فرمایا کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ قسم کا کھسہ یا سنہرے تلّے والی جوتی استعمال فرماتے اور سردیوں میں اونی جرابیں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سر پر دستار مبارک استعمال فرماتے، اکثر سفید رنگ کی دستار استعمال میں رہتی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سبز دستار اور سیاہ، سنہری رنگ کی مُشدّ ی بھی استعمال فرمائی ہیں۔ عام طور پر سندھی ٹوپی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال میں رہی ہے، سردیوں میں گرم اُونی ٹوپی بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ ہر روز لباس تبدیل فرماتے، تہبند آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفید رنگ کا پہنا کرتے تھے۔ کرتہ سفید رنگ اور بوسکی کا پسند فرمایا کرتے تھے گرمیوں میں کاٹن بھی استعمال فرماتے۔ حیات مبارک کے آخری تین سالوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر رنگ کا کرتہ پہنا۔ سلطان الفقر کے اس خادم کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سردیوں، گرمیوں اور خاص تہواروں کے کپڑے تیار کرانے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پیشاب کی تکلیف کے چیک اپ کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے اور حسبِ روایت داروغہ والا تشریف لے گئے صبح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ڈاکٹر فتح محمد مرحوم کے کلینک پر مختلف ٹیسٹ ہوئے اور کلینک ہی سے ٹیسٹوں کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔ اس طرح خلیفوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سامان داروغہ والا سے لانے کا موقع نہ ملا ان کا خیال تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ٹیسٹ کروانے کے بعد واپس داروغہ والا آجائیں گے کیونکہ شام کو تمام ٹیسٹوں کی رپورٹس آنی تھیں۔ اس دِن تین بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے غریب خانے پر غسل

فرمایا اور پہننے کے لیے دوسرے کپڑے مانگے تو خلیفوں کو پتہ چلا کہ سامان تو ابھی داروغہ والا میں ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اپنا کرتہ اور تہہ بند دے دیں میں نے کہا میرے پاس تہہ بند تو نہیں کرتہ شلوار ہے۔ میں نے وہ پیش کر دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ زیبِ تن فرمالیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر فتح محمد مرحوم کے کلینک تشریف لے گئے اور خلیفوں سے کہا کہ سامان داروغہ والا سے منگوالیں آج ہی واپسی ہے۔ جب ہم ڈاکٹر فتح محمد کے کمرہ میں پہنچے تو اُن کے اسسٹنٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر ایک کمرے کی طرف چل پڑے، میں بھی ہمراہ تھا۔ جب کمرے میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے حضور مرشد پاک سے کہا کہ جوتے اتار دیں اور مجھے اور گارڈ کو کہا کہ آپ اندر نہیں آسکتے۔ میں ان کو زبردستی ہٹا کر اندر داخل ہوا تو وہ اپریشن تھیٹر تھا۔ میں نے کہا کیا کرنے لگے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں آرہا ہوں آپ اپریشن کی ابتدائی تیاریاں کریں۔ میں نے کہا کہ پہلے ہمیں رپورٹس دکھائیں اس کے بعد مشاورت سے ہم فیصلہ کریں گے کہ اپریشن کرانا ہے یا نہیں۔ اس طرح ہم واپس ڈاکٹر فتح محمد کے کمرہ میں آگئے۔ ان کے کمرے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں ہی بیٹھا ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی نجیب الرحمٰن یہ کونسا کپڑا ہے جو آج ہم نے پہنا ہے۔ میں نے عرض کی حضور کرنڈی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر فرمایا ''بھائی نجیب الرحمٰن آپ نے ہمیں ہر رنگ، ہر کوالٹی (بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہر نسل) اور ہر طرح کے کپڑے پہنائے ہیں اور یہ تم نے خلوصِ دِل سے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری پیشانی پر بخت لکھ دیئے ہیں۔'' اتنے میں ڈاکٹر فتح محمد صاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے سارا غصہ مجھ پر نکالا کہ تمہاری وجہ سے حضرت صاحب کو بڑا نقصان ہوسکتا ہے تم نے اپریشن رکوایا ہے۔ میں نے عرض کی کہ کل سے محرم شروع ہونے والا ہے اور حضرت صاحب کا دربار پاک پر ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ محرم کے دنوں میں لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، آپ رپورٹس دیں ہم محرم کے بعد آجائیں گے۔ اتنے میں سامان داروغہ والا سے آچکا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار پاک روانہ ہوگئے۔

خوشبو کا استعمال: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوشبو بہت پسند تھی اور بدبو سے سخت نفرت تھی۔ ہر روز غسل فرمانے کے بعد خوشبو لگانا معمول تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ قسم کی خوشبویات استعمال فرمایا کرتے تھے۔

خوراک: غربا و مساکین کے لئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان (لنگر) بہت وسیع تھا لیکن اپنی خوراک بہت کم اور سادہ تھی عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ سادہ غذا استعمال فرماتے لیکن عمدہ سے عمدہ غذا بھی تناول فرمالیتے اور پر تکلف دعوت بھی قبول فرمالیتے تھے۔

عبادات: عبادتِ الٰہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص شغف تھا۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ بیماری کی حالت میں تیمّم فرما لیا کرتے نماز پنجگانہ اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور فرماتے اور وظائف عموماً نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد اور تنہائی میں پڑھتے۔ اور ہمیشہ مراقبہ ومشاہدہ میں بیٹھے رہتے۔



فصل 12

فقہی، عرفانی مسلک اور سلسلہ فقر

فقہی مسلک

فقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو تھے یعنی حنفی مسلک تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چاروں فقہی مذاہب کے بارے میں نظریہ یہ تھا کہ یہ چاروں حق ہیں اور ان میں سے کسی ایک فقہ کی مکمل اور اس کی روح کے عین مطابق پیروی ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ فقہی اجتہاد کی جس انتہا پر چاروں امامین، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہنچے کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا فتنہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے کہ کوئی گمراہ عالم یا اس کا گروہ فقہی مسلک تو اِن چاروں امامین پاک میں سے کسی ایک ہی کا بظاہر اختیار کر لیتا ہے لیکن اس میں نظریات اور تعلیمات اپنی شامل کر کے ایک نیا فرقہ بنا کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کھڑی کر لیتا ہے اور اُمت کو فرقوں اور مسلکوں میں تقسیم کر کے انتشار اور فساد پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کے اس نام نہاد اجتہادی فساد سے اُمتِ مسلمہ کو محفوظ رکھے۔

سلسلہ فقر

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ فقر سروری قادری تھا اور سروری قادری کے بارے میں آپ باب اوّل میں پڑھ چکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سروری قادری سلسلہ کی اس انتہا پر تھے جس کا نام سلطان الفقر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سروری

قادری مرشد کامل اکمل نورالہدیٰ صاحبِ مسمّٰی تھے۔

❁ سروری قادری مرشد کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سروری قادری مرشد مجمل و جامع ہوتا ہے وہ ظاہر و باطن میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبِ مولیٰ کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے جس کے مطالعہ سے طالب اس شان سے فنافی اللہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اس کتاب (سروری قادری مرشد) کو جو طالب صدق، اخلاص، اعتقاد اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ جلد ہی اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

اس عاجز کو حضور سلطان الفقر کے ''چہرہ'' کے مطالعہ کا اعجاز حاصل رہا ہے۔ اس عاجز نے زبان سے کبھی بھی کوئی صلاح مشورہ نہیں کیا۔ جب بھی کسی مضمون یا کتاب لکھنے یا راہِ فقر میں کسی امتحان یا آزمائش کا وقت آیا اور اس خاکسار کی سمجھ میں کوئی حل نہ آیا تو یہ خاکسار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں جا کر بیٹھ جاتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتا اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل سے رخصت ہونے کا وقت آتا تو کتاب یا مضمون کا پورا خاکہ یا مسئلے کا پورا حل اور طریقہ کار سمجھ میں آ جاتا۔

میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کے مطالعہ میں صرف ایک دفعہ دھوکہ کھایا ہے اور وہ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت۔ 2003ء کے اوائل سے مجھے کثرت سے ایسے خواب آنے لگے تھے کہ حضور سلطان الفقر کا وصال ہو رہا ہے یا وصال ہو گیا ہے یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھایا جا رہا ہے۔ اِن خوابوں نے مجھے ذہنی خلجان اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا میں یہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ ان خوابوں نے مجھے ذہنی مریض بنا دیا تھا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور سیدھے داروغہ والا تشریف لے گئے۔ یہ مارچ یا اپریل کے اوائل کا واقعہ ہے۔ ہم نے سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات بنانے کے لیے مختلف قسم کی ڈرائنگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دکھانے کے لیے بنائی تھیں۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈرائنگ کو پسند فرمایا اور سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور کی طرف بڑھا دیا کہ دیکھیں ٹھیک بنا ہے۔ نیازی صاحب نے بھی غور سے دیکھنے کے بعد اُسے درست قرار دیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میری طرف تھی اور گفتگو آپ رحمۃ اللہ علیہ سید امیر خان نیازی مرحوم سے فرما رہے تھے ''اب ایک ویگن ہو جس میں بکسوں میں سونے کے اسمِ اَللّٰہُ ذات بھرے ہوئے ہوں اور ہم پورے پاکستان کا دورہ کریں اور لوگوں کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی دعوت دیں پتہ نہیں عمر کتنی ہے''۔ پھر زور دے کر کہا ''انشاء اللہ عمر تو ابھی بہت پڑی ہے''۔ یہ فرماتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی کہ وہ پریشانی اور خلجان میرے دِل سے نکل گیا۔ اور سفرِ وصال کے دوران مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کے مطالعہ میں مکمل ناکامی ہوئی۔ سروری قادری مرشد کو یہ کمال بھی حاصل

ہوتا ہے کہ اپنے چہرے کی تحریر ہی طالب سے چھپالے۔

عرفانی مسلک

معرفتِ الٰہی کے بارے میں صوفیاء کرام کے دو مسلک مشہور ہیں:

(۱) ہمہ اوست یا وحدت الوجود (۲) ہمہ از اوست یا وحدت الشہود۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک وہی تھا جو حضور سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جو ان دونوں مسالک سے آگے ہے یعنی ''ہمہ اوست در مغز و پوست'' ترجمہ: ہر شے کے ظاہر و باطن میں ایک ہی ذات جلوہ گر ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

❁ ''وحدت الشہود کا نظریہ باطن کی دنیا کا بہت بڑا سہو ہے۔ ہمہ اوست والے فرماتے ہیں کہ کائنات اور تمام موجودات اللہ کا سایہ (ظِل) ہے۔ بھائی جب اس ذاتِ پاک نے اپنے محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں بنایا تو خود اس ذات کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے پھر اگر ان کے اس نظریہ کو درست مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان: لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ (ترجمہ: ''نہ کوئی اللہ سے پیدا ہوا اور نہ اللہ کسی سے پیدا ہوا۔'') کی تکذیب ہوتی ہے جو سراسر کفر ہے۔ اصل میں معرفتِ الٰہیہ دو قسم کی ہے' ایک معرفتِ صفاتِ حق تعالیٰ اور دوسری معرفتِ ذاتِ حق تعالیٰ۔ معرفتِ صفات کا تعلق کثرت سے اور معرفتِ ذات کا تعلق وحدت سے ہے۔ معرفتِ صفات کا تعلق عالمِ خَلق سے ہے اور معرفتِ ذات کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ معرفتِ صفات کا تعلق عبودیت سے ہے اور معرفتِ ذات کا تعلق ربوبیت سے ہے۔ معرفتِ صفات میں تسخیرِ خلق اور رجوعاتِ خَلق ہے اور معرفتِ ذات میں استغراقِ مشاہدۂ ذاتِ حق (مقام فنا فی اللہ) ہے۔ معرفتِ صفات کا ذریعہ ورد وظائف' ذکر فکر' چلے مراقبے اور بدنی و زبانی ریاضت و مشقت ہے اور معرفتِ ذات کا ذریعہ فقط تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات ہے۔ معرفتِ صفات کی انتہائی منزل سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ ہے اور معرفتِ ذات میں ابتدائی منزل مشاہدۂ ذاتِ حق کا استغراق (مقام فنا فی اللہ) اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری ہے۔ معرفتِ صفات کا عارف صاحبِ ریاضت ہے اور معرفتِ ذات کا عارف صاحبِ راز ہے۔ صاحبِ ریاضت صاحبِ درجات ہے اور صاحبِ راز صاحبِ ذات ہے۔ صاحبِ درجات دیدارِ الٰہی سے محروم ہے لیکن صاحبِ راز کی پہلی منزل ہی دیدارِ الٰہی اور انتہا فنا فی اللہ بقا باللہ ہے۔ معرفتِ صفات کے

عارف لوحِ محفوظ کا مطالعہ تو کر سکتے ہیں لیکن دیدارِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں کیونکہ ریاضت کی راہ سے دیدارِ الٰہی ممکن ہی نہیں اور جب تک دیدار حاصل نہ ہو فنا و بقا کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اور پھر جو دیدارِ ذات کی منزل سے گزر کر ذاتِ حق میں فنا ہو کر سراپا وحدت نہ ہوا اُسے ہر چیز میں وحدتِ ذات نظر آئے کیسے؟ صاحبِ درجات دوئی و کثرت میں ہوتا ہے اس لیے وہ کثرت ہی کی بات کر سکتا ہے کہ اُسے نظر ہی کثرت آتی ہے اور کثرت کا ظہور چونکہ نورِ ذات کا پرتو ہے اس لیے صاحبِ درجات ''ہمہ از اوست'' کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا ہے؟ جو آدمی جس مرتبے پر ہوتا ہے وہ اُسی کے متعلق ہی بتلا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ان دونوں نظریات کا تعلق شریعت یا علم سے نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی سے ہے، جس کا دار و مدار باطنی مشاہدے پر ہے، جس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا البتہ بندہ جب تک مقامِ خَلق کی دید میں مشغول رہتا ہے وہ ناقص رہتا ہے اور دوئی و کثرت سے نکل کر توحیدِ ذات میں غرق نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان توحید میں غرق نہیں ہوتا وہ نامکمل ہے اور توحید یہ ہے کہ ظاہر باطن میں تجھے ذاتِ حق کے سوا کوئی شے نظر نہ آئے۔ باطن میں جب طالبِ مولیٰ کو ذاتِ حق کے علاوہ کچھ اور نظر آئے تو وہ ظلمت میں ہوتا ہے نہ کہ نورِ توحید میں۔ نور کیا ہے اور ظلمات کیا ہے؟ ظلمات کے چار مقامات ہیں، مقامِ ازل، مقامِ ابد، مقامِ دنیا اور مقامِ عقبیٰ۔ گو کہ ان چاروں مقامات میں زندگی کی چمک دمک ہے لیکن عارف وہ ہے جو ان چاروں مقامات کی لذّات سے منہ موڑ کر لذّتِ دیدارِ پروردگار کے مقام سے گزر کر اُس کی ذات میں فنا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالبِ اللہ اگر ان چاروں مقامات میں سے کسی ایک کا مشاہدہ کر رہا ہو تو دوئی اور کثرت میں ہوتا ہے جو ظلمت ہے اس لیے وہ طالبِ ناقص ہے۔ پھر ان دونوں نظریات کا تعلق عوام و علمائے اہلِ شریعت سے نہیں اس لیے وہ ان پر بحث و مباحثہ سے پرہیز ہی کریں تو بہتر ہے کہ یہ اُن کا حق نہیں۔ یہ مسئلہ صرف عارفین یا فقراء کا ہے جو اسے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ایک طالبِ صادق ہی اس مسئلے کا صحیح فیصلہ کر کے اپنے مرتبے کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے کہ اگر وہ مشاہدۂ ''ہمہ اوست در مغز و پوست[1]'' کے مرتبے پر نہیں پہنچ سکا تو وہ خام و ناقص ہے کہ وہ ابھی توحیدِ ذات سے بہت دور ہے۔[2]

---

[1] ہر چیز کے ظاہر و باطن میں ایک ہی ذات (ھُو) جلوہ گر ہے۔ [2] آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مادری زبان سرائیکی تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ گفتگو سرائیکی میں ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اس گفتگو کو اس خادم نے اردو میں منتقل کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ کی اصل روح برقرار رہے۔ کسی مرشد کامل کے مریدین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرشد کی تعلیمات، فرمودات، اور ارشادات کو محفوظ کریں انہیں ملفوظات کا نام دیا جاتا ہے لیکن قابلِ افسوس مقام یہ ہے کہ کچھ لوگ سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات اور فرمودات کو اپنی کتب میں اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے تراجم میں ان تعلیمات کو اپنے نام کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

فصل 13

گھوڑوں سے محبت

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس کثیر تعداد میں خوبصورت گھوڑے تھے جن کی تعداد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے وقت تقریباً سو کے قریب پہنچ چکی تھی۔ بعض کورچشم لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑوں کی پرورش، ان سے محبت اور ان پر رقم خرچ کرنے پر اعتراضات کرتے تھے۔ شاید اُن میں سے بعض کے ذہن میں یہ بات ہو کہ جیسے آج کے دور میں خاندانی پیر ریس کورس میں ریس میں جوا کھیلنے کے لیے گھوڑے رکھتے اور دوڑاتے ہیں اسی طرح سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ بھی کرتے ہوں گے (نعوذ باللہ) سچ تو یہ ہے کہ نہ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کبھی ریس کورس گئے اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑے کبھی ریس کورس گئے یا بھجوائے گئے اور نہ ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی اس غرض سے کسی اور جگہ گھوڑوں کی ریس کروائی اور نہ ہی حصہ لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے گھوڑے نیزہ بازی کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے۔

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بذاتِ خود بہت بڑے گُھڑسوار اور نیزہ باز تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پسندیدہ گھوڑوں کا نام نگینہ، کبوترا، اطلس اور شہباز تھا اور اُن کی بڑی محبت سے دیکھ بھال کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ شیعن نسل کے گھوڑے کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اوچھالی وادی سون سکیسر میں نیزہ بازی کے مقابلے بھی کرائے لیکن ان میں مختلف شعبوں میں جیتنے والوں کو صرف کپ انعام میں دیئے جاتے۔ ان محافل کے انعقاد کے مقاصد کیا ہوتے تھے اس کا اظہار اس مضمون کے آخر میں ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ پہلے زمانہ میں سفر کے لیے گھوڑا ہی استعمال ہوتا تھا۔ گاڑیوں کا عام فیشن تو موجودہ دور میں ہوا۔ اس سے پہلے اولیاء کرام تبلیغی سفروں پر جانے کے لیے گھوڑے ہی استعمال فرماتے تھے۔ سیّد محمد بہادر علی

شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ تبلیغی سفروں کے لیے گھوڑے ہی استعمال فرمایا کرتے تھے اور سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ خود بھی سال میں دو سفر گھوڑوں پر فرمایا کرتے تھے اور یہ دو سفر (جن کا ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات کے فیض کو عام کرنے کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معمولاتِ سفر میں گزر چکا ہے) آپ رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری سال 2003ء تک جاری رکھے۔

گھوڑا ایک متبرک جانور ہے اور اس کا استعمال سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہے۔ ہم قرآن وحدیث اور اولیاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تاکہ جاہلوں کو آئینہ دکھایا جا سکے۔

گھوڑوں کی عظمت قرآن پاک میں

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم اٹھائی ہے۔ ترجمہ: قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو دوڑتے ہیں۔ ان کے سینے سے آواز نکلتی ہے اور جب ان کے سُم (پاؤں) پتھروں پر پڑتے ہیں تو ان سے چنگاری نکلتی ہیں۔ (العدیٰت 1-4)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں سے محبت کا ایک واقعہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے۔

ترجمہ: ''اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا بہترین بندہ کثرت سے اپنے ربّ کی طرف رجوع کرنے والا اور جب تیسرے پہر اس (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے جن کو روکیے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سُم کا کنارہ زمین پر ٹکائے ہوئے۔ چلایئے تو ہوا ہو جائیں۔ تو حضرت (سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کے لیے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہوں کے پردے میں چھپ گئے (بہت دور چلے گئے) پھر حکم دیا کہ میرے پاس واپس لاؤ اور جب واپس لائے گئے تو ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔'' (سورۃ ص 30-33)

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گھوڑے پالنا اور رکھنا شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح جائز تھا۔ ایک دن آپ علیہ السلام کے سامنے گھوڑے لائے گئے آپ علیہ السلام نے ان کو دوڑانے کا حکم فرمایا۔ جہاں دوڑ ہو رہی تھی وہ ایک وسیع اور گول میدان تھا جس میں گھوڑے دوڑنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے تھے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور آپ علیہ السلام کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اس کے بعد آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کے سواروں سے فرمایا کہ گھوڑے میرے

سامنے لاؤ جب گھوڑے آپ علیہ السلام کے سامنے لائے گئے تو آپ علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی رسیاں اپنے ہاتھ سے ان کے گلے میں ڈالتے۔ (تفسیر روح البیان پارہ 23 صفحہ 364 ترجمہ محمد فیض احمد اویسی)

آپ علیہ السلام محبت اور فرحت سے گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرتے کہ یہ ربّ تعالیٰ کی خیر ہیں۔ (فتوحاتِ مکیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جہاد کے لیے گھوڑے پیش کیے گئے اور آپ علیہ السلام ان کے معائنہ میں مشغول ہو گئے تو سورج ڈوب گیا اور عصر کا وقت گزر گیا آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ سورج واپس لے آؤ تاکہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔ (تفسیر روح البیان۔ پارہ 23 صفحہ 365)

گھوڑوں کی فضیلت احادیث شریف میں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی اور نفع رکھ دیا گیا ہے پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کی برکت کی دعا کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو مگر تانت کی رسی استعمال نہ کرو۔ (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگشت مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص گھوڑا باندھتا (اپنے گھر میں رکھتا) ہے تو اس گھوڑے کا کھانا پینا اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے ترازو میں اجر بنا کر ڈالا جائے گا۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھا (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گھوڑا رکھا) وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔ (ابن عساکر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے خلوصِ دل کے ساتھ گھوڑے رکھنے یا پالنے کا ارادہ کیا اسے ایک شہید کا درجہ دیا جائے گا۔ (ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب انجیل و تو مرسل)

ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بھلائی گھوڑوں کی پیشانی

میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی (اللہ کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔ (ابو عوانہ۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر صدقے دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ازواج مطہراتؓ کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

گھوڑوں کا دعا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے (وہ گھوڑا دعا کرتا ہے) اے میرے پروردگار تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا اور عطا فرمایا ہے۔ پس تو مجھے اس کے نزدیک اسکے اہل وعیال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔ (مسند احمد۔ نسائی۔ مستدرک صحیح الاسناد)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص گھوڑا باندھنے (یعنی رکھنے) کی طاقت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔ (ابن عساکر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں انہوں نے فرمایا جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھراؤ رک گیا اس نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا (کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی واخذین من دونھم اور فرمایا اس سے مراد جنات ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کئی گھوڑے تھے ذیل میں ان کا ذکر ترتیب سے کیا جاتا ہے۔

1. السکب (تیز رفتار) یہ سفید پیشانی والا سرخ' سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفید لکیر تھی۔ ابنِ تاثیر کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے اس پر غزوۂ احد میں شرکت فرمائی تھی۔ اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہٗ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

2. المرتجز (رجز پڑھنے والا) اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہ سفید رنگ والا تھا بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ اصیل گھوڑا تھا۔

3. اللحف (لپٹنے والا) یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ لمبی (غاندار) دم والا تھا گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ربیعہ بن ابوالبراء یا فردہ بن عمرو الجزامی نے پیش کیا تھا۔

4. اللزار (چمٹنے والا) گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا یہ مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

5. الظرب (ٹیلا۔ چھوٹا پہاڑ) یہ دیو ہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا۔ فردہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

6. الوردد (سرخ زردی مائل) یہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہٗ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ کو عطا فرمایا اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

7. سبحہ (تیرنے والا) اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شریف الدین الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیادہ سواری السکب پر فرماتے۔

گھوڑوں کی خدمت واکرام کی فضیلت

❁ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔ (ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی فی کتاب الخیل)

❁ روح بن زنباع فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہٗ کی زیارت کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کے لیے ''جَو'' صاف فرما رہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہٗ کے اردگرد آپ کے اہلِ خانہ ہیں۔ میں

نے عرض کیا، کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لیے ''جو'' صاف کرے گا اور اس کے لیے (کھانے والی تھیلی میں) لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرمائے گا۔ (شعیب الایمان۔ بیہقی)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرما رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''تمہیں کیا پتہ جو رات کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے اس (گھوڑے) کے بارے میں مجھے بتایا''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (اس کے چارے کے) ہر دانے کے بدلے نیکی عطا فرماتا ہے''۔ (شفاء الصدور)

❁ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اس کے بعد (دوسرے درجے پر) وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو (سب سے اچھا گھوڑا) کمیت ہے یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اسی نقش کے مطابق (یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی) ہو۔ (ابن ماجہ۔ المستدرک)

❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پاؤں اور بائیں طرف کے پاؤں کی سفیدی والا گھوڑا خریدو بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد۔ المستدرک)

❁ ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے زیادہ ہنہنانے والا دیکھو تو سمجھ لو فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے کم ہنہنانے والا اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو ان کی شکست ہونے والی ہے۔ (شفاء الصدور)

نیزہ بازی کی فضیلت

❁ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میری روزی میرے

نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے گا اس کے لیے ذلت ہے۔ (صحیح بخاری)

❁ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین کھیل بہت پسند فرماتے تھے جن میں نیزہ بازی' تیر اندازی' گھڑ دوڑ اور گھوڑا ناچ شامل ہیں۔ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہترین نیزہ باز اور گھڑ سوار تھے اور بہت سے مقابلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود شرکت فرمائی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور گھوڑوں کا شوق

احادیث اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھوڑے رکھے ہوئے تھے اور نہ صرف گھوڑوں سے محبت فرماتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں سے گھوڑوں کی خدمت کرتے تھے۔

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور گھوڑوں کا شوق

1. حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اصطبل پر بیسیوں گھوڑے کھڑے ہوتے تھے اور روایات میں آتا ہے کہ ان کے پاؤں کی نعلیں بھی سونے کی ہوتی تھیں۔ سیّد عبدالقادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں:

❁ بغداد میں ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں کا اصطبل دیکھا جس میں اعلیٰ نسل کے چالیس گھوڑے سونے چاندی کے کھونٹوں سے بندھے ہوئے تھے جن پر ریشمی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔(المنقبۃ 55)

2. حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑوں پر سونے کی زین ڈال کر سواری کرتے تھے۔

3. حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑے پسند فرماتے تھے اور سواری فرماتے تھے۔ روایت کے مطابق ان کے پاس چالیس گھوڑے موجود تھے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور گھوڑوں کا شوق

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بھی گھوڑوں کا شوق رکھتے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک گھوڑوں کی جوڑی عطا فرمائی تھی جس کی نسل سے آج بھی گھوڑے موجود ہیں۔

اب تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سنت کو زندہ رکھا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تقریباً سو کے قریب گھوڑے تھے۔ ہر ایک دیکھنے کے قابل تھا۔ دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کے لیے تشریف لاتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بھی ماہر گھڑ سوار اور نیزہ باز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ تربیت یافتہ گھڑ سوار نیزہ باز نہ صرف ملک میں بلکہ غیر ممالک میں بھی جاتے تھے اور نیزہ بازی کے مختلف مقابلوں میں حصہ لیتے تھے۔

ان گھوڑوں میں ایک گھوڑا ایسا تھا جس کی گردن پر ''اسم محمد'' نقش تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق سال میں مختلف موقعوں پر گھڑ دوڑ، نیزہ بازی کے مقابلے منعقد کراتے جس میں پورے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے اور گھڑ سوار شرکت کرتے۔ ان محافل کے انعقاد کا مقصد لہو و لعب نہیں بلکہ فیضِ فقر کو عام کرنا اور وہ لوگ جو دینی محافل میں شرکت نہیں کرتے انہیں ان محافل کے ذریعے جمع کرنا اور اُن کا تزکیۂ نفس کرنا ہوتا تھا۔ عاجز کا مشاہدہ ہے کہ وہ لوگ جو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محافل میں تو شریک نہیں ہوتے تھے لیکن نیزہ بازی کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے بعد میں آہستہ آہستہ وہ محافلِ میلاد میں شرکت کرنے لگتے اور پھر ان میں سے کئی ایسے بھی ہوئے جو راہِ فقر کے راہی بنے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو جاری رکھنے اور نیزہ بازی کے کھیل کی مختلف ٹیموں کو متحد کرنے کے لیے ''محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب'' کی بنیاد رکھی۔ اس کلب کے تحت نہ صرف تمام ٹیموں کے آپس میں نیزہ بازی کے مقابلے کروائے جاتے بلکہ ملک بھر میں مختلف مقابلوں اور تقریبات میں اس کلب کے پرچم اور نام کے تحت حصہ لیا جاتا اس کلب کے آپ رحمۃ اللہ علیہ سرپرست تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ان تقریبات میں شرکت کا مقصد ایک ہی ہوتا تھا اور وہ تھا فیضِ فقر کو عام کرنا۔[1]

---

[1] عاجز کا یہ مضمون ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ جولائی 2003ء میں شائع ہو چکا ہے جسے معمولی ردوبدل کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ صاحب لولاک میں طارق اسماعیل ساگر صاحب نے یہی مضمون تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

فصل 14

ازواج اور اولاد

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ نے دو نکاح فرمائے۔

پہلا نکاح

پہلا نکاح 1979ء میں آپ ؒ نے خاندان میں ہم کفو خاتون سے فرمایا جن کے بطنِ مبارک سے آپ ؒ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

1۔ صاحبزادہ سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر (ششم) کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت 22۔اپریل 1981ء (18 جمادی الثانی 1401ھ) بروز بدھ آستانہ عالیہ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز ؒ نزد دربار حضرت سخی سلطان باھو ؒ گڑھ مہاراجہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے دینی تعلیم استاد العلماء مولانا منظور احمد[1] مہتمم شمس المدارس جنڈانوالہ ضلع بھکر سے حاصل کی۔ 7۔دسمبر 1998ء[2] کو آپ نے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ وتقویٰ کی اور 14۔اپریل 2003ء کو دربار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو ؒ پر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی ؒ نے

---

[1] مولانا منظور احمد ؒ 4۔دسمبر 2000 کو انتقال کر گئے۔ [2] دربار پاک شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی ؒ

آپ کو بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

2۔ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر (ششم) کے منجھلے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت بھی آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر 25۔ اگست 1982ء (6۔ ذیقعد 1402ھ) بروز بدھ ہوئی۔ آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی سلطان محمد علی صاحب کے ساتھ دینی تعلیم مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ 7۔ دسمبر 1998ء (17۔ شعبان 1419ھ) کو سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر اپنے بھائی سلطان محمد علی صاحب کے ساتھ بیعتِ توبہ وتقویٰ کی اور آپ کو صاحبِ مجاز کیا گیا۔ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اگست 2004ء میں ماہنامہ مراۃ العارفین لاہور کی ادارت اور مکتبہ العارفین (العارفین پبلیکیشنز) کی سربراہی سنبھالی۔

3۔ صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز مدظلہ الاقدس

آپ سلطان الفقر (ششم) کے چھوٹے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت باسعادت بھی آستانہ عالیہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر 25۔ دسمبر 1992ء (یکم رجب 1413ھ) بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ آپ کو سلطان الفقر (ششم) نے ہمیشہ سفروں میں اپنے ساتھ رکھا۔ آپ واحد صاحبزادے ہیں جنہوں نے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ 2001ء میں حج کا فریضہ ادا فرمایا۔ اس وقت آپ مدظلہ الاقدس کی عمر صرف نو سال تھی۔ آپ کو بھی سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے 7۔ دسمبر 1998ء کو دربار حضرت سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

4۔ اولادِ مادینہ میں ان مائی صاحبہ کے بطن پاک سے دو صاحبزادیوں کی ولادت ہوئی۔ سب سے بڑی صاحبزادی عینی بی بی کی ولادت 1980ء میں ہوئی۔ 1999ء میں اُن کی شادی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے سلطان حافظ فتح محمد صاحب سے ہوئی۔ جون 2009ء میں عینی بی بی کا وصال ہوگیا۔

5۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ بی بی 1994ء میں پیدا ہوئیں۔

دوسرا نکاح

دوسرا نکاح سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی حکم کے مطابق 1997ء میں ملتان میں حاجی امیر بخش مرحوم ومغفور کی صاحبزادی، ولیہ کاملہ، رابعہ ثانی کوثر بی بی سے فرمایا۔ مائی صاحبہ کی عمر مبارک اس وقت 37 سال[1] تھی۔ اس نکاح کا واحد مقصد خواتین میں دعوت وتبلیغ کا کام تھا۔ آپ نے اِس فرض کو خوب نبھایا اور پورے پاکستان میں خواتین میں فقر اور معرفتِ الٰہیہ کی تبلیغ اور فروغ کے لیے بھر پور کام کیا۔ آپ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی محبوب تھیں۔ آپ نے صدق، اخلاص اور طلبِ مولیٰ کے لیے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علمِ باطن حاصل کیا اور پھر اس کی خواتین میں تبلیغ وتدریس کی۔ آپ کی دعوت وتبلیغ سے لاکھوں خواتین نے سلطان الفقر ششم کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ وتقویٰ کی آپ نے سینکڑوں خواتین مبلغین تیار کیں اور ملک بھر میں انہوں نے فقر کا پیغام خواتین تک پہنچایا۔ سلطان الفقر (ششم) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے رفاقت کا حق یوں نبھایا کہ 1998ء سے لے کر وصال تک کا عرصہ آپ ہی کے ساتھ گزارا۔

آپ نے 2001ء میں سلطان الفقر ششم کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ اِس عاجز اور خادم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ میدانِ عرفات میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا بھائی بنایا۔

آپ کے بطنِ مطہرہ سے دو صاحبزادیوں کی ولادت باسعادت ہوئی۔

1۔ عائشہ بی بی

12۔اکتوبر 1998ء (20۔جمادی الثانی 1419ھ) بروز سوموار پیدا ہوئیں۔

2۔ خدیجہ بی بی

یہ دوسری صاحبزادی ہیں جو 10۔مارچ 2000ء (3۔ذوالحجہ 1420ھ) بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ گلشنِ اصغر میں سدا بہار رہے اور یہ گلشن سدا خوشبیوں سے مہکتا رہے۔ (آمین)

---

[1] شناختی کارڈ کے مطابق آپ کی ولادت 1960ء میں ہوئی

فصل 15

خلفاء اصغر اور صاحبِ مجاز

خلفاء کے بارے میں بیان سے قبل خلافت اور صاحبِ مجاز کے بارے میں مختصراً بیان کرنا ضروری ہے:

خلافت

مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ اپنے بہت سے مریدین کو خلافت عطا کرتا ہے جن میں سے کچھ خلافت ظاہری اور کچھ باطنی ہوتی ہیں۔ خلافتِ ظاہری سے عام طور پر مرشد کے وصال کے بعد خانقاہ کا نظم ونسق چلانا مقصود ہوتا ہے۔ عمومی طور پر سجادہ نشین حضرات خلافتِ ظاہرہ کے حامل ہوتے ہیں۔ جن مریدین کو خلافتِ باطنی عطا کی جاتی ہے وہ مرشد کی کسی نہ کسی صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ مرشد چونکہ کُل ہوتا ہے، وہ کسی مرید سے راضی ہو کر اس کو اپنی کسی خاص صفت سے متصف فرما کر خلافت عطا کر دیتا ہے اور یہ خلیفہ لوگوں کی اسی صفت کے تحت باطنی تربیت فرماتا ہے۔ اسی صفت کے طالب اس صفت کے مرشد یا خلیفہ کے پاس آتے ہیں۔ تصوف کی عام فہم زبان میں ان خلفاء کو ''خلفاء اصغر'' کہا جاتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ میں یہ ''صاحبِ اسم مرشد'' ہوتے ہیں۔

صاحبِ مجاز

سلسلہ سروری قادری میں صاحبِ مجاز وہ طالب ہوتا ہے جس کو مرشد لوگوں کو وظائف اور سروری

قادری سلسلہ میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور عطا کرنے کی اجازت عطا فرماتا ہے۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اکبر ہوئے جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی جو بفضلِ خدا یہ عاجز اور خادم ہے۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے 6 خلفاء اصغر اور تین صاحبِ مجاز ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:-

خلفاء اصغر

1۔ صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب مدظلہ الاقدس

صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب مدظلہ الاقدس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے 7۔دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز سوموار 16 سال کی عمر میں شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ توبہ وتقویٰ کی اور بعدازاں 14۔اپریل[1] 2003 (11 صفر 1424ھ) بروز سوموار بعد نمازِ عصر سلطان الفقر (ششم) نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اپنے دائیں طرف بٹھا کر بیعت فرمایا اور خلافت عطا فرمائی اور آستانہ عالیہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین بھی مقرر فرمایا۔ سجادہ نشینی کی وجہ سے آپ کو دوسرے خلفاء اصغر پر فضیلت حاصل ہے۔

2۔ صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب مدظلہ الاقدس

یہ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] ''صاحب لولاک'' (باراوّل، دوم، سوم) میں طارق اسماعیل ساگر نے بیعت کا دن 16۔اپریل 2003 تحریر کیا تھا جبکہ بیعت 14۔اپریل 2003 کو ہوئی تھی۔ اس کی تصدیق ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور کے شمارہ دسمبر 2004ء کے صفحہ 21 پر سید امیر خاں نیازی نے اپنے مضمون ''سلطان الفقر کا اندازِ تربیت'' اور صفحہ 41 پر محمد رحمت اللہ قادری نے اپنے مضمون ''بشاراتِ ظہور سلطان الفقر'' میں کی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ماہنامہ مرآۃ العارفین کا یہ شمارہ طارق اسماعیل ساگر ہی کی زیرِ ادارت شائع ہوتا ہے اور وہ ''صاحبِ لولاک'' کا پہلا ایڈیشن اس شمارہ کی اشاعت سے بہت پہلے اپریل 2004ء میں شائع کر چکے تھے یعنی ان دونوں مضمون نگار حضرات نے بھی طارق اسماعیل ساگر کی ''صاحبِ لولاک'' میں درج تاریخ کو نہ ہی درست اور نہ ہی قابلِ توجہ سمجھا۔ مارچ 2011 میں صاحبِ لولاک کا بار چہارم شائع ہوا ہے جس میں تاریخ کو درست یعنی 14۔اپریل 2003 کر دیا گیا۔

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر 10 مئی 1993ء (19۔ ذیقعد 1413ھ) بروز سوموار بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

3۔ صاحبزادہ سلطان محمد شریف مدظلہ الاقدس

14۔اپریل 2003ء (11 صفر 1424ھ) کے دِن ہی سلطان محمد علی صاحب کے ہمراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے اور سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان محمد شریف صاحب مدظلہ القدس کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔

سلطان محمد علی صاحب اور سلطان محمد شریف صاحب کی بیعت کا معاملہ اس طرح سے ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دِن کو سلطان محمد علی مدظلہ القدس کو اپنے دائیں طرف اور سلطان محمد شریف مدظلہ القدس کو اپنے بائیں طرف بٹھایا اور دونوں کو بیک وقت بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

4۔ صاحبزادہ سلطان فتح محمد صاحب

یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے داماد بھی۔ ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7۔دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز سوموار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی۔

5۔ صاحبزادہ سلطان محمد معروف صاحب

یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ان کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7۔دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) بروز سوموار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اس موقع پر سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے جن کا وصال 17 جولائی 2000ء میں ہوا۔ سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے رسمِ چہلم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ محمد معروف سلطان کی دستار بندی فرما کر سلطان محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین مقرر فرمایا۔

6۔ میاں ضیاء الدین صاحب

20 ستمبر 1999ء (9۔جمادی الثانی 1420ھ) بروز سوموار عرس مبارک سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر خلافت عطا فرمائی اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی اِن کا تعلق گاؤں موسیٰ والی سے ہے جو پپلاں کے قریب ضلع میانوالی میں ہے۔

صاحبِ مجاز

1۔ سلطان احمد علی صاحب مدظلہ الاقدس

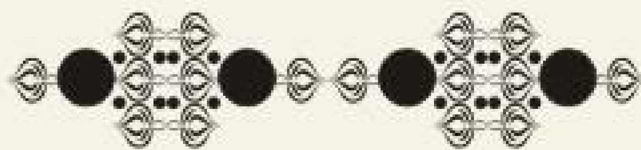
سلطان احمد علی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں اِن کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7۔دسمبر 1998ء (17 شعبان 1419ھ) کو دربار شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

2۔ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب مدظلہ الاقدس

سلطان محمد بہادر عزیز صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 7۔دسمبر 1998ء کو دربار پاک شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت فرما کر صاحبِ مجاز فرمایا۔

3۔ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ونہار چکوال سے تھا۔آپ نے ہی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سلطان الفقر کا ظاہری طور پر اعلان فرمایا تھا۔آپ کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ مجاز فرمایا تھا اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور عطا کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔زندگی کے آخری حصہ میں آپ سمبڑیال (سیالکوٹ) منتقل ہو گئے اور وہیں 15۔رمضان المبارک 1431ھ (26 اگست 2010ء) بروز جمعرات وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔



فصل 16

تلاشِ محرمِ راز
اور
منتقلی امانتِ الٰہیہ، امانتِ فقر

امانت

امانت سے مراد امانتِ الٰہیہ' خلافتِ الٰہیہ' نیابتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر ہے۔ منتقلی امانتِ الٰہیہ یا امانتِ فقر سے قبل ''امانت'' کے بارے میں بیان ضروری ہے:

وہ بارِ امانت جس کے متحمل ہونے کی صلاحیت آسمان و زمین نے اپنے آپ میں نہ پائی اور جس کی تاب پہاڑ نہ لا سکے اور جو بوجھ نہ صرف آسمان بلکہ آسمان والوں سے بھی نہ اُٹھ سکا اور حضرتِ انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا وہ ظہورِ وجود' یعنی ''ظہورِ ذات مع الاسماء وصفات'' ہے اس کو اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی کہا گیا ہے کیونکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات عین ذات پاک ہے اور بصورتِ بشریت وہ انسانِ کامل ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ (احزاب:72)

ترجمہ: ''ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنے نفس کے لیے ظالم اور نادان ہے۔''[1]

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی کا فرمان ہے کہ امانت سے مراد ''اسمِ اَللّٰہُ

---

[1] سرِّ دلبراں

ذات'' ہے اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کیا ہے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

اسمِ اَللّٰہُ بس گراں است بس عظیم   ایں حقیقت یافتہ نبی کریم[1]

ترجمہ: اسمِ اَللّٰہُ بہت ہی بھاری اور عظیم امانت ہے اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔

سلسلہ سروری قادری کے فقراء کاملین کے نزدیک امانت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''ورثہ فقر'' ہے اور جو اس ''ورثہ فقر'' کا وارث ہوتا ہے وہی حاملِ امانتِ الٰہیہ ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خزانہ فقر کے مختارِ کُل ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت ہے اور وارث ہی وراثت تقسیم فرماتا ہے۔ جب طالب فنافی اللہ بقاباللہ یا فنافی ھُو یا وحدت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے اور توحید میں فنا ہو کر ''سراپا توحید'' ہو جاتا ہے' وہی انسانِ کامل' فقیرِ کامل' امامِ مبین اور وہی مرشد کامل اکمل ہوتا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہِ

ترجمہ: جہاں فقر مکمل ہوتا ہے وہیں اللہ ہوتا ہے۔

حاملِ امانتِ الٰہیہ وہ ہوتا ہے جو فنافی فقر' فنافی الرسول اور فنافی ھُو ہوتا ہے۔

حضرت موید الدین جندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان جلد اوّل' سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اسمِ اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس کے معنی وہ انسانِ کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب اور امانتِ الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور ''اسمِ اعظم کی صورت اس ولی کامل کی ظاہری صورت کا نام ہے۔''

یعنی وہ مظہرِ الٰہی جس میں ظہورِ ذات مع الاسماء وصفات ہوتا ہے یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ طالب یا مرید جو مرشد کی ذات وتمام صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے لباس میں حقیقتاً مرشد ہی ملتبس ہوتا ہے کیونکہ وہ مرشد کی ذات میں مکمل فنا ہوتا ہے۔ یہ واحد ہوتا ہے اور ہر زمانہ کی شان کے مطابق عام طور پر نئی جگہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اصطلاحِ تصوف اور عام فہم زبان میں اسے ''خلیفۂ اکبر'' کے نام نامی اور اسمِ گرامی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔[2]

''امانت'' جس طالب کے سپرد کی جاتی ہے وہ ازل سے منتخب شدہ ہوتا ہے۔ اس کا باطن آئینہ کی طرح پاکیزہ اور صاف ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے باطن میں بیعت فرما کر غوث الاعظم حضرت شیخ

---

[1] کلید التوحید کلاں [2] مزید تفصیلات کے لیے باب اوّل اور باب ششم کی فصل 3 کا مطالعہ کریں۔

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرماتے ہیں جو اس کی باطنی تربیت فرمانے کے بعد ظاہری مرشد کے سپرد فرماتے ہیں۔ ظاہری مرشد اُسے مختلف ظاہری و باطنی آزمائشوں اور امتحانات میں سے گزارتا ہے۔ جس طرح سونا بھٹی میں تپ کر کندن بن جاتا ہے اسی طرح یہ طالبِ مولیٰ اپنے بے مثل صدق، اخلاصِ نیت، شدتِ عشق، وفا وقربانی فضلِ الٰہی کی بدولت آزمائشوں اور امتحانات سے گزرنے کے بعد اس لائق ہو جاتا ہے کہ امانت اس کے سپرد کی جا سکے۔ وہ مرشد سے بے انتہا عشق اور مرشد کی بے لوث خدمت کی وجہ سے مرشد کی نظر میں عاشق سے معشوق، محبّ سے محبوب اور مرشد کے دِل کا محرم، راز دار اور رازِ پنہاں سے باخبر ہوتا ہے۔ ''امانت'' کی منتقلی بھی اِن عاشق اور معشوق، محرم اور محرمِ راز کے درمیان ایک راز ہوتی ہے جو خاموشی اور راز داری سے عمل میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کرتے وقت ظاہری طور پر سب کے سامنے اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر اپنے بڑے صاحبزادے سلطان صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی لیکن ''امانت'' بڑی راز داری سے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل فرما دی فَہِمَ مَنْ فَہِمَ۔

علامہ اقبالؒ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں ۔۔۔ ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا ۔۔۔ اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

جس طرح ہر طالب کو مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتی ہے تاکہ معرفتِ الٰہی تک رسائی حاصل کر سکے اسی طرح ہر مرشد کامل اکمل ''محرمِ راز'' کی تلاش میں ہوتا ہے تاکہ اُسے ''امانتِ فقر'' منتقل کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ بھی تمام عمر ایسے محرمِ راز طالب کی تلاش میں رہے۔ نور الہدیٰ کلاں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سالہا سال سے میں طالبانِ مولیٰ کی تلاش میں ہوں لیکن ابھی تک مجھے ایسا وسیع حوصلے اور ہمت والا لائق تلقین صادق طالب نہیں ملا جسے میں معرفت اور توحید کے ظاہری اور باطنی خزانوں کی نعمت اور دولت (امانتِ فقر) کا نصاب بے حساب عطا کر کے تبرکاتِ الٰہی کی زکوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہو کر اللہ تعالیٰ کے حق سے اپنی گردن چھڑا لوں۔'' (باب شرح فقرِ محمدی)

اسی کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در طلب طالب بہ طلبم سالہا سال ۔۔۔ کس نہ یابم طالبے لائق لقاء

میں سالہا سال سے ایسے طالب کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں جو دیدارِ الٰہی کے لائق ہو لیکن افسوس مجھے ایسا طالب نہیں ملا۔

امیر الکونین میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

''میں تیس سال تک مرشد کی تلاش میں رہا اور اب تیس سال سے میں ایسے طالبِ حق کی تلاش میں ہوں جس کو وہاں پہنچاؤں جہاں میں ہوں (یعنی امانتِ الٰہیہ منتقل کر سکوں) لیکن مجھے کوئی ایسا طالبِ حق نہ مل سکا۔''

ابیات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل دا محرم کوئی نہ ملیا' جو ملیا سو غرضی ھُو

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا طالب نہیں ملا جو میرے پاس صرف طلبِ مولیٰ کے لیے آیا ہو جس کو میں امانت منتقل کر سکتا۔ میرے پاس تو جو بھی آیا وہ کسی نہ کسی دنیاوی، نفسانی یا ذاتی خواہش کی تکمیل کی غرض سے آیا۔

امانت کی منتقلی کا ایک طے شدہ اصول ہے جس کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کے دفتر سوم میں بیان فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنی امانت ایسے شخص کے دِل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔''

سلسلہ سروری قادری کے مشائخ بھی ہمیشہ شہرت سے دور رہتے ہیں۔ طالبانِ مولیٰ کے علاوہ نہ اُن کو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی اُن کے مزارات کی شہرت دوسرے سلاسل کے مشائخ کی طرح ہوتی ہے۔ یہ لوگ اس حدیثِ قدسی کے مصداق ہوتے ہیں:

اِنَّ اَوْلِيَآءِىْ تَحْتَ قَبَائِىْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ ط

ترجمہ: میرے وہ اولیاء بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تمام بندوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو اہلِ تقویٰ ہیں اور ''پوشیدہ'' ہیں۔ اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے، گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں''۔ (طبرانی، حاکم)

اور فقر یہی ہے

''ہوویں سونا سدّاویں سکہ ھُو''

(یعنی خالص سونا ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے اپنی چمک چھپا کر رکھنا اور بظاہر لوہے کے سکے کی مانند نظر آنا) اور اسی قسم کے طالبِ مولیٰ کو امانت منتقل ہوتی ہے جس کی شہرت نہ ہو اور گمنامی و خمول میں زندگی بسر کرتا ہو۔ کیونکہ طلبِ شہرت و عز و جاہ تو راہِ فقر کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایسا کوئی طالب نہ ملا جس کو ''امانت'' منتقل کی جاتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس جہانِ فانی سے امانت منتقل کیے بغیر ہی ظاہری وصال فرما گئے پھر فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے تقریباً 139 سال (12 ربیع الاوّل 1241ھ۔24 اکتوبر 1825ء بروز سوموار) بعد سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو بھیجا گیا جن کو سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے امانتِ فقر منتقل فرمائی اور یہ معاملہ طے پا گیا کہ حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ''امانت'' حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اور اُن سے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد پیر محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کو، پھر اُن سے سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل ہوگی اور پھر سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ پر کامل اور مکمل ہو کر دوبارہ فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹ جائے گی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے ''امانت'' ایک بار پھر اسی طریق پر منتقل ہوگی جس طریق پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل ہوئی تھی۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے قدم پر تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد امانت دوبارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی طرف لوٹ گئی تھی۔ یہ بات اس لیے بھی ثابت و درست ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی طرح بیس سال (اپریل 1981ء۔2001ء) تک محرمِ راز اور اس طالب مولیٰ کی تلاش میں رہے جس کو امانت منتقل کر سکیں۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بھی سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی طرح ہر لمحۂ زندگی محرمِ راز کی تلاش میں رہے تاکہ امانتِ الٰہی اس کے سپرد کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ایک طالب پر شدید محنت کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 13۔اپریل 1981 کو مسندِ تلقین وارشاد سنبھالی اور فقر کی تعلیمات کو عام کرنے، طالبانِ مولیٰ کے تزکیہ نفس کے لیے 27۔فروری 1989 کو اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی۔ 1994 تک آپ رحمتہ اللہ علیہ تندہی سے فقر کی تعلیمات سے لوگوں کے زنگ آلود قلوب کو نورِ الٰہی سے منور کرتے رہے۔ اور اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے منتخب شدہ سالکین کو فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش فرمانا شروع کیا۔

❁ چودہ سال کی شبانہ روز محنت کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ منتخب طالبانِ مولیٰ اور اپنے خاندان کے افراد کے ہمراہ 20 رمضان المبارک 1415ھ (20 فروری تا 3 مارچ 1995) کو عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ مکہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور اِن سب کو فقر کے مختارِ کُل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں انتخاب کے لیے پیش کر دیا لیکن اِن سب کی طلب اور دعا ہی دنیا تھی اس لیے کوئی بھی بارگاہِ فقر میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکا۔ اس واقعہ سے سلطان الفقر ششم رحمتہ اللہ علیہ کو شدید ذہنی صدمہ پہنچا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ ظاہری طور پر بہت سی بیماریوں شوگر اور بلڈ پریشر وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔

❁ دوسرے سال 1996ء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ 20 رمضان المبارک 1416ھ (10 فروری تا 21 مارچ 1996ء) کو پھر چنیدہ مریدین اور طالبانِ مولیٰ کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے حسبِ سابق عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ شریف پہنچے اور روضہ مبارک پر ان سب کو پیش فرمایا۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔

❁ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پھر چند چنیدہ طالبانِ مولیٰ کی سال بھر تربیت فرمائی اور 20 رمضان المبارک 1417ھ (30 جنوری تا 20 فروری 1997) کو تیسرے عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مدینہ شریف پہنچے لیکن بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حکم ہوا کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو فقر کے انتہائی مقام کے قابل ہو۔ یہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا تیسرا عمرہ مبارک تھا۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس وقت تک عمرہ یا حج کا ارادہ ملتوی فرما دیا جب تک حقیقی محرمِ راز نہ مل جائے اور اُسے اچھی طرح کندن نہ بنا لیا جائے۔

❁ اسکے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان میں ہی دو افراد کو منتخب فرمایا اور ایک کو خلافت بھی عطا فرمائی دوسرا اس وقت ملک کا حکمران تھا۔ لیکن اُن دونوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ حکمران نے تو اس طرف توجہ ہی نہ دی اور دوسرے حضرت یہاں ہی ظاہری امانت نہ سنبھال سکے باطنی امانت کی حفاظت کے قابل کیا ہوتے۔

❁ اسی دوران 12 اپریل 1998ء (14 ذوالحجہ 1418ھ) کو یہ خادم آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی میں پہنچ گیا۔ نگاہ سے نگاہ ملی اور یار نے یار کو پہچان لیا اور پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی ہی خادم کا مقصدِ حیات بن گیا اور یہ خادم آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں یوں فنا ہوا کہ اپنے مرشد کی زندگی کا ہی ایک نمونہ بن کر رہ گیا اور ہر لمحۂ زندگی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ڈیوٹی اور غلامی کے لیے وقف کر دیا۔ 1998ء سے 2001ء تک آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس خادم کو ظاہری اور باطنی طور پر بہت سی آزمائشوں میں سے گزارا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیقِ الٰہی کی بدولت یہ عاجز

اور خادم ہر آزمائش اور امتحان میں پورا اترا۔ جب مرشد پاک نے ''امانت کے وارث'' کو اچھی طرح پرکھ لیا تو حج کا قصد فرمایا اور 28 فروری 2001 بروز بدھ آپؒ نو[1] منتخب طالبانِ مولیٰ اور تین خواتین کے ہمراہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جدہ پہنچتے ہی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی طبیعت شدید ناساز ہوگئی۔ نقاہت اتنی ہوگئی کہ چلنا مشکل تھا۔ تمام بیماریاں شوگر، بلڈ پریشر بڑھ گئیں اور خاص کر پیشاب[2] کی تکلیف اتنی شدت اختیار کر گئی کہ ہر دس پندرہ منٹ پر پیشاب کی حاجت ہونے لگی۔ آپؒ جب بھی کسی کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے۔

اپنی موت سے آگاہ کوئی بشر نہیں — ساماں سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

7 مارچ کو مکہ میں آپؒ نے اپنے اس خادم اور نوید شوکت صاحب کو حکم فرمایا کہ ہمارے لیے کفن خریدا جائے اور اُسے آبِ زم زم سے دھو کر خانہ کعبہ سے مس کیا جائے کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔ آپؒ کی اس بات نے اس خادم اور عاجز کے قدموں تلے سے زمین نکال دی اور ذہنی کوفت اور پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ ایک آپؒ کی نازک حالت اور اوپر سے یہ حکم۔ جب اس عاجز اور خادم نے کفن خریدنے کے سلسلہ میں لیت ولعل سے کام لیا تو آپؒ نے حاجی محمد نواز صاحب کو فرمایا کہ کفن فوراً خریدا جائے یوں آپؒ کے لیے کفن خرید لیا گیا۔ مرشد پاک کی اس حالت نے اس عاجز اور خادم کو دہلا کر رکھ دیا اور مکہ میں قیام کے دوران، حطیم میں نوافل ادا کرتے ہوئے، میزابِ رحمت کے نیچے خانہ کعبہ سے لپٹ کر، ملتزم کے پاس، سعی صفا و مروہ کے دوران، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں یہی ایک دعا مانگی:

''یا اللہ تعالیٰ، یا میرے مالک یا میرے مولیٰ میں غیب کا علم تو نہیں جانتا لیکن مرشد پاک کی طبیعت اور حالت دیکھ کر ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کا وقتِ آخر آ گیا ہے۔ اللہ پاک میں اپنی بقیہ زندگی تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو میری بقیہ زندگی میرے مرشد کو لگا دے اور اُن کی عمر بڑھا دے اور مجھے اُن کی جگہ اس دنیا سے اٹھا لے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور تیرا یہ وعدہ ہے کہ یہ مقامات شعائر اللہ ہیں اور

---

[1] (1) مردوں میں سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ (2) خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس (3) صاحبزادہ سلطان بہادر عزیز مدظلہ الاقدس (4) محمد نوید شوکت (5) ساجد حسین (6) حاجی محمد نواز (7) ملک شیر محمد (8) کریم بخش (9) محمد شبیر شامل تھے اور خواتین میں سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی دوسری زوجہ محترمہ، اُن کی ملازمہ اماں سیداں اور اوچھالی وادی سون سکیسر سے اماں غلام فاطمہ شامل تھیں۔ ان میں حاجی محمد نواز اور محمد شبیر پہلے تین عمروں میں اور ساجد حسین، کریم بخش صاحب آخری دو عمروں کی ادائیگی میں بھی ساتھ تھے اور تیرھویں شخص رانا تجمل حسین صاحب تھے جن کو حج کا ویزا تو مل گیا تھا لیکن بدقسمتی سے وہ حج پر نہ جا سکے۔ [2] 2001ء میں حج سے واپسی کے بعد Prostate Gland کا بڑھنا تشخیص ہوا جو اپریشن کے بعد درست ہوگیا۔

یہاں پر دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں۔ اللہ پاک میرے مرشد پاک کو میری عمر لگا دے تا کہ اُن کو اتنی مہلت مل سکے کہ وہ مجدد کی حیثیت سے ظاہر ہو کر مسلم امہ میں فرقہ پرستی کا خاتمہ فرما کر اُن کو حق پر متحد فرما سکیں تا کہ عالمِ کفر مغلوب ہو اور دنیا میں خلافت کا نظام دوبارہ قائم ہو۔''

حج کے دوران یہی دعا چند الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ اس خادم اور عاجز کے دل اور زبان پر رہی اور اپنی زندگی مرشد پر نچھاور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دی۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ھُو

مفہوم: ہم نے اپنی زندگی اور جان کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے عشق کی حقیقت کو ثابت کیا ہے۔

9 مارچ 2001ء کو حج سے فراغت ہو چکی تھی اور 17 مارچ، بعد نمازِ عشاء مکہ سے مدینہ شریف روانگی کا شیڈول تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف پہنچنے کے لیے اتنے بے چین تھے کہ بار بار دریافت فرماتے کہ مدینہ شریف کب پہنچیں گے اور حاجی محمد نواز اور احمد بخش کو حکم دیا کہ کوشش کریں کہ 17 مارچ سے قبل روانگی ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ 17 مارچ، بعد نمازِ عشاء ہی مدینہ شریف کو روانگی کا شیڈول برقرار رہا۔ اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بے چین رہے، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلد از جلد آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہو کر کوئی معاملہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور صحت تھی کہ درست ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ آخر کار 18 مارچ 2001ء کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

مدینہ شریف پہنچ کر اس عاجز اور خادم کی آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں وہی دعا رہی جو مکہ شریف میں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ مکہ میں عاجز نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حوالہ کی تھی لیکن مدینہ شریف میں اس عاجز اور خادم نے اپنی زندگی آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد فرما دی کہ میری زندگی لے کر میرے مرشد پاک کی عمر بڑھا دی جائے۔ پھر 21 مارچ 2001ء کا وہ دن آ گیا جس کا سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال سے انتظار فرما رہے تھے اور ''امانت'' کی منتقلی کے لیے جس محرمِ راز کو لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف لائے تھے وہ مقبول اور منظور ہو گیا۔

مرشد کریم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کے ہمراہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضری سب سے بڑی سعادت اور خوش نصیبی تھی۔ مجھے تو 21 مارچ 2001ء کا دِن نہیں بھولتا جب نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد تمام ساتھی مختلف کاموں کے سلسلے میں اِدھر اُدھر چلے گئے اور

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ میرے علاوہ بھائی نوید شوکت صاحب رہ گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا چلیں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے آئیں۔ اس وقت باب السلام کے پاس رش اتنا زیادہ تھا کہ داخلہ مشکل ہو رہا تھا۔ بھائی نوید شوکت صاحب مرشد کریم کے ایک طرف اور میں دوسری طرف ہو گیا۔ اس طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ ہمارے درمیان آ گئے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو رش میں تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس دِن کی حاضری میری زندگی کا سب سے اہم واقعہ تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم پر انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ آنسو ہماری آنکھوں سے جاری تھے جیسے ہی مرشد کریم روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جالی کے سامنے پہنچے تو اچانک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے والا آدمی جو کہ ویل چیئر پر سوار تھا، کی ویل چیئر کا پہیہ قالین میں پھنس گیا اور لائن رک گئی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے چہرہ مبارک روضہ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف کیا۔ اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن نظر آ رہا تھا۔ میری ایک نظر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتی اور پھر پلٹ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر پڑتی میں نے اپنی زندگی میں اتنا حسین منظر کبھی نہیں دیکھا۔ عجیب محویت کا عالم تھا، اتنے میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے شُرطے (سپاہی) نے مرشد کریم کی طرف اشارہ کر کے لائنوں کے دوسری طرف کھڑے شُرطوں کو آواز دی۔ یَا شَیْخ (یعنی لائن اس شیخ کی وجہ سے رکی ہے)۔ سبحان اللہ اُن کے منہ سے بھی یا شیخ (مرشدِ کامل) نکل گیا۔ شُرطے لپک کر مرشد کریم کی طرف بڑھے تو اس وقت وہاں کھڑے ہزاروں لوگوں کی نگاہیں میرے مرشد کریم کی طرف اُٹھ گئیں۔ ہر آدمی محویت سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف دیکھ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ شُرطے نے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بازو پکڑنا چاہا تو میں نے جلدی سے شُرطے کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آگے ویل چیئر والے کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ لائن اس کی وجہ سے رکی ہوئی ہے شُرطوں نے جلدی سے ویل چیئر کا پہیہ سیدھا کیا اور یوں لائن دوبارہ حرکت میں آئی۔

جیسے ہی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کے بعد ہم باہر نکلے بھائی نوید شوکت صاحب مرشد کریم کے جوتے اٹھانے چلے گئے اور میں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی:

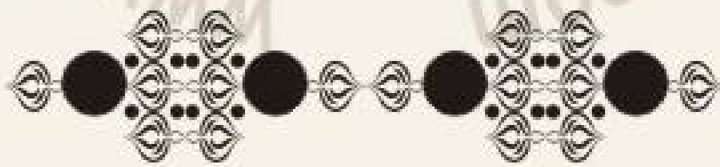
''حضور عالمِ اسلام مختلف فرقوں میں بٹ چکا ہے تمام لوگوں اور خاص کر تعلیم یافتہ لوگوں کی نظر حق کی طرف نہیں ہے۔ عالمِ سلام کو عالمِ کفر نے متحد ہو کر گھیر رکھا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ مہربانی فرمائیں کہ اسلام کا بول بالا ہو اور شیطانی گروہ مغلوب ہو۔'' مرشد پاک نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور فرمایا:-

''ہمیں تو دِل کا محرم مل گیا ہے''۔

یعنی ہمارا معاملہ تو حل ہو گیا اور کام بھی ختم ہو گیا۔

اور وہیں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر کرم اور مہربانی فرمادی اور باطنی طور پر سیراب کر دیا اور ساتھ ہی باطنی طور پر اس راز کو راز رکھنے کیلئے طاقت بھی عطا فرمادی، اس دن کے بعد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا۔ اور طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام بیماریاں چلی گئی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہم جس مقصد کے لئے آقا پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں آئے تھے وہ پورا ہوگیا۔ اور اس عظیم مقصد کے طفیل جو ساتھی جو جو مراد لے کر آیا تھا خواہ وہ دنیا کی ہو یا آخرت کی اسکی وہ مراد بھی پوری ہوگئی۔'' اور یہ اس خادم نے ہوتا بھی دیکھا ہے جو کاروبار کی ترقی کے لیے ساتھ گیا تھا اس کا کاروبار چمک اٹھا اور جو بھی جس مقصد کے لیے گیا حج کے بعد اس کا مقصد پورا ہوگیا۔ ظاہری طور پر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر سے بہت بڑی ذمہ داری اور کوئی بھاری بوجھ اُتر گیا ہو۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر کام اور ذمہ داری سے بے نیاز ہو گئے۔

اس کے بعد سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہر کام سے لاتعلق ہو گئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشن مکمل ہو گیا ہو۔ دو سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنتِ مرشد پر عمل کرتے ہوئے اپنے محرم راز اور ''وارثِ امانتِ الٰہیہ'' اس عاجز اور خادم کی تلقین وارشاد کی مسند سنبھالنے کے لیے تربیت فرمائی کیونکہ پیر بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو سال (1932ء تا 1934ء) حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اور سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دو سال (1979ء۔1981ء) سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرمائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز اور خادم کی دو سال (2001ء۔2003ء) تک تربیت فرمانے کے بعد 26 دسمبر 2003ء کو وصال فرمایا۔



فصل 17

عارفانہ کلام

ابتدائے حال میں (21 تا 25 سال کی عمر تک) جب سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ پر اسمِ اَللّٰہُ ذات کے اسرار و رموز اور رازِ پنہاں کھلا تو اپنے مرشد پاک سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سرائیکی زبان میں آپ کی زبان مبارک سے جو کلام نکلا اُسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک سی حرفی مرشد کی شان میں اور ایک منقبت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سی حرفی کلام جو اپنے مرشد پاک کے عشق میں کہا گیا ہے اس کی ''الف'' سے ''ز'' تک کل بارہ رباعیاں (دوہڑے) ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ''گلدستہ ابیات و مناجات حضرت سید محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' جو اس خادم نے مرتب کیا' میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ العارفین نے اس وقت شائع کی تھی جب مکتبہ العارفین اس خادم کی سربراہی میں کام کر رہا تھا۔[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں سادگی، پختگی، گہرائی، محبت و عقیدت اور بے پناہ سچائی موجود ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام طالبانِ مولیٰ کیلئے محبت و عشق اور آدابِ مرشد کیلئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو کلام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا وہ مع اردو ترجمہ کے درج کیا جا رہا ہے۔

ا آ آوَ سہیلیو میریونی، خدا دا نور ظہور ہویا

---

[1] اس کتاب کو ایک سرقہ نویس اور چور ایم۔ اے۔ شاکر (راجن پور) ہو بہو نقل کر کے اپنے نام کے ساتھ ''کلیاتِ عارفانہ کلام شہبازِ عارفاں سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ' سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے شائع کروا رہا ہے۔

صورت خاص رسولؐ کریم والی، شعلہ نور خدا ظہور ہویا

صورت ھُو تے جسم باھُوؒ سوہنے دا، نام عزیز سلطانؒ مشہور ہویا

صورت عبد لباس پا کے تے، اس عاجز دا دلگیر ہویا

مفہوم: اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ہوا ہے انوارِ الٰہیہ سے منور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی صورت اپنے آپ کو متعارف کرا رہی ہے۔ جو مظہر ذاتِ الٰہی ہے، وہ جسم سے تو حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ہے لیکن اس کا نام حضرت سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہے۔ وہ صورت لباسِ عبد میں آ کر اس عاجز کے دل میں سما گئی ہے۔

ب باھُوؒ دے دفتر دے مالک ہو، ہو آپ باھُوؒ سلطان سایاں

جلوہ خود خدا رسول والا ہویا، آپؒ کولوں نمودار سایاں

لکھ وار خدا اس تے لعنت بھیج سی، جیہڑا ہوسی تیتھوں گمراہ سایاں

سیّد محمد بہادر شاہ سائیں دا لاڈلا ہیں، ایہہ عاجز تیرا غلام سایاں

مفہوم: آپ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ورثہ فقر کے وارث اور مالک ہیں بلکہ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کی ذاتِ مبارک میں جلوہ گر ہیں۔ آپؒ کی ہی ذات میں وہ نورِ ازل حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روپ میں جلوہ نما ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لاکھ بار لعنت ہو جو آپؒ کی ذات سے گمراہ ہو۔ آپ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب اور یہ عاجز (سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ) آپ کا غلام ہے۔

پ پڑھ پڑھ نماز نفل گزاری، تے وَدھی وڈیائی

جد دی نظر حضور نے بھالی، دور ہوئی گمراہی

رنگ برنگے بھیس تساڈے، رتبہ ملیا شاہی

اس عاجز نوں پار لنگاؤ، تیتھے تاج شاہی

مفہوم: عمر نفل نمازیں پڑھتے پڑھتے گزار دی لیکن اس عمل سے نفس اور زیادہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو گیا لیکن جب سے آپ نے نگاہِ فیض سے نوازا ہے دِل سے ساری سیاہی دور ہو کر قلب منور آئینہ ہو چکا ہے میں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر پنہاں (فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ، بقا باللہ) اتنے روپ دیکھ کر حق الیقین پر پہنچ چکا ہوں کہ آپؒ کو فنا فی ھُو کی بادشاہی حاصل ہے۔ آپؒ کے سر پر یہ تاجِ شاہی ہے اس لیے اپنی مہربانی سے اس عاجز کو بھی منزل تک پہنچا دیں۔

ت تاج سلطانی بہت وڈ شانی، ملیا تیں وڈ شانِ

روم شام تائیں[1] دھوم دھام تیری، نویں چارچکوٹ[2] جہانِ
توں سلطانِ سلطاناں دا، تو مالک دو جہانِ
کیا پرواہ اس عاجز نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانؒ

مفہوم: بہت ہی بلند شان والا تاجِ شہنشاہی و بادشاہی (انسانِ کامل۔فقر فنا فی اللہ کا تاج) آپ کو ملا ہے کہ آپ بہت عظیم اور بہت بلند شان والے ہیں۔ روم و شام (تمام دنیا ظاہر و باطن) تک آپ کا ہی چرچا ہے اور چاروں طرف سے دنیا آپ کی بارگاہ میں جھک رہی ہے۔ اس لئے کہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ اور سلطانوں کے سلطان ہیں اور دونوں جہاں کے مالک ہیں۔ اس عاجز کیلئے کیا غم و پریشانی ہو سکتی ہے جس کا مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) ہو۔

ث ثابت صدق یقین سہتی، ایہ کنگال تیرا غلام ہویا
نفس خبیث خوار کیتا، ایہ وقت بڑا زوال ہویا
سلطان محمد بہادر شاہؒ دے واسطے رحمت کر، تو آپ رب رحمٰن ہویا
نام اَللّٰہ دا دان[3] فرماؤ، ایہ عاجز تیتھوں قربان ہویا

مفہوم: حق الیقین کی منزل پر پہنچ کر اس عاجز کا ایمان پختہ ہو چکا ہے اور اب یہ عاجز آپؒ کا غلام ہے لیکن اس وقت بڑا کڑا اور مشکل وقت آن پڑا ہے کہ نفس خبیث سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو رہا اور وہ لحظہ بہ لحظہ حملہ آور ہو رہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کے مرشد سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کا وسیلہ اور واسطہ پیش کرتا ہوں کہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے رازِ پنہاں کو میرے دِل میں عیاں کر دیں آپ رحمتہ اللہ علیہ صفتِ رحمٰن کے مالک ہیں اور یہ عاجز تو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے اپنی جان کر چکا ہے۔

ج جد دا مرشد حضور نوں پھڑیا، چھڈے سب جھنجالِ
کیا کیا میں بیان کراں، تساں آپ ویکھن ہارِ
رضا مندی عطا فرماؤ، توں مالک دوجہانِ
کیا پرواہ اس عاجز نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانؒ

مفہوم: جب سے میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے اس وقت سے اپنے تمام اشغال و مصروفیات ختم کر دیں ہیں اور اپنے آپ کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی میں دے دیا ہے۔ میں اپنا کیا حال سناؤں، اے مرشد اکمل

---

[1] تک [2] چاروں طرف [3] عطا

اے میرے حضور آپ جناب میرے حال سے بہتر واقف ہیں۔ مجھے اپنی رضا کا شرف عطا فرماؤ کہ آپ دونوں جہاں کے مالک ہیں۔ بھلا اس عاجز کو کیا غم و پریشانی لاحق ہو سکتی ہے جس کے مرشد حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ صاحب ہوں۔

ح حافظ ہادی آپ نوں پھڑیا، ہکو[1] رب رحمانِ
آپؒ تے رب وچ فرق نہ ذرہ، جیہڑا جانڑے[2] اُوہ شیطانِ
کیا پراہ اس نوں، جیندا مرشد عزیز سلطانِ
نام اَللّٰہُ دا پار لنگاؤ، ایہ عاجز تیرا غلامِ

مفہوم: اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن ہے اور ہم نے آپؒ کو ہی اپنا حافظ اور ہادی بنایا ہے آپؒ اور اللہ تعالیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ آپ فنا فی ھُو ہو کر خود ھُو کے ساتھ موجود ہو چکے ہیں اور جو کوئی اس راز کو نہ سمجھ سکا وہ پکا شیطان ہے۔ مجھے تو کسی بات کا ڈر اور خوف نہیں ہے کیونکہ میرے مرشد سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں لیکن آپ سے اس عاجز اور غلام کی ایک التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس عاجز کو بھی (فنا فی ھُو کی) منزل تک پہنچا دیں۔

خ خود خدا رسول والا جلوہ، آپ کیتوئی نمودار سایاں
اس عاجز دی کشتی دا ملاح آپ ہو، لیسیں امان دے پار سایاں
ابوجہل، نمرود شیطان ہوئے، جیہڑے ہوئے تیتھوں گمراہ سایاں
ایہ عاجز بہت کانہلا[3] لڑائی توں، آپؒ ہی بخشن ہار سایاں

مفہوم: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی تو اس عاجز کے دِل میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راز کھول کر جلوہ عیاں کر دیا ہے مجھے تو یہ یقین ہے کہ میں سلامتی سے منزل پر پہنچ جاؤں گا کیونکہ میرے ہادی اور رہبر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچ کر رازِ حقیقی پانے کے باوجود گمراہ ہو کر مراجعت کر گئے وہ ابوجہل اور نمرود کی مثل ہیں۔ یہ عاجز تو نفس کے ساتھ لڑائی میں بڑا ہی کمزور ہے ایک آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کا سہارا ہے جو پار لگا دیں۔

د دل لاکے توڑ نبھاون، ایہہ سخیاں دی چالِ[4]
ہو اسم اعظم دے جسم معظم، تیرا رتبہ بہت کمالِ
خاص منزل عطا ہو، توں رحمت ذوالجلالِ

[1] ایک [2] جانے، سمجھے [3] کمزور [4] طریقہ

اس عاجز دیاں لجاں[1] تینوں، توں آپ ای لجپالِ

مفہوم: ایک بار محبت کر کے آخر تک اس کا بھرم رکھنا یہ سخیوں کا طریق ہے۔ آپ کا مرتبہ تو بہت کمال ہے آپ کے اندر اسمِ اَللّٰہُ ذات کی سمائی ہے۔ آپ کا جسم مبارک تو اسمِ اعظم کی وجہ سے جسمِ معظم ہے۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا رتبہ اللہ کے جمال وجلال کا کمال ہے۔ اے رحمتِ ذوالجلال مجھے خاص مقام ومنزل عطا فرما۔ اس عاجز کا بھرم اب آپ کے ذمے ہے کہ آپ بھرم رکھنے والے مہربان اور سخی ہیں۔

ذ ذکر تے فکر ہک تیرا ہووے، پا رحمت دا پھیرا
نور اللہ وچ غرق کرو، ذکر پکے ہک تیرا
نفس خبیث خوار ہووے، دور ہووے اندھیرا
رہبر ہادی مطلق ہیں تیں، تے عاجز نوں ناز بتھیرا

مفہوم: اے میرے مرشد اکمل مجھ پر ایسی رحمت فرمائیں کہ ہر دم صرف آپ کا ذکر اور فکر ہو اور انوارِ الٰہیہ میں اس طرح مستغرق فرمائیں کہ ایک آپ کا دیا ہوا ذکر ہی یاد رہے۔ یہ خبیث نفس ذلیل وخوار ہو جائے اور تمام ظلمت اور اندھیرا دور ہو جائے۔ اے مرشد اکمل آپ تو مہربان راہبر اور ہادئ مطلق ہیں۔ اس عاجز کو آپ پر بہت ناز ہے۔

ر رکھ یقین ایمان کامل، بیٹھی نام تیرا چتاراں میں
تیں تے رب وچ فرق نہ ذرہ، بیٹھی ایہو ورد پکاراں میں
صورت تیری وچ نور اللہ دا، بیٹھی ایہو تصور پکاواں میں
اس عاجز دی ایہہ دعائیں شالا، تیئں وچ فنا ہو جاواں میں

مفہوم: جب سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا سرِّ نہاں اس دِل پر وارد ہوا ہے یہ عاجز یقینِ کامل کے ساتھ آپؒ کے تصور اور خیالات میں گم اور فنا ہے اور آپؒ کی ذات میں وہ نورِ ازلی ہی جلوہ نما ہے۔ جب یہ عاجز تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور میں گم ہوتا ہے تو ہر طرف آپؒ ہی کی صورت نظر آتی ہے اور آپؒ ہی میں نورِ ذات پنہاں ہے۔ میری تو اب صرف یہی دعا ہے کہ یہ عاجز آپؒ کی ذات میں فنا ہو جائے۔

ز زمین آسمان لوح عرش کرسی، جتھے کتھیں تیرا ظہور سائیاں
لکھ وار کراں میں سجود تینوں، تیرے وچ اللہ دا نور سائیاں

---

[1] بھرم

میں نوں فخر تے ناز تیئیں والا، رکھیں قدماں وچ منظور سائیاں
نظر شفقت دی عاجز تے، ایہہ وقت بڑا مجبور سائیاں

مفہوم: زمین و آسمان، لوحِ محفوظ، عرش اور کرسی پر بلکہ ہر جگہ تیرے ہی نور کا ظہور ہے۔ میں آپ کو لاکھوں بار سجدے کروں کہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور سمایا ہوا ہے۔ مجھے آپ کی ذاتِ اقدس پر فخر ہے مجھے اپنے قدموں میں اپنی بارگاہ میں منظور رکھنا۔ اے میرے حضور میرے مرشد پاک اس عاجز پر نظرِ شفقت فرماؤ کہ یہ وقت بہت سخت اور کٹھن ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں ایک خوبصورت منقبت[1] بھی کہی وہ ذیل میں دی جا رہی ہے۔

حمد سپاس ہزاراں[2] لکھاں[3] واحد تو سبحان کوں
لکھ در لکھ درود کروڑیں ختم نبیؐ زمان کوں
آل اُتے اصحاباںؓ کلّی، ہر اک عالی شان کوں
پیر پیارا تے دلبر نیارا، والی شاہِ جیلانؓ کوں
کارن[4] مدح صفات جمیلاں شرح تھیا بیان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں
کُل غوث قطب ولیاں دے وچ تو سلطانؒ حقانی
عَالَم عامل کامل وصلش قرب نشانی
مدرس، درس، تدریس لاہوتی، عالم عِلم ربانی
والی مالک ولایت دے وچ بانی دین مبانی

---

[1] سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں کہی گئی سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی اس منقبت کو کتابچہ ''اسرارِ سلطانی'' یعنی ''مجموعہ ابیات پنجابی مؤلف فقیر نور محمد کلاچوی'' جو 1976ء میں سیف الرحمٰن خان کلاچوی نے کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان سے شائع کی، میں معمولی ردّوبدل کے ساتھ صفحہ 21، 22 اور 23 پر مولوی نور محمد سکنہ مڈی عرف موچی کے نام سے شائع کیا ہے حالانکہ یہ منقبت سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ نے 1968ء میں 21 سال کی عمر میں ابتدائے حال میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں لکھی جو خطی نسخوں کی صورت میں عرصہ دراز سے سروری قادری حلقوں میں پڑھی جا رہی ہے۔ اسے پہلی بار اس عاجز کے مرتب کردہ ''گلدستہ ابیات و مناجات حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ'' میں اپریل 2002ء میں شائع کیا گیا۔ مولوی نور محمد صاحب کے ہاتھ کہیں سے کوئی خطی نسخہ لگ گیا ہوگا اور انہوں نے اپنے نام سے چلا دیا۔ [2] بہت [3] ہزاروں لاکھوں [4] کیلئے

نال توجہ اسمِ ذاتی بخشیں[1] فیض جہان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

خصلت خُلق ہدایت خلقاں عنصر ذات قدیمی
جلباب[2] جلّی[3] تے طبقات[4] طبیعی، گل گُستر[5] باد نسیمی[6]
شگفت[7] شگوفہ[8] تے خوش گفت[9] عجائب متکلم[10] کلام کلیمیؑ
چشمہ آبِ حیات مثالی یا دُر[11] گوہر شان یتیمیؑ
مثل مسیحؑ، خصال[12] معنبر[13] سوسن[14] سہل[15] زبان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

شاہ گدا سلطان معظم دانش مند سیانے
لکھاں بانہاں بنھ سلامی، در تے کھڑے نمانے
توں سلطان سبھو کجھ سردا، نا کر سائیں بیگانے
میں بوٹی توں آبِ حیاتی نہ تھیون برگ کمانے
دیویں آب رہاں سرسبز ہمیشاں ریس[16] آوے رضوان[17] کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

وچ حضور نبی سرورؐ دے تیرا رتبہ عالی
ملک ملائک دربار تیرے تے ہر دم کھڑے سوالی
جو آوے سو مقصد پاوے کوئی نہ جاوے خالی
بلند مراتب شان وڈیائی منصب دار کمالی
بہت پیارا دلبر نیارا والی شاہِ جیلانؒ کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

---

۱ بخشنا ۲ بہت وسیع چادر ۳ ذات حقیقی ۴ ارض وسماء ۵ پھول جیسی چلنے والی معطر ہوا ۶ صبح کی تازہ ٹھنڈی ہوا ۷ خوبصورت اور تازہ ۸ کلی ۹ خوش کلام ۱۰ کلام کرنے والا ۱۱ موتی ۱۲ عادات ۱۳ عنبر ملا ہوا' خوشبودار ۱۴ آسمانی رنگ کا پھول جسے زبان سے تشبیہ دی جاتی ہے ۱۵ آسان ۱۶ حسرت ۱۷ فرشتے

صاحبِ جُود عظیم سخاوت بخشیں گنج الٰہی
روشن کرم تُساڈا ظاہر ماہ کنوں تا ماہی
سائل آون دربار تیرے تے خیر پاون بادشاہی
حاتم جیہے لکھ کروڑیں تیتھوں کرن گدائی
دین دنیا وچ ہون حاکم کر جاری فرمان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

بحرِ محیط، نہ ساحل ڈِسے علم تیرے دی کاندھی[1]
کھانویں موج اچھلن موتی جا نہ کوئی واندی
مشرق مغرب فیض رسید دُر سیل نہ کتھ سماندی
پُر گوہر دامن خلق تمامی ہے رِیت یقین جتہاندی
ہے تخت نشین اقلیم[2] ولایت کرن مخزن امن امان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

میں بھی نال یقین ارادے کامل صدق صفائی
ہر گل باغ چمن وچ سایاں تیری کراں وڈیائی
تھی غرق سرتاپا گناہ وچ عمر تمام ونجائی
پُرہم امید نہ بُڈن ڈیسیس تیئں کامل دی آشنائی
دست بردست گلودر پٹکا[3] نال آندم نال شفیع قرآن کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

جے میں بہت پیارا ہاں طالب نام تیرا سر دھردا
ہاں نہال[4] زہوق[5] قدیمی یا شجر زقومی[6] گھر دا
گھروں کسے نہ پٹیا بوٹا توڑے جمیا درخت زہر دا
کر زہر مبدل[7] نال شہد دے جیویں آب خضرؑ دا

---

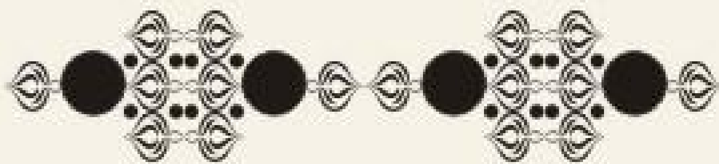
[1] دیوار [2] ملک، خطہ، مراد تمام کائنات [3] گلے میں کپڑا ڈالے [4] پودا [5] ناتواں کمزور [6] خاردار درخت [7] تبدیل

کراں عرض حضور، پہنچائیں بخشائیں کل عصیان[1] کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

نور طالب نمانے تے توں پا سوہناں اِک جھاتی
درد فراق تساڈے کٹھیا[2] نال ہجر دی کاتی[3]
دہاں ساڑے سوز فراقوں، نیندر نہ آوے راتی
دے نعمت دَم کوں نال قِدَم دے، اسم رَحِم وچ ذاتی
دوہاں جہاناں منصب لاہاں ثابت نال ایمان کوں
اللہ سائیں آپ نوازیا تو باھُو سلطانؒ کوں

---

[1] گنہگار [2] ذبح کیا، کاٹا [3] چھری



فصل 18

فرمودات و تعلیمات
سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا تسلسل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی اور انہیں عملی طور پر طالبانِ مولیٰ کے قلوب میں اتارا اور ان تعلیمات کے مطابق اُن کے قلوب کو نورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے منور فرمایا۔ اگر کسی نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیماتِ حق کو صحیح طریق سے علمی اور عملی طور پر روشناس کرایا ہے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات طالبانِ مولیٰ کی راہنمائی کے لیے درج کیے جا رہے ہیں:[1]

فقر

- فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثتِ حقیقی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حقیقت میں وہی حقیقی وارث ہے جو اس وراثت کا وارث ہے۔
- فقر راہِ عشق ہے۔

---

[1] میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی محمد اصغر علیؒ کی مادری زبان سرائیکی تھی اور آپ سرائیکی یا پنجابی میں ہی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی لیکن آپؒ نے مختلف مواقع پر مختلف موضوعات پر تنہائی میں مجھ سے یا کسی مجمع میں میری موجودگی میں جو گفتگو فرمائی اس کو میں نے اردو میں قلمبند کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ان تعلیمات کی اصل روح مکمل طور پر برقرار رہے۔

- فقر دراصل اللہ تعالیٰ کے دیدار اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کا علم ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّی (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے) اور ہر امتی پر یہ فرضِ عین ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر' فقر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل کرے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔
- فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے سب سے اعلیٰ خزانہ ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرماتے ہیں۔
- اصل صراطِ مستقیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو فقر کی منازل کو طے کرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں پہنچ گیا اس نے صراطِ مستقیم کو پالیا۔
- فقر اللہ تعالیٰ کا سِرّ (راز) ہے جس نے اس کو فاش کرلیا تو وہ رازِ پنہاں سے باخبر ہو گیا اور اس راز کا محرم ہوگیا۔
- فقر کی حقیقت اور اس راز کی کنہہ سے وہی واقف ہوتا ہے جس نے فقر اختیار کیا ہو اور اس کی منازل سے گزرا ہو، لذّتِ آشنائی حاصل کر چکا ہو اور جس نے باطن میں سلطان الفقر کا دیدار کیا ہو اور اس کی پہچان حاصل کی ہو۔
- فقر کی منزل پر دنیاوی مال و دولت' منصب و تکریم' شان و شوکت' آرام و آسائش' خواہشاتِ دنیا و عقبیٰ اور عزت و جان اللہ تعالیٰ کے عشق میں ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ اللہ کی محبت میں دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
- راہِ فقر میں تمام منازل و مقامات مرشد کامل اکمل کی نگاہ' باطنی توجہ' ذکر' تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے طے ہوتے ہیں اس کے علاوہ فقر کی انتہا تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔
- جب کوئی بندہ عبادات کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ دنیا و عقبیٰ کو ٹھکرا کر اللہ سے اللہ تعالیٰ کو ہی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اسے باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے باطن میں اس کے سامنے دنیا اور اس کی آسائشات اور عقبیٰ اور اس کی نعمتیں پیش کر کے اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر بندہ (طالب) ان دونوں سے منہ موڑ لیتا ہے تو اسے فقر کی منازل سے گزارنے کیلئے باطنی طور پر کسی مرشد کامل اکمل کی طرف راہنمائی کر دی جاتی ہے اور مرشد کامل اکمل کی تربیت کے بعد بندہ (طالب) اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نظر و قلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔

فقر کی راہ پر چلنے والے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور انہی کی برکت کی وجہ سے دنیا پر عتاب نازل نہیں ہوتا' آسمان بارش برساتا اور زمین اجناس اگاتی ہے۔ جیسے جیسے قیامت نزدیک آتی جائے گی ان کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی اور جب قیامت برپا ہوگی تو ان میں سے کوئی بھی زمین پر موجود نہ ہوگا اور جس خطہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یا عتاب نازل ہونا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خطہ سے ان کو اٹھا لیتا ہے اور وہ خطہ ان کے وجود سے خالی ہو جاتا ہے ان کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہے۔ اے لوگو! ان کو تلاش کرلو اور پہچان لو اس وقت سے پہلے جب توبہ کے دروازے وہ بے نیاز ذات بند کردے۔ یہ لوگ دنیا سے اپنے آپ کو بچائے اور چھپائے رکھتے ہیں اس لئے کہ تم ان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو اور ان سے بے ادبی اور گستاخی تمہیں کہیں مصیبت میں نہ ڈال دے اور اب جو زمانہ گزر رہا ہے اس میں تو یہ اور پوشیدہ ہو گئے ہیں کیونکہ تمہارے دل میں ان کی طلب ہی نہیں ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

حقیقتِ انسان (عرفانِ نفس)

اے انسان! کیا تو نے اپنے اندر اس حقیقت کو تلاش کیا ہے کہ اصل میں تیری حقیقت کیا ہے تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور تو نے واپس لوٹ کر کہاں جانا ہے؟

اپنے اندر اپنی حقیقت تلاش کر۔ تیری حقیقت تو وہ ذات ہے جو تیری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ تیری اپنی ذات ہی کی تلاش میں تجھے وہ ذات مل جائے گی۔

اپنی ذات کو پہچان۔ جب تو اپنی ذات کو پہچان لے گا تو تجھے اللہ تعالیٰ کی پہچان بھی حاصل ہو جائے گی لیکن اس حقیقت تک پہنچنے کیلئے پہلے اپنے دل سے زنگ دور کر اور نفسانی حجابات سے چھٹکارہ حاصل کر اس کے بعد تیرا دل ایک ایسا آئینہ بن جائے گا جس میں وہ ذات بے حجاب نظر آئے گی۔

انسان کا باطن ایک عظیم الشان نوری جوہر اور حق کا آئینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے اور اس کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ پوری کائنات اس میں رائی کے دانہ کے برابر نظر آتی ہے اور یہی وہ حقیقی انسان ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر چلا جاتا ہے۔ گوشت پوست کا یہ ظاہری جسم نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف لوٹ کر جاتا ہے یہ اسی دنیا میں پیدا ہوتا ہے یہیں ختم ہوتا ہے یہیں دفن ہوتا اور یہیں فنا ہو جاتا ہے۔

اپنے باطن کو بیدار کر کیونکہ وہی اصل انسان ہے اسی کا کام عبادت ہے کیونکہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم ہے ’’حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی‘‘ وہی جنت والا اور دوزخ والا ہے۔جس کا باطن درست ہو گیا اس کا ظاہر بھی درست ہو گیا۔

❁ اگر تو باطن کا بند قفل کھولنا چاہتا ہے تو اس کی کلید کسی مردِ کامل (مرشد کامل اکمل) سے حاصل کر۔باطن کے قفل کو کھولنے والی چابی اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات تمام باطنی علوم کا منبع ہے اس کے ذکر اور تصور سے باطن میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام، دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے ذکر، فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کبڑی ہو جائے۔

❁ انسان کو اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کی پہچان صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے کوئی دوسرا ذکر، فکر یا عبادات انسان کے باطن کے بند دروازے کے قفل کو نہیں کھول سکتی۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات دل کی کنجی ہے۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دل کے آئینہ سے زنگ اتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور دل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے کہ جیسے گولی پیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصہ میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچتا ہے اسی طرح ٹیکہ بازو میں لگتا ہے جبکہ زخم اگر پاؤں پر ہو تو ٹھیک ہو جاتا ہے جب انسان اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر سانسوں سے کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی اسمِ اعظم ہے یہ اس وقت اثر کرتا ہے جب یہ کسی صاحبِ راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات اسمِ اعظم ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے یہ وہ نور ہے جو سالک (طالب) کو مالک (اللہ) تک لے جاتا ہے۔جس کے دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا بشرطیکہ یہ اسمِ اعظم طالب کو کسی مردِ کامل سے حاصل ہوا ہو۔

❁ جس نے ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے اپنے قلب (باطن) کو زندہ نہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔

❁ اب لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے منہ موڑ کر راہِ فقر میں محنت و مشقت، چلہ کشی اور زہد و ریاضت کریں اس لئے ہم نے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب کے لئے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا فیض عام کیا ہے کیونکہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''اگر تو چاہتا ہے کہ زریں و اطلس کا لباس پہنے، اعلیٰ گھر میں رہے، آرام دہ بستر پر سوئے اور مرغن کھانا کھائے اور اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت بھی حاصل کر لے تو پھر تو ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کر'' اور موجودہ دور یہی جا رہا ہے کہ انسان کے پاس وقت نہیں ہے۔

❁ اسمِ اَللّٰہُ ذات اسمِ اعظم ہے۔ اگر اسمِ اَللّٰہُ سے 'ا' علیحدہ کر دیا جائے تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اگر ل اوّل جدا کر دیا جائے تو لَہٗ رہ جاتا ہے اور اگر ل دوم جدا کر دیا جائے تو ھُو رہ جاتا ہے یہ چاروں اسمِ اعظم اور اسمِ ذات ہیں اب مرشد کامل اکمل طالب کی استطاعت کے مطابق اِن سے طالب کو گزارتا ہے لیکن یاد رکھ ھُو ذکرِ لاھُوت ہے اور ذکرِ لاھُوت کے بغیر دیدارِ الٰہی ناممکن ہے۔

❁ اسمِ ذات ''ھُو'' سلطان الاذکار ہے اور جو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا وہی سلطان ہے۔

❁ جو اللہ تعالیٰ کی پہچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات طلب کرے۔

❁ انسان کا جو سانس اور دلیل ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے بغیر ہو وہ کفر ہے کیونکہ حضور سلطان صاحب نے فرمایا ہے جو دم غافل سو دم کافر۔

مرشد کامل اکمل

❁ جو لوگ مرشد کامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر قربِ الٰہی اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت، فقر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا ممکن نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود راہِ سلوک کی منازل طے کرتا ہوا قربِ الٰہی میں پہنچ گیا ہو۔

❁ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل کامل مرشد نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی، فریبی، دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھائی اگر تم دنیا اور عقبیٰ کے لئے جاؤ گے تو انہی لوگوں کے ہتھے چڑھو گے۔ کوئی

طالبِ صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلسازوں کے ہتھے نہیں چڑھتا کیونکہ اس کا نگہبان وہ (اللہ) ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے اپنی طلب کو دیکھ اور درست کر۔ پھر مرشد کی تلاش کر تجھے منزل مل جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے اس کی پہچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان مردار دنیاداروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ میں پھر کہتا ہوں صادق دل اور خلوصِ نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر تلاش کر تجھے اپنی منزل مل جائے گی ابوجہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ پہچان سکے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے طلبِ صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے پہچان لیا۔

❁ مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف نہیں کرواتا بلکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ کی راہ جانتا ہے اور طالب کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا دائمی ذکر اور تصور کے لئے اسمِ اَللّٰہُ اور اسمِ مُحَمَّدٌ کا سنہری نقش عطا کرتا ہے اور مشقِ مرقوم وجودیہ کی راہ دکھا کر اسے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے کیونکہ یہ وہ طریق ہے جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔ مرشدِ کامل ذکر، تصور اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے ربّ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ جو مرشد یہ نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے اس کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔

❁ مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون سا دوست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث بنے''۔

❁ طالب کو چاہیے کہ مشاہدۂ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشقِ مرقوم وجودیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات یا تصورِ اسمِ مُحَمَّدٌ (جیسا مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی صحبت اور مجلس ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں زنگ آلود قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نورِ ایمان داخل کیا جاتا ہے مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا۔ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی مجلس میں صدق اور یقین کے ساتھ حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور مجلس میں حاضری کے بغیر اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی دل میں قرار نہیں پکڑتا۔

- مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں اوّل کامل، جو مرغی کی مثل ہوتا ہے۔ جس طرح مرغی کے نیچے جو انڈے آجائیں ان سے بچے نکل آتے ہیں اور جو انڈے باہر رہ جائیں ان سے بچے نہیں نکلتے اسی طرح جو مرید مرشدِ کامل کی صحبت میں بیٹھے رہیں وہ مرشد کی نظر میں ہوتے ہیں اور جو اس کی محفل سے نکل جائیں وہ اس کے تصرف سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مرشد مکمل جو کچھوے کی مثل ہوتا ہے۔ کچھوا انڈے خشکی پر دیتا ہے لیکن خود پانی میں رہتا ہے اور وہیں سے نگاہ کرتا ہے اور بچے نکل آتے ہیں لیکن اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے جہاں تک نگاہ اثر کرتی ہے۔ سوم مرشدِ کامل اکمل کونج کی مثل ہوتا ہے۔ کونج مشرق میں انڈے دیتی ہے اور مغرب میں جاکر نظر کرتی ہے تو بچے نکل آتے ہیں اس کی نظر کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اصل مرشد وہی ہوتا ہے جس کی نظر ہر وقت طالب پر رہے چاہے طالب مشرق میں ہو یا مغرب میں۔
- مرشد کامل سروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے بس طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔
- ابتدا میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے غور وفکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا کر رہا ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارک کی طرف منتقل ہو کر اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔
- مرشد کامل کی نگاہ راہِ فقر کے تمام امراض لالچ، حسد، تکبر، کینہ، انانیت، ہوس، بغض، حبِ دنیا اور حبِ عقبیٰ کو ختم کر دیتی ہے۔
- مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی گئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن مشاہدۂ حق تعالیٰ، حضورِ قلب، اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قربِ الٰہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔
- مرشد کامل فقر کے راستہ کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاصلہ دنوں میں طے کرا دیتا ہے جو مرشد کامل کے بغیر اس راستہ پر چلتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے ’’جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔‘‘
- مرشد کے بغیر راہِ فقر پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس راہ پر سفر کی ابتدا بھی نہیں ہو سکتی۔

❁ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تجلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کشمکش و بے یقینی میں مبتلا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کو تصورِ اسمِ مُحَمَّد عطا کرے کیونکہ اسمِ مُحَمَّد صراطِ مستقیم ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔''

عشقِ حقیقی

❁ اللہ تعالیٰ کی ذات مخفی اور پوشیدہ تھی اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو کائنات میں ظاہر کیا اللہ تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے ہر چیز جل کر خاک ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ نے میم احمدی کا نقاب پہنا اور صورتِ احمدی اختیار کر لی تو ہر چیز کو سکون آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے نورِ احمدی میں خود اپنے آپ کو دیکھا تو نورِ احمدی کی صورت میں اپنے تعین پر خود اپنے آپ پر ہی عاشق ہو گیا اور پھر نورِ احمدی سے تمام مخلوقات کی ارواح کی تخلیق ہوئی۔ وحدت سے کثرت کی طرف ابتدا ہی عشق ہے، پھر یہی جذبہ عشق حضورِ اکرم کی روح مبارک کے توسط سے تمام ارواح میں منتقل ہوا۔ یہ جذبہ عشق ایک بیج کی صورت میں ہر انسان کے اندر موجود ہے جیسے ہی تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ اس بیج پر پڑتی ہے تو یہ پھوٹ نکلتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ایک تناور درخت کی شکل میں پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

❁ روح اور اللہ کا رشتہ ہی عشق کا ہے۔ عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے جیسے جیسے ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مشقِ مرقومِ وجودیہ اور مرشد کی باطنی مہربانی سے یہ روح کے اندر بیدار ہونا شروع ہوتا ہے ویسے ویسے روح کی اللہ کے لئے تڑپ اور کشش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر یہی عشق ایک دن عشق (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہو جاتا ہے۔

❁ عشق ایسی آگ ہے جب یہ بھڑک اٹھتی ہے تو باقی تمام محبتوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

❁ عشق کی آگ جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو ہجر و فراق کی صورت اختیار کر لیتی ہے محبوب (اللہ تعالیٰ) کے لئے طلب اور تڑپ میں متواتر اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہجر کی یہ آگ عاشق کو دن رات بے چین اور بے سکون رکھتی ہے اور وصالِ الٰہی پر پہنچ کر ہی عاشق سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔

❁ عشقِ الٰہی کے بغیر عبادات کا کوئی فائدہ نہیں۔

❁ عقل کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کا نور ہو جو عاجزی سے حاصل ہوتا ہے تو یہ عقل عشق کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور اگر عقل پر تکبر' خود پرستی' انا پرستی' عبادت پر غرور کا حجاب پڑ جائے تو عشق کی منزل تو درکنار یہ راہِ حق سے دور اور گمراہ کر دیتی ہے۔

❁ یہ عشق ہی تو ہے جو کائنات کا سب سے بڑا راز دیدارِ حق تعالیٰ عطا کرتا ہے عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

❁ یہ عشق ہی تو ہے جو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری عطا کرتا ہے عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

❁ یہ عشق ہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگِ نمرود میں کود جانے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے کے لئے چھری کے نیچے لٹا دیتا ہے عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

❁ یہ عشق ہے جو تمام خاندان کو اپنی آنکھوں کے سامنے بے دردی اور سنگدلی سے کربلا کے میدان میں ذبح ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ عقل تو اس کا انکار کرتی ہے اور جان بچانے کا حکم دیتی ہے۔

❁ یہ عشق ہے جو منصور حلاجؒ سے پھانسی کے تختہ پر انا الحق کا نعرہ بلند کرواتا ہے۔

❁ عشق کی بلندیوں تک عقل کی رسائی نہیں ہے کیونکہ عقل چوں کہ' چنانچہ' اس طرح' یوں' ایسے' کیسے' کی قائل ہے۔

❁ عاشق ابتدا میں اللہ تعالیٰ کا عاشق اور انتہا میں اللہ تعالیٰ کا معشوق (محبوب) ہوتا ہے عاشق کی عبادت' ریاضت' ذکر' فکر دیدارِ الٰہی ہے۔ اس کو دنیا و عقبیٰ کے لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

❁ عشق کی انتہا یہ بیان کی گئی ہے کہ عاشق عشق کرتے کرتے اور عشق کی آزمائشوں کو کامیابیوں سے طے کرنے کے بعد جب اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ معشوق بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عاشق۔ معشوق کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے عاشق اسے مہیا کر دیتا ہے۔

❁ فقر کا آخری مرتبہ "مرتبۂ معشوق" (مرتبۂ محبوبیت) ہی ہے اور یہاں پر معشوق کی رضا عاشق کی رضا بن جاتی ہے۔

❁ عقل سے ابوجہل اور ابولہب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریب رہ کر بھی نہ پہچان سکے لیکن عشق سے حضرت اویس قرنیؓ نے دور رہ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان لیا۔

❁ عشق کی وجہ سے اصحاب کہف کا کتا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو گیا۔

❁ عشق کی تمام منازل ذکر اور تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل نورالہدیٰ سے حاصل ہوا ہو۔

طالبِ مولیٰ

❁ طالبِ مولیٰ کو اپنی طلب میں اسی طرح صادق ہونا چاہیے جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ صدق۔

❁ صدق میں طالبِ مولیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مثل ہونا چاہیے کہ مرشد پر اپنی جان' مال اور اولاد قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔

❁ طالبِ مولیٰ دنیا اور لذاتِ دنیا اور عقبیٰ کے درجات اور اس کی نعمتوں کا طلب گار نہیں ہوتا اس کی طلب تو بس دیدار ہوتی ہے۔

❁ تُو کیسا طالب ہے' عبادات اور نیکیوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے ثواب اور درجات کا طلب گار ہے یہ تو عبادت کر رہا ہے یا کاروبار؟

❁ دنیا اور عقبیٰ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں اور ان کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہے اگر تو ان کے حصول کے لئے عبادت اور جدوجہد کرتا ہے تو تُو نے تو اِن کو خدا بنا لیا اور شرک میں مبتلا ہو گیا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا' پہچان اور معرفت کے حصول کیلئے عبادت کر دنیا و عقبیٰ کے درجات کا خیال دل سے نکال دے۔ اگر تو اللہ کی پہچان اور معرفت میں کامیاب ہو گیا تو دنیا و عقبیٰ کو وہ تیرے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔ انعامات کے لئے نہیں انعامات عطا کرنے والے کے لئے عبادت کر۔ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔

❁ طالبِ مولیٰ کی کوئی طلب نہیں ہوتی وہ ہر طرح کی طلب سے بے نیاز ہوتا ہے۔

دیدارِ الٰہی

❁ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں ''ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار اور اس کی رضا کے سوا کبھی کچھ نہیں مانگا۔''

❁ دیدارِ الٰہی سے بڑی کوئی نعمت نہیں جو صرف عارفین کو عطا کی جاتی ہے۔

❁ دیدارِ الٰہی نورِ بصارت سے نہیں نورِ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے اور نورِ بصیرت اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔

- جو دیدار کا انکار کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی نہیں ہے۔ اس کے نصیب میں خواری ہے اور اس خواری سے وہ خود بے خبر ہے۔
- اللہ تعالیٰ کو صرف اسمِ اَللّٰہُ ذات کے نور سے دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو نورِ ربیّ کے ذریعے دیکھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے اگر میرا ربّ خود میری تربیت نہ کرتا تو میں اسے پہچان نہ پاتا۔
- جس طرح اس دنیا میں کسی چیز کو دیکھنے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ (نورِ بصارت) دوسری روشنی (سورج یا مصنوعی روشنی)، اگر ایک چیز کی بھی کمی ہو تو کچھ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس طرح باطن میں دیکھنے کے لئے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک باطنی یا قلبی آنکھ (نورِ بصیرت) اور دوسرا اسمِ اَللّٰہُ ذات کا نور۔ اور اللہ تعالیٰ کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کے نور ہی سے دیکھا جا سکتا ہے اسی لئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 72 میں اسی باطنی اندھے پن کا ذکر ہے فرمانِ الٰہی ہے: وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا) یعنی جو یہاں دیدار یا نورِ بصیرت سے محروم ہے وہ آخرت میں بھی دیدار یا نورِ بصیرت سے محروم رہے گا۔
- اسمِ اَللّٰہُ ذات سے انوار و تجلیات نازل ہوتی ہیں اس نور میں دیدار و لقا نظر آتا ہے۔
- یاد رکھ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پہاڑوں اور فولاد سے سخت حجاب ہے اور وہ ہے نفس۔ جب تک نفس نہیں مرتا دیدار حاصل نہیں ہوتا اور نفس کو کوئی عبادت قتل نہیں کر سکتی سوائے تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے اور مرشد کامل سروری قادری کے۔
- جسے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ لوگوں میں اپنی بڑائی بیان نہیں کرتا پھرتا وہ ہر چیز دیکھتا ہے لیکن خاموش رہتا ہے۔
- یہ بات یاد رکھ اور اپنے دل پر لکھ لے کہ دیدارِ الٰہی کا راستہ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے کھلتا ہے بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری صاحبِ مسمّٰی سے حاصل ہوا ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور طریقہ تجھے کسی نے بتایا ہے یا تو خود جانتا ہے تو وہ باطل ہے۔

فقیرِ کامل

(انسانِ کامل وحدت، فقر فنا فی اللہ بقا باللہ)

- دیدارِ الٰہی حاصل ہونا بھی کامل مرتبہ نہیں ہے اس میں بھی دوئی ہے اصل مرتبہ تو اپنی ہستی اور خودی کو ختم

کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ''میں'' اور ''تُو'' کا فرق ختم ہو جاتا ہے اسے وحدت، فنانی اللہ بقاباللہ یا فنانی ھُو کا مقام بھی کہا جاتا ہے یہی فقر کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ یہ عبدیت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے اور یہاں پر انسانِ کامل کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور اسے تلقین و ارشاد کی مسند پر فائز کیا جاتا ہے اس مقام پر طالب کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے اس کا سننا اللہ کا سننا ہوتا ہے اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے اس کا چلنا اللہ کا چلنا ہوتا ہے اور اس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔

- اسمِ اَللّٰہُ ذات کی دائمی ریاضت انسانی وجود کو بالکل پاک و طاہر کر دیتی ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی تپش تو دوزخ کی آگ سے زیادہ تیز ہے اگر فقیر فنانی اللہ بقاباللہ (انسانِ کامل) جلالیت کی نگاہ سے دیکھ لے تو مشرق و مغرب میں سب کچھ جلا کر راکھ کر ڈالے۔ ہزار آفرین ہے اس وجود پر جو اس آگ کو برداشت کرتا ہے اور خلقت کو نہیں ستاتا۔ ایسے فقیر کامل کی بارگاہ میں ادب و احترام سے جاؤ گے، اور رہو گے تو فلاح پا جاؤ گے۔ بے ادبی اور مخالفت تمہیں دونوں جہانوں میں بے مراد کر دے گی۔ ایسی عقل سے جہالت بہتر ہے جو ان کا انکار کرے اور ان سے دشمنی اور مخالفت کرے اور دوسروں کو دشمنی اور مخالفت کی طرف راغب کرے۔
- فنانی ھُو (بقاباللہ) کا مقام راہِ فقر میں انسانی عروج کا بلند ترین مقام ہے یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اللہ ہوتا ہے) یہ عبدیت کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ فنانی اللہ کے مقام پر آدمی ہمیشہ کے لئے غرق ہو جاتا ہے۔
- فقیرِ کامل (انسانِ کامل) خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے اس کا مرتبہ محبوبیت کا مرتبہ ہے جو کبھی سلب نہیں ہوتا اور فقیرِ کامل دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے جو طالبانِ حق کی راہِ فقر میں ظاہری اور باطنی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے شروع شروع میں اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوتی یہ خود کو دنیا سے چھپا کر رکھتا ہے لیکن چند سالوں کے اندر ہی اندر اس کی شہرت چار سو پھیل جاتی ہے اور طالبانِ مولیٰ جوق در جوق اس کی طرف لپکتے چلے آتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ یہ طالبِ مولیٰ کو چلہ کشی، مشقت اور ورد و وظائف میں نہیں ڈالتا بلکہ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے انہیں منزل پر پہنچا دیتا ہے۔
- جب تک طالب بقاباللہ (فنانی ھُو) کے مقام پر نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک ہر مقام پر خوفزدہ رہتا ہے۔
- بقاباللہ کے مقام پر نہ روح باقی رہتی ہے اور نہ جسم۔
- یہ مقامِ بقاباللہ (فنانی ھُو) اسمِ ھُو سے حاصل ہوتا ہے اس لئے تو بھی کسی سروری قادری مرشد سے اسمِ ھُو کا راز حاصل کر کیونکہ اسمِ ھُو کے بغیر ھُو کا راز نہیں ملتا۔

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری

باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری بڑا اعلیٰ مقام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک اسم اَللّٰہُ ذات ہے۔ صحابہ کرامؓ کے لئے اسمِ اَللّٰہُ ذات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا۔ اس لئے ان کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن اب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لئے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور یا تصورِ اسم مُحَمَّدْ ضروری ہے بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ جب اسمِ اَللّٰہُ ذات یا اسمِ مُحَمَّدْ کے نور سے طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہچان ہوتی ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے دیکھا بے شک اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

- جب طالب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ فنا فی اللہ بقا باللہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔

شریعت

- شریعت سے مراد علمِ ظاہر اور علمِ باطن کا اکٹھا ہونا ہے۔ جس کے پاس ایک علم ہے وہ اہلِ شریعت ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔
- ہم نے جو بھی مرتبہ حاصل کیا شریعت پر چل کر حاصل کیا۔
- شریعتِ مطہرہ کی مکمل پابندی، پیروی اور اتباع کے بغیر فقر کا کوئی مقام اور منزل حاصل نہیں ہو سکتی اور فقر کے تمام مدارج شریعت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

علم

- علمِ باطن کے بغیر ظاہری علم پر توجہ اور زور سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور ان جھگڑوں کے بطن سے

فرقے جنم لیتے ہیں اور پھر یہ فرقے مخلوق میں نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں، ہر طرف فتنے اور دنگا فساد پھیل جاتا ہے، ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر اور برتر ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے اور یوں لوگوں کو دین سے دور کر دیا جاتا ہے۔ علمِ باطن محبت' اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔

❁ علم ایک نور ہے اور علم عقل کے اوپر پڑا ہوا ایک پردہ بھی ہے۔ وہ علم جو حقیقت (اللہ) تک پہنچا دے وہ نور ہے اور جو حقیقت (اللہ) سے دور کرے اور امت میں فتنہ وفساد کا موجب بنے وہ علم عقل پر پڑا ہوا حجاب ہے۔

❁ علم حاصل کرتے وقت اگر نیت یہ ہو کہ دولت کما کر حرص وہوس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، اپنے فرقے کو حق ثابت کیا جائے' امت کو گروہوں میں تقسیم کیا جائے اور اسے لڑایا جائے تو یہ مذموم علم ہے اگر علم اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قرب اور عوام کی فلاح کے لئے حاصل کیا جائے تو یہ فضیلت بخش ہے۔

کلمہ طیب

❁ کلمہ طیب مسلمان ہونے کی بنیاد ہے جب کوئی کلمہ طیب پڑھتا ہے تو وہ زبان سے اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس اقرار کے ساتھ ہی وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور تصدیقِ قلب (دیکھ کر) سے کلمہ پڑھنا خواص کا اور اس کی حقیقت تک پہنچ جانا عارفین کا مرتبہ ہے۔

فکر' تفکر یا مراقبہ

❁ کسی علم یا چیز کو سمجھنے کے لئے جب ہم سوچ بچار کرتے ہیں تو اسے فکر' تفکر یا غور وفکر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا آج مادی اور سائنسی ترقی کے جس مقام پر کھڑی ہے اس کی بنیاد سائنس دانوں کا مادیت میں غور وفکر ہی ہے۔ ہر ایجاد اور دریافت کے پیچھے غور وفکر اور تفکر پنہاں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی ذات کے اندر فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے فرمانِ حق تعالیٰ ہے اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ (ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے) انسان جب اپنے اندر فکر کرتا ہے تو اس راز تک پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں حدیثِ قدسی ہے اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَا سِرُّہٗ (ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) جب انسان اس راز سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محرم راز بنا لیتا ہے۔ اس لئے فقراء من میں ڈوبنے' تن کے حجرے میں جھانکنے اور اپنے اندر داخل ہونے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یاد رہے کہ مراقبہ بھی فکر اور تفکر ہی کا نام ہے

ابتدائی مراقبہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ذہن کو اسمِ اَللّٰہُ ذات پر یکسو کیا جاتا ہے اور عارفین کا مراقبہ یہ ہے کہ کھلی آنکھوں سے ہر چیز کا نظارہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ''میں چالیس سال تک اللہ تعالیٰ سے محوِ کلام رہا لوگ یہ سمجھتے رہے کہ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں''۔

ترکِ دنیا

- ہر وہ چیز جو قلب (باطن) کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لے دنیا ہے۔
- ترکِ دنیا سے مراد ترکِ ہوسِ دنیا ہے یعنی دنیا سے باطنی لاتعلقی کا نام ترکِ دنیا ہے اور اس کے بغیر معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔
- دنیا سایہ کی مانند ہے اگر آپ سورج کی طرف پیٹھ کر لیں تو آپ کا سایہ آپ کے سامنے آجائے گا اگر آپ اپنے سائے کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھیں گے تو وہ آپ کے آگے چل پڑے گا اور آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا اور اگر آپ اپنے سائے کی طرف پیٹھ کر لیں اور سورج کی طرف منہ کر کے چل پڑیں تو سایہ آپ کے پیچھے بھاگنے لگے گا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ اللہ سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف چل پڑیں گے تو اسے پکڑ نہیں سکیں گے لیکن اگر آپ دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف چل پڑیں گے تو دنیا آپ کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے گی۔
- دنیا میں اس طرح رہ جس طرح مرغابی پانی میں رہتی ہے کہ پانی میں رہ کر بھی وہ پانی میں غرق نہیں ہوتی۔
- دنیا میں اس طرح رہ جس طرح کشتی پانی میں رہتی ہے۔ کشتی کو اپنا باطن سمجھ اور پانی کو دنیا۔ جب تک کشتی میں پانی داخل نہیں ہوتا کشتی غرق نہیں ہوتی اور جب پانی کشتی میں داخل ہو جاتا ہے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ بس تو کشتی کی مثل ہے اور پانی دنیا کی مثل۔ اپنے باطن کو دنیا اور اس کی محبت سے محفوظ رکھ۔

نفس

- نفس بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجابِ اکبر ہے۔ شیطان اسی کے ذریعہ انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ انسانی بدن میں ایسا چور ہے جس کی پہچان بھی عام انسانوں کے لئے بہت مشکل ہے اس کو قابو میں لانا

اور مارنا بہت مشکل ہے۔ اس کو اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ ہی مار سکتی ہے۔ ظاہری عبادات سے تو یہ اور طاقتور ہو کر ریاکاری اور تکبر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

❁ نفس کی چار حالتیں ہیں۔ امارہ، جو ہر وقت برائی، گناہ، بدی، انانیت ریاکاری اور تکبر میں مبتلا رہتا ہے اور اس حالت کا انسان کو احساس تک نہیں ہوتا پھر جب مرشد کامل کی نگرانی میں طالب اسمِ اَللّٰہُ ذات کا تصور شروع کرتا ہے تو یہ امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے یعنی برائی کرنے کے بعد انسان پچھتاوا محسوس کرتا ہے۔ اس کی تیسری حالت ملہمہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو برائی کے قریب جانے ہی نہیں دیتا اور آخری، ارفع اور اعلیٰ حالت نفسِ مطمئنہ کی ہے یہ حالت انبیاء کرام، اولیاء اور صدیقین کو حاصل ہے یعنی نفس مکمل طور پر انسان کے قابو میں آ جاتا ہے اور یہ انسان اور اللہ کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔

❁ نفس کو مارنے کا واحد طریقہ تصور اور ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ ہے۔

اخلاصِ نیت / صدق

❁ راہِ حق میں نیت میں صدق اور اخلاص کا شامل ہونا ضروری ہے۔ نیت کے اندر جس قدر صدق اور خلوص ہو گا اسی قدر وہ عمل مقبول ہو گا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ''مومن کی نیت بہتر ہے اس کے عمل سے''۔

❁ صدق اور اخلاص بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ جس نے ان کو پا لیا اس نے گویا نفس کو قابو کر لیا اور جس نے نفس کو قابو کر لیا اس نے اللہ کو راضی کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

❁ راہِ فقر میں نیت میں صدق اور اخلاص کا ہونا برسوں کا سفر مہینوں میں طے کرا دیتا ہے۔

ریاکاری

❁ کوئی کام یا عمل کرنے کا مقصد جب صرف دکھاوا یا شہرت ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو، مقصد صرف یہ ہو کہ لوگ نیک اور پرہیزگار سمجھیں تو یہ ریاکاری ہے۔ راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان کے پاس ریاکاری کا حربہ بہت بڑا ہتھیار ہے بڑے بڑے عابد زاہد اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ ریا کا مرض انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور نفس اس کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ اسے ختم کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور پھر یہ انسانی

فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بزرگی اور نیکی کا شہرہ اور چرچا ہو اور لوگ اسے نیک، عابد اور زاہد سمجھیں۔ اگر یہ مرض مستقل صورت اختیار کرلے تو انسان بالکل ہی گمراہ ہو کر اپنے چہرے کا نور ہی کھو بیٹھتا ہے جو اہلِ مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ جہاں تک طلبِ مولیٰ یا راہِ فقر کے سفر کا سوال ہے تو وہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں اسے چھوٹا شرک قرار دیا گیا ہے اور شرک کرنے والے کا فقر سے کیا تعلق۔

تسلیم و رضا

- سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں ''ہم نے اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے دیدار اور رضا کے سوا کچھ نہیں مانگا۔''
- فقر کا مرکز اور محور تسلیم و رضائے الٰہی ہے مصیبت و پریشانی، دکھ اور سکھ، سکون اور اضطراب، آسانی اور تنگی، بیماری اور صحت، بھوک اور سیری، عزت اور ذلت، امیری اور غریبی، غرض ہر حال میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور سرِ تسلیم خم رکھنا ہی اس کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ جو خلوصِ نیت اور صدق سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کی خاطر اپنی مرضی اور منشاء سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے جو تکالیف اور مصائب اس پر وارد ہوتے ہیں انہیں خوش دلی سے قبول کرتا ہے وہی دیدارِ الٰہی کا حق دار بنتا ہے۔
- طالبِ مولیٰ جب مقامِ رضا کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو قضا (تقدیر) اس کے حوالے کر دی جاتی ہے۔
- تو اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا کہ ہر کام تیری مرضی اور منشاء کے مطابق ہو۔
- تسلیم و رضا کی منزل سے گزر کر ہی دیدار کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔
- مرشد کامل اکمل کی اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعہ طالب کی تربیت اس میں تسلیم و رضا کی عادت کو اتنا پختہ کر دیتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور فعل پر پیار آتا ہے۔

عاجزی و انکساری

- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اپنی طرف صرف عاجزی و انکساری کے ذریعہ راستہ کھولا۔
- عاجزی و انکساری راہِ فقر میں آنے والی مشکلات اور آزمائشوں میں قلعہ بندی کا کام دیتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے آنے والا کبھی خالی واپس نہیں جاتا۔

- دیدارِ الٰہی' فنافی اللہ اور بقاباللہ (فنافی ھُو) کے مراتب عاجزی وانکساری سے حاصل ہوتے ہیں۔
- اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا عجز اختیار کرتا ہے وہ اتنا ہی محبوب ہوتا ہے۔
- عاجزی وانکساری راہِ فقر میں بہت بڑا ہتھیار ہے جو طالب کو شیطانی ونفسانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- عاجزی وانکساری اسمِ اَللّٰہُ ذات کے تصور سے حاصل ہوتی ہے ظاہری عبادات سے نفس موٹا ہو کر تکبر، انانیت اور ریاکاری اختیار کرتا ہے۔

وفا اور قربانی

- راہِ فقر راہِ عشق ہے اور عشق قربانی کا طلب گار ہے اور اس راہ میں اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی جب تک طالب اپنا سب کچھ اور ہر شے اللہ کی راہ میں قربان نہیں کر دیتا۔ اس سلسلہ میں طالب کو صحابہ کرامؓ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ قربانی اور وفا کی مثالیں سامنے رکھنی چاہئیں کیونکہ طالبانِ مولیٰ کے لئے یہ مثالیں مشعلِ راہ ہیں۔
- فقر کی نعمت حاصل کرنے کے لئے اپنا مال' جان اور گھر بار سب داؤ پر لگا دینا چاہیے پھر صلہ کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی غم کرنا چاہیے۔
- جنہوں نے زندگی میں ہی اپنا سب کچھ مرشد کے حوالے کر دیا وہ حیات جاودانی حاصل کر گئے اور اسی عشق و مستی میں زندگی گزار رہے ہیں۔
- قربِ الٰہی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنا گھر بار راہِ خدا میں قربان نہیں کر دیتا اور تکالیف ومصائب میں مرشد کے ساتھ وفا میں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔

توفیقِ الٰہی

- راہِ فقر میں ''توفیقِ الٰہی'' (فضلِ الٰہی) تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کی بنیاد ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ راہِ فقر میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے لیکن ہر کامیابی کو توفیقِ الٰہی سمجھے۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمت وکوشش کے عوض عدل وانصاف کی طلب گار ہوتی ہے۔ مگر صادق طالبِ مولیٰ خدا سے عدل نہیں فضل کی التجا کرتا ہے۔

- راہِ فقر راہِ عشق ہے۔ عاشق، عشق بس عشق کی خاطر کرتے ہیں صلے میں کچھ مانگنا عشق کی فطرت نہیں، طالب تو اس راہ میں مقامات و درجات کا بھی طالب نہیں ہوتا۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر اور تصور بھی اللہ تک پہنچنے کا بہانہ یا وسیلہ ہے اس لئے وہ اس کے عوض کسی بھی چیز کی امید اور خواہش ترک کر کے سب کچھ فضلِ ربیّ پر چھوڑ دیتا ہے اللہ سے صرف نعمتِ دیدار ہی کا طلب گار ہوتا ہے۔
- راہِ فقر میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے فضل و کرم کے لئے نیت میں اخلاص اور صدق کا ہونا ضروری ہے۔
- راہِ فقر میں توفیقِ الٰہی اصل میں ''مرشد کامل'' کو کہتے ہیں جب تک توفیقِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو کوئی کام کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا۔

توکّل

- توکّل فقر کی بنیاد ہے اللہ پاک سے عشق کا تقاضا ہے کہ اپنا ہر کام اللہ کے سپرد کر دیا جائے ظاہری طور پر تو کوشش کی جائے لیکن باطنی طور پر اللہ پر توکّل کر کے طالب اپنی مرضی سے دستبردار ہو جائے۔
- متوکّل طالبِ مولیٰ پر شیطان کا زور نہیں چلتا وہ ہر کام میں اللہ پر توکّل اور بھروسہ کرتا ہے جس سے اللہ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔
- متوکّل طالب روزی معاش کی فکر نہیں کرتا۔ عام لوگوں کا رزق کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں ملتا ہے لیکن خواص کا رزق اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔

استقامت

- راہِ فقر میں سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔
- مستقل مزاجی اور استقامت سے راہِ فقر کی مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتے ہوئے منزلِ مقصود پر پہنچنا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ازل سے ابد تک کے لیے ہے نہ کہ صرف تریسٹھ برس کے لیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا میں بشری ظہور سے قبل بھی نبی تھے اور کائنات میں باطنی طور پر موجود تھے۔ حالتِ بشریت میں ظہور کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی تھے اور کائنات میں باطنی اور ظاہری دونوں طرح موجود تھے اور ظاہری وصال کے بعد اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باطنی حیات کے ساتھ کائنات میں موجود ہیں اور عاشقوں کو آپ دیدارِ مبارک سے نوازتے ہیں اور ان کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ اب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ترجمہ ذرا غور سے پڑھیے ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں'' اس کو ہم یوں لے سکتے ہیں جو دور بھی گزر رہا ہو اس کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں جو گزر گیا اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں اور جو گزر رہا ہے اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں اور جو گزرے گا اس کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں اور ''فعل حال مطلق'' کا صیغہ ''موجود'' کو ظاہر کرتا ہے اور رسول وہ ہوتا ہے جو ''موجود'' ہو اس لئے جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منکر ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمتی نہیں ہے اور خود جھوٹا ہے اور اس کی محبت بھی ظاہری اور جھوٹی ہے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال باقاعدگی سے دو مرتبہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم الشان محافل منعقد فرمایا کرتے تھے۔ پہلی 12-13 اپریل اور دوسری ستمبر کے پہلے ہفتہ میں۔ ان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وسیع اور عالیشان لنگر (طعام) کا اہتمام کیا جاتا جو ہر خاص اور ادنیٰ کے لیے عام ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ سارا سال جہاں بھی جاتے اور بیٹھتے وہیں محفلِ میلاد شروع ہو جاتی ان محافل میں حمد و نعت، منقبتیں پڑھی اور شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کی جاتی۔ محافلِ میلاد کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی کسی دوسرے موضوع پر محفل منعقد نہیں فرمائی۔ آپ فرمایا کرتے تھے ''ہماری خواہش ہے کہ ساری زندگی اپنے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و نعت سنتے رہیں اور یہی ہماری زندگی ہے۔'' ''عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر زندگی فضول ہے۔ آپ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا ''بھائی نجیب! یہ جو ہم زمین پر چل پھر رہے ہیں اور اتنے لوگ ہماری پیروی کر رہے ہیں، ہمارا احترام اور عزت کرتے ہیں، ہمارے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بعض تو احترام میں پاؤں تک کو بوسہ دینے لگتے ہیں، یہ صرف اور صرف میرے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم اور ان کی غلامی کی وجہ سے ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے؟'' مجھے نصیحت فرمائی کہ تم بھی گفتار میں، تحریر میں، تقریر میں جو بھی اللہ تعالیٰ ہنر عطا فرمائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اُن کے اہلِ بیتؓ اور

صحابہ کرامؓ کی شان بیان کرنا اور دینِ حق کو ہی عام کرنے کی کوشش کرنا پھر دیکھنا اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی۔

- دین کی اصل اور بنیاد آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق ہے جو اس سے محروم ہے اس کا دین ابولہب کا دین ہے۔

عظمتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

- راہِ فقر میں تمام مقامات اور منازل اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے عطا ہوتے ہیں جو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا منکر اور بے ادب ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔
- عشق کی حقیقت حاصل کرنی ہو تو امامِ عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں کردار سے حاصل کرو اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے چشمہ جاری ہو سکتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ سے یہ بعید نہ تھا کہ آپ کے ایک اشارے سے کربلا میں چشمے جاری ہو جاتے اور فرات اپنا رخ بدل کر آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں آجاتا اور یزیدی لشکر ریت میں دھنس جاتا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کسی لمحہ بھی اس انجام سے بچنے کی دعا نہ کی بلکہ صبر واستقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور سارا خاندان راہِ خدا میں قربان کر دیا اسے کہتے ہیں ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے''۔ عشق اور تسلیم ورضا کا ایسا اعلیٰ مرتبہ اولادِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی خاصہ ہے اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس امتحان میں پورا اتر کر اس کو عملی طور پر ثابت بھی کیا۔ طالبِ مولیٰ جب بھی عشق کے میدان میں آزمائشوں اور تکالیف کی وجہ سے ڈگمگانے لگے تو ذرا سا کربلا کے میدان میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اصحاب کے کردار کو دیکھ لے تو یہی اس کے لئے مشعلِ راہ ہوگا۔

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امت کا سب سے اعلیٰ گروہ، ممتاز طبقہ اور اعلیٰ ترین جماعت ہے۔ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک میں اس قدر فنا ہو گئے تھے کہ وہ صبغتہ اللہ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ ایسے ساتھی اور طالبِ مولیٰ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے ساتھی اور محرم راز بنے، انہوں نے ہر مصیبت،

دکھ' تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا' انہیں ستایا گیا' کوڑوں کی ضربیں لگائی گئیں، دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ زنجیریں باندھ کر تپتے صحرا کی ریت پر کھینچا گیا' تختہ دار پر چڑھایا گیا' لوہے کے اوزار گرم کر کے داغے گئے' پتھروں کے نیچے دبایا گیا غرض ظلم وستم کا ہر پہاڑ توڑا گیا لیکن یہ ظلم وستم ان کو ان کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا نہ کرسکے۔ یہ لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے عاشق تھے کہ دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا ہوتے ہوں۔ یہ تعلق قبولِ اسلام کا معاملہ نہ تھا یہ تو عشق کا معاملہ تھا ان کے قلوب کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنکھوں سے اوجھل ہو۔ اس عشق نے ان کے دلوں سے ہر محبت کو دھو ڈالا بس وہ تھے اور اُن کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

- صحابہ کرامؓ کی زندگیاں طالبِ مولیٰ کے لئے مشعلِ راہ ہیں اگر روشنی حاصل کرنی ہے تو ان کی زندگیوں سے کر، اگر عشق کے متعلق جاننا ہے تو ان کی زندگیوں کو دیکھ۔
- صحابہ کرامؓ کی عبادت صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار تھا۔

سیّدنا غوث الاعظم

- پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مہر کے بغیر نہ تو کوئی راہِ فقر میں قدم رکھ سکتا ہے اور نہ ولی اور عارف بن سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سر سے قدم تک انوارِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ابتدا سے انتہا تک فقر کا بارِ گرانی اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا اور آج تک امانتِ فقر آپ کے توسط سے منتقل ہوتی ہے۔ مرشدِ کامل جب طالب کی تربیت مکمل کر لیتا ہے تو اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے قبل پیرانِ پیر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ طالب کی تربیت فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت اور مہر کے بغیر کوئی طالب مجلسِ محمدی میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا آپ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

- اولیاء کرام میں سب سے بلند مرتبہ عارفین کا ہے اور حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ عارفین کے سلطان

ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان الفقر کے مرتبہ پر بھی فائز ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا طالبانِ مولیٰ پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا راز عیاں کیا اور کتب کے ذریعہ اس راز کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور عام لوگوں کو راہِ فقر سے آگاہی ہوئی اس سے پہلے یہ سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔

- تمام اولیاء کرام کے مزارات سے حاجت مندوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں لیکن دنیا میں دو دربار ایسے ہیں جہاں سے فقر ملتا ہے فقر کا سوال کرنے والا ان درباروں سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ ان میں ایک پیران پیر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے اور دوسرا سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔
- آپ رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر میں سلسلہ سروری قادری عام کیا اور عام مشائخ اور سلاسل کی طرح چلہ کشی، زہد و ریاضت کی بجائے تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دیدار کا دروازہ کھولا۔
- آپ رحمتہ اللہ علیہ کے در سے لاکھوں لوگوں نے فیض اور فقر پایا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فیض تا قیامت جاری رہے گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔
- جب تمام سلاسل صرف ظاہری حالت میں نام کے طور پر باقی رہ جائیں گے تو حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ ہی دنیا میں نور پھیلائے گا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اعلان ہے کہ اگر کوئی اللہ کا طالب ہے تو میرے در پر آئے میں اسے راہِ فقر عطا کر دوں گا آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں علمِ دیدارِ الٰہی کا عالم ہوں اگر کسی نے دیدار کا علم حاصل کرنا ہے تو میرے پاس چلا آئے۔

شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور راتوں کو قیام فرمایا کرتے تھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد اور والد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر ہاتھ رکھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت کیا تھا۔ اس وقت سے وصال تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ اکثر حضرت پیر بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے آپ رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

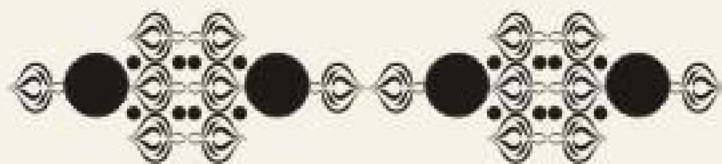
- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا تمام خزانہ فقر حضرت سخی سلطان پیر بہادر علی شاہؒ کے حوالے کر دیا ہے اس لئے جس کو بھی کچھ پانا ہو تو یہاں سے جلدی مل جاتا ہے کیونکہ حضرت پیر بہادر علی شاہ

رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ہیں اور محبوب کی بات ٹالی نہیں جاتی اس لئے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مزار پر تشریف لے جاتے تو سائلین کے جمگھٹے لگ جاتے۔

شہبازِ عارفاں پیر بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو مقام فقر میں حاصل ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو ہر ایک کا رخ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف ہو جائے۔

سلسلہ سروری قادری

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سلسلہ سروری قادری ہی حقیقی قادری سلسلہ ہے جس میں اب پیر دستگیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا فیض جاری ہے اور چونکہ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہیں اس لیے سلسلہ سروری قادری بھی قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اسی طریق پر ہے۔ اسی لیے جب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو امانت کے لیے کوئی محرمِ راز نہ ملا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب کر کے بھجوایا۔ جب سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی محرمِ راز نہ ملا تو پیر عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منتخب کر کے اُن کے پاس بھیجا۔ پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے محرمِ راز پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور خاص کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب شدہ تھے۔ اسی طرح میرے حضور (سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت ازلی انتخاب تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے خود مزار مبارک سے نکل کر پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کروایا۔ اس لیے جو حقیقی سروری قادری مشائخ اور سلسلہ سروری قادری کا منکر ہے وہ مردار دنیا کا طالب ہے اور مردار دنیا ہی اس کی پناہ گاہ ہے اللہ تعالیٰ نہیں۔



فصل 19

کرامات

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے ایک مادی یا ظاہری دوسری روحانی یا باطنی۔ مادی یا ظاہری کرامت عوام الناس کیلئے ہوتی ہے کیونکہ ظاہر بین ظاہری کرامت کو مانتے ہیں روحانی یا باطنی کرامت خواص کیلئے ہوتی ہے اور اس کرامت کو خواص ہی جانتے ہیں۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری اور باطنی کرامات بے شمار ہیں لیکن اُن میں سے چند منتخب کرامات کو استفادہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔

❁ سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی تھی:

''بیٹا میں نے دنیا سے بہت بھلائی کی جو بھی کوئی سوال لے کر آیا میں اسے پورا ہی کرتا رہا لیکن بیٹا یہ دنیا بے وفا ہے دنیا دار وفا نہیں کرتے لہٰذا میرے بعد اگر تم سے کوئی اسمِ اَللّٰہُ ذات اور معرفتِ الٰہی کا سوال کرے تو دِل کھول کر عطا کرنا اگر کوئی دنیا مانگے تو خیال کرنا۔''

اس وصیت کا اصل مقصد یہ تھا کہ جب کسی انسان کو دنیا (دولت) مل جاتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کو بھلا دیتا ہے کیونکہ معرفتِ الٰہی ورثۂ انبیاء ہے اور دنیا اور دولت ورثۂ فرعون و قارون ہے۔ اور ورثۂ فرعون و قارون بھلا خدا کی طرف کیسے راغب ہونے دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کاروبار، اولاد یا کسی اور دنیاوی کام کے لیے حاضر ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے پہلے اسمِ اَللّٰہُ ذات پاک لے، لو اس کا ذکر اور تصور کرو ذات باری تعالیٰ کو پہچانو تو تمہارا یہ دنیاوی مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طالبانِ دنیا کو پہلے طالبانِ مولیٰ بنایا پھر انہیں مطلوب تک پہنچایا۔

❁ سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا ''میرا بیٹا محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فقر کو اس طرح سنبھالے گا کہ قیامت تک اس طرح فقر کو کوئی نہیں سنبھال سکے گا۔''

واقعی یہ قول حق ثابت ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی گمنامی وخمول میں گزاری، شہرت اور ذرائع ابلاغ سے ہمیشہ دور رہے۔ اور نہ ہی ایسی کوئی کرامت ظاہر فرمائی جو پوری دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت بلند کر دیتی۔ دنیا دار ملتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا دار سمجھتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے برتاؤ بھی اسی کے مطابق کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہچان صرف طالبِ مولیٰ کو حاصل ہوئی اور طالبِ مولیٰ ہی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانا۔ اصل میں مرشد کامل کی ذات آئینہ کی طرح شفاف ہوتی ہے اس میں ہر شخص کو اپنی ہی صورت دکھائی دیتی ہے اور اسی کے مطابق اس کی پہچان بھی حاصل ہوتی ہے دنیا دار کو اس ذات میں دنیا دار ہی دکھائی دے گا اور صرف طالبِ مولیٰ کو ہی اس میں حق دکھائی دے گا۔ جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت میں بیان فرماتے ہیں:-

''ایک بادشاہ کسی مرشدِ کامل کا مرید تھا، اُس نے کسی سے کہا کہ جا کر میرے مرشد کو دیکھ کر آؤ کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ وہ آدمی گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلّے پر کتا بیٹھا ہے۔ اس نے بادشاہ کو اپنے مشاہدہ سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ کسی اور کو بھیج کر پتہ کرو۔ ایک دوسرے آدمی کو بھیجا گیا۔ وہ گیا اور دیکھا کہ مرشد کے مصلّے پر خنزیر بیٹھا ہے۔ اس نے آکر اپنا مشاہدہ بیان کیا تو بادشاہ خود چلا گیا اور دیکھا کہ مصلّے پر اس کا مرشد خود بیٹھا ہے۔ اس نے مرشد سے یہ حقیقت بیان کی تو مرشد نے کہا کہ اے بادشاہ! جس نے میرے بجائے مصلّے پر کتے کو دیکھا وہ ایک طالبِ دنیا تھا اور جس نے میرے بجائے خنزیر کو دیکھا وہ ایک دیوث (بیوی کی دلالی کھانے والا) تھا۔ فقیر باھُوؒ کہتا ہے کہ فقراء آئینے کی مثل ہوتے ہیں اس لیے دیکھنے والا انہیں جس صورت میں دیکھتا ہے وہ اس (دیکھنے والے) کی اپنی ہی صورت ہوتی ہے۔'' (محک الفقر کلاں)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسی صفات کا انسان خود حامل ہوتا ہے وہ اسی طرح ولی کامل میں خود کو دیکھتا ہے کیونکہ ولی کامل ایک آئینہ ہوتا ہے اور سلطان الفقر تو وہ شفاف آئینہ ہے جس میں عکس بالکل واضح نظر آتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہی کرامت بہت بڑی ہے کہ لاکھوں لوگوں کو معرفتِ الٰی اللہ تک پہنچایا لیکن ذرائع ابلاغ اور شہرت سے دور رہے۔

❁ یہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت ہے کہ جب اس عاجز نے 1997 میں معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے زہد وریاضت اور مختلف وظائف کا ذکر شروع کیا جو آہستہ آہستہ اسماء الحسنٰی کے ذکر تک پہنچ گیا پھر یہ عاجز اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر تک پہنچ کر رک گیا۔ اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر تو زبان ہی سے کیا کرتا تھا لیکن یہ خیال دِل میں جڑ پکڑ

گیا کہ اس کا طریقہ کوئی اور ہے اور اس کے لیے کسی مرشد کامل قادری کی ضرورت ہے اس کی راہنمائی کے بغیر سب کچھ ناممکن ہے۔ ایک رات خواب میں سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بیٹا! ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں چلے آؤ''۔ لیکن کہاں جاؤں؟ نہ اتہ پتہ معلوم نہ ٹھکانہ۔ اس صورت کی تلاش میں بہت سے مزارات، درباروں اور مختلف مرشدوں کے پاس گیا مگر خواب والی صورت نظر نہ آتی تھی ایک ماہ اسی بے قراری میں گزر گیا۔ پھر ایک رات سلطان الفقر (ششم) دوبارہ خواب میں نظر آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قریب پڑے ہوئے ایک پرانے صندوق کو کھولا اس میں سے سنہرے رنگ کا اسمِ اَللّٰہُ ذات نکل کر بلند ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک کے قریب سورج کی طرح چمکنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا بہت محنت کر لی اب چلے آؤ اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''تمہاری یہ امانت کب سے ہمارے پاس تمہارا انتظار کر رہی ہے اور ہم خود کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں''۔ اس خواب کے صرف دو دِن بعد بھائی نوید شوکت کا فون آیا اور کہا کہ وہ اپنے مرشد کے پاس جا رہے ہیں کیا اُن کے ساتھ چلیں گے؟ میں تو پہلے ہی ہر روز صبح تیار ہو کر نکل جاتا تھا تلاشِ مرشد کے لیے۔ دفتر سے غائب۔ عجیب صورتحال تھی۔ 12۔ اپریل 1998 کا دِن تھا۔ سلطان الفقر کی بارگاہ میں بھائی نوید شوکت اور بھائی ساجد حسین کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ کے کمرہ کے باہر بہت بڑا ہجوم تھا۔ کوئی بس نہ چلتا تھا۔ میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے محل پاک پر چلا گیا اور جا کر عرض کی ''حضور اب تو تھک چکا ہوں مہربانی فرمائیں۔'' وہاں کچھ وقت گزار کر پھر واپس سلطان الفقر کے کمرہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور آخر تھک کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ کے سامنے والے پلاٹ میں بیٹھ گیا کہ اگر قسمت میں ہو گا تو بلالیں گے کہ اتنے میں دروازہ کھلا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجید نے آواز لگائی کہ لاہور سے جو نیا ساتھی بھائی نوید شوکت اور بھائی ساجد حسین کے ساتھ آیا ہے اُسے حضور یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سنتا تھا کہ دِل کی کلی کھل اٹھی۔ فوراً اُٹھ کر دوڑا۔ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا سامنے پلنگ پر خواب والی صورت نظر آئی۔ فوراً ہاتھوں کو بوسہ دیا اور قدموں میں بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''آ گئے ہو'' ان الفاظ کو بھری محفل میں میرے سوا کسی نے نہ سنا۔ بیعت کی درخواست کی تو سلطان الفقر نے فرمایا ''بیعت کرتے ہیں اب اتنی جلدی کیا ہے''۔ یہ تقریباً ظہر کا وقت تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نمازِ مغرب بیعت فرمایا بیعت کے بعد دست بوسی کرتے ہوئے ایسی نگاہ ڈالی کہ دِل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ جی چاہتا تھا کہ بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار ہی کرتا رہوں وہ دِن اور آج کا دِن زندگی کا ہر لمحہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی سے عبارت ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ خادم ہے۔ جو لوگ میرے بیعت (12۔اپریل 1998) ہونے سے پہلے مجھے جانتے تھے وہ بیعت کے بعد دیکھتے تو حیران رہ جاتے کہ اس انسان کی فطرت کیسے بدل گئی میں نے خود اس حقیقت کو کئی دفعہ تحریر کیا ہے:-

میں ہوں کون.......... میں کیا اور میری ذات کیا؟ اور زندگی کا مقصد صرف دنیا تک محدود!.......... شب و روز یکساں.......... صرف ضروریاتِ زندگی کا حصول مقصدِ حیات.......... انسان کے مقصدِ حیات سے بے خبر دنیاوی زندگی کو خوشحال اور آرام دہ بنانے کی جدوجہد.......... زیادہ سے زیادہ دنیاوی مال و متاع میں اضافہ کرنے کی فکر.......... یہ تھی میری زندگی.......... ایک دن اللہ پاک کی نگاہِ رحمت.......... اس گناہ گار پر پڑی.......... اور تقدیر نے پکڑ کر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا.......... نگاہ سے نگاہ ملی.......... دنیا بدل گئی.......... یار نے یار کو پہچان لیا.......... 12۔اپریل 1998 (15۔ ذوالحجہ 1418ھ[1]) اتوار کی شام.......... بعد نمازِ مغرب.......... آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالا.......... میری زندگی کا سب سے پُر مسرت اور قیمتی لمحہ یہی تھا.......... آپ کی نگاہ پڑی اور میری زندگی کا زاویہ نظر تبدیل ہو گیا۔

آہستہ آہستہ دنیا کے شکنجے سے نکال کر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حقیقت سے روشناس کرایا۔ 12 اپریل 1998 سے 26 دسمبر 2003ء.......... آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال تک ظاہری ساتھ رہا۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی امانت اس خادم کے سپرد کر کے عالمِ جاودانی کی طرف رخصت ہو گئے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی غلامی ہی میری زندگی کا اصل حاصل ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں میری یہ حالت ہوتی تھی کہ دس پندرہ دِن تک آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات نہ ہوتو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جسم سے روح نکل چکی ہے دِل میں نورِ ایمان کم ہوتا محسوس ہوتا اور دنیا کی لذّتیں اپنی طرف کھینچنے لگتیں لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہی دِل میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا دنیا اور خواہشاتِ دنیا سے نفرت محسوس ہونے لگتی تھی۔ میری ذات کو اور اسی طرح لاکھوں طالبوں کی ذات کو یکسر تبدیل کر دینا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ناقابلِ فراموش کرامت ہے۔

اسمِ اَللّٰہُ ذات ''توحید'' ہے اور یہ بیج کی صورت میں انسانی قلب میں موجود ہے مرشد جب اس کے

---

[1] 12۔اپریل 1998ء کو 14۔ذوالحجہ تھی چونکہ بیعت نمازِ مغرب کے بعد ہوئی تھی اور اسلامی تاریخ مغرب کے وقت تبدیل ہوتی ہے اس لیے سنِ ہجری کے مطابق 15۔ذوالحجہ 1418ھ درست تاریخ ہے۔ اور پھر 12 اپریل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا دن اور 13 اپریل آپ رحمتہ اللہ علیہ کے مسندِ تلقین و ارشاد پر فائز ہونے کا دن بھی ہے۔

ذکر اور تصور کا حکم دیتا ہے اور اپنی نگاہِ خاص سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کے وسیلہ سے طالب کے قلب پر نگاہ ڈالتا ہے تو یہ بیج پھوٹ نکلتا ہے پھر مرشد اس کی آبیاری کرتا ہے اور پھر یہ انسانی قلب میں ذاتِ حق کے جلوہ کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسمِ اعظم کے اس دفینے اور خزینے کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے جنسِ نایاب سے جنسِ ارزاں بنا دیا۔ اسمِ اعظم (اسمِ اَللّٰہُ ذات) کے راز کو خلقِ خدا پر اس قدر کھولا کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی اور لاکھوں دلوں کو نورِ حق سے منور فرمایا۔ ورنہ ماضی میں سالہا سال زہد و ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف کے بعد اسمِ اعظم عطا کیا جاتا تھا۔ بقول حضرت شیخ موید الدین جندیؒ ''اسمِ اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کا چھپانا لازم اور ظاہر کرنا حرام[1] ہے'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ظاہر کرنا لازم اور چھپانا حرام کر دیا۔ کیونکہ زمانہ اب اس نہج اور مقام پر پہنچ چکا ہے کہ اب لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اسمِ اعظم حاصل کرنے کے لیے زہد و ریاضت، چلہ کشی اور ورد و وظائف کرتے پھریں اب تو اسمِ اَللّٰہُ ذات کی دعوت کی طرف بھی بڑی مشکل سے لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔ یہی کرامت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے تمام اولیاء اور مشائخ سے ممتاز کرتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معرفتِ حق تعالیٰ (فقر) کا راستہ سالک کے لیے بہت آسان اور مختصر کر دیا۔

❁ ملک صفدر حسین صاحب چکوال کے رہائشی ہیں اور آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے وصال کے 25 دِن بعد گھر سے باہر نکلنے پر بیعت فرمایا تھا، وہ بنک مینجر تھے۔ وہ بتاتے ہیں: ''میرے ایک دوست کا تعلق سرگودھا سے تھا بڑے عیاش آدمی تھے۔ بڑے زمیندار تھے۔ شراب و شباب کے رسیا۔ میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ سرگودھا رہا۔ ہماری دوستی ہوگئی پھر میں سرگودھا سے تبادلہ کے بعد خوشاب آگیا۔ کافی عرصہ ہماری ملاقات نہ ہوئی۔ طویل عرصہ بعد ملاقات ہوئی تو میں الیاس کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ مسلسل شراب نوشی نے اسے جسمانی ہی نہیں دماغی مریض بھی بنا دیا تھا۔ اس دوران میں نے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کر لی تھی اور میری زندگی میں انقلاب آچکا تھا۔ دوستی کا تقاضا یہ تھا کہ میں اپنے دوست کو تباہی اور بربادی سے بچاؤں۔ میں نے اسے راغب کرنے کی کوشش کی تو الیاس نے کہا ''چھوڑو میں ان فضول چکروں میں نہیں پڑتا'' میں بضد ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ تم میرے مرشد (رحمۃ اللہ علیہ) سے مل لو۔ میرے اصرار پر الیاس رضا مند ہوگیا۔ میں اسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض گزاری کہ میرے اس دوست پر توجہ فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک نظر الیاس کی طرف دیکھا۔ حیرت انگیز طور پر الیاس اپنی جگہ سے قریباً اُچھل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گرا اور بچوں کی

---

[1] تفسیر روح البیان جلد اوّل

طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا، حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تسلی دی اور میں الیاس کو باہر لے آیا۔ میں باہر آیا تو الیاس بضد ہوا کہ مجھے فوراً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرواؤ۔ میں نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ لیکن وہ کہاں ٹھہرنے والا تھا اُس نے مجھ سے پوچھا ''صفدر! تم کتنے عرصہ سے بیعت ہو؟'' میں نے کہا ''چار سال سے۔'' الیاس نے کہا ''تمہیں چار سال میں کچھ نظر نہیں آیا کچھ دکھائی نہیں دیا۔ مجھے تو جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر دیکھا تو سب کچھ مجھ پر روشن ہو گیا تھا۔'' میں خاموش رہا۔ الیاس کی کیفیت یک لخت بدل گئی بیعت کے لیے بضد تھا۔ میں نے دوبارہ عرض گزاری کہ حضور اسے بیعت فرما لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظہر کے بعد کا وقت دیا اور الیاس کو بیعت کر لیا۔ جب الیاس بیعت ہوا تو اس کی آنکھوں پر قریباً آخری نمبر کی عینک لگی تھی، عجیب وغریب دورے پڑا کرتے تھے۔ شراب کے بغیر ایک پل زندہ رہنا اس کے لیے ناممکن تھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر بیعت کے فوراً بعد نارمل ہو گیا۔ عینک اتر گئی۔ داڑھی رکھ لی۔ چہرہ نورانی ہو گیا۔ تمام جسمانی بیماریاں ختم ہو گئیں اور اب وہ ایک مکمل بدلا ہوا انسان تھا۔ کوئی دیکھے تو یقین نہیں آتا تھا۔ یہ ہے میرے مرشد کی نگاہِ کامل کا کمال۔ (صاحبِ لولاک)

نوٹ: یہ وہی الیاس صاحب ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سلطان الفقر ہونے کا اعلان کیا تھا اور صاحبِ مجاز ہوئے۔

❁ ملک صفدر کہتے ہیں: میں اپنے مرشد سے کُھل کر کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتا تھا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ وہ ہمارے دِلی معاملات سے آگاہ ہیں۔ میری شادی کو کافی عرصہ ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ میں نے اسے اپنی قسمت جان کر قبول کر لیا اور کبھی اس طرف قیاس ہی نہ گیا۔ ایک مرتبہ میری قائد آباد تعیناتی تھی تو میرے مرشد پاک رحمۃ اللہ علیہ میرے ہاں تشریف لائے میرے ساتھ میرا ایک بھتیجا موجود تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ میرا بھتیجا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تمہارا بیٹا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ فرمایا کہ بتایا ہی نہیں تم نے...... میں نے عرض کی حضور آپ سے کیا پوشیدہ ہے؟ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توقف فرمایا۔ حاضرین پر نگاہ ڈالی اور کہا سب مل کر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ صفدر حسین کو بیٹا عطا فرمائے۔ سب نے دعا کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آمین کہا اور آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ بعد اللہ نے مجھے میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے اس خوشخبری کا یقین دلا دیا۔ (صاحبِ لولاک)

❁ یہی ملک صفدر صاحب فرماتے ہیں: پپلاں میں میرے ایک ہمسائے بڑے اچھے دوست تھے وہ ذرا پڑھے لکھے آدمی تھے اور میں ان کے سامنے اکثر اپنے حضور مرشد پاک کے فضائل بیان کرتا رہتا تھا۔ ایک روز مجھے کہنے لگے ''صفدر صاحب آپ کی باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن یہ پیر لوگ خلافِ شرع بہت کام کرتے ہیں اپنے

مریدین سے سجدے کرواتے ہیں''۔ میں نے کہا کہ آپ ایک مرتبہ میری درخواست پر میرے مرشد سے مل تو لیں وہ صاحب راضی ہوگئے۔ ہم دونوں آپ کی خدمت میں دربار شریف پہنچے۔ میں نے مہمان کا تعارف کروایا اور ابھی صرف ان کا نام ہی بتایا تھا کہ ایک مرید اندر آگیا اور اُس نے واقعی جھکتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا ''یاد رکھو کہ سجدہ صرف اللہ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔'' میرا ساتھی حیران رہ گیا کیونکہ ہم نے مرشد پاک سے اس سلسلے میں ظاہراً کوئی بات ہی نہیں کی تھی۔ اُس نے میرے کان میں سرگوشی کی اور درخواست کی کہ اسے ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرواؤں۔ میں نے عرض گزاری اور حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بیعت کر لیا۔ (صاحبِ لولاک)

✿ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میانوالی میں ہرنولی موڑ کے قریب ''بالا'' تشریف لے گئے وہاں ایک مرید کا بیٹا فوت ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بچے کی قبر پر گئے اور تھوڑی دیر بعد اس کے والد سے فرمایا کہ ہم نے تیرے بیٹے کے دِل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش کر دیا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں ''ہمیں کیا زندہ، کیا مردہ، کیا مسلم، کیا کافر سب کو تلقین کا حکم ملا ہے''۔ یہ واقعہ اس قوت اور تصرف کی ادنیٰ سی مثال ہے۔''

(ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007)

✿ محمد شاہ ساکن چک ٹوانہ کہتے ہیں کہ میں بابو جی سرکار کا مرید ہوں۔ میرا ایک نواسہ تھا جو بول نہیں سکتا تھا۔ کئی بار گولڑہ شریف لے کر گیا لیکن اس کو آرام نہ آیا حتیٰ کہ اس کی عمر پانچ سال ہوگئی اچانک ہمارے گاؤں میں سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے میں نے حق باھو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک سمجھ کر عرض کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جونہی اس بچے کی طرف نگاہ اٹھائی بچے کے منہ سے نکلا ''حق ھُو'' اور اسکی آواز جاری ہوگئی۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین نومبر 2007ء)

✿ سید امیر خان نیازی مرحوم و مغفور سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی رہے۔ نیازی صاحب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا ''نیازی صاحب حضور سلطان صاحب کی کتاب عین الفقر کا ترجمہ فرمائیں۔'' نیازی صاحب نے عرض کیا ''حضور میں فارسی نہیں جانتا۔'' آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دوبارہ فرمایا ''نیازی صاحب بسم اللہ کریں۔'' یوں نیازی صاحب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے ایسے مترجم بن گئے کہ نیازی صاحب کے تراجم کے سامنے بڑے بڑے مترجم بے بس نظر آتے ہیں۔

✿ حاجی محمد نواز صاحب (تلمیذ میاں چنوں) اور علامہ عنایت اللہ (کڑی خیسور ڈیرہ اسماعیل خان) نہ تو کسی مدرسہ

سے تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ہی کسی عالم سے علم حاصل کیا ہے ان دونوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کامل سے علمِ قرآن اور علمِ تفسیر حاصل ہوا۔

❁ صوفی اللہ دتہ صاحب جھنگ والے ان پڑھ تھے اور قصاب کا کام کرتے تھے نہ دین کا پتا تھا نہ دنیا کا۔ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو بڑے مقرر بنے اور سلطان الفقر کی زندگی میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عرس پاک کی ہر محفل میں نقابت کے فرائض اس طرح انجام دیتے کہ بڑے بڑے لوگوں کو حیران کر دیتے۔

❁ ایک دفعہ اس خادم کا تبادلہ کسی دوسری جگہ ہو گیا۔ میں چونکہ دنیاوی معاملات کو حضور مرشد پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا تھا اس لیے خاموش رہا۔ حاجی محمد نواز صاحب مجھے ملنے کے لیے میری پرانی تعیناتی کی جگہ تشریف لے گئے تو میں اُن کو وہاں نہ ملا۔ انہوں نے جا کر حضور مرشد پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ نجیب صاحب کا تبادلہ ہو گیا ہے اُسی شام آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا اور فرمایا بھائی نجیب الرحمٰن سنا ہے کہ آپ کا تبادلہ ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور اللہ پاک جہاں رکھے وہاں خوش رہنا چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پرانی والی جگہ ٹھیک ہے وہاں تم کرسی پر بیٹھ کر آرام سے کام کرتے ہو ہمیں خوشی ہوتی ہے ہم تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ تھوڑی سی ظاہری کوشش کرو انشاء اللہ تبادلہ منسوخ ہو جائے گا۔ اب میں ظاہری کوشش کیا کرتا، سوچا صبح دیکھیں گے۔ صبح آفس پہنچا تو 2 بجے کے قریب دفتر سے اطلاع آئی کہ نجیب الرحمٰن صاحب آپ کا تبادلہ منسوخ ہو گیا ہے پرانی جگہ واپس آ جائیں۔

❁ بھائی نوید شوکت کے ایک رشتہ دار 21 سکیل کے افسر ممبر سی بی آر (اب ایف بی آر) تھے انہوں نے خاندانی دشمنی میں نوید صاحب کا تبادلہ ملتان کروا دیا۔ اس وقت اوچھالی شریف ضلع خوشاب میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پروگرام ہو رہا تھا۔ حضور مرشد پاک کو پتہ چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو بہت بُرا ہوا۔ خیر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اختتام پر جب بھائی نوید شوکت واپسی کے لیے اجازت لینے گئے تو حضور مرشد پاک نے فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو بھائی نوید شوکت نے عرض کیا کہ پہلے لاہور گھر جاؤں گا اس کے بعد ملتان چلا جاؤں گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں اسلام آباد چلے جاؤ اتنی بات کہہ کر آپ دوسرے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گئے بھائی نوید شوکت حیران و پریشان وہاں سے نکلے اور گاڑی کو اسلام آباد کی طرف موڑ دیا اور سیکرٹری ایڈمن سی بی آر کے پاس سیدھے چلے گئے اور اپنے تبادلے کے متعلق عرض کیا۔ سیکرٹری نے کہا کہ ممبر صاحب کے حکم سے ہوا ہے۔ نوید صاحب نے کہا کہ میں تو ملتان نہیں جانا چاہتا مجھے تبادلہ کی وجہ بتائی جائے۔ تو سیکرٹری صاحب نے کہا کہ بھائی اگر تم نہیں جانا چاہتے تو تبادلہ منسوخ کر دیتے ہیں یوں بھائی نوید

شوکت اسلام آباد سے تبادلہ کی منسوخی کے آرڈر لے کر آئے (یہ واقعہ 1997ء کا ہے)۔

❁ خانوادہ سلطان باھُوؒ کے ایک فرد جو ایوب خان کے دور سے ہر انتخاب میں کامیاب ہوتے آرہے تھے اور وزیرِ مملکت اور پارلیمانی سیکرٹریوں کے عہدوں پر بھی متمکن رہے تھے، نے 1997ء کے الیکشن میں بھی حصہ لینے کا ارادہ کیا اور اس کا اعلان برادری کے ایک اجتماع میں کیا۔ سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اس اجتماع میں ایک ہار اُس کے گلے میں ڈالنے کے لیے اپنے ساتھ لے کر گئے تھے، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے گلے میں ہار پہنانا چاہا تو اس نے متکبرانہ انداز میں کہا کہ مجھے آپ کے ہار کی ضرورت نہیں ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ مبارک جھٹک کر ہٹا دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاس کھڑے خانوادہ سلطان باھُوؒ کے ایک اور فرد اور صاحبزادے کے گلے میں وہ ہار پہنا دیا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی مبارک کرے'' اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی سلطان پیر محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر تشریف لے گئے اور کافی دیر تنہا مزارِ مبارک کے اندر کمرے میں رہے۔ باہر آکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ نہ صرف ہمارے منتخب کردہ صاحبزادے بلکہ اس کی پارٹی بھی بھاری اکثریت سے جیتے گی اس کا وعدہ ہم سے پیر صاحب نے فرمالیا ہے۔ یہ اعلان آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت فرمایا تھا جب کہ ابھی کاغذاتِ نامزدگی تک داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہ عاجز 1998ء میں بیعت ہوا تھا اس لیے اس واقعہ کا شاہد تو نہیں لیکن سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبانِ مبارک سے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا تھا۔ وہ صاحبزادے جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ مبارک جھٹکا تھا نہ صرف اس سال انتخابات میں بُری طرح ہار گئے بلکہ اس کے بعد سے لے کر اب تک ہونے والے کسی انتخاب میں کامیاب نہیں ہوسکے اور ایک خاتون سے مسلسل ہارتے چلے آرہے ہیں۔ مشرف کے دور میں ہونے والے انتخابات میں اپنے خاندان والوں کے کہنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری طور پر اس صاحبزادے کی انتخابی مہم چلائی کیونکہ وہ خود چل کر آیا تھا۔ جس زور وشور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ انتخابی مہم چلا رہے تھے اس عاجز نے اپنے نزدیکی ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ یہ کبھی انتخاب نہیں جیت سکے گا کیونکہ یہ ظاہر کو دیکھتا ہے باطن کو نہیں اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ظاہر ہی دکھا رہے ہیں کاش یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو سمجھ جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ظاہری مہم نہ چلانا پڑتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ہی کافی ہوتا۔ وہی ہوا جس خدشہ کا اظہار اس خادم نے کیا تھا وہ صاحبزادہ صاحب انتخاب بُری طرح سے ہار گئے بلکہ اب تک ہارتے چلے آرہے ہیں۔

❁ محمد سعید صاحب لاہور میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس نے رسالہ مرآۃ العارفین پر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیکھ لی دِل بے قرار ہوگیا۔ بیڈن روڈ پر بھائی محمد الیاس کی دکان پر آیا

تو وہاں فریم میں سلطان الفقر کی تصویر پھر دیکھی تو بیقراری اور بڑھ گئی اور رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ مجھے ابھی سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے چلو۔ لاکھ سمجھایا کہ کچھ دنوں بعد بس جائے گی چلے جانا لیکن اس کا کہنا تھا کہ ابھی جانا ہے کار کرایہ پر لے کر بھائی الیاس اُسے حضور سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئے تمام راستے روتا رہا۔ سلطان الفقر کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی پاگلوں کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ بیعت ہوا اسم اَللّٰہُ ذات لیا۔ زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی۔ کہاں وہ سعید کہاں اب یہ اصل سعید۔ بعد میں اُس نے سلطان الفقر کا تعارف کرانا زندگی کا مشن بنالیا۔

❁ کئی نشہ کرنے والے، آوارہ گرد نوجوان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے تو راہِ حق کے مبلغ بن گئے اس سلسلہ میں رنگ پور قصور سے شاہد، جواب وفات پا چکے ہیں، ہیروئین کے عادی تھے اور گھر والے اُن کی اس عادتِ بد سے بہت تنگ تھے۔ اُن کے بھائی مظہر الحق صاحب اُنہیں حضور سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئے اور نگاہِ کرم کی درخواست کی، بیعت ہوا اور تربیت لے کر صدر (اصلاحی جماعت میں مبلغ کو صدر کہا جاتا تھا) بن گیا اور لوگوں کو راہِ حق کی دعوت دینے لگا اسی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔

❁ رنگ پور قصور کے بھائی لیاقت علی صاحب ایک عجیب مصیبت اور پریشانی کا شکار تھے اُن کی شادی اُن کی فرسٹ کزن سے ہوئی تھی اور اس شادی (Cousin Marriage) کی وجہ سے اُن کے بچے معذور پیدا ہوتے تھے اور کچھ عرصہ بعد فوت ہو جاتے تھے سلسلہ کچھ یوں تھا کہ بچے پیدا ہوتے وقت اچھے ہوتے کچھ عرصہ بعد اُن کا قد بڑھنا بند ہو جاتا جسم کمزور پڑنا شروع ہو جاتا۔ آخر معذور ہو کر بستر پر لیٹ جاتے اور آہستہ آہستہ موت کے منہ میں چلے جاتے۔ بھائی لیاقت نے اپنا اپنی بیوی اور بچوں کا ٹیسٹ اور علاج لاہور اور کراچی کے مشہور چائلڈ سپیشلسٹ اور گائناکالوجسٹ سے کرانے کی کوشش کی اور ہر طرف سے یہی جواب ملا کہ اس بیماری کا پوری دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے دوسری شادی کر لو۔ بیوی نے بھی دوسری شادی کی اجازت دے دی۔ لیکن لیاقت کا دِل دنیا سے اُکتا چکا تھا۔ یہی وجہ اُسے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئی۔ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے بیعت کی اور اسمِ اَللّٰہُ ذات حاصل کیا اور دِل کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات پر مرکوز کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ہی رازِ الٰہی منکشف ہو گیا۔ جب اس نے رضائے الٰہی پر سرِ تسلیم خم کر کے خود کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی دنیاوی پریشانی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دِن سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ رنگ پور قصور لیاقت علی کے گھر تشریف لے گئے اور بچوں کے بارے میں پوچھا تو لیاقت علی نے تفصیل بتائی اور عرض کیا پانچ فوت ہو چکے ہیں ایک بستر مرگ پر ہے۔ اس پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے

فرمایا جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہارے ہاں اولاد بالکل صحیح اور تندرست پیدا ہوگی اور تندرست ہی رہے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد بھائی لیاقت علی کی جو اولاد بھی ہوئی بالکل تندرست اور صحیح سلامت ہے حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے حق فرمایا ہے کہ کامل فقیر قادری ہر کام پر قادر ہوتا ہے۔

❁ ملک اعجاز کا تعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پرانا ہے کچھ دور کی رشتہ داری بھی ہے وہ فرماتے ہیں ''میرے والد کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کرنل صاحب کہا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نوشہرہ (وادی سون سکیسر) میں میرے نزدیکی گاؤں تشریف لائے وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی لوگوں نے بارش کے لیے دعا کی التجا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کرنل صاحب پر پانی ڈالیں اللہ تعالیٰ بارش کر دے گا لوگوں نے والد صاحب پر پانی ڈالا لیکن بارش نہ ہوئی۔ اگلے دِن عرض کی تو فرمایا تم لوگوں نے پانی کم ڈالا ہوگا۔ ہم نے والد صاحب پر خوب پانی ڈالا اگلے روز ایسی موسلا دھار بارش ہوئی جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی تھی۔ اللہ کی مشیت کچھ عرصہ بعد والد صاحب سرگودھا تشریف لائے اور وہاں ان کی وفات ہوگئی حضور سلطان محمد اصغر علی والد صاحب کی وفات کے کچھ دنوں بعد اس علاقے میں گئے تو نزدیکی گاؤں کے لوگ آ گئے اور بارش کے لیے دعا کی درخواست کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے تمہیں بارش کا نسخہ دے دیا ہے۔ میں نے عرض کی والد صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان کی قبر پر دو گھڑے پانی ڈالو۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور وہاں بھی موسلا دھا بارش ہوگئی اور تین دِن مسلسل بارش ہوتی رہی بعد میں لوگوں کے ہاتھ میں یہ نسخہ آ گیا وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے اور اجازت لے کر کرنل محمد حسین صاحب کی قبر پر پانی ڈالتے تو بارش شروع ہو جاتی۔ (صاحبِ لولاک)

❁ بھائی نوید شوکت کے گھر کے کام کاج کے لیے ان کی خوش دامن نے گوجرانوالہ سے ایک نوکرانی بھیجی جو کچھ دنوں بعد غائب ہوگئی۔ اب اس نوکرانی کے گھر والوں نے نوید شوکت صاحب کے اہلِ خانہ کو تنگ اور بلیک میل کرنا شروع کر دیا کہ اُن کی لڑکی انہوں نے غائب کی ہے ایک دِن اُن کا پورا خاندان نوید صاحب کے گھر آ کر بیٹھ گیا۔ نوید صاحب نے حضور مرشد پاک سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کبھی دنیاوی مسئلہ پیش نہیں کیا تھا لیکن اس دِن اُن کی اہلیہ نے اُن کو مجبور کیا کہ یہ مسئلہ حضور مرشد پاک کی بارگاہ میں عرض کرو کیونکہ لڑکی کے والدین اغوا کا پرچہ کٹوانے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ نوید صاحب نے مجبوراً حضور مرشد پاک کو فون کیا اور مسئلہ عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فکر نہ کرو دو دِن صبر کرو۔ ٹھیک دو دِن بعد لڑکی نے اپنے گھر فون کیا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے گھر سے بھاگ کر شادی کر لی تھی۔

❁ جنوری 2001ء کے آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پیشاب کی تکلیف کے سلسلہ میں جیل روڈ پر واقع عمار ہسپتال

میں داخل ہوئے۔ 7 فروری 2001ء کو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ اسی سال حج پہ جانا ہے فوراً انتظامات کرو پھر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اس سال حج ضروری ہے۔ جہاں تک سرکاری حج اسکیم کا تعلق تھا تو وزارتِ مذہبی امور نومبر 2000ء میں حج درخواستیں وصول کر کے قرعہ اندازی سے کامیاب لوگوں کا نہ صرف اعلان بھی کر چکی تھی[1]۔ اس سلسلہ میں میرے ساتھ نوید شوکت صاحب اور ساجد حسین صاحب کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ ہم پریشانی کے عالم میں ہسپتال سے نکلے تو بھائی نوید شوکت کو جیل روڈ کی دوسری طرف بینر آویزاں نظر آیا کہ حج پر جانے والے رابطہ کریں۔ ہم ٹریول ہائٹس کے دفتر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ اوپن حج اسکیم کے تحت درخواستیں دینے کی آخری تاریخ 10 فروری ہے۔ اس زمانے میں یہ ایک حج اسکیم تھی جس میں اپنے انٹرنیشنل پاسپورٹ پر حج کیا جا سکتا تھا اس میں مکہ مدینہ میں رہائش اور کھانے کا انتظام خود کرنا پڑتا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا یا اللہ دو دِن میں کیا کریں کل 12 نفوس نے حج پر جانا تھا جن میں ٹریول ایجنٹ کو ریٹرن ٹکٹ کی ادائیگی، ویزہ فیس اور ٹریول ایجنٹس کی فیس کی ادائیگی شامل تھی جو کل ملا کر 10 لاکھ سے اوپر رقم بنتی تھی دو ساتھیوں نے مکمل اور دو نے نصف ادائیگی کی تھی۔ باقی تمام رقم کا انتظام ایک دِن میں کرنا پھر سب کے ہیلتھ سرٹیفکیٹ بنوانا، پاسپورٹ، شناختی کارڈ اکٹھے کرنا بڑا مشکل اور ناممکن کام لگ رہا تھا لیکن اس کام میں بھائی نوید شوکت نے بڑا ساتھ دیا اور بڑا مالی حصہ ڈالا۔ آخر کار 9 فروری کی شام مغرب کے بعد تمام پاسپورٹ اور مکمل کاغذات اور رقم ٹریول ایجنٹ آصف (ٹریول ہائٹس) کے حوالے کر دی گئی۔ 10 فروری 2001ء کو عین وقت پر تمام کیسز اسلام آباد میں جمع ہو گئے۔ یہ ایک کرامت ہی تھی ہم ہی جانتے ہیں کہ جب 7 فروری کو حضور مرشد پاک نے حکم فرمایا تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن دو دِن میں سب کچھ ہو جانا حیران کن ہے کہاں سے ہوا، کیسے ہوا

؎ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

۞ 23 فروری 2001ء کو اطلاع ملی کہ ویزے لگ گئے ہیں۔ یہ عاجز، بھائی نوید شوکت اور بھائی ساجد حسین سرکاری ملازم تھے اور ہمارے پاسپورٹ بھی سرکاری تھے اس لیے ہمیں ملک سے باہر جانے کے لیے چھٹی (Ex-Pakistan leave) کی ضرورت تھی۔ میں اور بھائی نوید شوکت چھٹی کے لیے ڈرائی پورٹ مغل پورہ پر کلکٹر کسٹم کے کمرے میں داخل ہوئے تو اس نے سختی سے چھٹی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم

---

[1] اس زمانہ میں حج کا علیحدہ پاسپورٹ بنتا تھا جو صرف حج کے لیے کارآمد ہوتا تھا حج کے بعد وہ ختم ہو جاتا تھا۔

نے مجھ سے پوچھ کر حج کے لیے درخواست دی تھی۔ جب بھائی نوید شوکت نے کہا کہ ہم نے پاسپورٹ کے لیے اجازت (NOC) لی ہے تو اس نے کہا کہ بھاگ جاؤ میں تو الٹا تمہارے خلاف کاروائی کروں گا؟ ہم دونوں شدید غصے اور رنج کی حالت میں کلکٹر کے کمرے سے نکلے۔ میں تو اپنے دفتر چلا گیا لیکن بھائی نوید شوکت صاحب نے ساری صورتحال فون پر حضور مرشد پاک کی بارگاہ میں عرض کر دی آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آج آرام کرو کل چھٹی لینے چلے جانا۔ نوید صاحب نے یہ بات واپس آکر مجھے بتائی تو میں نے کہا ٹھیک ہے کل پھر چلیں گے کیونکہ دِن بھی بہت کم رہ گئے تھے اور چھٹی کے بغیر ہمیں پاکستان سے باہر جانے نہ دیا جاتا۔ ایئر پورٹ پر ہی روک لیا جاتا۔ اسی دِن تین بجے کے قریب ایڈیشنل کلکٹر ڈرائی پورٹ جو میری بڑی عزت کرتے تھے اور بھائی نوید شوکت کو بھی اچھی طرح جانتے تھے، نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ تم کلکٹر کے پاس گئے تھے اور وہاں کافی گرمی سردی ہوئی ہے۔ میں نے انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے پوچھا کہ تم کتنے آدمی ہو میں نے کہا کہ میں اور نوید شوکت اور تیسرے ساتھی ایئر پورٹ پر ساجد حسین صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ آج کسٹم ہاؤس چلے جاؤ اور فائل وغیرہ تیار کروالو، میں کل کلکٹر سے بات کروں گا تو چھٹی انشاء اللہ منظور ہو جائے گی۔ لیکن ہمیں تو مرشد پاک کا حکم تھا کہ کل جانا ہے اس لیے یہ بات سن کر میں چپکے سے گھر آگیا اور موبائل بند کر دیا۔ اگلے دِن ہم تینوں ہیڈ کوارٹر کسٹم ہاؤس پہنچے اور اپنی فائلیں تیار کروائیں مختلف برانچوں سے ہمارے متعلق رپورٹیں لی گئیں، پھر فائل اے سی اور ایڈیشنل کلکٹر سے ہوتی ہوئی ایک گھنٹہ میں کلکٹر کے کمرہ میں پہنچ گئی یہ دو دِن کا کام تھا جو مرشد پاک کی مہربانی سے ایک گھنٹہ میں ہو گیا۔ جب فائلیں کلکٹر صاحب کے کمرہ میں چلی گئیں تو اُن کے پرسنل اسسٹنٹ نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کلکٹر آج یا دو دِن فائلیں ہی نہ دیکھے تم خود اندر چلے جاؤ اور درخواست کرلو۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم نے اندر نہیں جانا اور نہ درخواست کرنی ہے اگر اللہ کو منظور ہوا تو فائلیں خود بخود باہر آجائیں گی یہی ہوا پندرہ منٹ بعد ہم تینوں کی فائلیں باہر آگئیں اور چھٹیاں منظور ہو چکی تھیں۔

❁ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد (کیونکہ ابھی مدینہ شریف روانگی میں دس دِن باقی تھے) حضور مرشد پاک بھائی احمد بخش کے گھر جدہ (جدہ اور مکہ کے درمیان شہر ہے) کسی طرح منتقل ہو گئے کیونکہ حج کے ایام میں حجاج کو مکہ کی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جیسے ہی کوئی مکہ مکرمہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اُسے پکڑ کر دوبارہ مکہ پہنچا دیا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں پر محکمہ جوازات (امیگریشن) کی چیک پوسٹ قائم ہیں۔ 9 مارچ 2001ء فجر کی نماز کے بعد مرشد کریم سے رابطہ کے لیے جدہ فون کیا تو بھائی کریم

بخش نے اطلاع دی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا ہے کہ جو ساتھی مکہ شریف میں ہیں ان کو فوراً حدہ لانے کا انتظام کیا جائے اس لیے تمام ساتھی جمعتہ المبارک کی نماز مسجد حرام میں ادا کریں اور بعد نمازِ جمعہ بابِ فہد کے پاس ہمارا انتظار کریں۔ نمازِ جمعہ کے بعد جب ہم بابِ فہد کے پاس مقررہ جگہ پر پہنچے تو بھائی احمد بخش اور کریم بخش ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مرشد کریم نے حکم فرمایا ہے کہ ساتھی آج حدہ ان کے پاس منتقل ہو جائیں۔ بھائی احمد بخش نے ایک مشکل یہ بتائی کہ حدہ مکہ کی حدود سے باہر ہے اور حجاج کو مکہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے راستہ میں امیگریشن (محکمہ جوازات) کی چیک پوسٹ ہے۔ اگر کوئی حاجی باہر جانے کی کوشش کرے تو محکمہ جوازات کا عملہ حجاج کو پکڑ کر واپس مکہ پہنچا دیتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے کیونکہ یہاں قوانین پر سختی سے عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا مرشد کریم کا حکم ہے اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔ بھائی احمد بخش چونکہ حدہ میں کام کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ پکڑے جانے پر ان کا ویزہ اور اقامہ کینسل ہو سکتا تھا اس لیے وہ علیحدہ اپنی کار پر روانہ ہوئے اور ہم علیحدہ ویگن کرایہ پر لے کر حدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ پاک کا کرم دیکھیں کہ جیسے ہی ہم جوازات کی چیک پوسٹ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا چیک پوسٹ خالی پڑی ہوئی ہے۔ ہمیں کسی نے نہ روکا اور ہم بڑی آسانی سے حدہ پہنچ گئے۔ بھائی احمد بخش بڑے حیران تھے کیونکہ اس چیک پوسٹ پر 24 گھنٹے عملہ موجود رہتا ہے اور چیکنگ کے لیے گاڑیوں کی لمبی لمبی لائنیں لگی رہتی ہیں ہم ان کی حیرانگی پر مسکرا دیئے۔ ہمیں تو معلوم تھا کہ ہم سلطان الفقر کے غلام ہیں۔ حج کے سفر کے دوران پہاڑ نظر آنے والی مشکلات اسی طرح دور ہوتی رہیں۔

❁ 23 مارچ 2001ء کو مرشد کریم نے مجھے بلا کر اپنی دستار مبارک عطا فرمائی اور حکم فرمایا کہ اسے روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اگر مس کر لیا جائے تو ایک متبرک تحفہ ہوگا۔ میں بھائی ساجد حسین صاحب کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو کر روضہ پاک کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ روضہ پاک تک پہنچنا ہمیں مشکل نظر آ رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم نے آخری صف میں کھڑے ہو کر آگے بڑھنا شروع کیا تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی سے راستہ بنتا چلا گیا اور ہم اصحابِ صفہ کے چبوترے پر نفل ادا کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پہلے اصحابِ صفہ کے چبوترے پر اور پھر روضہ پاک کے ساتھ والے چبوترے پر بالکل اگلی صف میں پہنچ گئے خوشی سے ہمارے چہرے چمک رہے تھے کیونکہ یہ بات ایک کرامت سے کم نہ تھی۔ اب ہماری صف اور روضہ پاک کے درمیان ایک شرطہ حائل تھا۔ جو روضہ پاک کی طرف کمر کیے قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی نظر تمام حجاج پر بھی تھی لیکن

عشاء کی اذان کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر جب ادھر ادھر ہوا تو ہم نے نہ صرف دستار مبارک کو روضہ پاک سے مس کیا بلکہ جی بھر کر روضہ مبارک کی دیوار کو بوسے دیئے اور عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد وہیں بیٹھ کر دعائیں مانگیں۔ واپسی پر جب دستار مبارک ہم نے مرشد کریم کی بارگاہ میں پیش کی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا لگتا ہے آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑی مہربانی فرمائی ہے۔ ہم نے عرض کی کہ حجاج کرام روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہاتھ لگانے کو ترستے رہتے ہیں لیکن ہم نے جی بھر کر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بوسے دیئے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جب آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہربانی و کرم فرماتے ہیں تو تمام بند راستے کھل جاتے ہیں۔

❁ فروری 2003ء میں فورٹرس سٹیڈیم میں میلہ مویشیاں منعقد ہوا جس میں نیزہ بازی کے مقابلے بھی شامل تھے۔ حضور مرشد پاک کے گھوڑے بھی نیزہ بازی میں حصہ لے رہے تھے۔ حضور مرشد پاک مائی صاحبہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ گھوڑے، صاحبزادگان اور سواروں کو بھائی نوید شوکت صاحب کے گھر ٹھہرایا گیا جبکہ حضور مرشد پاک اور مائی صاحبہ اس خادم کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہ کو پیدا ہوئے تقریباً ڈیڑھ ماہ ہوا تھا اور حضور مرشد پاک نے ہی اس کا نام فاطمہ رکھا تھا۔ حضور مرشد پاک اور خاص کر مائی صاحبہ اُسے دیکھنے بھی آئے تھے۔ ان دنوں حالات بھی تنگ تھے۔ حضور مرشد پاک کے ہمراہ 35 یا 40 ساتھی تو ہوتے ہی تھے پھر دور نزدیک سے بھی سینکڑوں لوگ ملنے آتے تھے۔ اتنے لوگوں کے کھانے کا انتظام کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ سب کچھ بحسن و خوبی سرانجام پا جاتا تھا۔ چار دِن گزرے تھے کہ میری اہلیہ نے بتایا کہ رقم ختم ہوگئی اور اب شام کے کھانے کے انتظام کے لیے پیسے نہیں ایسا کریں کہ میرا کچھ زیور لے جائیں اور بازار میں فروخت کر آئیں۔ میں نے کہا کہ دوپہر کا کھانا حضور کو کھلا کر جاتا ہوں۔ کھانے کے دوران میرے چہرے کی طرف دیکھ کر حضور مرشد پاک نے پوچھا بھائی نجیب الرحمٰن کچھ پریشان دکھائی دیتے ہو؟ میں نے کہا کہ حضور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مہربانی ہو تو کوئی مشکل مشکل نہیں ہے۔ حضور مرشد پاک نے غور سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اگر تمہارے قلب کی یہی حالت رہی تو ہر مشکل اور امتحان میں کامیاب رہوگے۔ خیر میں گھر کے اندر آیا تو باہر سے بتایا گیا کہ کوئی شخص آپ سے ملنے آیا ہے میں باہر نکلا تو باہر ایک ایسا شخص کھڑا تھا جس نے چار سال قبل مجھ سے رقم ادھار لی تھی بار بار تقاضوں کے باوجود واپس نہیں کر رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ آج میرے پاس کہیں سے رقم آئی تھی تو سوچا چلو پہلے نجیب صاحب کا ادھار چکتا کر آئیں اس نے -/25000 روپے مجھے دیئے اور اجازت لے کر چلا گیا۔ میں نے گھر آ کر وہ رقم اہلیہ

کے حوالے کی انہوں نے پوچھا رقم کہاں سے آئی ہے۔ میں نے کہا اللہ نے بھیجی ہے۔ جب میں حضور مرشد پاک کے کمرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپؒ زیرِلب مسکرا رہے تھے۔

❁ یہ 2003ء کا ہی واقعہ ہے کہ حضور مرشد پاک لاہور تشریف لائے چار دِن بعد اس خادم کے گھر سے دربار شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ لیکن گھر سے نکلتے ہی آپؒ نے فرمایا CMH سے چیک اپ کرانا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پیشاب کی تکلیف تھی۔ CMH پہنچ کر چیک اپ کروایا تو انہوں نے کہا کہ پراسٹیٹ گلینڈ بہت بڑھ گیا ہے اپریشن کرنا پڑے گا، داخل ہو جائیں۔ خلیفوں نے عرض کی کہ ساتھیوں اور سامان کو کہاں بھیجا جائے تو حضور مرشد پاک نے فرمایا نزدیک گھر کس کا ہے؟ عرض کیا بھائی نوید شوکت کا۔ فرمایا! وہیں بھیج دو جب تمام ساتھی بھائی نوید شوکت کے گھر پہنچے تو اُن کی جیب میں صرف دس روپے تھے۔ بھائی عامر طفیل (اصلاحی جماعت کے مبلغ) نے اُن کو ایک سو روپیہ دیا یوں اُن کے پاس 110 روپے ہو گئے۔ 110 روپے میں مرشد پاک کا اور 20 ساتھیوں کا تین وقت کا کھانا تیار کرنا ناممکن تھا۔ نوید صاحب کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے سامنے والی دکان سے دو ہزار روپے کا ادھار سامان خریدا۔ اگلے دِن ایک واقف کار آیا اور پانچ ہزار روپے دے کر کہنے لگا کہ کچھ دنوں کے لیے اسے رکھ لو۔ میں دس بارہ دِن بعد تم سے لے لوں گا۔ بھائی نوید شوکت صاحب کہتے ہیں کہ اُن پانچ ہزار میں اتنی برکت تھی کہ اُن سے سات دِن تک کھانے پینے کا انتظام ہوتا رہا۔

❁ بعض طالبِ ناقص ایسے ہوتے ہیں جو مرشد کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ دھوکہ وہ خود اپنے آپ کو دے رہے ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ایک دولت کا پجاری، جو ظاہری طور پر بہت بڑا طالبِ مولیٰ بنا ہوا تھا اور اب بھی ہے، اس نے سلطان الفقرؒ کو دھوکہ دینے کی اس طرح کوشش کی کہ 2003ء کے اوائل میں آپؒ کو اپنی دوسری زوجہ محترمہ کے لیے گاڑی کی ضرورت تھی۔ اس طالبِ ناقص (حالانکہ اس کا تعلق بڑے امیر خاندان سے تھا اگر وہ طالبِ مولیٰ ہوتا تو گاڑی بغیر کسی قیمت کے مرشد کو پیش کر دیتا) کے پاس اسی طرح کی ایک گاڑی تھی جو اس خادم نے حج کے موقعہ پر فروخت کر دی تھی اور اس نے اس خادم کے ساتھ ایک ہی وقت میں وہ گاڑی خریدی تھی۔ اس کی گاڑی اور اس خادم کی گاڑی 1994ء ماڈل کی کرولا ڈیزل کار تھی اور دونوں ایک ہی قیمت پر خریدی گئیں تھیں اور دونوں کا نمبر 422 تھا۔ آپؒ غالباً مارچ اپریل میں لاہور تشریف لائے اور داروغہ والا میں بھائی محمد الیاس کے گھر میں آپؒ کی محفل میں، جس میں یہ خادم اور بھائی نوید شوکت بھی موجود تھے، یہ نام نہاد طالبِ مولیٰ حاجی محمد نواز صاحب کے ساتھ داخل ہوا اور حاجی محمد نواز صاحب نے سلطان الفقرؒ کی بارگاہ میں عرض کی کہ یہ ساتھی اپنی گاڑی آپؒ کو صرف آٹھ لاکھ میں

دینے کو تیار ہے حالانکہ اس کی قیمت چودہ لاکھ ہے۔ بھائی نوید شوکت جو کہ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ان کا چہرہ یہ بات سن کر سرخ ہو گیا کیونکہ انہوں نے ہی مارکیٹ میں میری گاڑی ساڑھے چھ لاکھ میں فروخت کی تھی۔ میں نے جلدی سے بھائی نوید شوکت کی ران کو دبایا۔ لیکن جیسے جیسے بات ہو رہی تھی بھائی نوید شوکت کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا جا رہا تھا اور میرا اُن کی ران پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ کہیں وہ غصے میں کچھ بول نہ پڑیں کیونکہ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ حضرت سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ اس شخص سے ایک خاص تعلق اور رشتہ داری کی وجہ سے اس کے اس دھوکہ سے پردہ نہیں اٹھانا چاہتے یا شاید آپ رحمتہ اللہ علیہ 422 نمبر کی گاڑی اس کے پاس رہنے ہی نہ دینا چاہتے ہوں کیونکہ اس نمبر 422 سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یوں خاص قلبی تعلق تھا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسی نمبر کی گاڑی اپنے مرشد پاک کی بارگاہ میں پیش کی تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اِس خادمِ خاص اور محرمِ راز نے بھی اسی نمبر کی گاڑی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے اتنی سستی گاڑی دے کر ہم پر احسان کیا ہے۔

جب وہ شخص چلا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بھائی نوید شوکت کو دیکھا اور فرمایا ''بھائی نوید شوکت ایک دفعہ ایک شخص کسی سلسلہ میں میرے حضور (مرشد پاک) کو دھوکہ دے رہا تھا اور ہمیں اس کی اور اس کے دھوکے کی حقیقت معلوم تھی ہمیں اس کی اس حرکت پر غصہ بھی آ رہا تھا لیکن ہم کچھ بولے نہیں کہ مرشد کی مرضی بھی یہی تھی۔ اس شخص کے جانے کے بعد میرے حضور نے مجھ سے فرمایا ''محمد اصغر علی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں جو ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے اس سے ہم خود نمٹ لیتے ہیں۔'' اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ وہ طالبِ ناقص جس نے ساڑھے چھ لاکھ کی گاڑی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آٹھ لاکھ میں فروخت کی تھی اُس کو ہمیشہ دنیا کے پیچھے بھاگتے دیکھا، فراڈ، دھوکہ دہی اس کی فطرت میں رچ بس گیا بلکہ اس خادم نے تو اس واقعہ کے فوراً بعد ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہ باطنی طور پر اندھا ہو چکا ہے۔

❁ عالمی تنظیم العارفین نے صرف ایک کاروائی مقبوضہ کشمیر میں کی اس سلسلہ میں مجاہد احمد رضا ایک واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ ''وسط اکتوبر (2001ء) میں ہم ضلع بارہ مولا کی تحصیل اوڑی میں کاروائی کے بعد واپس لوٹ رہے تھے کہ جیسے ہی ایک پہاڑ کو عبور کرنے کے لیے ہم اس کی چوٹی پر پہنچے تو میرا پاؤں پھسل گیا میں پہاڑ کی چوٹی سے تیزی سے گہری کھائی کی طرف پھسلنے لگا۔ رفتار اتنی تیز تھی کہ پتھر اور کنکر میرے پھسلنے سے میرے ساتھ گر رہے تھے۔ دِل میں خیال آیا کہ اب تو شہادت یقینی ہے کہ راستے میں یا تو کسی پتھر سے سر ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا یا ہزاروں فٹ گہری کھائی میں جا گروں گا۔ شہادت کو یقینی سمجھ کر میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ تیزی سے

گرنے اور جسم پر آنے والی خراشوں کی وجہ سے حواس شل ہو چکے تھے کہ اچانک مرشد پاک (سلطان الفقر ششم) نظر آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے ہاتھوں پر اس طرح اُٹھا لیا جس طرح ماں اپنے بچے کو بازوؤں پر اُٹھا لیتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سر اور جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور سیدھا کھڑا کر دیا میں نے پیچھے مڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لپٹنا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو چکے تھے۔ جسم پر ہاتھ لگایا تو خراش تک نہیں آئی تھی میں نے اوپر ساتھیوں کو آواز دی جو میری شہادت کا یقین کر چکے تھے انہوں نے اوپر سے رسہ پھینکا اور میں رسے کے سہارے پہاڑ کی چوٹی پر واپس پہنچ گیا۔ (ماہنامہ مرآۃ العارفین لاہور۔ جنوری 2002)

❁ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کچھ ایسے ساتھی بھی تھے جن کی طلب معرفتِ حق تعالیٰ کی بجائے طلبِ دنیا تھی۔ ان میں سے کسی کی طلب اولادِ نرینہ تھی اور کسی کی کاروبار چلنے کی، کسی کی بیماری سے صحت یابی کی تھی تو کسی کی مالی تنگی، کوئی حکیم تھا تو اس کی حکمت نہ چلتی تھی جبکہ مخالفین کے ہاں رش پہ رش لگا رہتا تھا، کسی کو گاڑی کی طلب تھی تو کسی کو مال کی، کوئی ایم پی اے بننا چاہتا تھا اور کوئی شہرت کی طلب رکھتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھر یہی کوشش رہی کہ یہ ساتھی طلبِ دنیا سے ہٹ کر طلبِ مولیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو دنیا کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے لیکن یہ ساتھی اپنی طلب سے ہٹنے کو تیار نہ تھے تو جن ساتھیوں نے آخر زندگی تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفاقت نبھائی اور اپنی طلب پوری نہ ہونے پر مایوس نہ ہوئے اور مسلسل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے بندھے رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتے رہے اور مختلف فرائض ادا کرتے رہے، آزمائشوں سے گزرتے رہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے بعد اِن تمام کی طلب پوری کر دی۔ جس کے اولادِ نرینہ نہ تھی اُن کو اولادِ نرینہ مل گئی، کاروبار چل نکلا، گاڑیاں مل گئیں، حکیم کی حکمت چل نکلی، ضرورت سے زیادہ مال مل گیا، جس کی دُکان نہ چلتی تھی اس کی دُکان چل نکلی جو ایم پی اے بننا چاہتا تھا وہ ایم پی اے بن گیا اور جو شہرت کے طلب گار تھے انہیں شہرت مل گئی۔ گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رفاقت کے دوران انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو بھی بھلائی اور خدمت کی، جس صورت میں بھی کی اور جس طلب اور نیت کے ساتھ کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے بعد ایک سال کے اندر اندر سب کے احسان اُتار دیئے اور اُن کو بدلے میں اُن کی طلب اور احسان سے بھی بڑھ کر نواز دیا۔ یہ وہ کرامتیں ہیں جس کا مشاہدہ شاید یہ لوگ نہ کرتے ہوں یا پھر کسی اور سے منسوب کرتے ہوں لیکن اس عاجز نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک ایک شخص کی طلب پوری ہوتے دیکھی ہے اور دیکھ رہے ہیں۔



فصل 20

متفرق

اس فصل میں چند متفرق امور کے بارے میں مختصراً بیان کیا جا رہا ہے:

گورنامنٹ

راہِ فقر میں سنگت بڑی اہم ہوتی ہے ''آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔'' اگر سنگت اچھی مل جائے تو راہِ فقر کا سفر بڑا آسان ہو جاتا ہے اور اگر سنگت بزدل اور حاسد مل جائے تو راہِ فقر میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ ہماری سنگت تین افراد پر مشتمل رہی:

۱۔ یہ خادم اور عاجز محمد نجیب الرحمٰن

۲۔ نوید شوکت صاحب

۳۔ ساجد حسین صاحب

جب تک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ بقیدِ حیات رہے اکثر و بیشتر ہم تینوں اکٹھے ایک ہی گاڑی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مرشد پاک فرمایا کرتے تھے یہ ہماری گورنامنٹ (گورنمنٹ Government) ہے۔ یہ نام ہمیں سلطان الفقر (ششم) کے محبوبِ خاص ملک شیر محمد نے دیا تھا جو ہماری پہچان بن گیا جیسے ہی ہم سلطان الفقر (ششم) رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچتے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع ملتی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے اچھا ہماری گورنامنٹ آگئی ہے۔ سلطان الفقر رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس عاجز نے جب مسندِ تلقین و ارشاد سنبھالی تو نوید شوکت ہماری سنگت میں رہے لیکن چوہدری ساجد حسین ساتھ چھوڑ گئے فَھِمَ مَنْ فَھِمَ۔

وصال سے قبل سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امانتِ فقر (محرم راز) اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معیار پر پورا اترنے والے اصحاب کے بارے میں باطنی بشارات

کیا سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے امانتِ فقر کی منتقلی یا محرمِ راز اور دوسرے منتخب اصحاب کے بارے میں کوئی ظاہری یا باطنی بشارت دی تھی؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ظاہری طور پر یہ بات بتانے سے لاکھوں مریدوں کے قلوب دکھ اور رنج میں مبتلا ہوتے کہ وہ سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے معیار پر پورے نہیں اتر سکے اور پھر سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ ''خُلقِ محمدی'' کی صفت سے متصف تھے اور کسی کے دل کو ہلکا سا رنج پہنچانا یا تکلیف دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گوارا نہ تھا۔ ہاں باطنی بشارات بہت زیادہ دی گئیں۔

ہم اپنا ذکر تو نہیں کرتے لیکن ''گورنامنٹ'' کے عنوان میں محمد ساجد حسین کا ذکر ہوا ہے اُن کو یہ باطنی بشارت تین دفعہ دی گئی۔

چوہدری ساجد حسین صاحب جن کا تعلق دینہ (ضلع جہلم) کے گاؤں دادووال سے ہے اور لاہور میں مقیم ہیں، انہوں نے ایک خواب اگست 2003ء سے نومبر 2003ء تک تین مرتبہ دیکھا اور اس کا ذکر انہوں نے دورانِ سفر اور اکثر ملاقاتوں میں کیا۔ اس کے گواہ نوید شوکت صاحب اور اسلم علی شاہ صاحب ہیں۔ نوید شوکت صاحب تو اب تک اپنی گواہی پر قائم ہیں۔ ساجد صاحب کافی عرصہ سے اس عاجز سے نہیں ملے کیونکہ انہوں نے 9 نومبر 2004ء کی شام سے ہماری سات سالہ سنگت ایک معمولی سا بہانہ بنا کر چھوڑ دی تھی پھر وہ کچھ مصلحت پسند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو حق اور قربت عطا فرمائے۔ باطنی بشارت خواب کے ذریعہ تین دفعہ دی گئی۔ خواب کچھ اس طرح تھا۔ ساجد صاحب فرمایا کرتے تھے:

''دیکھتا ہوں حضور مرشد پاک کی محفل لگی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ اس میں موجود ہیں۔ حضور مرشد پاک ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنی پوری سنگت میں بتیس یا تینتیس[1] (تعداد ان کو یاد نہیں رہی) ساتھیوں کا انتخاب کیا ہے جو ہمارے معیار پر پورے اترے ہیں۔ ساجد صاحب فرماتے ہیں کہ اتنے میں نجیب صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور مرشد پاک ان کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں

---

[1] یہ اکتیس افراد ہیں۔ ان میں سے بعض وفا، بعض قربانی، بعض محبت، بعض صبر، بعض شکر، بعض ریاضت، بعض توکل، بعض ترک اور بعض صدق کی وجہ سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب پر پورے اترے۔

کہ بھائی نجیب الرحمٰن تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو۔ تمہارا معاملہ ان لوگوں سے علیحدہ اور خاص ہے۔'' ساجد صاحب فرماتے ہیں کہ اتنے میں محفل سے دو لوگ اٹھتے ہیں اور حضور مرشد پاک کا گریبان پکڑ لیتے ہیں اور پھر ساجد صاحب کے مطابق ساجد صاحب اور کچھ دوسرے اہل محفل اُن لوگوں کو پکڑ کر باہر لے جاتے ہیں۔ ساجد صاحب اس محفل میں سلطان محمد نجیب الرحمٰن کے سوا کسی کو نہ پہچان سکے۔ نوید شوکت صاحب فرماتے ہیں کہ بعد میں احباب میں اس بات کا تذکرہ رہا کہ وہ 32 یا 33 کون لوگ ہیں۔ لیکن سب سے اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ سلطان محمد نجیب الرحمٰن کا معاملہ سب سے علیحدہ کیوں ہے۔ اس لیے ''وارثِ امانتِ الٰہیہ'' ایک ہی ہوتا ہے اور اس کا معاملہ واقعی باقی تمام سے علیحدہ ہوتا ہے۔ ساجد صاحب کو شاید اپنے باطنی مشاہدے پر بھی یقین نہیں ہے۔

سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت گار

کچھ ساتھی ایسے بھی تھے جو مختلف اوقات میں سلطان الفقر ششم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف کام اور امور اُن کے ذمہ ہوا کرتے تھے۔ مریدین انہیں ''خلیفہ'' کے نام سے پکارا کرتے تھے اُن میں سے خاص خاص کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حاجی محمد نواز صاحب (تلمبہ) ۲۔ عبد المجید صاحب (راہداریاں والا تحصیل کلورکوٹ) ۳۔ قاری محمد نصر اللہ صاحب (کمرمشانی میانوالی) ۴۔ محمد خالد صاحب (وہاڑی) ۵۔ غلام باھو صاحب (جھنگ)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں جو مختصر عرصہ کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ خدمت میں رہے۔

سلطان الفقر رحمۃ اللہ علیہ کے محافظ

آخری تین سالوں میں مریدین کی کثرت کی وجہ سے کچھ لوگوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے محافظ ہونے کا شرف حاصل ہوا جن میں مشہور یہ ہیں:

(۱) محمد شہباز عرف فوجی (لاہور)۔ (۲) یعقوب الٰہی (چکوال)۔ (۳) محمد جعفر (جھنگ)

فصل 21

وصالِ مبارک

28 فروری 2001 کو جب سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودیہ پہنچے تو جدہ پہنچتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت شدید ناساز ہوگئی نقاہت اتنی ہوگئی کہ چلنا پھرنا مشکل تھا تمام بیماریاں شوگر، بلڈ پریشر بڑھ گئیں خاص طور پر پیشاب کی تکلیف اتنی شدت اختیار کرگئی کہ ہر دس پندرہ منٹ بعد پیشاب کی حاجت ہونے لگی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی ملاقات ہوتی آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے:

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں — اپنی موت سے آگاہ کوئی بشر نہیں

07 مارچ 2001 کو مکہ میں دورانِ حج آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خادم اور بھائی نوید شوکت صاحب کو حکم فرمایا کہ آبِ زم زم سے ہمارا کفن دھو کر اس کو خانہ کعبہ سے مس کیا جائے۔ اس بات نے ہمیں ذہنی طور پر پریشان کردیا۔ جب ہم نے لیت و لعل سے کام لیا اور کہا کہ یہاں کاٹن کا کفن نہیں ملتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد نواز صاحب کو فرمایا کہ کاٹن کے کفن کا بندوبست کریں۔ حاجی محمد نواز صاحب نے جدہ سے بڑی مشکل سے کاٹن کا کفن منگوایا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو میرے اور بھائی نوید شوکت کے حوالے کر کے کہا کہ آبِ زم زم سے دھو کر اسے خانہ کعبہ سے مس کیا جائے۔ بادلِ نخواستہ ہم نے خانہ کعبہ کے باہر اسے آبِ زم زم سے دھو کر خشک کیا اور لے کر خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے لگے۔ حالانکہ خانہ کعبہ کے ہر دروازے پر ایک خاتون اور ایک مرد پہرے دار ہوتے ہیں جو کسی چیز کو بھی اندر نہیں لے جانے دیتے۔ کفن کا کپڑا بھائی نوید شوکت کے پاس تھا۔ جب ہم کفن کا کپڑا لے کر دروازے سے گزرے کسی نے پوچھا تک نہیں۔ اس کپڑے کو خانہ کعبہ سے اچھی طرح مس کیا گیا لیکن وسوسوں نے ہمارے دِل میں گھر کر لیا تھا۔ مدینہ روانگی کے وقت کفن کا کپڑا (حدہ) مکہ

میں حاجی احمد بخش صاحب کے گھر ہی رہ گیا اور ہم مدینہ سے سیدھے جدہ اور پھر لاہور آ گئے لیکن بعد ازاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اسے منگوالیا۔ آخری دو سالوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ تکیہ کلام بن چکا تھا:

''ساماں سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں''

آپ رحمتہ اللہ علیہ آخری سفر میں دربار شریف سے 28 نومبر 2003 عید الفطر کے دوسرے روز ملک عطا محمد کے پاس کوٹ فتح خاں تشریف لے گئے۔ اگلے روز 29 نومبر کو ملک اعجاز صاحب کے پاس اسلام آباد تشریف لے گئے وہاں 4 دِن گزار کر آپ رحمتہ اللہ علیہ 5 دسمبر 2003 کو لاہور تشریف لائے اور محسن سلطان صاحب کے گھر دو دِن قیام کیا۔ 7 دسمبر کو آپ رحمتہ اللہ علیہ اس خادم کے گھر مصطفی ٹاؤن لاہور تشریف لائے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سلطان محمد علی صاحب، سلطان محمد معظم علی صاحب، سلطان احمد علی صاحب، سلطان محمد بہادر عزیز صاحب، سلطان محمد شریف صاحب اور بہت سے دیگر ساتھی تھے۔ یہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے 13 دسمبر 2003 تک قیام کیا اور یہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے خانوادہ سلطان باھوؒ کے صاحبزادگان کی کثیر تعداد نے ملاقات کی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ناشتہ اور کھانا میں شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں مریدین نے بھی یہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ 13 دسمبر 2003 کو صبح آپ رحمتہ اللہ علیہ ملتان تشریف لے گئے۔ پروگرام کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں سے شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے جانا تھا لیکن 15۔ دسمبر 2003 کو رانا تجمل حسین صاحب آپ کے پاس ملتان پہنچ گئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ملتان سے لاہور اپنے گھر لے آئے۔ اس عاجز اور خادم کو اپنے مرشد پاک کی خوشبو لاہور میں محسوس ہونا شروع ہوگئی تھی۔ ملتان فون کیا تو محمد علی صاحب[1] نے جواب دیا کہ پھول کو اپنے اردگرد تلاش کرو یہ عاجز اور خادم خوشبو کے تعاقب میں رانا تجمل حسین کے گھر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا یہاں پہنچ کر اس عاجز اور خادم کو احساس ہوا کہ لاہور واپس آنا آپ رحمتہ اللہ علیہ کی رضا نہ تھی۔ یہ خادم 15 دسمبر کا دن اور رات اور 16 دسمبر کی رات 12:30 تک آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہا۔ 16 دسمبر کو تقریباً ایک بجے رات میں وہاں سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہوا۔ 17 دسمبر کو آپ رحمتہ اللہ علیہ لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ملک کاظم صاحب کے گھر قیام فرمایا اور 24 دسمبر 2003 کو آپ رحمتہ اللہ علیہ فضل کریم کنڈی کے گھر منتقل ہوگئے وہاں پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کا بلڈ پریشر کم (Low) ہوگیا اور ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو داخل کروایا گیا۔ کسی نے مجھے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی بیماری کی اطلاع نہ دی 25 دسمبر 2003ء کو آپ رحمتہ اللہ علیہ سارا دِن یہی فرماتے رہے بھائی نجیب الرحمٰن

---

[1] آپ رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری زوجہ کے بڑے بھائی، ملتان میں رہائش رکھتے ہیں۔

سے بات کراؤ۔ لیکن ساتھیوں نے بتایا کہ یہاں موبائل کے سگنل مکمل نہیں آرہے۔ رات 2:30 بجے کے قریب حاجی محمد نواز صاحب کا فون آیا کہ حضور مرشد پاک آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں آپ فلاں فون نمبر پر بات کرلیں۔ میں نے فوراً فون کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی بیماری کے بارے میں کچھ نہ بتایا بلکہ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خادم کو محسن سلطان صاحب کے گھر 6 دسمبر 2003 کو اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عطا فرمایا تھا اور تصور کا طریقہ سمجھایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس طرح کے سونے کے اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بنوائے جائیں تاکہ طالبانِ مولیٰ کو عطا کیے جاسکیں کیونکہ اس سے پہلے اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تیاری کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں اور فرمایا اب یہ تمہارے حوالے ہے۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حفاظت کرنا اور اب اسمِ اَللّٰہُ ذات اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہاری ذمہ داری ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آخری گفتگو ہے۔ اس گفتگو کے کچھ ہی دیر بعد 26 دسمبر 2003 بمطابق 2۔ ذیقعد 1424ھ بروز جمعۃ المبارک صبح پانچ بج کر سات منٹ پر سلطان الفقر کا نورکسی اور روپ میں جلوہ گر ہوکر دنیا سے مخفی ہو گیا۔

نمازِ جنازہ

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ 26۔ دسمبر 2003ء (3 ذیقعد[1] 1424ھ) رات 9 بجے دربار پاک سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پر ادا کی گئی جس میں اس غلام نے بھائی نوید شوکت صاحب کے ساتھ شرکت کی۔ نمازِ جنازہ میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ تاحدِ نظر سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ لوگوں کا ایک سمندر تھا۔ دربار پاک سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی دیواروں پر ہزاروں کی تعداد میں کبوتر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسدِ مبارک نمازِ جنازہ کے لیے دربار پاک کے دروازہ کے بالکل سامنے رکھا گیا تو تمام کبوتروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ مبارک پر چکر لگانے شروع کر دیئے۔ لوگ حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کبوتروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ مبارک پر سایہ کردیا تھا۔ پھر دوبارہ انہوں نے چکر لگائے اور خاموشی سے دیواروں پر جا کر بیٹھ گئے۔

---

[1] آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ مغرب کے بعد دفن کیا گیا اسلامی تاریخ سورج غروب ہونے کے بعد تبدیل ہوتی ہے اس لیے ہجری تاریخ 3۔ ذیقعد کا آغاز ہو چکا تھا۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

(محل پاک، تربت مبارک اور تصویر مبارک 2011ء)







مزار مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو 26 دسمبر 2003ء (3 ذیقعد 1424ھ) کو آپ کے مرشد پاک کے دائیں پہلو (مشرق کی سمت) میں سپردِ خاک کیا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں پہلو میں ہے۔

عرس مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال ذیقعد کے پہلے جمعۃ المبارک کو منعقد ہوتا ہے اور یہ عاجز بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ذیقعد کے پہلے جمعۃ المبارک کو منعقد فرماتا ہے۔

سجادہ نشین

سلطان اولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان محمد علی صاحب ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے بھی سجادہ نشین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانی اور کرم نوازی، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ، میرے حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ سروری قادری کی باطنی راہنمائی میں کتاب ہذا ''مجتبیٰ آخر زمانی'' کا مسودہ 09 نومبر 2011ء بمطابق ۱۲۔ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ بروز بدھ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میرے حضور کے ملفوظات تو اُن کی حیات مبارکہ میں ہی تقریباً مکمل ہو چکے تھے اور اُن کی اشاعت ماہنامہ سلطان الفقر لاہور میں اگست 2006ء سے شروع ہو چکی تھی لیکن مشائخ سروری قادری سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان الصابرین پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور شہبازِ عارفاں پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پر کام نامکمل تھا۔ اس پر تحقیق کا آغاز میرے حضور کے وصال کے بعد ستمبر 2004ء میں شروع ہو کر آج پایہ تکمیل کو پہنچا۔

اس تحقیق میں معاونت کرنے والوں کا تذکرہ کتاب ہذا کے صفحہ 472 پر موجود ہے۔

استفادہ

1۔ قرآن مجید

2۔ تفسیر روح البیان از شیخ محمد اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ ترجمہ و تفسیر مولانا فیض احمد اویسی مرحوم و مغفور

3۔ کتب احادیث

4۔ روایات مشائخ سروری قادری: جن کو اس فقیر نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان التارکین سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سماعت فرمایا اپنے مرشد سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے۔

1. کتب سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
1.	نور الہدیٰ کلاں	1۔ سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	2001ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
		2۔ کے۔ بی۔ نسیم مع فارسی متن	2000ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
		3. فقیر میر محمد فارسی۔ اردو	مئی 2007ء	بمقام سمندری شریف، تلہ گنگ ضلع چکوال
		4. فقیر نور محمد کلاچوی	بارنہم 2000ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان شبیر برادرز لاہور
		5. محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	
		6. فقیر الطاف حسین	درج نہیں	شبیر برادرز لاہور
2.	نور الہدیٰ خورد	1. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور

3.	شمس العارفین	1. مخطوطہ (فارسی)		بقلم شہبازِ عارفاں پیر سیّد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ
		2. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	2002ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
		3. محمد علی چراغ	1998ء	نذیر سنز پبلیشرز لاہور
		4. حافظ محمد رمضان (مرحوم)	درج نہیں	حافظ محمد رمضان مرحوم خطیب دربار حضرت سلطان باھُوؒ جھنگ
		5. عبدالرشید شاہد القادری	درج نہیں	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		6. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
4.	محکم الفقرا	1. کے بی نسیم مع فارسی متن	1997ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
		2. فقیر میر محمد (اردو۔فارسی)	2006ء	فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
5.	مجالستہ النبی	1. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	بار اوّل 1996ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
		2. فقیر میر محمد فارسی۔اردو		فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
6.	کلید التوحید خورد	1. بشیر احمد عاربی مع فارسی متن	بار اوّل 1996ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
		2. فقیر الطاف حسین	بار اوّل 1989ء	شبیر برادرز لاہور
7.	محک الفقر کلاں	1. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	2006ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور
		2. فقیر میر محمد (فارسی۔اردو)		فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال

		3. کے بی نسیم مع فارسی متن	1996ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
		4. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		5. محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	شبیر برادرز لاہور
8.	کلید التوحید کلاں	1. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	2002ء	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
		2. فقیر میر محمد فارسی۔اردو		فقیر میر محمد اعوان بمقام سمندری شریف تلہ گنگ ضلع چکوال
		3. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
9.	محک الفقر خورد	1. کے بی نسیم مع فارسی متن	2000ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
10.	عین الفقر	1. فقیر الطاف حسین	1998ء	شبیر برادرز لاہور
		2. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن	دسمبر 2004ء	العارفین پبلیکیشنز 4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور
		3. کے۔بی نسیم مع فارسی متن	2001ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
		4. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		5. فقیر میر محمد (فارسی)	1999ء	ڈھلی شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال
11.	سلطان الوھم کلاں/خورد	1. حماد الرحمٰن سروری قادری	اگست 2011	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2. فقیر میر محمد فارسی۔اردو	1999ء	ڈھلی شریف تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال
12.	اسرارِ قادری	1. اللہ والے کی قومی دکان	1952ء	اللہ والوں کی قومی دکان لاہور
		2. فقیر الطاف حسین	1996ء	شبیر برادرز لاہور
		3. محمد شریف عارف نوری	1994ء	پروگریسو بکس اردو بازار لاہور
		4. سید امیر خاں نیازی مع فارسی متن	2010ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور

13.	تیغ برہنہ	1. محسن فقری	2004ء	شبیر برادرز لاہور
		2. کے بی نسیم مع فارسی متن	1998ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
14.	قربِ دیدار	1. محسن فقری	2005ء	شبیر برادرز لاہور
15.	کشف الاسرار	1. فقیر الطاف حسین مع فارسی متن	درج نہیں	شبیر برادرز لاہور
16.	دیدار بخش خورد	1. فقیر الطاف حسین مع فارسی متن	درج نہیں	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
		2. کے بی نسیم مع فارسی متن	2000ء	حق باھُوؒ منزل گلشن راوی لاہور
17.	امیر الکونین	1. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		2. سید امیر خان نیازی مع فارسی متن		العارفین پبلیکیشنز لاہور
		3. محمد عبد الرشید شاہد القادری	1425ھ	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		4. محمد شکیل مصطفیٰ اعوان	2007ء	شبیر برادرز لاہور
18.	رسالہ اورنگ شاہی	1. فقیر الطاف حسین	جون 1995ء	شبیر برادرز لاہور
		2. کے بی نسیم مع فارسی متن	1998ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
		3. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
		4. ڈاکٹر الطاف حسین مع فارسی متن		باھُو پبلیکیشنز کوئٹہ
19.	فضل اللقاء	1. محمد شریف عارف نوری	یکم ستمبر 1994ء	پروگریسو بکس لاہور
20.	عقلِ بیدار	1. شاہد القادری	نامعلوم	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		2. کے بی نسیم مع فارسی متن	2003ء	حق باھُو منزل گلشن راوی لاہور
		3. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور

21.	کلیدِ جنت	1. کے بی نسیم مع فارسی متن	1996ء	سلطان باھوا کیڈمی حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
22.	مفتاح العارفین	1. محمد شریف عارف	1994ء	پروگریسو بکس لاہور
23.	توفیق الہدایت	1. محمد شریف عارف	1993ء	پروگریسو بکس لاہور
24.	محبت الاسرار	1. محمد شریف عارف	1993ء	پروگریسو بکس لاہور
	جامع الاسرار	1. کے بی نسیم مع فارسی متن	2003ء	حق باھو منزل گلشن راوی لاہور
25.				
26.	گنج الاسرار	1. فقیر الطاف حسین	درج نہیں	شبیر برادرز لاہور
27.	طرفۃ العین	1. فقیر الطاف حسین	فروری 1996ء	شبیر برادرز لاہور
28.	نقشِ باھُوؒ	1. منظوم ترجمہ فارسی دیوان مسعود قریشی	1996ء	لوک ورثہ اسلام آباد
29.	رسالہ روحی شریف (مع فارسی متن)	1. مصنف کتاب ہذا	اپریل 2003ء	مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
		2. شاہد القادری	درج نہیں	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
		3. سید امیر خان نیازی	درج نہیں	انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھو سلطان دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
		4. ڈاکٹر سلطان الطاف علی	درج نہیں	غلام دستگیر اکیڈمی دربار حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
		5. پروفیسر احمد سعید ہمدانی	درج نہیں	غلام دستگیر اکیڈمی دربار حضرت سخی سلطان باھوؒ جھنگ
		6. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان لاہور
30.	سوانح حیات وابیات باھُوؒ	1. مصنف کتاب ہذا	جولائی 2002ء	مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
31.	ابیاتِ باھُوؒ	1. مصنف کتاب ہذا	اگست 2002ء	مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

32.	ابیاتِ باھُو	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	بارِ نہم 2001ء	غلام دستگیر اکیڈمی دربار حضرت سخی سلطان باھُوؒ جھنگ
33.	شرح ابیاتِ باھو	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	مارچ 1995ء	ناشاد پبلیشرز زریگل پلازہ کوئٹہ
34.	سی حرفی ابیاتِ باھُو (شرح و ترجمہ)	احمد سعید ہمدانی	12 اپریل 2001ء	العارفین پبلیکیشنز جوہر آباد ضلع خوشاب

2. تصانیف غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
1.	غنیۃ الطالبین	1. مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی	1988ء	فرید بک سٹال لاہور
		2. مولانا محمد عبد الاحد قادری	فروری 2005ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
2.	سرّ الاسرار	1. مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری	باراول 12 ربیع الاول 1423ھ	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		2. سید امیر خان نیازی (مع عربی متن)	ستمبر 2003ء	مکتبۃ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
3.	(i) الرسالۃ الغوثیہ مع عربی متن	سلطان العصر حضرت غلام دستگیر القادری ناشادؒ	مارچ 1998ء	حضرت دستگیر اکیڈمی دربار سلطان باھُوؒ جھنگ
	(ii) تذکرہ قادریہ (مع رسالۃ الغوثیہ)	سیّد علاؤ الدین گیلانی البغدادی	بارِ پنجم 2006ء	دربارِ غوثیہ شارع الگیلانی کوئٹہ
4.	فتوح الغیب	1. سیّد فاروق قادری	اکتوبر 2002ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		2. سید محمد فاروق القادری ایم اے	1998ء	تصوف فاؤنڈیشن لاہور

5.	الفتح الربانی	1. مولانا عبدالاحد قادری (فیوض غوث یزدانی)	2003ء	قادری رضوی کتب خانہ لاہور
		2. نفیس اکیڈمی کراچی (مع عربی متن)	درج نہیں	نفیس اکیڈمی کراچی
		3. مولانا عاشق الٰہی (مع عربی متن)	دسمبر 2008ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور

4. تصانیف شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
1.	فصوص الحکم	1. شرح مولانا عبدالقدیر صدیقی	درج نہیں	نذیر سنز لاہور
		2. محمد ریاض قادری (شرح فصوص الحکم والایقان)	2006ء	علم و عرفان پبلیشرز لاہور
2.	فتوحاتِ مکیہ (تین جلدیں)	1. صائم چشتی	1986ء	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد
3.	شجرۃ الکون	1. علامہ صوفی محمد صدیق بیگ قادری	1985ء	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد

5. دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
1.	مرقاۃ السالکین شرح مرآۃ العارفین	تصنیف سیّد الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ترجمہ و شرح محمد فیض احمد اویسی	2007ء	زاویہ پبلیشرز لاہور
	مرآۃ العارفین ترجمہ و شرح	عنبرین مغیث سروری قادری	2012ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

2.	کشف المحجوب	1. حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ مترجم مولانا میاں رمضان علی	1970ء 2007ء	فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف ضلع گجرات
3.	کیمیائے سعادت	حضرت ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ محمد شریف نقشبندی	1993ء	شبیر برادرز لاہور
4.	انسانِ کامل	1. سید عبدالکریم الجیلیؒ	طبع چہارم 1980ء	نفیس اکیڈمی کراچی
5.	طواسین	حضرت منصور حلاجؒ مترجم محمد اکرم الازہری	2008ء	تصوف فاؤنڈیشن لاہور
6.	تصوف کے روشن حقائق	حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلیؒ ترجمہ: محمد اکرم الازہری	2003ء	مکتبہ زاویہ لاہور
7.	مثنوی مولانا روم	مولانا جلال الدین رومیؒ مترجم محمد عالم امیری	طبع پنجم نومبر 2005ء	خدیجہ پبلیکیشنز لاہور
8.	سرِّ دلبراں	حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی	1995ء	الفیصل ناشران تاجران کتب لاہور
9.	عرفان (جلد اوّل)	فقیر نور محمد کلاچوی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
10.	مخزن الاسرار	فقیر نور محمد کلاچوی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
11.	حیاتِ سروری	فقیر عبدالحمید	2000ء	عرفان منزل کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان
12.	مناقبِ سلطانی	1. سلطان حامد علیؒ، مترجم ارشد القادری	درج نہیں	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ
		2. اللہ والے کی قومی دکان	درج نہیں	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور
13.	احوال و مقامات سلطان باھُوؒ	احمد سعید ہمدانی	بار چہارم 1995ء	حضرت غلام دستگیر اکیڈمی دربار حضرت سلطان باھُوؒ جھنگ

14.	سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ (حیات وتعلیمات)	احمد سعید ہمدانی	مارچ 1995ء	حضرت سلطان باھوؒ اکیڈمی لاہور
15.	مرآتِ سلطانی (باھوؒ نامہ کامل)	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	2006ء	باھو پبلیکیشنز کوئٹہ' لاہور' جھنگ
16.	صاحبِ لولاک	طارق اسماعیل ساگر	بارِ اوّل 2004ء	مکتبہ العارفین لاہور
			بارِ دوم 2007ء	ایضاً
			بارِ سوم 2009ء	العارفین پبلیکیشنز لاہور
			بارِ چہارم 2011ء	ایضاً
17.	تاریخ جھنگ	اقبال زبیری	2002ء	جھنگ ادبی اکیڈمی جھنگ صدر
18.	اولیائے جھنگ	اقبال زبیری	جنوری 2000ء	جھنگ ادبی اکیڈمی جھنگ صدر
19.	وادی سون سکیسر (تاریخ' تہذیب' ثقافت)	محمد سرور خان اعوان	2002ء	الفیصل ناشران تاجران کتب لاہور
20.	اشرافِ عرب	سیّد محمد نجم الحسن فضلی	1999ء	مملوکہ سعید جھنڈیر لائبریری میلسی
21.	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن صابری چشتی رام پوری	بارِ سوم 1424ھ	مکتبہ صابریہ قصور
22.	تاریخ مشائخ قادریہ رزاقیہ (بحوالہ برصغیر پاک وہند)	پروفیسر محمد حسین آزاد القادری	2008ء	ورسٹائل پرنٹرز لاہور
23.	تاریخ مشائخِ قادریہ (تین جلدیں)	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	2001ء	کتب خانہ امجدیہ انڈیا
24.	راہ نمائے مزاراتِ دہلی	محمد عاصم القادری سنبھلی	2007ء	محمدی بک ڈپو پرانی دہلی انڈیا
25.	مزاراتِ اولیاء دہلی	محمد عالم شاہ فریدی	1927ء	فرید بک ڈپو دہلی انڈیا
		اضافہ وترمیم ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمٰن صدیقی	2006ء	فرید بک ڈپو دہلی انڈیا

26. واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم	بشیر الدین احمد	1337ھ طبع دہلی	پنجاب پبلک لائبریری لاہور
27. دہلی زیارات و آثارات	سردار احمد علی	1337ھ طبع دہلی	پنجاب پبلک لائبریری لاہور
28. مزارات اولیائے دہلی	مولوی محمد عالم شاہ	1330ھ طبع دہلی	پنجاب پبلک لائبریری لاہور
29. اولیائے ملتان	اولاد علی گیلانی	طبع لاہور	پنجاب پبلک لائبریری لاہور
30. اولیائے ملتان	بشیر حسین ناظم	طبع لاہور	پنجاب پبلک لائبریری لاہور
31. تذکرہ اولیائے ملتان	امتیاز حسین شاہ	طبع لاہور	کتب خانہ حاجی نیاز احمد بوہر گیٹ ملتان
32. راہنمائے مقاماتِ مقدس دارالحکومت دہلی	مرزا آفتاب بیگ عرف نواب مرزا بیگ دہلوی	طبع لاہور	قمیصیہ لائبریری درگاہ شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
33. آثارِ دہلی		طبع دہلی	قمیصیہ لائبریری درگاہ شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
34. باغِ سادات	سیّد تجمل حسین شاہ نقوی بخاری	طبع لاہور بارِ سوم 1947ء	مملوکہ نسخہ غلام محمد ولد منظور احمد اوچ شریف بہاولپور
35. تاریخ بزرگانِ دہلی	کلیم مختار احمد سبزواری	1972ء دہلی	قمیصیہ لائبریری درگاہ شریف ساڈھورا ہریانہ انڈیا
36. گلدستہ ابیات و مناجات شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہؒ	مصنف کتاب ہذا	مارچ 2002ء	مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن لاہور
37. حقیقتِ اسمِ اللہ ذات	مصنف کتاب ہذا	بارِ اوّل 2001ء بارِ دوم 2002ء بارِ سوم 2003ء بارِ چہارم اگست 2004ء	مکتبہ العارفین 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

		مصنف کتاب ہذا	بار پنجم جولائی 2005ء	سلسلہ سروری قادری المرتضیٰ۔20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور
			بار ششم مئی 2006ء	سلطان الفقر پبلیکیشنز المرتضیٰ۔20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور
38.	مرشد کامل اکمل	مصنف کتاب ہذا	بار اوّل ستمبر 2005ء	سلسلہ سروری قادری المرتضیٰ 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
			بار سوم ستمبر 2007ء	ایضاً
39.	شمس الفقرا	مصنف کتاب ہذا	2012	سلطان الفقر پبلیکیشنز 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور
40.	حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ اور ان کے خلفاء	ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی	1979ء	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
41.	پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی	2000ء	سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور
42.	سِرّ الحبیب	شاہ حبیب اللہ قادریؒ، مترجم غلام رسول	درج نہیں	آستانہ عالیہ بغداد شریف تحصیل خانیوال ضلع ملتان
43.	تذکرہ روسائے پنجاب	ترجمہ سیّد نوازش علی	---	میونسپل لائبریری احمد پور شرقیہ
44.	سوانح عمری حضرت خواجہ عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ	مرتب پیر محمد یوسفؒ	---	دربار پیر محمد عبدالغفور شاہؒ جھنگ
45.	تاریخ پنجاب	غلام مصطفیٰ کمال	1998ء	ایونیو بک پیلس لاہور
46.	ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمتہ اللہ علیہ	مرتبہ پیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ	---	مملوکہ پیر محبوب الحق جھنگ
47.	سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (مخطوطہ)	مرتب سیّد سلیم الزماں ہاشمی (انڈیا)		مملوکہ محمد اسد خان لاہور مجیب الرحمٰن انڈیا

48. کراماتِ عزیزیہ	مرتب سلطان محمد فاروق رحمتہ اللہ علیہ	1985ء	دربار سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جھنگ
49. نقول سول دعویٰ جات برائے سجادہ نشین	فضل حق بنام مختیار شاہ		سول کورٹ احمد پور شرقیہ بہاولپور

شمارہ جات ماہنامہ مراۃ العارفین لاہور

اپریل 2000ء

ستمبر 2000ء

فروری 2001ء

جون 2001ء

جولائی 2003ء

اگست 2004ء

دسمبر 2004ء

نومبر 2007ء

نومبر 2008ء

اور بہت سی کتب، جن کے حوالہ جات کتاب میں موجود ہیں۔

نوٹ: کتاب ہذا ''مجتبیٰ آخر زمانی'' میں تاریخیں دو طرح سے دی گئی ہیں۔ اگر تاریخ عیسوی ہے تو اس کے ساتھ ہی بریکٹ میں ہجری تاریخ دی گئی ہے اور اگر تاریخ ہجری ہے تو اس کے ساتھ ہی بریکٹ میں عیسوی تاریخ دی گئی ہے۔ اصل اور درست تاریخیں وہی ہیں جو بریکٹ سے باہر یا بریکٹ سے پہلے دی گئی ہیں۔ بریکٹ میں درج ہجری یا عیسوی تاریخ جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے حاصل کی گئی ہے اور یہ سارا کام برخوردار محمد راشد سروری قادری (اوچ شریف) نے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی مدد سے کیا اور انہوں نے ہی سرائیکی شاعری کے مشکل الفاظ کے معنی حواشی میں مرتب فرمائے ہیں۔

تحقیقی معاونین

(1) سیّد عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات پر تحقیق میں مجیب الرحمٰن (دہلی۔انڈیا) اور محمد اسد

خان سروری قادری (لاہور) نے تحقیقی تعاون فرمایا۔

(2) سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانیؒ کی سوانحِ حیات پر احمد پور شرقیہ میں تمام تحقیق محمد راشد سروری قادری (اوچ شریف) اور محمد ریاض نجم سروری قادری (اوچ شریف) نے کی۔ سلطان التارکین سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی کے تنازعہ کے کاغذات کی عدالتی نقول محمد نوید سروری قادری (بہاولپور۔ حال مقیم لاہور) جو کہ وکیل بھی ہیں، نے مہیا کیں۔

(3) ''ملفوظات پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرتب پیر عبدالحقؒ'' محمود احمد (لاہور) اور حماد الرحمٰن سروری قادری (لاہور) نے 2008ء میں پیر محبوب الحق سے مڈ شریف گڑھ مہاراجہ جھنگ سے حاصل کیئے۔

(4) محمد اسد خان سروری قادری (لاہور)' حماد الرحمٰن سروری قادری (لاہور)' محمود احمد سروری قادری (لاہور)' ناصر حمید سروری قادری (لاہور)' محمد ندیم سروری قادری (گوجرہ) نے سجادہ نشین دربار پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ جناب محمد ایوب قریشی اور سجادہ نشین دربار سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جناب پیر شمس الحق صاحب سے ملاقات کر کے پیر محمد عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

(5) برخوردار ناصر حمید سروری قادری نے نہ صرف اس کتاب کو بلکہ اس فقیر کی تمام کتب کو کمپوز کر کے محفوظ کیا۔

مجتبیٰ آخر زمانی

مجتبیٰ آخر زمانی مشائخ سروری قادری کی اوّلین سوانحِ حیات ہے۔ تصنیفِ مبارکہ مجتبیٰ آخر زمانی میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی کامل اور مکمل سوانحِ حیات اور تعلیمات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ سلسلہ سروری قادری کے مشائخِ حقیقی جن سے سلسلہ سروری قادری اور امانتِ الٰہیہ کا سلسلہ اب تک جاری ہے، کی سوانحِ حیات پہلی بار کامل اور مکمل طور پر پردہ اخفا سے باہر لائی جا رہی ہے جن میں یہ مشائخ شامل ہیں:

۱۔ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبد اللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد یہ سلسلہ سروری قادری کے مشائخ اور امانتِ الٰہیہ کے حقیقی وارث ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا فیض اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے انہی نائبین کے وسیلہ سے طالبانِ مولیٰ کیلئے جاری وساری ہے۔

سلسلہ سروری قادری کے اکتیسویں شیخِ کامل خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے جب مسندِ تلقین وارشاد سنبھالی تو سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی سوانحِ حیات پر تحقیقی کام کا آغاز فرمایا اور سات سال کی انتھک کوششوں سے زیرِ نظر کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی صحت و واقعات کے لحاظ سے تحقیق کی ہر کسوٹی پر پوری اُترتی ہے۔

مجتبیٰ آخر زمانی کی تصنیف کا ایک اہم مقصد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی حیاتِ طیبہ پر پڑے اسرار کے پردوں کو ہٹانا اور ان کی عظمت سے عوام الناس کو روشناس کرانا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصل دینِ حنیف کو زندہ رکھنے کے لئے ان مشائخ نے انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اپنی حیات کے ہر لمحے کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے وقف کر دیا۔ ظاہر و باطن میں انتہائی کٹھن آزمائشوں سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں انہیں امانتِ فقر کا وارث بنایا گیا اور پھر انہوں نے طالبانِ مولیٰ کی راہِ حق پر بے مثال راہنمائی فرمائی اور آج تک کر رہے ہیں لیکن خود کو ہمیشہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا کیونکہ ان کی خواہش اللہ بس ماسوی اللہ ہوس تک محدود ہے۔ خواہشِ عز و جاہ سے یہ مشائخ ہمیشہ دور رہے اس لئے آج کے دور میں سوائے طالبانِ مولیٰ کے انہیں کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اب وہ دور آنے کو ہے جب فقر کو عام ہونا ہے۔

چنانچہ مناسب سمجھا گیا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط کے مظہر سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی سوانحِ حیات اور دینِ حنیف کے لئے کی گئی ان کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے تا کہ وہ ان فقرا کی عظمت و مقام اور قربِ الٰہی کو سمجھ سکیں اور اس گمراہی اور ظاہر پرستی کے دور میں ان کی حیات و تعلیمات پر عمل کر کے معرفت اور قربِ الٰہی حاصل کر سکیں۔ خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس پر ذاتِ حق تعالیٰ کا خاص فضل اور کرم ہے کہ یہ خاص تحفہ عوام الناس کی راہنمائی کیلئے آپ مدظلہ الاقدس کی وساطت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Tel: 042-35436600, 0322-4722766

ISBN: 978-969-9795-07-7



● www.tehreek-dawat-e-faqr.com ● www.sultan-ul-faqr.com

E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com